تذکرہ خندۂ گل

یعنی

اُردو فارسی کے [illegible] شاعروں کے حالات مع انتخاب کلام

مولفہ

مولوی عبدالباری آسی

قیمت مع محصول

چار روپیہ [illegible]

فہرست

حرف جیم

حرف چ

حرف ح

حرف خا

حرف دال

حرف ڈال

حرف ش

حرف ص

حرف ض

حرف ط

حرف ظ

حرف ع

حرف میم

حرف ن

حرف و

مطبوعہ نگار مشین پریس نظیر آباد لکھنؤ
سنہ ۱۹۳۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ظریف شاعروں کا تذکرہ

(ردیف الف)

آبرو - آپ کا نام نجم الدین تھا۔ شاہ مبارک کے لقب سے معروف تھے
آبرو تخلص تھا۔ نہایت مشاق سخن گو تھے۔ مگر مزاج کی احتیاط کے تقاضے سے ہمیشہ
اپنا کلام سراج الدین علیخاں آرزو کو سنا دیا کرتے تھے۔ تذکروں میں جو کچھ تھوڑا بہت
حال ملتا ہے، اس سے استعداد علمی کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ریختہ میں ایہام گوئی کے نہایت
دلدادہ تھے۔ آزاد نے آبحیات میں لکھا ہے کہ شاہ کمال بخاری کے لڑکے پر کہ مضمون تخلص
پاکباز سے دلی محبت تھی۔ آزاد کے علاوہ بعض تذکروں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی کبھی
مرزا جانجاناں مظہر سے جو ان کے معاصر تھے چشمک ہو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ باہم ہجو
گوئی تک نوبت پہنچی تھی۔ اسی وجہ سے بعض بعض جگہ کلام میں ظرافت کا رنگ
پیدا ہو جاتا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ مستقل طریقہ سے اس رنگ میں کچھ کہا ہو۔ مگر افسوس
زمانہ نے ہم تک نہیں پہنچنے دیا۔ البتہ آزاد کے اس لطیفے نے ہمیں آبرو کو تذکرۂ ظرافت
میں لانے کی اجازت دی۔ تلاش ہوئی تو دو ایک شعر اور بھی مل گئے۔ جن میں اگرچہ
ظرافت کا پورا رنگ نہیں۔ پھر بھی ان کو اس سے علیحدہ نہیں رکھا جا سکتا۔

شاہ مبارک آبرو اتفاقاً ایک آنکھ سے معذور تھے۔ ان کے معاصر مرزا جانجاناں نے
چشمک کے طریقہ پر ان کی ہجو میں یہ شعر کہا۔

آبرو کی آنکھ میں اک گانٹھ ہے　　　آبرو سب شاعروں کی ہے

شاہ آبرو نے بھی ہجو میں یہ شعر کہا

کیا کروں حق کے کئے کو کور میری چشم ہے　　　آبرو جگ میں رہے تو جانجاناں ہے

یہ لطیفہ ہرچند آزاد کی بالکل اختراع ہے اور حقیقت سے دور لیکن چونکہ آبرو کا
شعر رنگ ظرافت کا ہے اس لئے اسے لینا پڑا اور یہ لطیفہ بھی درج کرنا ضروری ہوا۔
انھیں کا یہ بھی ایک شعر ظرافت کا ہے۔

یار وحد منکار خاں جو جوں کے بیچ　　　ہے تو مستثنیٰ ولیکن منقطع

یہ عہد محمد شاہی کے شاعر تھے۔ تاریخ انتقال کا پتہ نہیں چلا۔

آبنوس ایک شاعر نامعلوم الاسم کا تخلص ہے۔ جسکا دیوان ایک سرسری نگاہ سے
میں نے ایک صاحب کے پاس دیکھا تھا جو اپنی ضرورت کی وجہ سے غریب آبنوس کا سرمایۂ عمر
بیچ رہے تھے۔ مگر قیمت اسقدر مانگ رہے تھے کہ میں اس کو خرید نہ سکتا تھا۔ تقریباً
دس جزو کا دیوان تھا۔ مگر ایک شعر بھی ایسا نہ تھا جس میں۔ سیاہ۔ کالا۔ اندھیرا۔ یا اسکا
مترادف کوئی لفظ نہ آیا ہو۔ افسوس ہے کہ اس حضرت نے مجھکو اتنی بھی مہلت نہ دی کہ
جی بھر کر اسکو دیکھتا۔ اور اس سواد نامہ کا انتخاب کر لیتا۔ بیک نگاہ دیکھا اسی میں جو
شعر یاد رہگئے وہ لکھتا ہوں اتفاق سے دیوان میں ایک شعر ایسا دیکھکر پتہ ہوتا ہے
کہ ان کا نام کالے خاں تھا۔ مگر مجھکو اس گماں پر وثوق نہیں ہے شعر یہ ہے۔

دیکھکر اس کی زلف پر قرباں　　　لوگ کہتے ہیں مجھکو کالے خاں

ان کی ظرافت اگرچہ ایسی نہیں ہے جسے دیکھکر انسان بے اختیار ہنسی پر مجبور ہو جائے مگر
جو کچھ ہے کمال کا نمونہ ہے۔ یہ کچھ آسان بات نہیں ہے کہ تمام دیوان میں ایک جگہ بھی

اپنی وضع کو نہ بدلا جائے اس پابندی کا نباہنا یونہی کچھ سہل نہیں ہے چہ جائیکہ اسیر ظرافت کی بھی قید لگا دی جائے اور لطف یہ کہ ظرافت نہایت کامیاب اور شائستہ :-

نمونۂ کلام یہ ہے ۔

یہ اُن کی زلف پہ پھبتی کہی ہے یاروں نے ۔۔۔ کہ کالے سایوں میں منا سا گھنگھور ہے

خلافِ وضع ہے مرتا نہیں فرنگی پر ۔۔۔ میں آبنوس ہوں مرتا ہوں جاپانی پہ

زلفیں تیری آنکھیں تیری دیکھیں جانے والوں نے ۔۔۔ کالی گھٹا کے کالے پھلیرے کھائے کھانے والوں نے

چاہتے ہیں کہ آبنوس ہوں میں ۔۔۔ مجھ سے کہتے ہیں تیرا کالا منہ

ایڑی چوٹی پہ وار دو مجھ کو ۔۔۔ کالے مالی اتار دو مجھ کو

آپ سے میٹھا سمجھتا ہے زمانہ ۔۔۔ مگر وہ مت سلونا سا نوالا ہے

خال و خط اس کے روئے روشن پر ۔۔۔ لال کملی میں کالے تل سمجھو

ترشروئی میں اُن کے موٹے ہونٹ ۔۔۔ کالے شہتوت کے برابر ہیں

رام ہو جائے گا بت کافر ۔۔۔ پوجتا ہوں میں کالی مائی کو

ان چھوٹے چھوٹے دانتوں پر کیوں بارسی کا ڈالا ہے ۔۔۔ میں خوش سمجھتا ہوں اسکو کچھ دال میں کالا کالا ہے

خال ہیں اُس کے روئے انور پر ۔۔۔ کالا دانہ پڑا ہے مجمر پر

دل میں کھنچی ہے زلف کی تصویر ۔۔۔ ساتھ ہے میرے میرا کلوا ہیر

سجدے کا نشان شیخ جی کا ۔۔۔ ماتھے پہ کلنک کا ہے ٹیکا

زلف سے گوں تمہارے چہرے پر ۔۔۔ باغ کی ایک کالی کوئل ہے

اخگاہ سید ضمیر حسین نام ہے - اخگاہ تخلص ہے - بیس آباد کے رہنے والے ہیں دور موجودہ کے ایک خوش فکر خوش مذاق ظرافت گو ہیں - ظرافت کے سوا اور کچھ نہیں کہتے - نوجوان آدمی ہیں تعلیم معمولی ہے - مگر اِن کے استاد ایک قابل شخص ہیں

جنکی انگریزی کی قابلیت نہایت معقول ہے اور بقدر ضرورت فارسی بھی جانتے ہیں اردو کے نہایت خوش فکر شاعر ہیں۔ کبھی کبھی اقتضائے طبیعت کی وجہ سے ظرافت کے شعر کہتے ہیں۔ چونکہ اپنے آپ کو زمرہ ظرافت گویاں میں شامل کرنا اپنی عالی پائگی کی وجہ سے ننگ سمجھتے ہیں اسی وجہ سے وہ تمام اشعار شاگردوں کی غزلوں میں شامل کر دیتے ہیں۔ حتی کہ میں نے اس راز سے واقف ہونے کے بعد جو ان سے اس امر کی اجازت چاہی کہ میں تذکرہ میں آپ کا نام نامی لکھدوں تو مجھکو بھی اجازت نہ دی اخواہ صاحب کے اشعار میں زیادہ تر تصرف مرشد یا فیض استاد شامل ہے مجھکو میرے دوست سید مسعود رضا خلف اصغر جناب محمد رضا صاحب ... لکھنؤ سے یہ کلام موصول ہوا۔ موصوف نے وعدہ کیا تھا کہ عنقریب کچھ اور کلام دوں گا۔ مگر افسوس کہ وعدہ کے ایفا کا وقت نہ آیا اور تذکرہ کی ترتیب کا وقت آگیا۔ بہرحال مسعود رضا صاحب نے اپنی یادداشت کی بنا پر جو کلام لکھوا دیا تھا وہی حاضر ہے کلام شوخی اور درد دل کے تصویر رنگیں سے کم نہیں ہے۔

بیوی نے کس خوشی سے شوہر کو آباد کر دیا	اپنے ہوتا ہی بھا مانگے سے پیدا کر دیا
یہ کون کہتا ہے کہ ہم ہیں طالب دولت	ہمارے قبلہ و کعبہ تو کام کا ... ہیں
دل عزیز ... دیوانگی کہاں تک	کہ ہیں ... دل مرا پیار ہے
میں ... کو کہاں ... ہم ...	یاد کی پھر یاد کی پھر یاد کی پھر یاد کی
ہجر کی سب ... ملک ...	... دیا ... کوئی ... یاد کی
آگ ... تھی ... ہوا	آشیاں کے ساتھ داڑھی جل گئی صیاد کی

آزاد کے اس نام سے ایک قدیمی اور پرانی بیاضیں ہیں۔ دو شعر ملے ال... سوا ... نام

... ... کا ... سے ... وریاد کوئی ... ... ہے ... ہیں ۱۹

کا پتہ چلا نہ سکو بہت معلوم ہوئی شعر درج ہیں۔

ایک بڑھیا سے ہٹنے کی یاری	ساری دنیا میں ہو گئی خواری
رات کو اُس کے پاس جب لیٹا	بولی چپ ہو کے سو رہو بیٹا

آس۔ یہ تخلص لکھنؤ کے ایک صاحب کا ہے۔ مگر جہاں تک معتبر ذرائع سے سنا گیا۔ تخلص صرف ایک جواسہ تھا یاس کا۔ ۱۱ ۱۲ ۱۹ء میں لکھنؤ میں ایک انجمن معیار کے نام سے قائم تھی اور ایک رسالہ بھی اسی نام سے شائع ہوتا تھا۔ اس انجمن میں لکھنؤ کے نامور شعراء شریک تھے صفی۔ محشر۔ عزیز۔ ثاقب وغیرہ اس کے ارکان میں سے تھے انجمن کی طرف سے ایک ماہوار مشاعرہ بھی ہوتا تھا۔ اتفاق سے اُسی زمانہ میں مرزا واجد حسین یاس عظیم آباد سے آ گئے۔ چونکہ مرزا یاس کو شاعری کا ایک فطری ذوق تھا۔ اس لئے مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔ مگر چونکہ ان کو حسب خواہش داد نہ ملتی تھی اس لئے ان کو خیال ہوتا تھا کہ اہل لکھنؤ ناانصافی کرتے ہیں۔ اگرچہ مرزا صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح نہ تھا تاہم کچھ نہ کچھ اسکی اصلیت بھی تھی کیونکہ شعر کا جو معیار حقیقتاً اُن کو اپنا ہم مشق اور ہم پلہ خیال نہ کرتے تھے بلکہ جہاں تک سنا ہے یہ بھی ہوا کہ ان کو بعض مرتبہ بنایا گیا۔ مرزا یاس کو یہ حرکت سخت ناگوار گزری۔ اہل قلم تھے خاموش نہ رہا گیا۔ اعتراضات کرنا شروع کئے۔ اور حریفوں کو دندان شکن جواب دیئے اُدھر سے ان کے مقابلے میں ایک فرضی شخص متخلص بہ آس پیدا کیا گیا اور اسی کے نام سے ہجویہ لکھکر تقسیم کرایا گیا جس کے بعض شعر ظریفانہ ہیں

ہر آں کہ [illegible]	ستائش کشتہ تا تو [illegible] مرا
جہاں سلطان آس [illegible]	[illegible] معنی [illegible]
سیر [illegible]	[illegible]

بلاکارِ یستاں مدریم ما — پئے یزداں ستیز تریم ما
ندار خیل آتش پرستاں منم — نہ یزداں کہ در کیش یزداں منم
بکف اندرم سیرۂ از قلم — منم طعنہ بر مصحفِ میسر کنم
بلے ہمچو من نیست اندر جہاں — ہر آنچہ تو یابم ہزار زباں
نماید اگر روئے من ہمچو قیر — بدل پاس را دیدہ دوزم چو تیر
کہ در قلب مومن نگنجد ہراس — بود در دلِ کافراں جائے پاس
دلِ کافراں ہمچو دوزخ بود — ز دوزخ سپہ پاس مطبخ بود
بہ قرآں کہ خواندیم لاتقنطو — تفو بر رخِ پاس یکسر تفو

آزاد ۔ ایک شخص کا تخلص ہے جو علم سے بالکل بے بہرہ تھا قوم کا لہسار اور بدایوں کا رہنے والا تھا ۔ تجمّل قمر بدایونی سے یہ دو شعر دستیاب ہوئے ۔

آزاد کی ہے خانہ بدوشی کا یہ عالم — کاندھے پہ لئے پھرتا ہے چھپر کبھی دن سے
ہمارے باغ کے کولوں میں کریہ کی بہار آئی — اگر خوشبو کی خواہش ہو تو دو ماوپے کروالو

آسی ۔ خاکسار راقم تذکرہ کا تخلص ہے ۔ اگرچہ زمرۂ ظریفانِ خوش مذاق میں میرا شمول اور شمار نہیں ہوسکتا ۔ مگر کبھی چونکہ اس طرف کبھی کبھی متوجہ ہوا ہوں لہذا اُن اشعار کو ضایع کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا ظرافت میں مجھے اکبر کا رنگ سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے ۔ بعض شعر اسی رنگ میں کہے ہیں اور بعض واقعات ہیں جنکی بعض جگہ خود ہی تفصیل کردوں گا اور بعض جگہ اس تفصیل کو محض تطویل سمجھوں گا ۔

میرا مولد و مسکن قصبہ آلدن ہے جو ضلع میرٹھ میں ایک بہت قدیم شہر وا کی بستی ہے ۔ بظاہر اس کی آبادی بڑی نہیں ہے مگر اسکی خاک پاک سے ایسے ایسے

ذی علم اور ذی ہنر حضرات پیدا ہوئے جنکی تھوڑی سی تعریف کے لئے ایک دفتر
درکار ہے - میری پیدائش ۱۸۹۳ء میں ہوئی ۱۸۹۸ء میں قاعدہ بغدادی پڑھنا
شروع کیا - پھر قرآن شریف کے کچھ پارے حفظ کئے - بعدہٗ ناظرہ مصحف شریف
کو تمام کیا - اور فارسی شروع کی ظاہر ہے کہ اب سے بیس پچیس برس پہلے فارسی کا
اچھا خاصہ رواج تھا - لہذا فارسی کی تمام درسیات سبقاً سبقاً حافظ برکت علی مرحوم
سے جو اس قصبہ میں ایک نہایت ہی زبردست فاضل تھے پڑھکر عربی شروع کی
اور صرف - نحو - منطق - فقہ - حدیث مولانا مولوی سید سراج احمد صاحب سے پڑھی
بعد ازاں حدیث کی بعض کتابیں دوسری جگہوں میں تمام کیں - ۱۹۱۰ء میں طب کا
شوق ہوا - اور دہلی کے ایک نامور طبیب حکیم نواب جان صاحب مرحوم سے اسکی کچھ کتابیں
پڑھیں پھر مختلف لوگوں سے اور ذاتی طریق پر اسکی مزاولت رکھی -

شعر و شاعری کا شوق ۱۹۱۱ء سے شروع ہوا اسوقت تک بہت کچھ لکھا - مگر
چونکہ ابتدائی روش اب مطبوع خاطر نہیں رہی - لہذا پہلے دو دیوان ایک صاحب کو
بالکل دیدیئے گئے - اور اسوقت کل سے مجھے اُن میں کا کوئی شعر یاد ہوگا - ایک دیوان
جس میں کچھ غزلیں پہلی لکھی ہیں میرے پاس ہے - اس کے علاوہ میری بہت سی غزلیں
اُن لوگوں کے پاس لکھی ہیں جنکو مجھ سے کوئی بھی تعلق نہیں مگر ہر دتا ان کو بہت کچھ
لکھ دیا گیا انکے غزلیں کیا اکثر کتابیں مختلف علوم و فنون کی دوسرے لوگوں کے
نام سے لکھیں اور ملک میں شائع ہوئیں -

میری تصنیف سے اسوقت میرے نام سے یہ کتابیں ہیں اور حقیقتاً انہیں
انھیں کو اپنی تصنیف سمجھتا ہوں باقی جن کو دیدی گئیں خدا انہیں کو مبارک کرے
دیوان جو ابھی غیر مطبوعہ ہے - لطیف اللواشہ - جی چاہتا ہے کہ اس کا موجودہ صح
کروں - مگر بیکار رہی ہے بدر شاہ تا ناول چار حصہ یہ ایک دلچسپ ناول ہے جو ایک خاص سلسلے

لکھا گیا تھا۔ پھول وتی چار حصہ ۔ یہ بھی نہایت ہی دلکش اور دلچسپ ناول ہے ۔ اور
سندر شانتا سنتی کے نام سے بھی معروف ہے ۔ علم الشعراء اس کے پانچ حصہ لکھنے کا
ارادہ تھا۔ مگر اس وقت تک حصۂ اول لکھا جا چکا ہے جس میں شعر کی ماہیت پر ایک
فلسفیانہ بحث کی ہے ۔ ملا ازغلول ۔ ایک ناول ہے جس میں حاجی بغلول کے رنگ میں
بیراسہ پوسناکیوں کا خاکہ اڑایا گیا ہے ۔ اقوال اکبر ۔ اکبر بادشاہ کے حکیمانہ اقوال کا آئین
اکبری سے ترجمہ کیا گیا ہے ۔ عیار فقیر ایک دلچسپ ناول ہے جس میں گداگری کے
متعلق ایک نہایت عبرتناک قصہ لکھا گیا ہے ۔ ترجمہ پارۂ الحمد ۔ قرآن شریف کے
پارہ ۳۰ کا سلیس نظم میں ترجمہ کیا گیا ہے ۔ یہ اب تک چھپا نہیں ہے ۔ شرح تحفۃ العراقین
خاقانی کی مایۂ ناز مثنوی تحفۃ العراقین کی شرح جو اس لئے لکھی گئی تھی کہ ایک زمانہ
میں یہ کتاب کورس میں داخل تھی یہ کتاب چھپ رہی ہے ۔ شرح دیوان غالب اردو
غالب کے اردو دیوان کی شرح ہے ۔ جو متداول اور مشہور ہے ۔ رسالۂ علم النفس
سائنس کے متعلق ہے جس کو کھاشہ یا سنسکرت میں سر و دے کہتے ہیں یہ بھی ہنوز غیر
مطبوع ہے جو عنقریب چھپے گا ۔ تذکرہ نسواں شاعر عورتوں کا تذکرہ جس میں اردو
فارسی کہنے والیوں کا بیان ہے چھپ رہا ہے ۔ تذکرۃ الظرفا ۔ یہ تذکرہ ہے جو آج کل
لکھ رہا ہوں ۔ ان کے علاوہ بہت سے طویل مضامین بھی لکھے جو چھوٹے چھوٹے
رسالوں کی برابر ہیں ۔ ایک تذکرہ شعرا اور بھی لکھا تھا ۔ مگر اس کے چھپنے کی بظاہر
کوئی امید نہیں ۔

میں نے اوائل جنوری ۱۹۰۸ء میں اپنے مولد و مسکن کو خیرباد کہا اور پہلا
قدم غربت میں رکھا ۔ اسی زمانہ سے میں ۱۹۱۰ء تک مستقل طور پر دہلی رہا ۔
اس کے بعد ۱۹۱۰ء کے آخر میں شاہجہاں پور چلا آیا ۔ یہاں ۱۹۱۲ء تک عربی
فارسی پڑھاتا رہا ۔ اس کے بعد ۱۹۱۳ء میں پھر دہلی چلا گیا ۔ اور مطبع [illegible] ۔

دلکشنی پریس میں ملازم رہا۔ چونکہ ۱۹۱۲ء کا زمانہ انتشار تھا۔ دہلی کے لئے نہایت آشوبناک تھا۔ اور اس کے ثبات و عدم ثبات کا کچھ بھروسہ نہ تھا اسی وجہ سے نہایت افسوس کے ساتھ دہلی کو چھوڑنے کا قصد کیا اور مطبع منشی نولکشور میں چلا آیا

جب تک میں دہلی میں تھا میری شاعری متعدد راستے اختیار کر چکی تھی۔ کبھی کچھ مومن کے رنگ میں کہتا تھا۔ کبھی ذوق اور غالب کا رنگ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ کبھی حالی اور داغ کا تتبع کرتا تھا مگر غالب رنگ مرزا داغ کا تھا۔ اور میں بعد حضرت داغ کے جناب مولانا سید ابوالحسن صاحب ناطق گلاؤٹھوی سے اصلاح لیتا تھا۔ مگر جیسے ہی لکھنؤ میں قدم رکھا اور مشاعروں کی شرکت کا اتفاق ہوا۔ تو مجھے روز روشن کی طرح یہ بات معلوم ہو گئی کہ لکھنؤ کی شاعری عروج کمال پر جا رہی ہے۔ اور دلی کے اساتذہ صرف شوخی داغ کی وجہ سے تکلم روشنی کر رہے ہیں۔ باقی کچھ نہیں ہے صرف ہوا ہے۔ جو اب تک دلی کے نام کو زندہ کئے ہوئے ہے۔ میرا جی چاہا کہ میں داغ کے رنگ کو ترک کر کے اب لکھنؤ کی شاعری کا اتباع کروں مگر خوبیوں کے ساتھ چند ایسی برائیاں بھی اس رنگ میں نظر آئیں جو خوبیوں پر غالب تھیں جذبات میں تصنع اور آورد۔ صنائع بدائع پر شاعری کی بنا رکھنا تو ناسخ کے وقت سے ابھی داخل تھا مگر اس زمانہ میں دو فرقے نظر آئے۔ ایک وہ فرقہ تھا جو کہ مشتاق کہلاتا تھا۔ ان کے یہاں وہی رنگ قدیمانہ اور قافیات الفاظ لفظیات کے بھرے تھے۔ جس سے روح کو اہتزاز ہونے کے بجائے اچھا خاصا تنفس ہو جاتا ہے۔ سننے والے غریب کو ایسی رنگینی سے وہ لمحے اس رنج میں صرف کرنے پڑتے ہیں جن کا حساب زمانہ حیات میں لگایا جا سکتا ہے۔ موشگافیں۔ دوسرا ایک فرقہ تھا جس نے زعم خود مرزا غالب اور میر تقی میر کے اتباع کا دعویٰ کیا تھا اور آثار ساخت کو دنیا منسا کو درہم برہم کر دیا تھا اور وہ کس طرح اس طرح کہ غزل کی غزل میں دردناک مضامین بھر کر شعر کے اصطلاحی پہلو کو فنا کر دیتے تھے

چاہتا تھا - مگر ماہران فن جانتے ہیں کہ درد و اثر پیدا کرنا انھیں لوگوں کا کام ہے جن کے
دل پر غم و الم کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں - جو اپنے خرمن صبر و سکون کو برق جانسوز عشق
کے نذر کر چکے ہیں جنکو ابر بہاری کی طرح فضائے عالم میں رونے کے سوا اور کوئی
کام نہیں - میر و مرزا کا متبع علم چاہتا ہے - عمل چاہتا ہے دل میں رنجشگی کا طلبگار
ہے - دماغ میں شوریدگی کا خواستگار ہے ادھر یہ عالم ادھر ان مدعیان بےبصر
کے یہاں - نہ علم نہ عمل لہذا نتیجہ گمراہی کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا - بہک گئے اور ایسے
بہکے کہ سیدھے راستے کے چلنے والوں کو بھی ساتھ لیا اور وادی غربت میں لیجا کر اسیر،
وحیران آشفتہ و پریشان چھوڑ دیا - خدا راہ راست پر لائے اُن لوگوں کو جنھوں نے اپنی
غلطی اور نادانی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ مرنے کے جذبات ہی سے شعر میں درد پیدا ہوتا ہے -
نزع کا عالم آخری ہچکی تشنج اعضا - دم توڑنا - ہاتھ پاؤں میں اینٹھن وغیرہ ہی تاثیر
و تاثر کی جان ہیں - غرضکہ ان لوگوں نے انھیں مضامین یا اندار رائد مشکل
ترکیبوں کو غالب کا رنگ سمجھا اور اسی پر طبع آزمائی کرتے رہے تا اینکہ لکھنؤ کی تمام
فضائے شاعری اسی سم قاتل سے مسموم ہو گئی - اور اب تک مسموم ہی چلی جاتی ہے -
تیسرا گروہ تھا جسکا دعوی تھا کہ ہم زبان کہتے ہیں - ہم زبان داں ہیں حالانکہ یہ
دعوی بھی صرف زبان درازی کی حد میں تھا - اس سے زیادہ کوئی وقعت نہ تھی
کیونکہ یہ لوگ زبان صرف اس کو جانتے ہیں اور جانتے تھے جس میں محض عورتوں کے ناز و
نخرے - ادائے بیجا مانہ - انداز مبیا کانہ - انگیا چولی وغیرہ کا ذکر ہو باقی زبان کے اصلی
اوصاف بے تکلفی - سادگی - روانی - آمد - کا کہیں نام بھی نہ تھا - یہ حال تھا جسکو
میں لکھنؤ میں آیا - لطف یہ تھا کہ اگر ان مذکورہ بالا رنگوں کے سوا کوئی کچھ بھی کہتا تو
ممکن نہ تھا کہ اس کو داد دیجائے میں سخت حیران و پریشان تھا یا اسے رنگ پر جائے
نہ دل - مجبوراً اس رنگ کو جو مرزا داغ کا متبع تھا میں نے چھوڑ دیا - اور دہلی اور لکھنؤ کے

ہیں میں غزل کہنی شروع کیں۔ اور حتی الوسع کوشش کی کہ واردات قلبیہ کا درد کے ساتھ اظہار کرتا رہوں۔ اسی روش پر اسوقت تک قائم ہوں۔ مگر حاسدان بد بیں کے دل میں حسد کی آگ شعلہ زن ہوئی اور بہت عداوتوں میں مصروف رہنے لگے تا اینکہ اب برا بھلا کہتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سمجھتے کہ وللہ بفضل اللہ الحمد انھیں اثرات سے متاثر ہوکر ایک روز بے اختیارانہ یہ شعر لکھا تھا۔

احباب کی شکایت بجا میں کیا کروں — میرے ہنر کو ہی ستم آسماں پسند

چونکہ یہاں تفصیل اس واقعہ کو لکھنا اچھا نہیں معلوم ہوتا لہذا اس کو دل میں محفوظ رکھتا ہوں پھر کبھی لکھوں گا اسوقت صرف اشعار ظریفانہ نقل کرتا ہوں۔

اس بگڑی ہستی کی علماؤں میں کچھ قلت نہیں — ہاں مگر تھوڑے تھے۔ تھے سب جیسے یہ ہم ہیں
قاضی صاحب پھر بھی اچھے ہیں کہ قصہ تو سنا — جج نے تو یہ کہا یاد سے کچھ بھی صورت نہیں
ریل کی اکتہ مدت شیخ صاحب نے سہی — یا پیادہ چل سکیں دو کوس یہ ہمت نہیں

غلط فہمی کا فیشن سے ازالہ ہو نہیں سکتا — کوئی گورا کسی کالے کا سالا ہو نہیں سکتا
جناب شیخ کہتی ہیں سن کے چپکے چپکے کہتے ہیں — بڑا رنگ اچھا ہے حلوا مرغ اعلیٰ ہو نہیں سکتا
مرے سو دردوں کو مجھ سے سکر ڈاکٹر بولا — دوا ممکن ہے مگر دل میں اجالا ہو نہیں سکتا
ہے گرچہ روشنی بجلی کی وہ صنعت نمائی — چراغ دل سے مگر ایسا اجالا ہو نہیں سکتا

شیخ مسجد میں گئے صاحب کلب میں ڈٹ گئے — ہم کسی قابل نہ تھے محروم ہوکر ہٹ گئے

ہلکے پھلکے ہوگئے اس دور ساموں میں — یا تماشہ بن کے ہوکر رہ گیا میلوں میں

اس کا اقرار ہے ہمکو بھی کہ اچھا گائی ۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا لیتی ہے گشت بابی (?)

میرے شاگرد ابین نے ایک ہوٹل قائم کیا تو میں نے مذاقاً یہ شعر کہکر سنایا ۔

کھٹیا پیوں کے جرگے اب آپ کھا لیجئے (?) ۔ ہوٹل میں رہئے اور ڈٹ کے چاپ کھائیے (?)

جن کو درازی شب غم کا گلہ ہو کچھ ۔ بنگالیوں کے جا کے ذرا حال دیکھ لیں

کچھ تکدر ہو اگر طبع ظرافت سنج میں ۔ دیکھ لے جا کر یورپ کا رنگ حضرت گنج میں

ہندو مسلم اتحاد کے بعد جو نفاق پھیلا ہے اسی سے متاثر ہو کر یہ کہا تھا ۔

اختلاف مذہبی جو وقت پیدا ہو گیا ۔ اتحاد قوم چوں چوں کا مربا ہو گیا

وہی ترقیوں کی بحث ہے ریل پیل ہے ۔ کہتے ہیں جسکو جیل وہ لڑکوں کا کھیل ہے

لیڈر بنے ہوئے ہیں اکثر سارباں قوم (?) ۔ انھیں کے ہاتھ میں سب کی نکیل ہے

کیوں کریں ہم حال سامانی کی رسوائی قبول (?) ۔ کیک دشواری طلب ہے روٹیاں سہل الحصول

یہ یاد رہے ہر رسم کی تجدید بند کرو (?) ۔ کوئی قیدی جو چھٹے جیل سے تو عید کرو

کچھ شاعران نکتہ داں ایسے بھی ہیں جنکے یہاں ۔ جتنے بلند الفاظ ہیں ایسے ہی معنی پست ہیں

ان کو برا ہم کہتے ہیں ہمکو برا وہ کہتے ہیں ۔ وہ اسی دھن میں مست ہیں ہم اپنی دھن میں مست ہیں

آجکل جو قوم کے رہبر ہیں وہ لوگ اور ہیں ۔ سید بیچارہ تو اسی مفت میں بدنام ہے

سنا تھا لفظ کہ اسلام کے ہیں بزرگ بہت
مگر بدقسمتی سے آجتک ہستی نہیں دیکھی

شب غم ہے روز قیامت کی چھوٹی
مگر میرے نزدیک دونوں بڑے ہیں

دیوانہ سن کے ناصح ناداں کی داستاں
یہ کہکے اٹھ گیا کہ بڑا بے شعور ہے

مقام عبد کا معبود سے جدا ہی رہا
بتوں سے ہو نہ سکا کچھ خدا خدا ہی رہا

خیال قوم ہی ہر وقت اور ہر شب ہے
سوائے اس کے کوئی کام ہو یہ بے مطلب ہے
جو جوش قوم بڑھائے وہ ہے مری اسپیچ
جو ہوش آکے اڑائے جہاں سے وہ ادب ہے

جناب شیخ بھی چپکے سے کہہ گئے آخر
شراب رات کو اکثر حلال ہوتی ہے

بھولا ہوا ہوں ذکر حسین و بتول کا
قصہ چھڑا ہوا ہے رنگیلا رسول کا

دل میرا ادھر ہے جو چونتی ادھر بھی ہے
اس پالیسی کو قوم مگر جانتی بھی ہے

یہ کچھ بھی نہیں سمجھے دانا ہیں کہ ہم ہی ہیں
اتنا ہی سمجھتے ہیں ہم حال کے دانا ہیں

یہ تو کہئے کہ حضرت ناصح
آپ اشغال میں کہ بیکار ہیں

ہم اپنی ضد پہ آویں تو لے ناصح شفیق	ساری نصیحتوں کا جواب ایک جام ہے
وبال جان ہوئی ہے یہ مغربی تعلیم	کہ اس زمانہ میں کالج گلے کا پھندا ہے
اس سے بہتر اچھے ہیں واعظ کے وہ قول فقر	وار دلی تو ہمیں النساؤں نے بند کر دیا
کیا پوچھتا ہے حالت دل اے طبیب تو	کیا ہے جو حیرتی تو ذرا آ قریب تو
اے شیخ تجھکو حالت مستی سناؤں میں	دم بھر کو اپنے ہاتھ سے رکھ دے حجاب تو

آشفتہ — عنبر شاہ خاں نام تھا رام پور کے رہنے والے تھے۔ فاضل شخص تھے قائم چاندپوری سے اُردو میں اصلاح لیتے تھے اور فارسی میں قدرت اللہ شوق کو اپنا کلام دکھاتے تھے متعدد کتابوں کے مصنف تھے ایک بیاض "دیوان ریاض عنبر" ایک فارسی دیوان موسوم بہ "تشریق الخیال" اور ایک اردو دیوان موسوم بہ تدقیق الخیال ان کی یادگار ہیں۔ ۱۲۳۳ھ تک بقید حیات تھے۔ آخر وقت میں مرادآباد آگئے تھے اور وہیں انتقال کیا۔ سید حاتم کے تکیہ میں مدفون ہوئے۔

آشفتہ نہایت ظریف الطبع اور شوخ مزاج واقع ہوئے تھے بات بات میں مذاق کرتے تھے۔ اور ظرافت ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ ذوق نے گھیر پایا تھا۔ کبھی کبھی ریختی بھی کہتے تھے۔ مگر اب وہ کلام نہیں ملتا ہے۔ تلاش اور محنت کے بعد یہ دو شعر مل سکے ہیں جو درج کرتا ہوں۔

غرارہ تھی بھری یہ جانی کی ایک ٹک لوٹی ہیں	ہوئی ہوکن گرچہ تا آخر اسی تاک جھوٹی ہیں
کوئی لوح الیشے سے لیسی کو اٹھا شے	مری انگیا گئی بھولی الٹی تو چاکسوٹی ہیں

آشوب — یعقوب علی خاں نام تھا۔ علی گڑھ کے رہنے والے تھے پڑھے
لکھے [illegible] یار باش خوش خلق تھے۔ ریختی کے رنگ کے شعر کہتے تھے۔ مگر [illegible] رنگ

رہتا تھا جو جان صاحب یار رنگین کا تھا۔ بلکہ ان سے مختلف طرز تھا۔ اس سے چالیس پچاس برس پہلے کے شاعر ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

رکھتے ہیں جو کہ چھیل چھبیلا ازاربند — ہوتا ہے اپنے لوگوں کا ڈھیلا ازاربند
لوٹے ہے روز صحبت دلدار کے مزے — کیا خوش نصیب ہے وہ رنگیلا ازاربند
قوس قزح بھی دیکھ لے دم بھر تو لوٹ جائے — وہ لال لال نیفہ وہ پیلا ازاربند
کیا کیا مزے اڑائیں جو پڑ جائے اپنے ہاتھ — وہ گوراگو اپیٹ وہ سیلا ازاربند
پیارے ہر ایک چیز سے زیادہ پسند ہے — ان کا چھبیلا اور رسیلا ازاربند
کس مردوے کے ہاتھ پڑا ہے یہ جواب ہیں — کیوں ہو رہا ہے رات سے گیلا ازاربند
آشوب آن کو ڈر ہے کہیں اٹل نہ جائے — اس واسطے وہ ڈالے ہیں میلا ازاربند

لنگڑا نکھٹو ہے یہ مائی والا — گرہ کا ٹٹر ہے ہمسائی والا
نہیں رکھتا پائی بھی اک دن بچا کر — کہ کھٹیار وہ جٹو ہے ہمسائی والا
ہیں کیوں سامنے آؤں ایسے مٹھو کے — کوئی سالا سٹو ہے ہمسائی والا
ہیں بس تن پہ کپڑا ابھی لیرے لگے ہیں — بڑا ہی نکھٹو ہے ہمسائی والا

آنگلیس۔ احمد شاہ کے زمانہ میں ایک مسخرا تھا۔ جو کوئی اس کے سامنے رباعی یا شعر پڑھتا تھا۔ خواہ وہ فارسی کا ہوتا یا کوئی دوہا وغیرہ کہتا۔ وہ بھی اس کا جواب اسی زبان میں ناموزوں یا موزوں فوراً پڑھ دیتا تھا اور کوئی نا طق نہ کرتا تھا یا کہتے کہ پھر سناؤ تو دوسرا طریقہ پڑھتا تھا۔ ۱۹ دسمبر ہے کہ جس نے اپنے تذکرہ میں اس کا ذکر کیا ہے مگر کچھ نمونہ کلام نہ دیا۔

آشوب ۔ میر حسن اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک شخص کا تخلص ہے جو چیچک رو دراز قد ہے ۔ نہایت مسخرا ہے ۔ پوچ بے معنی شعر کہتا ہے ۔ خود بھی ہنستا ہے لوگوں کو بھی ہنساتا ہے یہ شعر اسی کا ہے ۔

در عشق تمہ جیوڑی پیت مچا پچ ۔۔۔ یہ پھرکی وہ دنایہ غژ دہ غچا پچ

اٹل ۔ تخلص میر عبدالجلیل نام ، نارنول کے رہنے والے تھے ۔ میر جعفر زٹلی کے معاصر تھے ۔ کلام بالکل انھیں کے رنگ میں ہوتا تھا ۔ نہایت بانکے سپاہی اور وضعدار تھے ۔ ظرافت اور زندہ دلی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ۔ ہنسی کے بغیر کوئی بات ہی نہ ہوتی تھی ۔ جس زمانہ میں یہ دہلی آئے وہاں محمد عطا بانکے کا دور دورہ تھا ۔ چونکہ خود یہ بھی بڑے بانکوں میں تھے ۔ لہذا کبھی کبھی محمد عطا سے ان کی نوک جھونک ہو جایا کرتی تھی ۔

تذکرہ نویسوں نے ان کے بارے میں عجیب خلط مبحث سے کام لیا ہے ۔ مسٹر الیٹ میاں صاحب نے ان کو بلگرامی اور سید ابوالفرج واسطی کی اولاد میں لکھا ہے غالباً میر عبدالجلیل واسطی کے ہمنامی نے ان کو دھوکے میں ڈالا ۔ حالانکہ میر عبدالجلیل بلگرامی جعفر زٹلی کے زمانہ سے پہلے گزر چکے ہیں ۔ تذکرہ خمخانہ میں ان کو دہلوی لکھا ہے ۔ مگر یہ بھی صحیح نہیں ہے ۔ کلیات جعفر زٹلی میں ان کے نام کے رقعے موجود ہیں جن میں انھیں نارنول کا رہنے والا بتایا گیا ہے ۔ اسی طرح یہ بات بھی کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ یہ میاں جعفر زٹلی کے شاگرد تھے ۔ میر اٹل جعفر زٹلی کو جن الفاظ سے یاد کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے بڑے دوست تھے ۔ مثلاً بیا ہلالی و جو ٹالی مر محمد جعفر زٹلی بڑے بھائی ہر روز از وباؤ میانی سکھی باشد ۔ از سپاہ اٹل بعد از دہینگ و جوہارت و بہار و منوہار بشمار او کل و مخفی بماند ۔

اسی رقعہ میں یہ حضرت میاں جعفر سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں "اما
طالب و اشتیاق آں ملکہ آفاق از حد گذشت و بہت بیروں وار حسرت اندیشہ افزوں لیکن
موجب آنکہ تحمل امیر مرشد نایاب و قت تنہا حوالہ بودہ دوا نگیرے نگارد"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرائل ابھی میر جعفر زٹلی سے ملے نہ تھے۔ اگر دہلی کے رہنے والے
ہوتے تو یہ ممکن نہ تھا کہ اپنے معاصر اور ایسے مشہور معاصر سے ملاقات نہ کرتے بہر صورت بہت
ممکن ہے کہ اس خط کے بعد ہی وہ دہلی آئے ہوں اور پھر انہیں سکونت اختیار کی ہو اور
جعفر زٹلی کے شاگرد ہو گئے ہوں۔ کلام تلاش سے بہت کم دستیاب ہوا جو کچھ مل سکا یہ ہے۔

چھپّر میر اثل رہا رس و باد — نہ جگہ بیچ کہہ سد و کنا د

تجھے دسے مدا پھول پھل دو دھوت — جو شفتاں ھوٗ الّذی لا یموت

زلف ہے جہرے پہ یا جنجال ہے — حبش ابرو ہے یا کوہ خیال ہے

رخ ہیں یہ یار میں زلفیں رکھے جوں مار کے — زلفاں کے دار و کے و مژگاں خنجر دار کے
ظالم کمان سے توح و تنکا و تیر و ہیں پر دما — دستار اونکدار کے زلفیں شب بلدار کے
کری ہے قتل عاشقاں رہتی ہے وہ تیر نگاہ — گھوڑے چڑھا سوار کے باندھے کمر ہتیار کے
ایک طرّہ ہے تس رنگ اور پیر نکالی دل — گاسے کے و طرّہ کے داس طرّہ میر یار کے

دیکھ حسن کے جس کو جھوم رہا ہے مگب سبھی — رو ر نظارہ ایسے کا ماتے اثل آنکھ جھپک

اثر — سید شمس الدین عالم نام تھا۔ مارہرہ کے پیرزادے حضرت صاحب عالم مارہروی
کے پوتے اور سید معصوم عالم مخذول کے خلف اکبر تھے۔ فارسی کی قابلیت نہایت اعلیٰ
تھی یا بہت انگریزی ہم رہا تھے۔ علم شعر اردو کے اور کچھ۔ طرافا در نگار نامے

اشعار بھی کہتے تھے۔ مگر افسوس کہ عین عالم شباب میں انتقال ہوا۔ کلام ایسا ضائع ہوا کہ بہم نہ پہنچ سکا۔ مجھے ایک صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ تلاش کرکے بھیجوں گا دو ایک مرتبہ یاد بھی دلایا مگر انھوں نے ایفائے وعدہ نہ کیا بہرصورت دو شعر مجھے مل سکے ہیں جن میں تو گی طبع کا ایک ہلکا سا رنگ ہے۔

واعظ کسی بیچارہ ہی ہوگا مگر کیا	جو جا ہے سو کہہ لے ہمیں اللہ کے گھر میں

رو کھ گئے مجھ سے خفا ہو گئے	بات بیتے کی جو سنی کھو گئے

اچاگر۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے کسی تذکرہ میں نام اور اس نام سے کچھ کلام دیکھا تھا مگر اس وقت تذکرہ لکھ رہا ہوں تو نام و کلام کچھ بھی یاد نہیں آتا۔ مجبوراً تخلص لکھ دیا گیا ہے۔ بہت تذکروں کی ورق گردانی کی مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

احسان۔ حافظ عبدالرحمن نام تھا۔ دلّی کے مشہور و معروف استاد سخن گو تھے۔ شاہزادہ مرزا فرخندہ بخت ایزد بخش مرحوم عرف مرزا مغلی خلف حضرت شاہ عالم ثانی کی سرکار میں مختار کل تھے۔ استاد سلاطین کے معزز لقب سے مشہور تھے بڑے مشہور امرا اور شاہزادوں کے استاد تھے۔ تمام اصناف سخن پر قدرت رکھتے تھے۔ مگر اصلی توجہ غزل کی جانب تھی۔ فارسی بھی کہتے تھے مگر اردو سے تعلق خاطر زیادہ تھا۔ بلکہ آپ کا قول تھا کہ "غزل ریختہ اگر خوب بات بہتر از فارسی ہست" مگر ساتھ ہی فارسی کی مزاولت کا یہ عالم تھا کہ ہزار ہا شعر اساتذہ کے آپ کو یاد تھے ایک مرتبہ شاہ عالم نے اس مصرع پر "صبح بھی بوسہ بود سا مجھے اسے یاد نہیں" یہ مصرع "یا ماست کہ مستیاں وقت سحر گاہ نہیں" لگا دیا تھا۔ کسی نے وقت سحرگاہ پر اعتراض کر دیا۔ یعنی۔ وقت

اور گاہ کا اجتماع درست نہیں۔ فوراً اس سند میں صائب کا یہ شعر پڑھا۔

آدمی پیر چو شد حرص جواں می گردد ۔ خواب سگ وقت سحرگاہ گراں می گردد

تمام معترضین سن کر سناٹے میں آ گئے۔ اسی طرح آپ کی عادت تھی کہ جہاں کوئی
خلاف معمول ترکیب یا لفظ اپنے شعر میں لاتے تو سند اُسی استاد کا شعر لکھ دیا کرتے تھے۔
اکبر شاہ ثانی کے مقربین خاص میں سے تھے اور خاص خاص صحبتوں میں بھی آپ
ہمیشہ شریک رہتے تھے۔ شاہ نصیر بھی چونکہ درباری شعرا میں تھے اس لئے حافظ صاحب
اور ان سے کبھی کبھی نوک جھونک ہو جایا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ شاہ نصیر نے انہیں پر چوٹ
کرتے ہوئے یہ شعر کہا تھا۔

اے حال رنج یار تجھے خوب سمجھتا ۔ جا چھوڑ دیا حافظ قرآن سمجھ کر

غالب، مومن، ذوق وغیرہ سب لوگ آپ کی عزت کرتے تھے اور آپ کو مصلح زبان
جانتے تھے۔ اگرچہ رعایت لفظی کا آپ کے کلام میں کافی التزام ہے مگر پھر بھی نامانوس ترکیبوں
دور از کار تشبیہوں، تکرار اضافات وغیرہ سے آپ نے حتی الوسع احتراز کیا ہے۔ بہادر شاہ
ظفر کے دربار میں بھی آپ کو رسوخ حاصل تھا۔ اور کچھ درماہہ معین تھا۔ ایک مرتبہ ماہواری
کے ملنے میں دیر ہوئی تو آپ نے یہ قطعہ لکھ کر پیش کیا۔

صد ماہ دہ صد در سا ہا ۔ جو ہے اور کچھ نہیں مطلوب
حال ہوں اور سرکار کھیلی کا ۔ لعی ڈ دیے کا ہے کالا جوب
قطب صاحب تھے حسب دستور گئے ۔ وہ دو ماہہ گیا ہے سر اڈوب
اس کو کوئی حکم ہو نکل آئے ۔ صبر کب تک اد مس نہیں ایوب

بدگویوں نے ایک مرتبہ اکبر شاہ ثانی کے کان بھر دئے تھے اسی وجہ سے عرصہ تک آپ
قلعہ میں آ جا نہ سکتے تھے۔ سالم ... سا۔ آپ نے ... رنگ دکھا کر ایک
قطعہ نظم کر کے ... ملنے کی آمد ورفت ... کسی قلعہ کے ...

شعر یہ ہیں۔

عرض غمازِ پہ پیدا ہوئی میرے حق میں　　کیا گیا میرا اگر اسکا ہی ایمان گیا

حکم والا یہ ہوا قلعہ میں احسان رہے　　شہر کے اسباب اک شہر کا اوسان گیا

اے شہنشاہ جہاں قدر شناس احسان　　خلق کیا کہوے گی گو حکم کو میں مان گیا

شہر وہ کیا ہے کہ جس شہر میں احسان رہے　　قلعہ وہ کیا ہے کہ جس قلعہ سے احسان گیا

حضرت احسان کی پیرانہ سالی کا عالم تھا۔ مگر پھر بھی اتنے بڑے شہر دلی کا کوئی مشاعرہ ایسا نہ ہوتا تھا جہاں آپ شریک نہ ہوتے ہوں۔ تمکنت۔ غرور۔ خودداری نام کو نہ تھی اور لطف یہ کہ ہر رنگ میں شعر کہتے تھے سلاست اور صفائی ظرافت میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ اور تا حین حیات تفنن طبع کے طریق پر غزل ہی میں کچھ۔ کچھ ایسے شعر بھی نکال جاتے تھے جو سننے والوں کے دلوں میں شگفتگی اور مسرت پیدا کر دیتے۔ ۱۲۶۱ھ میں پچاسی برس کی عمر پا کر انتقال کیا۔ تاریخ وفات یہ پائی جاتی ہے ع دل گیا بیٹھ آہ جب عالم سے احسان گیا ہر چند اس کے عدد ۱۲۶۱ ہوتے ہیں۔ وہ کلام جن میں شستہ ظرافت شامل ہے ملاحظہ فرمایئے ع

قاضی مے گلگوں کی حرمت پہ ہے کیا کہیں　　لیکن تری دولت پہ یہ فتوٰی نہ کہا جاتا

بے معنی نہیں معنی اس مرکے دلکش ہیں　　مانگ اپنی دکھا جاتی چٹکی کو سمجھا جاتا

ہے دور نہ اپنی یہ حکم ہو الٰہی　　جب رات سے آدھی ہم یار کو آ جاتا

والا دو زلف سے دل در رہ سنگ کھاتا ہوا　　کہ تم کو کیا ہے مجھے ہے اکثر لوٹا

تمہارا ایک بوسہ ہے تیسرے جنت میں　　ستم ہائے جدا آسا کو ہر کار سے طرح

نہ چھوڑ رو نہ سچ اس تو سچ کا اخلاص　　اگرچہ سیر شہ پر نہ مرد با اخلاص

دھو مٹتے سے ہر سکھ میں یہ اور دولت کو ہم　　یاں تو دو اسا کی تری ہر سائے گئے ورنہ سنتا کو ہم

شب بوسہ جو لو تو کبھی لے کر تمہیں　　آج [illegible] اپنی لیکے جنس

محتسب قہر ہے تو سوق سے نکلے انگور — اور محروم رہیں بادۂ انگور سے ہم

حفاظت ہو مجھکو ٹھکانے بہت ہیں — مرا سر رہے آستانے بہت ہیں

ستم پر در قیامت کو پہچانا نکتہ تو میں چلا لا — کہ دو رخ لئے حسن یہاں سلام کرتے ہیں

دو کھی لوٹ مجھے اک آہ میں لے ماہ تو دو — شمع یہ کیا ہے کہ لو کر رکھو تم واہ رے دود

احسان۔ احسان علی نام ہے۔ مدت سے لکھنؤ میں قیام ہے۔ تجارت و حرفت سے کسب معاش کرتے ہیں جوان آدمی ہیں تقریباً ۲۷ برس کی عمر ہے۔ دس بارہ برس سے شعر کہتے ہیں۔ چونکہ استعداد علمی معمولی ہے۔ اسی لئے پست غزل کے ہزل کی طرف زیادہ توجہ ہے۔ غزل کبھی جب کہتے ہیں تو اچھی کہتے ہیں۔ ورنہ مدتیں گذر جاتی ہیں اور ایک مصرع بھی زبان پر نہیں آتا جناب شمس لکھنوی کے شاگرد ہیں راقم الحروف کے بھی شناسا ہیں۔

نمونہ کلام احسان یہ ہے۔

اسے درماں ذرا اٹھا کیا ہے — آ گئے ہم تیرے مسیحا کا کیا ہے

آئے ہیں وہ گدھے پہ ہو کے سوار — اب مسیحائی میں رہا کیا ہے

چہرہ دکھلا کے مجھے کہتے ہیں — بول، ہو تمیز تو مرا کیا ہے

دونوں یکساں ہیں اہل دل کے لئے — ٹوپی کیا اور ٹاٹکا کیا ہے

سن لیا ہے جو نام احسان کا — کہہ رہے ہیں وہ مسخرا کیا ہے

چمکا کے عیش لا رہاں کی ہیں بہار پر — اچھا سجا کسی دل تمہارا ملو کہیں پر

یہ کالے کالے شیشے کسے ہیں سج دیا پر — علتی جیل نے ڈالا کا ڈالا ہے اکا جیں پر

اپادیوں کا تم کو گر میں دیکھتا ہو — رسوائی اک ملا سہ قائم کرو کہیں پر

کم یہ سے پیار سے ساقی ادھر ہی تھا را جام — لوا جا پتے چڑھا ہیں ہر جیا ان جبیں پر

موچھوں سے کوئی سیکھے پست ہو ویلا پڑا — اوجی شکی ہیں کہیں یہ سکی ہیں کہیں پر

دیکھیو میاں ابھی پیپک کا رنگ دیکھا   ٹانگیں ہیں آسماں پر اوندھا ہو سر زمیں پر
مشکل نہیں ہے کوئی احساں وصل کی تمنا   آسامیاں ہیں صدقے عاشق کی وسلیں پر

زر کو اس درجہ پیار کرتے ہیں   جو رو کبھی مالدار کرتے ہیں
رخیہ کبھی پکڑ کے کہتے ہیں   یوں شکاری شکار کرتے ہیں
کیا زمانہ بہادری کا ہے   مرد کو مرد پیار کرتے ہیں
آپ کے باپ کا اجارا ہے   ایک کیا ہم ہزار کرتے ہیں
مسی آنکھوں میں سرمہ دانتوں میں   اسا وہ الٹا سنگار کرتے ہیں

ترقی العلوا برابر اتنی کی زمانے میں   کہ عطاروں سے بیٹھے دیدیے آلو بخارا دیں
اکڑ کر بیٹھتا اس کا گر شہر صاف کہتا ہو   سمجھتے ہیں کہ ہم بھی ہو گئے ہیں شہسوار دکھیں
کوئی سہرا تھے والا یہ ملی اس کھاتا ہوں   وہ کیا شے ہے جو مرجھائے تو مل جائے جیو ہار دیں
مکل کسے حواسے احساں ادھر لو دالہ جیکہ لو   عدالت بھی ملحانی ہیں اکثر یدہ دار دیں

بیکاریوں کا سعل جو آزار ہو گیا   ہر دن ہمارے واسطے اتوار ہو گیا
کیسا لسا ہے مع دل کو مگے دام لے لیا   اتنو وہ رسک حور جیڑ بیار ہو گیا
کیوں ہیواں سے مجھے بہرہ کیا آ عیر کا   نالہ اثر میں سامنے کی پھمکار ہو گیا
احساں رہیگا جیو ہوں کا یہ وشتہ کے سر   گر جیو کو بلیگا ماکا آزار ہو گیا

کچھ غم نہیں جو عمر بھر اما مہ سر مرا   اچھا ہوا کہ سادہ گلا ار ہو گیا
ٹھکا لگا کے آنا بھرے تسبیح یہ   اتنو وہ ماہ آستر و مدار ہو گیا

جواب صاف ہر اک دل کو ہر اک دل سے ملتا ہو — کٹھن اس مرنے والوں کو بڑی مشکل سے ملتا ہے

عمر بھر یوں ہی رہا ہمکو فراق جاناں — جس طرح ماہ قمر سے نہ سپہر ملا
کس طرح دیکھا ہوتا کہ نمو چشم کا — حسرتی ہی میں رہیں ماہ دمہ پر ملا
عمر بھر خواب میں دیکھے ہیں مجلا آسماں — پر مگر ہمکو کبھی [illegible] کو حسینہ نہ ملا

صدقے میں اس بنی ہوئی متوالی چال کے — اکبار پھر چلو دکھلا اچھال کے
تلوار بھی وہاں نہیں طاعت سے کال کے — کی اسکی عیب حالی سو بال آسمال کے
ٹھکرا کے قبر ہو گئے لنگڑے ادا رہی — اس چلنے [illegible] تق سے کودا اچھال کے
بعد مصیام نہ کیوں خستہ حال ہوں — کھائے ہیں [illegible] اور دیکھے [illegible] حال کے
دل صاف کرکے آئے ہیں محفل میں آج شیخ — لاساقیا [illegible] کو ذرا کٹھ کال کے

آخر کو کام آ ہی گیا [illegible] محبت کا — میاں اہد کے گھر ڈولا گما لی [illegible] کا
[illegible] ہیں یہ عالم ہے میاں شموں کی الفت کا — کھلا [illegible] کی صورت کا
[illegible] ہو گیا ہے اور اس دل سے — ہوا [illegible] عاشق کی مرمت کا
میاں مجنوں بیلے جہاں بیٹھے ہیں کہ حلقہ کی — صفا چٹا ہو گیا میدان صحرا سے محبت کا

صفت لکھنے کے لیے اس جریب شمشاد کا — ہو قلم کبھی جیسے کہ مٹا گئے [illegible] آسمان کا

جرمنی گولہ تو اسی میل تک دیتا ہے کام — آسمان کو [illegible] لاہوری [illegible] کا

دوڑا آپکا احمق آپ کا خط دیکھکر — اُسکو کارڈ سمجھئے تار رسید دیجئے

باوجود اس اتقائے خاص کے بھی یہ جی — بارہا پکڑے گئے ہیں اُسکے گھر جاتے ہوئے
ایسے وعدے سے تو اچھا تھا کہیں انکار وصل — دو مہینے ہو گئے ظالم کو شش جاتے ہوئے
ریل گاڑی میں لکھی ہے ہمیے احمق یہ غزل — فتح گڈھ سے آگرہ کی جیل کو جاتے ہوئے

گلِ عارض پہ ہے بلبل شیدا کی طرح — ایک اُلّو بھی تو کمبخت غزلخواں ہوا

جس جگہ مدرسہ صدر ہونے والا ہی تو ابھی مل — یہاں یہ گھونسلے کس واسطے توڑے جاتے ہیں
دعا کا امتحاں گو سخت تھا لیکن میاں کلّو — خدا کا شکر ہے کالج میں سب فسٹ آئے ہیں
مرا لوٹا ہوس گلچیں باغ محبت کا — ابھی تک آیہ لے جانِ من کوّے اُڑاتے ہیں

خداوندا تعلق کچھ تو حسن و عشق کا کر دے — مجھے سدر بنا دے یا اُنہیں کو تو گدھا کر دے
وہ گھر جانے کو ہیں لیکن کوئی ایسا نہیں ملتا — جو دو روٹی پکا کر ساتھ اُنکے ناشتا کر دے
دلِ عاشق زراعت کی جگہ ہے تم جو فرماؤ — وہ اس گھر کو تمہارے واسطے سیتا الٹا کر دے
وہ کچھ باہیں پاکر دل مرا کھاتے والے ہیں — الٰہی دو گھڑی کے واسطے مجھکو گدھا کر دے

جسے کوئی اونٹ دیکھتا ہی تلس ہو رہے — چلاتا ہے کہ وہ مری لیلا ہوا ہے

لڑکیاں ہی نہیں جنکو دل چرانے کی عادت ہے
مرا دل اور اسکی آرزو دونوں ہیں سہم گویا

ڈکیتی پر کبھی آجائینگے وہ شاید جواں ہوکر
رہیں یا دو آدمی باقاعدہ بیوی میاں ہوکر

اک پردہ نشیں جب سے کرایہ نہ ہے آمیں
کسقدر رحم پشیماں ہوئے ہیں وہ صبر برم

رہتا ہے مرا جانہ دل آ کٹھ پہر مسد
ناجائے ہیں اتنا بھی نہ ہو دا ہو کر مسد

دل کی قیمت چار پیسے بھی نہیں لگتے وہاں
اک پیالی چائے کی حسرت بھی اب تک دل میں ہے

کہہ رہا ہے یہ آپ کا انکار
نوبت آئے گی ہاتھا پائی کی

کشتی دل کی سحر آخر میں
لاٹ صاحب نے ناخدائی کی

ہائے تقریب وصل کیا ہو گی
ان کو عادت نہیں مٹھائی کی

منڈ گیا جا کر اُن کے کوچے میں
کیا حجامت ہوئی ہے نائی کی

سچ تو یہ ہے کہ شیخ جی سچ مچ
کاٹ لی ناک پارسائی کی

آنکھوں نے دیکھے نام ہی بالکل ڈرا دیا
گنگا کا گھاگرا کا اٹک کا چناب کا

سچ اشتہار نامے چھپے ہیں تو پر سا
نیلام ہونے والا ہے ٹھیکہ شراب کا

دورِ سمو ہے اور وہ یوں نے نکال ہے
گویا جناب شیخ کے گھر کی دکال ہے

ذلت اٹھا کے عمر وفادار بن گیا
ہلدی ہی میں لگی ہے تو اب رنگ دال ہے

نور مرا اگر نہ دیکھ گے مجھے بزم عشق میں
پاتی گدا سو ا منڈ بے گر مری گلیوں

تیری ہی دعا کی ہے محتاج گر یہی | حلوا فروش گرا کو کبھی شکر پا ئینگے

سوال وصل پہ یار و عدو کو | یہ اس الّو کے پٹھے نے کہا کیا
ہمارا دل ہے ہم چاہے جسے دیں | میاں ناصح تمہارے باپ کا کیا
چلے کالج سے یورپ کو نسل ہیں | ہماری ابتدا کیا انتہا کیا

ہمارے دل کا کوئی راز داں نہیں ملتا | ہم اوستاد ہیں جسے قدر داں نہیں ملتا
کہو ان کو اپنی جفا دل پہ عیاں آئی ہے | تو ڈھونڈ کے لائیں اس کو اب نہیں ملتا
وہ مرگ غیر پہ اظہار غم کریں کس طرح | کہ ان پر کوئی کہ تو اب نہیں ملتا

رہے اسے عشق رکھ ان ہو کے ارمان سچ پیچ | سمسلیسی سے کہ ہارس شاعر کر دیا
کام آئی عاشقوں کے انکی دریوزہ گری | کچھ دنوں کے واسطے آٹا فراہم کر دیا

رہیں کہ تہ ہو دور رخ میں جلوہ اے ساقی | مجھکو کچھ اور نہیں چاہئے کہ مٹکے سوا
اور کہا کہ مجھ پالش کا صلا کیا ملتا | حضرت لوٹ کی سرکار سے ٹھوکر کے سوا
بس دہیں میز کے ور ایمپگ ملینگی ملوۃ | شیخ جائیں گے کہاں رسم مرمت کے سوا

دایا شیخ محو مناجات ہے | شب لیلۃ القدر کی رات ہے
وہاں بیٹھ کے کھاتا ہے مبیرا سطرس | خود دیکھئے تو سمجھئے کمال ہے

مدہی آئی کہ آخر سستی | محنتوں کا حاصل ان رہنے ادھو گیا

شکست سے جو کام بنا یا دم وصال — انکار کرنے والے تھے اقرار ہو گیا

قدر دوں کو جانتا ہوں کیونکر — شاعری مجھکو کر نہیں آتی

دور دورا ہے جہاں میں ظلم و استبداد کا — خوب اُلّو بولتا ہے آجکل صیاد کا
جیسے آئی ہے تربت میں مجھے سچی گور — لاٹ صاحب کی دہائی وقت ہے امداد کا
ہستیوں کی جدائی شاق ہو جاتی مگر — ہے پڑ یاروں کے ٹولے میں مکاں صیاد کا

چیتے جس طرار ہیں مست خرام یار ہیں — یار کی ڈیڑھ ٹانگ میں لطف ہے ستر اد کا

میری نگہ کے واسطے اب وقت جو نہیں — دل ہے ہمارے پاس مگر فالتو نہیں

اُنکی الفت سے بہتر تھا کہ ہم — کہیں ہمدرد ہی سچا پا کر لے

پاؤں آ لے جو وہ شیریں لب — ہم بھی سمراتا کو حلوا کرتے

[illegible] سمجھے ایک و اللہ ایک ہم — آپ ہی کہئے کہ کس طرح [illegible]

[illegible] پایا کارتس ایک [illegible] — [illegible] اما تبریک [illegible] [illegible]
ساکہ سر میں ایک ہی بہار سال — [illegible]
[illegible] اس لرم کے سیری نہیں — [illegible] کہے کی [illegible]

ہم اور عرض مطلب آئے ہیں عدو کے گھر میں — دیکھیں تو بال کتنے رہتے ہیں آج سر میں
ہیں یاس و حسرت و غم فکر دل و جگر میں — ان نالستونکوں سے ہے ملک جاں خطر میں
ہر دم یہی تماشا ہے انکی رہگذر میں — نکلا اک انکے گھر سے پہنچا اک انکے گھر میں
عزت میں جو میسر ہو جائے ہے غنیمت — گاڑھے میں نقص کیا ہے جو بن ہو کیا ٹسر میں
کل تو ملیں تو شاید طے ہو رہ محبت — ہر راہرو کا کھٹکا ہوں فکر راہبر میں
کل قصد ہے جو ناصح تشریف آوری کا — یسوا کے تھوڑی ہلدی رکھ آئیے گا سر میں

بوسے میں ہے ملاحت گالی میں ہے حلاوت — کچھ ہے شکر نمک میں کچھ ہے نمک شکر میں

دل جس پہ مبتلا ہے بس ہے وہی دل آرا — نانا ہیں داغ رخ پر بابا ہو گنج سر میں
کہتے نہ تھے کہ دیکھو دشمن سے دور رہنا — اس کی ساس تم کو دیں در دھکے گھر میں
کہتے ہیں وہ آگ ہی عاشق ہوں یہ نگوڑے — چھوڑا نہ ایک ٹکڑا اس میرے دل کے گھر میں

ڈر ہے جناب آتش جوتے نہ کھائیں اک دن
چھپ چھپ کے روز قبلہ جاتے ہیں اُن کے گھر میں

اسعد۔ جناب اسعد علی قدوائی کا تخلص ہے جو جناب احمد علی قدوائی کے بھائی ہیں لکھنؤ میں قیام ہے جس زمانہ میں کیننگ کالج میں پڑھتے تھے تو ایک مشاعرہ سالانہ میں میں نے آپکو دیکھا تھا نوجوان خوش مذاق ہیں اُس زمانہ میں ظرافت کہتے تھے معلوم اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے یا نہیں۔ چونکہ زیادہ حالات معلوم نہیں ہیں اس واسطے صرف کلام درج کرتا ہوں۔

اُٹھا پردہ بس اب آزادیاں اٹھتی ہیں بیوی کی — یہ ہے تاثیر یورپ کے جنون علم سامان کی



جہاں تاریک ہے نظروں میں مشرق کی یہ حالت ہے — سیاہی ہے یہ اے مغرب تری زلف پریشاں کی
سنا ہے چاک کی ہے عیر کی تو مدا سے خنجر سے — ہے عل سری فروشوں میں لگی ترور ہیں ٹما کی
نتیجہ مو کچھ یہی کرنے کا میرے ہو اظہار — ادا بانکی کبھی پہلے اُن کی اٹھائی تھی سو ہے بانکی
ریائی نوکری جب میم صاحب نے تو فرمایا — جلو میں چاک ڈرائیں جلکے یورپ کے بیاباں کی
سی جی کھیچو کا راہ داتر مہنگی ہیں دکھلاؤ — چڑھو ممبر کے اڈے پر سا کہ شکل ٹیاں کی
وکٹ کھائی لئے پھرتے ہیں میدانِ فصیلت میں — ترقی جیر سیڑھی ہے یہ اطفال دبستاں کی

اسرار- زمانۂ حال کے ایک شاعر ہیں بائیس تئیس برس کی عمر ہے- فارسی کی تعلیم معمولی ہے انگریزی میں بی اے تک تعلیم پائی ہے - نوجوان ہیں مگر زندہ دل معلوم ہوتے ہیں - میرے شناسا اور دوست ہیں مگر اپنا نام اور پتہ لکھنے کی اجازت نہیں دی کبھی کبھی ظرافت میں کچھ شعر کہہ لیتے ہیں - جس سے کوئی اظہار کمال مقصود نہیں ہوتا - بلکہ صرف اپنے تفنن طبع کے لئے - کلام کا نمونہ یہ ہے -

اُس کے لب سے جوان بہتی ہے — اسکو کہتا ہوں قند کا شیرا

نہ آلو نہ گھیاں نہ شلجم نہ ٹمیٹو سس — مقدر میں عاشق کے لکھا ہے ڈھیڈس
وہ ٹھیلے کے اوپر سفر کر رہے ہیں — بلٹن ہے نہ بگھی نہ موٹر نہ ریلیس
مری ہر تمنا یہ کہتے ہیں اول ہو کہ — ہاں بہتر نہیں ہوئے دم کفر کوشش میں
وہ اور ٹھے دو بیٹا میں باندھے ہوا جاتا — جو وہ ماریں ہیں تو میں ہوں مقدس

آلو نیں لے سکھ سا نا — مجھکو کہو سنٹا سٹا ساوہ سے

کیا بتاؤں میں تمہیں حال رخ یار کا ظلم   خون پیتا ہے مرے جسم کا تل بنکر

جیسی کمائی پڑیں جماعت پر   سر منڈاتے ہی پڑ گئے اولے
نہیں ملتے ہو تم تو سوتا ہوں   سکھایا کھانے پونے دو تولے

یہ کہتا ہے جگر جاتا ہے کھٹمل چارپائی کا   بہت غم ہے اس قطرے کو دریا کی جدائی کا
دوپیاسر جھکا تا ہے جماعت اٹکی کرتے ہیں   حسینان جہاں کرتے ہیں اکثر پیتہ ائی کا

سینہ کیا ہے خون لیکر چھری مجھے بڑا مرے   ہیں ٹن ولادہ کرے گی ، ہیں بچہ قصائی کا

مولوی محمد اسمٰعیل - آپ میرٹھ کے رہنے والے اور زمانہ آخر کے ایک مشہور شاعر اور ادیب تھے ریاستہ تعلیم کے لئے جیسی کتابیں آپ نے لکھیں ویسی آج تک سرکاری مدارس کے لئے کتابیں نہیں لکھی گئیں آپ کی بیسیوں نظمیں اور کئی کتابیں زبانوں پر ہیں علاوہ نثر نویسی کے آپ ایک زبردست شاعر تھے - مرزا غالب مرحوم سے ملاقات رکھتے اور نہایت عمدہ شعر کہتے تھے زمانہ کے رسم ورواج اور مقتضائے طبیعت سے کبھی کبھی طرح لیا ، شعر کبھی فرماتے تھے - مگر آپ کی طبیعت نہایت سنجیدہ متین مرتبہ انگریزی امتحان دی تھی - حالی مرحوم اور مولانا سے مذکور کا ایک رنگ ہے بلکہ بعض باتوں میں آپ حالی مرحوم سے بھی پیش ہیں آپ تمام عمر تعلیم کے محکمہ میں گزرے ڈپٹی کا ملازم

اور اپنی خدمات کو اس حسن و خوبی سے انجام دیا کہ صلہ میں گورنمنٹ سے خان صاحب کا خطاب بھی حاصل کیا۔ آخر میں پنشن لیکر میرٹھ چلے آئے تھے مگر باوصف پیرانہ سالی کے بھی آپ کے علمی اور تعلیمی مشاغل میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور آخر وقت بچوں کیلئے نہایت مفید مفید کتابیں لکھتے رہے۔ تقریباً ۸۰ برس کی عمر میں بمقام میرٹھ سنہ 1916ء یا ۱۹۱۷ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کی تصانیف سے متعدد مفید کتابیں۔ اور ایک کلیات نظم یادگار ہے۔

آپ نے ایک قصیدہ جریدۂ عبرت کے نام سے کہا ہے جسمیں اہل زمانہ کی عادات اور کمزوریوں پر خوب طنز و ظرافت کی گئی ہے۔ یہ قصیدہ نہایت طویل ہے لہٰذا چند اشعار منتخب کرکے درج کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ عجیب قصیدہ کہا ہے جس میں نصائح کے زہر کو ظرافت کی چاشنی دیکر شربت کی صورت میں پیش کیا ہے۔

میں شاعرانہ روش پر نہیں قصیدہ نگار ــ یہ ایک سادہ گزارش ہے یا اولی الابصار
کہ اسکے ماہ محرم میں ساتویں تاریخ ــ گیا جو گھر سے قضارا سحر سر بازار
تو دیکھتا ہوں کہ گزری میں ایک اکھاڑہ ہے ــ اور ایک ٹھٹھ کہ جسکا نہیں حساب و شمار
ہیں دو حریف مقابل لیے چھری کٹکا ــ ہر اک فن پھکیتی میں طاق اور طرار
جو اس نے داؤ جمایا تو اس نے پینترا کا ــ دکھایا چہرہ تو پہلو بچا گیا ہے وار
عجیب ٹھاٹھ سے سیر حقہ سا کیاری ــ نرالے ڈھنگ سے کرتب کا کرتے ہیں اظہار
چلا ہے ایک مشتی کا نام سنکر جیکر ــ کھڑا ہے ایک لیے سر [illegible]
میں اپنے دل میں لگا کہنے کیا حماقت ہے ــ جٹے ہوئے ہیں [illegible]
سپہ گری کا یہ فن تھا کسی زمانہ میں ــ نہ وہ زمانہ رہا اب نہ وہ رہے بیکار
کہاں ہیں اب وہ دلیران صف شکن باقی ــ کہاں وہ لوگ جو تھے جان و دل سے جانثار
جواب دل نے دیا ایک مست تھے اے کر ــ میں اس سے بڑھکے سناؤں زمانہ کے اطوار

(شاعر)

سخنورانِ زماں کی بھی ہے یہی حالت　　کہ اس قدیم ڈگر کو نہ چھوڑیئے زنہار
سوائے عشق نہیں سوجھتا انھیں مضموں　　سو وہ بھی محض خیالی گذشتہ کا اک طومار
ہے شاعری میں یہ پہلا اصول موضوعہ　　کہ جھوٹ موٹ کے بنائیں ایک عاشق زار
تمام اگلے زمانہ کا ہے یہ پس خوردہ　　کہ کر رہے ہیں جگالی وہ جسکی سو سو بار
کمال اپنا سمجھتے ہیں جو دستائی کو　　نہ ننگ ہے نہ حیا ہے نہ شرم و غیرت و عار
جو اپنے فخریہ آئیں تو بس کریں تسخیر　　حدود ہند سے لے تا بہ فارس و تاتار
ہے ایک غار میں پانی سڑا ہوا اس پر　　پڑا ہے کائی کا پتہ اور اس پہ لپٹا سوار
وہ پتہ آپ کو سمجھا ہے ناخدائے جہاز　　اور اس سڑے ہوئے پانی کو بحر ذخّار
اسی طرح ہیں ہمارے زمانہ کے شاعر　　سمجھتے اپنی خرافات کو ہیں عین وقار
کیا ہے نام رذل قافیہ کا اپنے سخن　　وہ کنکری ہے جسے کہتے ہیں دُرِ شہوار
جو ان کے دیکھیئے دیوان تو نرے لڈو　　غلیظ و گندہ سراسر نتیجہ افکار
وہی ہے شاعر غرّا جو نئے تکے ہانکے　　یہی ہے شعر کا اس دور میں بڑا معیار
یہ آپکی طبع بلند اور معنی رنگیں　　جو طبع گند ہے تو معنی سڑا ہوا مردار
نہ جس سے طبع کو تفریح ہو نہ دل کو خوشی　　غزل ہے یا کوئی ہذیان ہے بوقت بخار

(نمونہ غزل)

صنم ہے دوست کی جلاد و ظالم و غدار　　ستم شعار دل آزار ہے دغا مکار
ہے دلبروں کی بھی شامت نہ مہر و ماہ مگر　　بجائے زلف کے دو مار د سوں کی ہے پھنکار
یہ آپکے گل عارض وہی ہیں باسی پھول　　شہی ہے رخ کی ملامت ہیں نرگس بیمار
جو ٹوں ہال کی محراب ہے بسم ابرو　　تو ہے مژہ بھی یہ پس کہ سیاہ جھولوں کی قطار
زنخ کنواں ہے کہ جس میں ڈبو کے لٹیا　　کھنور ہے ناف کہ جس سے نہ ہوگا بیڑا پار

شبِ فراق کا دکھڑا اگر کریں تحریر — تو لیتیا کو ڈبو دیویں دیدۂ خونبار

وہی لنڈوری ہے قمری تو ہے یہی بلبل — وہی ہے سرو کا ٹھنٹھ اور طول قامت یار

غریب شیخ پہ ہر دم دو لتیاں جھاڑیں — کریں مساجد و کعبہ سے دم دبا کے فرار

ہے چرخ پیر تو مدرسے شاعروں کا پیر — یہ کوستے ہیں آہستے یہ مرید ناہنجار

جمال یوسف و اعجاز عیسیٰ و موسیٰ — ہیں انکی گندہ دہانی کے سامنے سہوار

نہ کچھ خدا کا لحاظ اور نہ انبیا کا ادب — یہ اُن کی ہو رکھری شاعری ہو انکی مار

ہے اس کی طبع دنی عنکبوت کا جالا — اور اس کی بندش مضمون ہے کیچوں کا شکار

وہ باندھتے نہیں لقمہ مبالغہ کے بدون — بغیر ہضمی کے کس طرح چل سکے بیمار

سو ادروغ کی کرتی ہیں یکسیاں گھس گھس — چپک رہا ہے لبوں پر جو تیرۂ گفتار

لکھیں جو قصہ تو دیو و پری کا افسانہ — لگاویں کذب کے انبار اور جھوٹ کے امبار

کریں چڑیل کو حوران خلد سے بہتر — بنائیں اوٹ کٹیلے کو گلشن بے خار

جب ایسے ہوتے ہیں مضمون مبتذل وارد — تو گویا عرش سے اتری ہے جیسے کو شکار

کریں جو مدح کسی چھوکرے کی وہ بالفرض — تو پھر سکندر و دارا ہیں اسکے باج گزار

بنائیں اسکے تئیں بحر و بر کا سلطان — جو بالفعل ہو کوئی کور دہ کا نمبردار

سنے جو یہ کہ فلاں شاعروں نے کہا ہے سخن — لیا ہے جھوٹ نے کلک کا اُن کا اوتار

مشاعرہ ہو تو لڑتے ہیں جیسے تیتر مرغ — لہو لہان ہیں جیسے شکستہ ہیں منقار

وہ خود فروشی سے آج استاد زماں — کہ جس سے کوئی ٹھکے سیکڑا اسلئے اشعار

اگر سنیں کہ ہوا ہے فلاں رئیس علیل — تو پہلے قطعۂ تاریخ کر رکھیں تیار

اجڑ گئے ہیں وہ شہر اور لد گئے ڈیرے — جہاں کہ ناتے تھے یہ بھانڈ کا عدی ہو کار

جہاں ہو شاعریوں شاعری کی بھی مٹی

اے السید کا ٹھوکی اللہ بس کوئی سرکار

فلسفی علما

شاعروں ہی پہ تنہا پڑے ہیں یہ سفر — کہ عالموں کا بھی اسی دو میں ہے شمار

وہیں ہیں آج جہاں تھے یہ دس صدی پہلے — گیا ہے قافلہ دور اور ٹٹولتے ہیں غبار

وہی قدیم زمانہ کا فلسفہ سٹریل — ہو جیسے کہنہ کھنڈر کی ڈھئی ہوئی دیوار

چونکہ قصہ بہت طویل ہے اس لئے اسی پر اکتفا کی گئی۔

اسلاف کا حصہ تھا اگر نام و نمود — پڑھتے پھرو اب اُن کے مزاروں پہ درود

کچھ ہاتھ میں نقد رائج الوقت بھی ہے — یا اتنی ہی پونجی پدرم سلطان بود

کیا کہتے ہیں اس میں مفتیانِ اسلام — جب ہیچ مساجد سے نہیں چلتا کام

تو دنیا کمانے کے لئے مومن کو — جائز بھی ہے یا نہیں اعدا کا سلام

بے کار وقت کو گزارو یارو — یوں سست پڑے پڑے نہ ہمت ہارو

برسات کی فصل میں ہے ورزش لازم — کچھ بھی نہ کرو تو مکھیاں ہی مارو

لاکھوں چیزیں جا کے سیکھیں انگریز — سب کرتے ہیں بدل ہوس ان پر تیز

چڑھتے ہیں مگر علوم انگریزی سے — گڑ کھاتے ہیں اور گلگلوں سے پرہیز

استغنا ایک ایرانی شاعر کا تخلص ہے جس کا اصلی نام مرزا عبد اللہ بیگ تھا اس کا مولد اصفہان تھا وہیں نشو و نما پائی اور معمولی تعلیم بھی اسی سرزمین میں حاصل کی استغنا کے والد کا نام حاجی فریدون تھا جو گرجستان سے ایران میں آئے تھے اور انہوں کو بھی کہ وہ بھی گرجن تھیں اپنے ہمراہ لے آئے ۱۲۴۵ھ میں مرزا عبداللہ

پیدا ہوئے اور اپنے والد کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتے رہے - یہ ابتدا ہی سے
نہایت ذکی اور ذہین واقع ہوئے تھے - مگر بدنصیب بھی اول درجے کے تھے یعنی ہنوز
بچہ ہی تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا - اور بیچارے اشتہا کو مدرسہ میں داخل
ہونے کی ضرورت پڑی - کیونکہ بغیر اس کے اوقات گزاری کی کوئی صورت ہی نہ تھی - اسی
حالت میں یہ تحصیل علوم میں مشغول رہے - اور ساتھ ہی ساتھ خوشنویسی کی بھی مشق
کرتے رہے - چند روز میں صرف و نحو - منطق - کلام - عروض و قافیہ میں کمال حاصل کر لیا
علم کے ساتھ ہی ساتھ ان کی خوش بیانی اور ظرافت بھی ترقی کرتی رہی تا اینکہ علوم رسمیہ
سے فراغت کرنے پر ایک زبردست ظریف بن گئے اور ان کی ہر طرف شہرت ہو گئی - اور
ابتدا ہی سے یہ بھی شوق دامنگیر تھا کہ اپنے معاصرین اور متقدمین کا عمدہ کلام بیاض کے
طور پر جمع کرتے رہتے تھے - اسی شغف اور غلو کی وجہ سے خود ان کو شاعری کا شوق پیدا
ہوا - مگر جب یہ خیال آیا کہ ہزاروں ذی کمال شعرا گزر گئے اور آج ایسے گوشۂ گمنامی
میں پڑے ہیں کہ کوئی ان کو جانتا بھی نہیں تو کچھ دل افسردہ ہو کر رہ گئے مگر طبیعت
کے ابھار اور دلی جوش نے بچلا نہ بیٹھنے دیا - یہ چشمہ ظرافت کی صورت میں پھوٹ نکلا
اور زور و شور سے بہنے لگا - مگر ظرافت میں بھی ایک خاص قسم اختیار کی - یعنی تمام کھانوں
مٹھائیوں، میوؤں اور پھلوں کا ذکر کرنا اپنے اوپر فرض کر لیا - اور آخر کار وہ تمام کلام
اچھا خاصہ شکرستان ظرافت بن گیا - مگر زمانہ اہل کمال کا ہمیشہ دشمن رہا ہے -
اشتہا بیچارے ہمیشہ مفلوک الحال پریشان روزگار رہے - کبھی پیٹ بھر کھانا نصیب
نہ ہوا - آخر اسی عالم کس مپرسی میں ۱۲۸۹ھ میں انتقال کیا - خرم نے ان کی تاریخ
وفات کہی -

افسوس کہ اشتہائے با فضل و ہنر — از ملک فنا سوئے بقا کرد گزر
گفتا پئے تاریخ وفاتش خرم — اے وائے کہ اشتہا ندارم دگر

استغنا نہایت بیکدل اور غیور تھے۔ کسی سے سوال کرنے کو نہایت برا جانتے تھے۔ اپنا فقر و فاقہ حتی المقدور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیتے اور غالباً مفلسی سے بسر اوقات کرتے تھے۔ اُن کے کلام میں ظرافت بہت ہے۔ مگر وہ اسی حد میں محدود ہے جسکا ہم ذکر کر چکے۔ پختگی اُن کے یہاں قدما سے کم نہیں۔ مگر قدیم زبان اور اِن کی زبان میں فرق ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔ جو تمام دیوان سے انتخاب کیا گیا۔

مشہور گشتہ است در آفاق نام ما | زین انتہاے تجید و مالا کلام ما
ما را کسے چگونہ زند لاف پرخوری | کاین شکر زار روید در اول شام ما
گر روزی تمام خلائق کند جمع | گردد غذاے مختصر صبح و شام ما
آن گنبد بزرگ کہ در مسجد شہ است | سرپوش کوچکے است ز دیگ طعام ما
قاصد زار ما برساند کسے سلام | ق | وانگہ زروے لطف بگوید پیام ما
چون ذکر خیر ما ہمہ تیر سپہر شماست | دور از مروت است بود تلخ کام ما
از فیض عام شہرت تاریخ عافیت | پیش از سکندریں جہان شد تمام ما
از مسکہ آتشم بہ دل است از غم کباب | شور سمندری کہ کند قصد نام ما
مشکل کہ روز حشر بر آریم سر ز خاک | تا پوسے قورمہ نرسد در مشام ما

بوسے برسد بسام ، قورمہ بشتابم | گر یار گرار بد ہمہ دیگ جہان را
گر پردۂ دلمہ بدرم در نظر حلق | یک لقمہ کنم کشتہ دو صد زار بہار
گر یک دو سہ ناے نکمارم محرم | صد پارہ کنم کون زن شمر و شمار

دستم مرن بر دل دگرار در دو شکم داگرید | دیگر میا درد دم حال اس طفل بے ہنگام را

پیش من گر نهند حلوا را　　　نخورم هر چه هست یکجا را
سرو از پا نشسته الیسد　　　قامت قد سرو بالا را

یک شتر از حریره کو تا که رها کنم کنون　　　از کف این ساربان ایدل مهار خویش را

گو شخص گریکه که درین موسم سرما　　　هر صبح حلیمی نگذارد به سر ما
از بوی خوش قرمه فزون مست و خرابم　　　از محتسب شهر چه اندیشه چه پروا
در حین و خطا رفت حکایت دو صفاهان　　　در قاب پلو دست کشادم چو به یغما
مال تتکم هست بیار بید کمانی　　　کس جامه نبود در خور آن قامت رعنا
یک میده هریسه نبود در همه عالم　　　تا اینکه بگویم ز سر سرل عقبا
شب تا به سحر ماسیدم از فرقت انگور　　　از دیده بیاراست همه دم عقد ثریا

گر ریخته اگر شام خورم بو به صبح　　　با دگو دم هم اندرست که سدانرا
اگر از نقل بسی از بد مدار سحر سی　　　همه عمر کمان می طلبم ز بد انرا

تنها ز بوسه کله ز ار پا فتاده ایم　　　کز سر بدر شده است سکبا هوس ما

تمام سال خورم حسرت شب برهان　　　از انکه از دل و جان مائلم رطمارا
نه روزگار چه ما هرکه بی مری بود　　　نه بود بی سنتری مرما را
دو صد هزار ورک سبد هم شمرده اگر　　　و دوانه زدی که آورد بر ما را

گر عیدے سیر وُ نیز نجور دمی انجیر را — ار قوت ارد بهم شکستے ر نجیر را
دم ار هر عقد می زند در بیش ما ما قافلے — کر بانگ خر تساحته رسید دلم کلنگیر را

گهے که گندم ستم داده ام بود در حیب — نعمه در نظرم رود عید و روز مراست

حاق راگر همه رعبت به پیر بیش است — بیستر میل دلم ماکره کا بیش است
به صیات سرد شام گرم همسایه — آستماسے استاکه بهتر به هزاران جا یش است
لا عوار کوفته گاو حیه گردد نسر به + — شیر در عرصهٔ هیجا به رمق چون نیست
حاک وجودم ار لنگا مد تا محشر — هر چند حتو ستود ار قور به آرزوست
آنکس که مانع است سوے طعام ما — ار حامدان آدم خاکی فرشته خوست

ما حرمت است بر دقرم مسعد الکرم — چون برد ما کسے که ر آل پیمبر است
هر کس که هر ستم به صیات صدار به — در بر دمن به تنه چو سلمان بود درست
رند دک هر انکه نسیم رحان میجو رد مدام — زرد و صیت و تعل در بحوره لا پراست
هر کس که خورد بیاره فراوان ر دروست — ادور جامع ما چه مصری را اسراست
ر دعن مدالی ار چه ر دسے عدس نکوست — ایں لوعودس رست مرا و ار ر دیوریست

است راز ادم در پرده گرفتم خودم — حالیا بوسه بسیار در کار است و ریت ما
در مرمت من وتنگ طعامے آرید — گوش برناله کعگیر در ملبس است

حل جمار پیالے خورد اگر کس توت — کیستو د کمان پیرو ما حرد و فرتوت
کمر درهم سرد زردگی زمهر گیرم — زنده اگر شسوم در ره حسه تا بوت
مس عیشم کم ادل امار را هرگز — که اند السش نور در رحقه یا قوت

هر کی ساک در دیا دکسد کحل بصر — پر مسر مست بشکسا مست ما ر رود
هر کجا قصه حر لوره آمد مسار — دیر آلست مگر از حرد تیره اند رود

مال بیار مسر تحو دم مسکان — الکے لو کے مست پیمکیس

هر کس که دوکر صنگاه ما شد — د لیلی پیکر ما یلس دری کر

اسپ ال لنم آنکس کر ر د احد — ساه ار سه است کر او فرحامت از
قسمت شعر ر کا جیگراں سارع — سپیر دو شعر صنعت شیر ماسے وارد
ورنه اگر بود شاعم در ره دکسا امار — الهی باشد اگر در طلاء سیم در ره
عمر د دل دوده و کمر ومار صدای — از یار است مهیا دو ما آ ارد
روز سیال جان پیشے ار نصست بود — تام عمر بپا مرا پیشہ سود دار

اشفاق – ایک عرمعلوم شاعر کا کلام ہی نام سے لیگاہ در مگر کہیں سے لکھا گیا

بہت ممکن ہے کہ یہی نام کچھ ہو۔ زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے۔ نمونۂ کلام یہ ہے۔

مصرع کا لگانا تو ہے حصہ شعرا کا | سہرا بھی ہے رحمت کدہ احسان خدا کا

قمچی سے میاں جی کی بچی جان بر ہوس | تقدیر سے بیوی بھی ملی ہم کو لڑاکا

بیٹھا ہے جمرگد کی طرح موذی مجسم | ہیبت سے ڈر جو جیا نہ دبانے اسے تاکا

اصغر۔ آپ کا نام سید علی اصغر ہے۔ شاہپور ضلع فتحپور کے رہنے والے ہیں زمانہ حال کے مدرسہ کے شاعر ہیں۔ اودھ پنچ سابق میں آپ کی ایک نظم بہ عنوان رنگ میں بھنگ نظر سے گزری۔ جس میں بعض جگہ شوخیوں اور ظرافت کا لطف رنگ شامل ہے۔ انتخاب نظم یہ ہے۔

یہ محرم میں ہولی کا تہوار | ہنستی صورت ہے اور دل بیمار

گر پڑے کتنے کے پردہ ہائے چشم | جب نہ آیا سمجھ شعار عیار

لگ گئی آنکھ موت آ پہنچی | ہو گئی حس مشترک بیمار

روح قالب سے سیر کو نکلی | عالم خواب کی دکھائی بہار

نظر آیا بہت بڑا میداں | عرصۂ حشر جس کا ماح گزار

کرۂ آتش فشاں رہیں بالکل | دھوپ سے سیر بھر آتشبار

ایک بڈھا عجب رسا مثل | نظر آیا بہ صورت خونخوار

پیٹھ میں آپ مخفی نہ کوڑا | جھریاں جسم پہ پڑی تھیں ہزار

ضعف پیری سے جھک گئی تھی کمر | سر بھی جو ماں کٹا صورت میوار

پاس بانکوں نہ جانے رکس بھی | بھی عجب مجمع میں حال زار

کچھ ہراس اور کچھ بڑھی ہمت | بڑھ کے دو ایک قدم ہوا دوچار

بڑھ گیا جب آپ قرآں | کر گئے دم دم بر اللہ ہم زار

دل میں آیا حساں ڈر گیا ہے | تم کبھی تو آدمی ہو ہمت دار
حضرت خضر سبز پوش ہیں یہ | یا ہیں درویش کامل و بیدار
پھر یہ آیا خیال ڈر کے ساتھ | ہو نہ انساں یہ کوئی آدم خوار
ایک ہی لقمہ میں نگل جائے | مجھکو حلوا سمجھ کے لذت دار
بھیجا لاحول کہہ کے بسم اللہ | دلمیں ڈھارس بندھی چلا یار
پہونچا اک دم میں اس فقیر کے پاس | دیکھی آنکھوں سے اسکی حالت زار
میں نے پوچھا کہ کون ہو کیا ہو | ایسا مجھکو بتاؤ نام و دیار
کس کے تیر نگہ کے گھائل ہو | کس کی چشم سیہ کے ہو بیمار
بولا وہ مرد نیک خوش اسلوب | حال کیا پوچھتے ہو تم اے یار
تیغ ابرو کا میں نہیں گھائل | نہ کسی حور وش کا عاشق زار
انقلاب فلک کا مارا ہوں | دل پہ اٹھتی ہے درد کی دیوار
لوگ سب سو رہے ہیں غفلت میں | ان کے افعال پر ہوں زار و نزار

فرط غم سے جو کھل گئیں آنکھیں | مٹ گیا سب طلسم کا گھر بار
وہی کنج قفس وہی فریاد | بستر غم ہے اور اضطرار

اظلم - اس تخلص کے ایک شاعر تھے جو ضلع شاہجہان پور کی تحصیل یا کچہری میں عرائض نویسی کرکے بسر اوقات کرتے تھے - زیادہ حالات معلوم نہیں - ظرافت کے یہ شعر ان کی طرف منسوب ہیں -

مدت لیا تھا عمر سے تیرے پیار کا | تھر کبھی نہ ٹانکے کو دل لوٹا یار کا
وہ دیکھ کر دوستی رہ صاف کہتے ہیں | نام آئے اگر سامنے نہ ٹالا رہا

بہت مشکل ہے کہیں سکوں اوصاف عالی کی — یہاں پر آکے گھس جاتی ہے دم میں عقل ہادی کی
سہید مار کی حسد کر چکے مثل ٹکا لیے ہم — پری نے بیٹھ کر جیسے مردوں میں نوحہ خوانی کی

افسر - آپ کا نام نامی حامد اللہ ہے - آپ میرٹھ کے معزز خاندان کے ایک رکن ہیں - آپ کی شاعری میں بہت سی وہ چیزیں پائی جاتی ہیں جن کا اس سے پہلے وجود نہ تھا - بعض دلچسپ نظمیں جو بچوں کی قابل ہیں آپ نے اس دلکش انداز میں لکھی ہیں کہ بے اختیار داد دینا پڑتی ہے - تمام اصناف سخن پر قادر ہیں - بہت سی نظم - نکتہ سنج و نغمہ سنج طبیعت پائی ہے - انگریزی میں بی - اے تک تحصیل علم کرکے وکالت کے امتحان کے لئے تیاری کی - کہ یکایک طبیعت اچاٹ ہو گئی - اور ادبیات و ناٹک کی طرف توجہ کی - چنانچہ اس وقت تک آپ کی متعدد تصانیف ملک میں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں - ان میں سے کتب سر رشتہ تعلیم خصوصیت کے ساتھ قابل قدر اور لائق تحسین ہیں - انگریزی کے علاوہ فارسی کا مطالعہ بھی بہت وسیع ہے - آپ سلسلہ ملازمت میں متعدد مقامات پر رہے اور ہر جگہ ادبی جماعت اور زبان اردو کی اشاعت و ترویج میں منہمک رہے - آپ کی مستقل مزاجی میں بھی ایک خاص قسم کی جاذبیت ہوتی ہے - اسکے ساتھ ساتھ کبھی کبھی رنگ ظرافت کی طرف بھی توجہ فرماتے ہیں اور [illegible] کبھی کبھی ہزل بھی کہتے ہیں - مگر آپ کو کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ ان کو شائع کیا جائے [illegible] چند شعر مرحمت فرمائے تھے [illegible] اتفاق وقت سے [illegible] لکھنؤ میں مقیم ہیں اور [illegible] کالج لکھنؤ میں اردو پڑھاتے ہیں آپ کی عمر تقریباً ۴۲ سال ہے

رہا کو وہ ستم [illegible] — [illegible] ہالی ان [illegible]
دل سیاہی کی طرح [illegible] ہم سے — [illegible] ہم سے

یہاں میں سیب کھلتے ہیں وہ سمت کٹنے میں پلتے ہیں — کہ کھیلوں کو جو اپنے کے ڈھنگ سکھانے میں رہتے ہیں

کہا یہ سچ ہے حضرت میں راہ صدق و صفا — سکھاتے ہیں نہیں اسکول اس زمانے میں

یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی کہے افسر — شراب ملتی ہے شیشے کے کارخانے میں

وہ کہتے ہیں سوادیشیوں سے تنگ کر — ہمیں چاند دے دو تو ہم سوت کاتیں

ان کی پروا نہیں تاہ فلک لے ہو چکی — ہم بھی سوچ رہے ہیں کہ خیال اچھا ہے

مسٹر ہو مولوی ہو کوئی بات ایک ہے — مذہب میں ورنہ ہے سیاست میں لیک ہے

جھینکے سے کان میں سو پردے کی بات ہے — یہ پردہ ورنہ کچھ نہیں سب واہیات ہے

آپ نے موجودہ زمانہ کی روش پر بعض ایسے اشعار کہے ہیں جن کے الفاظ نہایت بلند اور پر شکوہ ہیں مگر معنی نام کو بھی نہیں۔ مگر ان کے لکھنے کی اجازت نہیں دی۔

افسق ۔ میر غلام حسین نام تھا۔ برہان پور کے رہنے والے تھے۔ اگرچہ عام اور مشہور تذکرے آپ کے ذکر اور نام سے خالی ہیں۔ تاہم پھر بھی ایک معاصر نے آپ کا ذکر ان الفاظ میں کر ہی دیا " اسمش میر غلام حسین افسق تخلص از شعرائے این عصر است از بسکہ در آتش نہج مائل است در شعر تتبع ملا محمد ایکہ مرات او بہ طرف ہزل می آید سوخی طبعش از کلامش ہویدا است رحو لی مراحق ار تخلص پیدا است کاش کہ این خیال در دل او جا بیابد د آفتاب اشعار رنگین ترتیب آتش بتابد استاد اللہ رہ رہ ازین تادیب سود تخلص خود ہدایت قرار دہد۔ درین ایام از راقم الحروف ارتباط کلی دارد دیباچہ دیوان را بخط خود نقل کردہ بہ فقیر ارزانی داشت ۔ " یہ ہے وہ عبارت جو منشی بھگوان داس این تحقیق اورنگ آبادی نے اپنے تذکرہ چمنستان شعرا میں افسق صاحب کے لئے لکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب صاحب دیوان شاعر تھے۔ مگر اس زمانہ میں اتفاق وقت سے آپ کا وہی کلام اور لیار تذکرہ صاحب تذکرہ کو اپنے پاس ملا

شفیق ۱۹۳۲ھ تک بقید حیات تھے۔ کیونکہ دیوان کے آخر میں دونوں کی مہریں
لگی ہوئی ہیں۔ اشق صاحب کے ایک مقطع سے اُن کے سلسلۂ تلمذ کا بھی پتہ چلتا ہے

شفیق کے اس سخن کا ہوا شہرہ اشق — ہے میں لسک رازِ عالم نواز کا

دیوان میں سب اصناف سخن رباعیات۔ مستزاد مخمس۔ واسوخت۔ اور ایک
مثنوی گنجینۂ آفاق بھی شامل ہے۔ مثنوی چارکمان۔ مکہ مسجد۔ چوک میدان۔ دائرہ میر
حادرگھاٹ۔ چار محل۔ اور چوک حیدرآباد پر نظمیں ہیں اور لطف یہ کہ حیدرآباد کی اخلاقی
حالت کا جو اس زمانہ میں تھی فوٹو کھینچ دیا ہے ساتھ ہی ساتھ اپنی آوارہ مزاجی اوباشی کے
حالات بھی صاف صاف بیان کرتے چلے گئے ہیں۔ حسینان بازاری کے ذکر سے دیوان
مالا مال ہے۔ تاجو۔ رحمت۔ جنتی بیگم۔ جمیلہ تاج النساء۔ الس۔ بی جان۔ حسینہ
زہرہ۔ گلالو۔ سیا جہاں کے نام جا بجا دیوان میں نظر آتے ہیں۔ صفحہ کا صفحہ پریوں کا پرستان
سا ہوا ہے۔ اور یہ ذکر جا بجا ایسے عریاں الفاظ میں کیا گیا ہے کہ زمانۂ موجودہ کے
مصالح اُن کو بالائی بھی ملیتن کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ غزلیں فحش اور سراپا فحش ہیں
کہیں دلبر یا یار کی ہجو پر اتراتے ہیں تو پرخچے اڑا دیتے ہیں کنایہ اور استعارہ کی صنعت
سے بہت بلند ہیں کیا مجال کہ کہیں ڈھکی چھپی بات کہیں۔ وہ وہ کھری سنائی ہیں کہ
ظرافت اور ہزالی سے گر کر واہیات میں جا پہونچے ہیں اور بڑے بڑے ہزال علیحدہ صف
نعال پر نظر آتے ہیں اور جناب اشق ہزالی کے سرمحفل بنے ہوئے نظر آتے ہیں غرضکہ ایسا
حضرت کا دیوان ہزلیات کی انسائکلو پیڈیا یعنی قاموس الواہیات بن کر رہ گیا ہے۔
مگر ہزل میں ایسے مشاق معلوم ہوتے ہیں کہ آج بھی ہر شعر ان کے کمال کا پتہ دیتا ہے۔
سرنامہ دیوان پر بجائے بسم اللہ الشیطان الرجیم لکھا ہوا نظر آتا ہے تو پڑھنے والے کی طبیعت
مست ہوجاتی ہے بڑی مشکل سے آپ کے دیوان کا انتخاب کرکے واہیات سے بچا کر

جناب محتشم کاکوروی نے یہ چند شعر زمانہ رسالہ کانپور میں طبع کرائے تھے جن کو ہم بجنسہ نقل کرتے ہیں۔

قطرۂ آب کو دیکھو لے در فردش — ہم نے کم دیکھا ہے موتی جگ میں ایسی آب کا

قطرۂ آب کی آب سے — چہرۂ گوہر پہ ہے پانی ہنوز

جب اے محتشم کل تجھکو سکتے لیتے یہ جنوں میں خرد کے خیال ان سے کھینچا

ادھر سے پیار اور ادھر سے جنوں آکے دونوں نے مجھکو گریباں سے کھینچا

حیدرآباد میں سیدھی کا اس زمانہ میں بڑا زور شور تھا اسی کے متعلق کہتے ہیں۔

مشکل ہے دور سیدھی کا رکھے جو آبرو — جب مدد گردوں دولاں کی مال والوں کو نظر

اس گردش فلک میں اسراف ہو ہے پیدا — گھر دوں کو مت میسر شال اور دولائیاں ہیں

مارہ صدی کے دور میں راحت نہیں رہی — اک ذرہ زندگی کی حلاوت نہیں رہی

حسن کی تجھ سے اے تمنا اسے ڈھل گئی — مال مست کر مال نے جولی کی ساعت ٹل گئی

کس دکھ سے کہہ اے سیدھی تو معصوم بڑی ہے — عزت کی تیرے مکھ پہ گھٹا جھوم پڑی ہے

بیمار ہے یا بچھو سا چڑھا تجھ پہ تو سچ کہہ — بیکار تو بیٹھی ہوئی کیوں گھوم پڑی ہے

اٹھو یار دو تماشے کو جا ہنگامہ ہولی ہے — کسی کی لال ساری ہے کسی کی رنگ چولی ہے

بالوں کے جوڑے میں گرہ ڈلوا لی ہے گلا لو — گالے کے جن میں لگیں سیطان ہے گلا لو

یہی چند شعر ایسے ہیں جن پر ہم استفادہ کرتے ہیں باقی تمام دیوان اسی سے کلر پڑا ہے

اقبال۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بیرسٹرایٹ لا لاہور کا تخلص ہے۔ آپ کے حالات نہایت شہرت کی وجہ سے محتاج تعریف نہیں۔ آپ کی شاعرانہ قوت مستق۔ فکر صائب۔ تخیل۔ جوش وغیرہ کا ملک کا ایک ایک [illegible] قائل ہے۔ اور روشنیوں اردو دنیا [illegible] نظروں میں آپ کو وہ طولی حاصل ہے۔ جو کیا ایشیا

اکبر مرحوم کے رنگ ظرافت میں بھی کچھ فرمایا ہے اس لئے ناگزیر است جو آپ کی نظموں غزلوں وغیرہ کا مجموعہ ہے چند اشعار کا انتخاب کرکے شامل تذکرہ کرتا ہوں - اگرچہ آپ کی اصلی شاعری کے مقابل میں اس قسم کے اشعار کم سے کم درجہ بھی نہیں پا سکتے مگر صرف آپکے نام نامی کے لحاظ سے درج کرتا ہوں - حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی شاعری کے لئے ہرگز آپ کا دماغ موزوں نہیں ہے - کاش جو کچھ فرمایا ہے یہ نہ فرمایا ہوتا انتخاب ملاحظہ فرمایئے -

مشرق میں اصول دین بجاتے ہیں مغرب میں مگر مشین بجاتے ہیں
رہتا نہیں ایک بھی ہمارے پلے واں ایک کے تین تین بجاتے ہیں

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہو گئے
وعظ میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے

بستے ہیں ہند میں جو خریدار ہی فقط آغا بھی لیکے آتے ہیں اپنے وطن سے ہینگ

تھے وہ بھی دن کہ خدمت استاد کے عوض دل چاہتا تھا ہدیۂ دل پیش کیجئے
بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبق کہتا ہے ماسٹر سے کہ بل پیش کیجئے

ایسی عقلوں کی یہی حالت اگر قائم رہی آئیں گے سامان کابل سے کھجو جان ہے

ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے واں کنٹر سب بلوری ہیں یاں ایک پرانا مٹکا ہے

ممبری امپیریل کونسل کی کچھ مشکل نہیں | ووٹ تو مل جائینگے پیسے بھی دلوائینگے کیا
میرزا غالب خدا بخشے بجا فرما گئے | ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہے کھائینگے کیا

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں | نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ | نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

سنا ہے ہم نے کل یہ گفتگو تھی کارخانے میں | پرانے جھونپڑوں میں ٹھیکا نا دستکاروں کا
مگر سرکار نے کیا خوب کونسل ہال بنوایا | کوئی اس شہر میں تکیہ نہ تھا سرمایہ داروں کا

اکبر - یعنی سید اکبر حسین صاحب رضوی الہ آبادی مرحوم - اگرچہ آپ کے کمالات نے آپ کو ہندوستان میں اسقدر مشہور کر دیا ہے کہ اس کی احتیاج باقی نہیں ہے کہ آپ کے حالات لکھے جائیں مگر قاعدہ و ترتیب کی وجہ سے کچھ لکھتا ہوں آپ ۱۶ - نومبر ۱۸۴۶ء اٹھارہ سو چھیالیس کو بمقام الہ آباد پیدا ہوئے - دیسی مدرسوں اور مکتبوں میں تعلیم پائی آپ ۱۸۶۶ء میں آپ نے ادنیٰ درجہ کا امتحان وکالت پاس کیا اور نائب تحصیلدار ہو گئے - اور پھر [illegible] میں ہائیکورٹ میں مسل خواں ہو گئے ۱۸۷۲ء میں وکالت کی درجۂ اعلیٰ کی سند حاصل کی اور ۱۸۸۰ء تک وکالت کرتے رہے ۱۸۸۰ء میں دوبارہ سرکاری ملازمت اختیار کی اور ترقی کر کے سشن جج کے عہدے تک پہونچ گئے ۱۸۹۸ء میں خان بہادری کا خطاب پایا - آپ کو فارسی اردو اور انگریزی زبانوں پر حسب ضرورت کافی عبور تھا - ابتدائے عمر ہی سے شعر و شاعری کا شوق تھا - اور جناب وحید الہ آبادی کے شاگرد تھے - رنگ قدیم آپ کی شاعری پر غالب تھا مگر ظرافت کے پہلو ابتدا ہی سے کلام میں نمایاں تھے - بالآخر اسی رنگ کے

اسقدر ترقی کی کہ آپ کے قدیم رنگ طبیعت پر غالب آگیا۔ اور باوجودیکہ آپ رنگ قدیم
کے ایک پختہ مشق شاعر تھے مگر پھر بھی ظرافت پر آپ کے کلام اور کمال کا حصر
ہوگیا۔ اور اگر بنظر غور دیکھا جائے تو آج ایک آدمی بھی ایسا نہ ملے گا جو آپ کی عربیت
کی حیثیت سے آپکو جانتا ہو بلکہ سب ظرافت کے ہی وجہ سے آپ کے کمال کے گرویدہ اور
دلدادہ ہیں۔ آپ نہایت ہی نیک طبیعت زندہ دل منکسر المزاج مکمل انسان تھے اسی
وجہ سے آپ کی ظرافت اُن ہزالوں اور عیاشوں سے بالکل الگ ہے جن کے دیوانوں کا
سرمایہ یا اُن کی ہرزہ سرائی اور مزخرفات ہیں یا فحاشی اور خرافات اُن کے علی الرغم
آپ کی ظرافت نہ صرف ظرافت ہے بلکہ پند و نصائح۔ اور قومی مذہبی تمدنی معاشرتی۔
زوال۔ رسوم۔ تاریخ۔ سیاست وغیرہ کا مجلّٰی اور مصفّٰی آئینہ ہے۔ آپ کی ظرافت سے
دل کو ایک سچی خوشی اور روح کو صحیح فرحت ہوتی ہے۔ اور آدمی اس سے اسقدر فوائد عظیمہ
حاصل کرسکتا ہے جو بڑی بڑی اخلاقی کتابوں سے حاصل نہیں ہوسکتے۔ حق باتوں کی تلخی
اور پند و نصائح کے زہر کو حسن بیانی اور ظرافت کے شہد و شکر کے شربت کی مانند ایسا خوش مزہ
اور گوارا کردیا ہے کہ اُس سے کبھی سیری نہیں ہوتی۔ ظرافت کے ساتھ اعلیٰ تخیل اور جدت مضامین
طرز ادا اور سلیقۂ بیان۔ چستی بندش سلاست الفاظ بلاغت معانی۔ ہر جگہ حسب محل و موقع
موجود ہیں۔ جس سے آپ کی شاعری ایک پری کی طرح ہوگئی ہے جو فصاحت و بلاغت کے
آسمان میں اُڑ رہی ہے۔ اور ایسی بلند ہے کہ دیکھنے والوں کو ٹوپی یا پگڑی سنبھالکر دیکھنے
کی ضرورت پڑتی ہے۔ آپ کے چند خود ساختہ استعارے۔ اور اصطلاحات ہیں جنھوں نے
سونے میں سہاگے کا کام دیا ہے۔ اور حسن کلام کی جان بن گئی ہے۔ مثلاً نام جمن،۔
گھورن۔ کالو۔ بدھو۔ حقو وغیرہ جو استعاروں یا اصطلاحی یا اشارے کی صورتوں
میں مثل کئے ہیں۔ اسقدر خوش نما نظر آتے ہیں کہ دیکھکر جی پھڑک جاتا ہے۔ مہمل مہمل
دلیلیں اور قافیے اس حسن کے ساتھ لائے گئے ہیں کہ خیال بھی نہیں آسکتا حقیقت

یہ ہے کہ اکبر مرحوم کی اس دربار تخیل تک رسائی تھی کہ عام نگاہوں اور معمولی نظروں کے وہاں جاتے ہوئے پر جلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے آپ کے اتباع کا دعویٰ کیا مگر کوئی ایک بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ اور آپ اسی رنگ میں منفرد اور منفرد رہے۔

آپ کی ظرافت بعض جگہ محض ظرافت ہے اور اس میں مذہبی انحطاط۔ یا مغربی تقلید۔ یا سیاسی شور و غل۔ یا عام پند و نصائح وغیرہ کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ مگر وہ بھی آپ کے کلام کا عنصر غیر فانی ہیں اور اردو ادب کے واسطے سرمایۂ ناز ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سرسید سے اور میری ذاتی رائے کے موافق دو ہی شاعر ایسے ہیں۔ جنھیں ہم فخر کے ساتھ دوسری قوموں کے سامنے لا سکتے ہیں ایک اکبر اور دوسرے مرزا غالب۔ دوسرے لوگوں کے کمال کا اعتراف میں کر سکتا ہوں۔ مگر ان دونوں کے مارلانے کا کبھی روادار نہیں ہو سکتا۔

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست — نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اکبر مرحوم کو آخر میں دنیا سے نفور ہو گیا تھا۔ اور عیش و مسرت رنج و مصیبت کا فرق دنیا داروں کی نظر سے اٹھ گیا تھا۔ اسی لئے آخری کلام میں تصوف کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ اور آپ کی آخر عمر سنہ ۱۹۲۱ء تک یہی رنگ اور یہ عالم رہا۔

اس وقت آپ کے چار دیوان ہیں تین دیوان طبع ہو چکے ہیں ایک ابھی طبع نہیں ہوا پہلے دیوان میں اور دوسرے میں اگرچہ فرق ہے۔ مگر تیسرے اور پہلے میں نمایاں و بیّن فرق ہو گیا ہے۔ جس کی تفصیل اس ناچیز نے تذکرہ میں کیا اور ذیل میں ان چاروں دیوانوں میں سے ظرافت کا انتخاب علیحدہ علیحدہ کرتا ہوں۔

انتخاب از جلد اوّل

مری تقدیر کا اس بس پہ کچھ قابو نہیں چلیا جہاں سر دق حاتی ہے دہاں عادوہ بس چلتا

لیجیے دے بوسہ مجھکو نہ توبتیں یار کر میں نے سمجھ لیا ہے حساب اسکا جانچ کر
بوسہ لبوں کا لیتا ہوں میں مجھکو سے بلا حلوا اتار رہا ہوں ذرا تسیر آنچ کر

لگیا شرع سے شراب کا رنگ خوب بدلا عوض حساب کا رنگ
جلد ہے سیج صبح سے پہلے اڑ چلا کتنا ذرا خضاب کا رنگ

سال ہے حالت بادہ ہو گیا فوی مدار فصل کیا بچ گئے حرام سے ہم

موسم گل میں صفا کرتے ہوئی اپنی داڑھی لحن بلبل سے کبھی پیدا ہوئی کھانسی کی دھن

الا یا یا الطباک حورا حقہ نہ بادلہا کہ قرآں سہل بود اول دیے افتا دمشکلہا
بکس شرکیں پائے خود پوشاک داس دینیوں کہ سد رسد تہ دار د راہ و رسم منزلہا

پر وسے کا کیا ہے ٹر النگا بیدا وہ شیخ کیا ارا او الکا بیدا
کیا بوسہ کہا ہے مولوی جمادی سے سمجھے لے کیا ہے ہمکو منگا سدا

مس کو دیکھا عاشقِ زلفِ چلیپا ہو گیا　　مست تھا دل بھول کر وہسکی کا پیپا ہو گیا

کہا یہ مجھ سے واعظ نے دیکھو سادگی میری　　نہیں شوقِ نمائش کچھ پہنتا ہوں گزی گاڑھا
کہا اُس نے میں بھی یوں ہی کر لیتا مو دا ہی　　عطا کرتا خدا مجھکو جو یہ تن توس یہ داڑھا

ایسا شوق نہ کرنا اکبر　　گورے کو نہ بنانا سالا
کھیا رنگ یہی ہے اچھا　　ہم بھی کالے یار بھی کالا

رحیمن پکاری کہ سید یا نوا　　عجب جانور ہے یہ کاکا توا
بتاؤ ذرا عقل ہے میری گم　　کدھر چونچ ہے اور کدھر اسکی دم

کرزن و کچنر کی حالت پر جو کل　　وہ صنم تشریح کا طالب ہوا
کہہ دیا میں نے کہ ہے یہ صاف بات　　دیکھ لو تم زن پہ نر غالب ہوا

پانی پینا پڑا ہے پائپ کا　　حرف پڑھنا پڑا ہے ٹائپ کا
پیٹ چلتا ہے آنکھ آئی ہے　　شاہ اڈورڈ کی دہائی ہے

۔ی کی زلف میں الجھا رستم اٹھا لیا　　دل عجب ہو اثر امتحانوں کا

بتالیں میں کر دور وٹیاں کتوڑ لیے والا ما　　ہما ی کیا ہے اسے بھائی مشٹر ہیں دہولا ما

سکۂ زر مالوے وہ دہوتی گرفتار داشت | ما و خروشش نالہائے زار در اظہار داشت
گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست | گفت مارا خوف مس ڈیکینس این کار داشت

ہر رنگ کی باتوں کا مرے دل میں ہے جمگھٹ | اجمیر میں کلچا ہوں علیگڈھ میں ہوں بسکٹ

شیخ جی ظرف سے پھرتے تھے پہلے جس طرح پر | چشم بد دور اب ہیں پر آپ یکسر یٹ کاوسٹ

سید کی طرح تو چندہ لانے کی ہے رچ | اور سیٹھ کے گھر میں بیچ گانے کی ہے رچ
بہتر ہے یہی کہ بت پرستی کیجئے | گو اُسمیں بھی صبح کو نہانے کی ہے رچ

تم پہ ہے بہ وحقارت کی نظر | بیلوں پہ غصہ و شرارت کی نظر
بہتر ہے یہی کہ بیگے پھرئے اکثر | شاید پڑ جائے اُن کی رحمت کی نظر

جو سن کے مری عرض تو بولے لا چندہ | جو چاہا یا ہے اتنا تو تھوڑی لیجئے کر

انہیں شوق عبادت بھی ہے اور گانے کی عادت بھی | نکلتی ہیں دعائیں انکے منہ سے ٹھمریاں ہوکر

آگے انجن کے دین ہے کیا چیز | فلس کے آگے بین ہے کیا چیز

فرمائیں مرا قصور حضرت جو معاف | جو امر ہے واقعی گزارش کردوں صاف
انکار نہیں ہار رونے سے مجھے | لیکن یہ طریقہ اسے ہے فلسفے کے خلاف

شیخ صاحب کو نہیں شاعروں کی بات سے کام
حسن کی قید نہیں بس ہے مساۃ سے کام

ماسٹر صاحب کا علم اس وقت گو ہے نیک نام
اہل دانش ہیں مگر اوروں سے ہے میرا احترام
بات بالکل صاف ہے پیچیدگی کچھ بھی نہیں
میں ہوں سعدی کا بھتیجا وہ ہیں ملٹن کے غلام

من العلم قلیلاً کو بھی دیکھو بعد اوتیتم
نہ مانو گے تو اک دن بھائیو کھاؤ گے جوتی تم

آپ کی فرقت میں کل ہی رات کو سویا نہیں
لیکن اتنی بات تھی گاتا رہا رویا نہیں

بوسہ کیسا کہ گلوری بھی نہیں پاتا ہوں
بس کلام اپنا انھیں جا کے سنا آتا ہوں
وہ یہ کہتے ہیں کیا خوب کہا ہے واللہ
میں یہ کہتا ہوں کہ آداب بجا لاتا ہوں

خلاف شرع کبھی شیخ تھوکتا بھی نہیں
مگر اندھیرے اجالے میں چوکتا بھی نہیں

چاند میں آیا نظر غار ہو سب
ہائے اسد اے ماہ سیما کیا کروں

چپکوں دنیا سے کس طرح میں
عورت نے کہا کہ گو نہ ہوں میں
قومی چندے سے کدھر سمائیں
کالج نے کہا کہ تو نہ ہوں مس

یورپ والے جو چاہیں دل میں بھر دیں
جس کے سر پر جو چاہیں تہمت دھر دیں
بچتے رہو ان کی تیزیوں سے اکبر
تم کیا ہو خدا کے بھی ٹکڑے کر دیں

کوٹھی میں جمع ہے نہ ڈپازٹ ہے بینک میں — قلاش کر دیا مجھے دو چار تھینکس میں

حال دیا ہے پیچر ہیں آپ — گو تقدس مآب سینٹ ہیں
شیخ جی پر یہ قول صادق ہے — جاہ و حرم کے آپ سیڈک ہیں
شیخ جی کو جو آگیا غصہ — لگے کہنے یہ بینک کر دیکھا
ہے تمہاری نمود بس اتنی — جیسے ح ہوڈی پر ٹ یہ لیبل

مذہب نے پکارا اے اکبر اللہ نہیں تو کچھ بھی نہیں — یاروں نے کہا یہ قول غلط تنخواہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں — کہ جنکو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

اکبر مجھے شک نہیں تیری تیزی میں — اور تیرے بیان کی دل آویزی میں
شیطان عربی سے ہند میں ہے بچوت — لاحول کا ترجمہ کر انگریزی میں

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ — گلے میں جو اتریں وہ تانیں اڑاؤ
کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسر — انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

شوق لیلائے سول سروس نے مجھ مجنوں کو — اتنا دوڑایا لنگوٹی کر دیا پتلون کو

نیکی کے حق میں کج ادائی نہ کرو — اللہ کے ساتھ بے وفائی نہ کرو
بیٹھو بھی رہو گے اور مرو گے بھی ضرور — کہتا ہوں کہ دعوی خدائی نہ کرو

اضافہ ہوئی مجھ سے گندم پہ سے — یہ لو تے سے کبھی اک خطا ہو گئی
یہ بھی قسمت رزق ٹوٹے جو دانت — عوض کوڑی کوڑی ادا ہو گئی

رہا کرتا ہے مرغِ فہم ستا کی — نئی تہذیب کے انڈے ہیں جا کی
چھڑی ہے اُن کی کٹوا کر فلک نے — خدا جانے ہماری ناک کیا کی
ابھی اڑ گیا ہے اس طرف سے — کہے دیتی ہے تاریکی ہوا کی

ہوئی جب آمدِ سری ہوا میں سر کہ پیشانی — ر شروئی کی جیلی جوڑ ہے کھچڑی ہو جب داڑھی
سوال اس پہ عبث ہے جب کہ بیتاو ہو کی ارزانی — جو کفار کعبہ پر ہیں تو دکھا مانند مسلمانی

کچھ ریوں میں ہے پرستش گرجو بیٹوں کی — سڑک پہ مانگ ہے تیلیوں کی اور بیٹوں کی
ہمیں ہے قدر تو بس علم و دین و تقویٰ کی — حرا لی ہے تو فقط شیخ جی کے بیٹوں کی

رت مال جیں مجھکو مبارک لے سیج — مجھ گنہگار کو ہے صرف تُس کا بی
حضرت حصہ ٹکٹ مجھکو دلا دیا اگر — رہنمائی کے لئے ہے مجھے اتنی کافی

شیخ صاحب دیکھکر اس بس کو ساکت ہو گئے — ماسٹر صاحب سب کمرور تقے پیت ہو گئے

سکھاتے ہیں تقلیدِ انگلش جو آپ — کہیں مفلسوں کو نہ مٹ کیجئے
بہ ستوں اگر پیر سٹے کا ہو — تو پھر سے نہ اپنے گلٹ کیجئے

کامیابی کا شدیتی یہ پہر اک در بستہ ہے — عو یچ طرارم سے کھولی مگر رستہ ہے

راہ ایسے پیچ ہیں ابرو سے تمہارے — جس طرح بابو کہ ہے بیگانگی تلوار سے

سینۂ مس کا کھانا دل مسا انگیر ہے — لوگ سچ کہتے ہیں ماد بحال مادانگیر ہے

سچ حی گورے نہ نکلے اور مجھے کہا یا — آپ ہی ملے یار ہیں تو سدولی یار ہے

ممکن نہیں لے مس ترا بوش نہ لیا جائے — گال ایسے یہ مراد ہوں اور کس نہ لیا جائے

ہر اک رمارک آپکا عقرب کا نیش ہے — مجھکو کبھی نہ عیر کا ہی سے درپیش ہے

مجھ سے کہا کہ گو رشتہ ہے را سحر — اس سے نہ کہہ ماکہ تو گو سرگیتس ہے

کہتے ہیں حرج کیا ہے جو مار کیجئے دو ٹیل — با مشکل یہ گر رہیگے ہم بل صرابط سے

سے بور جدا کبھی طالب رزق کا دوست — ازدھی کبھی تو پیٹ کی طرف حالی ہے

کچھ تک نہیں کہ حضرت واعظ ہیں جو شخص — ماد باشہ ہولہ ورا ہے دقت ہاں

اٹھ دسکے میں رش کے مالک جو دہیں — پکڑ لیا ہے جو اس سے انہیں الحمد اللہ ہیں

یعنی ازدسہ جیرا کتیں کے مذاق کی — ازدو سے کہہ میں جز دیں وہ ماف صاف ہیں

شیخ سے چھوٹے اچھے اکبر ہیں — اسی میں ماسک نکتی اس میں کھا کہ کھئے

سا ہداں معرلی کرتے ہیں مجھکو قبول — تال ہے ہاں یہ کہکر آپ کا لالوگ ہے

چہرے کر نیچے تہر ہے ازدھی کا جھول بحال — اس درد کو بحیا کیجے تفصیل حل سے

جب کہا کسو کا لو نہ دیجئے دل سیجئے — ہنسکے بولے آپکو سودا ہے مسہل لیجئے

ہم سے تب وصال وہ بے میل ہو گئے — افسوس اس الٹس میں ہم بدل ہو گئے

واسطہ کم ہو گیا اسلام کے عادوں سے — وہ گئی آخر مسلمانی مری تال سے

اب کہاں تک تنگدستی دہریا ایمان کیجے — ما کہا عشق تاں تو بیاں کیجئے

ہم بھی سمر ملنگڈ جو جاکے سدتے کہیں — ہم مے جے وہ بیٹھے ہمکو مسلمان کیجے

ہمارے اکسیں ہیں ہوا ہوکیا تعلیم بسوا کے — ہائے کرماوا ادہ کبھی گھرائیں امان ہے

ان کو کیا کام ہے مروت سے
اپنے رخ سے یہ منہ نہ موڑینگے

جان شاید فرشتے چھوڑ بھی دیں
ڈاکٹر فیس کو نہ چھوڑیں گے

اس اکھاڑے میں اڑنگہ دیکھکر قانون کے
شیخ نے مسجد سے ہجرت کی طرف ٹیلوں کے

راہ تو مجھکو بتا دی خضر نے
اونٹ کا لیکن کرایہ کون دے

اس تمدن میں پھیلے جا کے جو
جا لگا ہوں میں تو [illegible]

ہوتا ہے نتیجہ یورپ میں مال یا دولت
میں جو [illegible] ایشیا کے خالی بلا ہے

ایمان بیچنے پہ ہیں اب سب تلے ہوئے
لیکن خرید ہو جو علیگڈھ کے بھاؤ سے

دھمکا کے بوسے لونگا رخ رشک ماہ کا
چندہ وصول ہوتا ہے صاحب دباؤ سے

جنتی اس مس کی ہے کہ یہ جادو ہے
دل [illegible] ہے

ایسی پری اور مجھکو پیار سے تکے
القاب میں دیکھیے ڈیر [illegible] ہے

اس قدر ہے کہ سیہ پوش ہو
شیخ کی پیشانی [illegible]

مست تو یہ شراب فاقہ مستی لائی
پتلون کو کر دیا لنگوٹی اس نے

پردہ در کی راہ سے سکریٹیاں کھلنے لگیں
اب بہار سے وارث اٹھے ہی [illegible]

جو وقت ختنہ میں چیخا تو نائی نے کہا ہنسکر
مسلمانی میں طاقت خون ہی بہنے سے آتی ہے

عاشقی کا ہو برا اس نے بگاڑے سارے کام
ہم تو اے بی میں رہے اغیار بی اے ہو گئے

پردہ کا مخالف جو سنا بول اٹھیں بیگم
اللہ کی مار اس پہ علیگڈھ کے حوالے

کھائی مژگاں و نظر کی جو قسم بولا وہ شوخ
آپ اب قسمیں بھی کھاتے ہیں چھری کانٹے سے

معشوقہ مصور سنکر بول اٹھی وہ سوچ میں
[illegible] آدمی لوگ تھا یا کہ [illegible]

کمسن [illegible] سے کسی سے نہ ہو سکے
[illegible]

نکالا شیخ کو مجلس سے اس بات پہ کہکر
[illegible] مرنے کا ذکر کرتا ہے

جو کالج کی طرف جاتے ہیں [illegible]
[illegible] اللہ [illegible] ہے

انتخاب از کلیات دوم

ہم نے کہا جو اس سے ٹھکرا کے چل نہ ظالم
حیرت میں آ کے بولا کیا آپ بھی یہیں ہیں

پریوں کے عاشقوں کو سودا ہوا اصول کا
جو پھاڑتے تھے جامہ اب کوٹ سی رہے ہیں

میرے لئے شراب یہاں بھی ہے کیا حرام
اس شہر میں تو کوئی مجھے جانتا نہیں

رئیس کوئے گنگا کو پری کہتے ہیں
شیخ جو بس میں کہتا ہم تو مکری کہتے ہیں

اللہ کا حال کچھ نہ پوچھو
دیکھا نہیں نام رکھ لیا ہے

حسرت سب ترقی دختر کی تھی انھیں
پردہ جو اٹھ گیا تو وہ آخر نکل گئی

چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

شاعرانہ داد اچھی دی یہ مجھکو چرخ نے
تیغ اردو کا تھا عاشق خاں بہادر کر دیا

شاید تحقیق کے یہ میمون سمجھ لیں
انسان کی شکل جیسے میمون سا

پاجامہ بھی یہی ارتقا سے بدلا
سمٹا اکڑا عرصہ کے پتلون سا

حکم انگلش کا ملک ہندو کا
اب خدا ہی ہے بھائی صلو کا

پہلے ہم لوگ یہ سمجھتے تھے
ہر چہ از یار می رسد نیکوست

ہو گئی اب خیال کی اصلاح
ہر چہ از آپ می رسد نیکوست

نہ دنیا بجز سینم امید
ترقی را چو آمادہ برآمد

مارا فلک نشاندہ بپہلوئے ابلہ
مدہوشش کہ ہم ندانم و گریہ کرد

اکنوں کرا او مانع کہ پرسد بیا سر
کزیں چہ گفت و دل چہ شنید و دلم چہ کرد

نفت و مال ہزاروں آں شوخ
نور نہ ماند و آدمی گم شد

ہیئت را نہ سر میں جامے دستار
مرد تا معشر تو اند شد میرا

فقط بسکٹ ہی کھاتا ہوں ملا کے چائے — یہی بات سکھا ہوں میں رہا پر خشک

حقہ قائم ہے مگر وہ مذہبی تعلیم گم — مہر ابراہیم باقی دین ابراہیم گم

حسرت عشاق بار ارجا ہیں کچھ توجہ — ادھیا درتا اردو مس کی کثرت تسلیم گم

وہ مسلمانوں میں بھی بتاتے ہیں — کہتے ہیں ماں جاؤ بسا رام

پیری گردیدہ ہیں شیطاں کا احساں بھی تو — ترک لاحول پہ مجبور ہوا جاتا ہوں

شیخ تثلیث کی تردید تو کرتے ہیں کچھ — گھر میں بیٹھے ہوئے والیں ٹیڑھا کرتے ہیں

جنگل کے جو تھے سائنس وہ ریل کے ہیں پائیں — اٹلی کی جگہ سگنل قمری کی جگہ احسن

اسلام کی رونق کا کیا حال کہیں تجھ سے — کونسل میں بہت سید مسجد میں فقط جمن

پڑھے گنگناتے تھے لالہ تر نخن — نہ آنکھوں میں اچھی نہ دانتوں میں مسی

چھٹے ہم سے بالکل وہ اگلے طریقے — کہاں کھینچ لیجائے گا ہم کو انجن

شیخ پر گو کہ رشک آتا ہے — اونٹ کے سولوات جانتے ہیں

ہیں مگر اونٹ پر نہیں قائل — کام کی ہم یہ بات جانتے ہیں

ہماری محفلیں اب تک لطیفہ اجرائے ملوی ہیں — نہ احتشش تھے قبل پیکی اب اسپر کے ڈو ہیں

نہ لیسیں ہتھیار کا سپہ نہ روپہ — کہ مٹر کی کے دشمن سے جا کر لڑیں

دل سے ہم کو سے ہیں مگر — کہ اٹلی کی تودوں میں کیڑے پڑیں

شیخ صاحب کے تعلق کی نہ قلعی کھل جائے — لاٹ صاحب کا کہیں حضرت میں اظہار ہو

کر دیا یہ بختا سے بہ حال بیدہ — کہ ہستم اسیر کمیٹی وچیدہ

عمر گزر رہی ہے اسی رم کی طرازی میں — دو مہری پست ہے چندہ کی طلبگاری ہے

زباں اکبر کی اس طرح سخن پرواز کرتی ہے — سخن کی راہ میں ... طرار کرتی ہے

تدبیر حفظ جاں بقیہ ضرر ہے — اب قدرتاً مہموں کی لقمہ ضرر ہے

امداد ڈالتے ہیں وہ حکمت کے تاریخ کی — و سنگی ... [illegible]

ادائوں سے سوا بیدار کن اکسا کی سیٹی ہے | اسی سے شیخ بیچارے نے چھاتی اپنی پیٹی ہے

گل کھیلے ہیں یورپ کی طرف ملکہ کی کل | اسے سحر و سائنس بھلا کچھ تو ادھر کی

رات افسوس سے کہتے تھے یہ مسی بھائی | ہم سے ناحق ہیں الگ کالج سی بھائی کی

وہ لوگ جا پڑے کا اور یہ گیا کعبہ کو بھاگ | شیخ کا ٹٹو لوا کس سے ہی بڑھ کر تیز ہے

دیا آ کر کو تم سے لیٹی | ہو ہی سکے تم عرض کہ ڈپٹی

کرتے کیا ان سے کھیت خالی | کرائے ہم ایسی ٹیسٹ خالی

مکہ تک ریل کا ساماں ہوا چاہتا ہے | اب تو اکبر بھی مسلماں ہوا چاہتا ہے

کچھ الہ آباد میں ساماں نہیں بہبود کے | یاں دھرا کیا ہے بجز اکبر کے اور امرود کے

وہ مس بولی میں کرتی آپ کا ذکر ہے بار | مگر آپ اللہ اللہ کرتا ہے پاگل کا مالک ہے

کاش کر دے مجھے وہ صاحب ہوٹل منظور | کیک تو روز ہے اک رات تمھاری ہی سہی

اکبر دبے نہیں کسی سلطاں کی فوج سے | لیکن شہید ہو گئے بیگم کی نوج سے

ان سے بی بی نے فقط اسکول ہی کی بات کی | یہ نہ بتلایا کہاں رکھی ہے روٹی رات کی

ہے یہ عقدہ کسا قوم تو اک ان | ان کی کہو دیں گے جس بیچا ہے

[illegible] حاجت [illegible] کی اور کمائی کی | [illegible] لعنت ہے حال کی لاٹھی کی

اس کہاں دست حق یار گرماں کی تاں | [illegible] ادھر ہے تار کی

لے لیا تیر [illegible] میں ٹھیکہ دودھ کا | ریل والے [illegible] کہسار کی

ڈرتے ہے تم کو کم دست میاں واقف ہے کم حالی | حلوس ہو کا ملنا نہ تم حالی نہ ہم حالی

بتاؤں آپ سے [illegible] کرو کیسا ہوگا | بلاؤ کھانا [illegible] سنگ احباب [illegible] ہوگا

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست | می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ہوا آج جاری نے دوسرا سوال | کہاں نے صاحب سے ناصلال

کہاں جاؤں اس میں دراز راہ | وہ جھلا کے بولے جہنم میں جاؤ

شکر ہے ملت طبع مگس ہو لی — گر اس تصور سے تسکین ہوئی

کہ سب اہل یورپ میں کمی ذکر ہے — تو منتک جسم ذی ہے کوئی شئے

ہمیں یاس ہے کہ ہو نہ مقوا کبھی حریف مویز صاحب — نکالا ہو و مارے ہیں جو کچھ جناب عبد العزیز صاحب

دکار نیندہ سیم و زر از سیب دور رفت — ال حصور بود نہ پیش حصور رفت

شیخ اپنی رگ کو کیا کریں ریشے کو کیا کریں — مذہب کے جھگڑے چھوڑیں تو پیشے کو کیا کریں

واعظ سے کہا کہ ساتھ ہو میرے تو صبر — کہنے لگا بتا ہے تو کیا کریں

رہیں پھر کیوں کے آیا بیچ میں — وہ گو اسکول میں برسوں پڑھا کئے

زباں حال میں اگلے فسانے امر ماضی ہیں — جو تلواریں چلاتے تھے وہ اب اسپیچوں پہ راضی ہیں

مزا اڑتی ہے مجالس میں زباں ہی خوشامد کا — مزا ہوا سے تو رند دل کو نہ مفتی ہیں نہ قاضی ہیں

نام اللہ و رسول اس قدر یہاں کم سنتا ہوں — پہلے رائج تھے الا اللہ مسلمانوں میں

یاد کرتا ہے کرسمس ماہ لاحول کو — شیخ کو ملتے دیا کرتا ہے شیطان ان دنوں

مسائل مراسلت ہے تو عنوان سادہ چھوڑ — ماتحت کبھی نہیں رہ ہو المستعان میں

محال کیا کہ کوئی کہہ سکے بتا دی مجاز — اسی سبب سے بہت سہل ہے حساب کی مدح

لاکھوں روپئے کہ ہو جاتے ہیں اسکول — درس کا کورس پڑھا ہے مگر کم نہ کیا

انتخاب اکبریات سوم

اٹھا کر تو ابھی نہیں لیا ا و ا — اکا کام سے لطف و کرم کرتا تھا

خدا کے فضل سے ... — تا اسکے ... عصا ہم آتا

ہو ... اکبر نہ ... مرشد کی کی رستا کچھ بگڑ گیا — ای ... الٹا ہی دی اسے لوکر نہ کر ہی لگا اُرا کیا

کام اس ملک میں ... — مگر ہم کہہ کوئی بیمر مشد سے کیا

مال گاڑی پہ بھروسا ہے جنہیں اے اکبر
اُن کو کیا غم ہے گناہوں کی گراں باری کا

بھائیو تم کبھی ہندی کے مخالف نہ ہو
بعد مرنے کے کھلیگا کہ یہ تھی کام کی بات

بسکہ تھا نامۂ اعمال مرا ہندی میں
کوئی پڑھ ہی نہ سکا مل گئی فی الفور نجات

ظاہر تھا براق راہ عرفاں
چوں دم بر داشتم لیڈر بر آمد

کونسل میں بڑھا رہے ہیں طاقت اپنی
عاقل ہیں مگر ہیں بھوانی پرشاد

شیخ کہتے ہیں کہ ہیرو کی پرستش ہی ہے دھرم
ماسٹر کہتے ہیں اللہ کی بھی یاد نہ کر

مولوی ہو ہی چکے تھے مدرسہ کالج اس سے قبل
خانقاہیں رہ گئی تھیں اب ہے انکا انہدام

شب ٹاپے میں تھے وہ بنگلہ پر
صبح کے وقت جھلس پڑی وہ نیم

جب وہ بولے بجا سے کو گڑدیں گن
مرغ شاخ درخت لاہوتیم

بوڑھوں کے ساتھ لوگ کہاں تک وفا کریں
لیکن نہ موت آئے تو بوڑھے بھی کیا کریں

گو سمت اونچی ہے پرواز حریف
شیخ بھی کچھ کم نہیں ہیں ہم میں

ان کا طوطی بولتا ہے عرش پر
انکی مرغی بولتی ہے کمپ میں

تعلیم دختراں سے یہ امید ہے ضرور
ناچے دلہن خوشی سے خود اپنی برات میں

بنے رنگڈ میں مغربی کی رفاقت اسکو کہتے ہیں
ہوئے مدفون تک میں اصالت اسکو کہتے ہیں

بولے کہ رقص پر کس بات کی میں داد دوں
ہاں یہ جائز ہے مداری کو مبارکباد دوں

چرچ سے بہشت کمیشن کہہ یا اظہار میں
قوم کالج میں اور اس کی زندگی اخبار میں

یا تو کوئی کھلا نہیں گھر میں لگی ہے آگ
اب تھا گیا ضرور ہوا غور کیا کریں

کہتے ہیں بے وقار ہوں مرزا کو غم نہیں
کافی ہے یہ شرف کہ دواتی سے کم نہیں

اولڈ مر ادھر طرف بدنام ہیں
بیگم نہ ہو وارث اسلام ہیں

مفتی شرع نہ ہوں لیڈر اسلام تو ہیں
بوسے مسجد نہ سہی کمپ کے کام تو ہیں

اس شرط پر ہے ملک سے صلح آخر ہو گئی
قبریں جہاں وہ کہتے ہیں ترکیں اونکی ہم کریں

کسی کو بحث نہیں آج مذہب اور تین میں — سیاسیات کے نغمے ہیں دیس کی دھن میں

میری تصنیفوں کو سن کر وہ شوخ بولا — بیٹھو کی کیا سند ہے صاحب کہیں تو مانوں

مہربانی سے مجھے گودام کی کنجی تو دی — لیکن اس گھر میں نہیں آتی فقط گھن کو بکر

خوب اکبر نے یہ اڑائی تان — دیں ہے آنکھ اور مذہب کان

جیسا موسم ہو مطابق اسکے میں دیوانہ ہوں — مارچ میں بلبل ہوں تو جولائی میں پروانہ ہوں

ہمارے دم سے تا صدہ متوں کے مانے بیٹھے ہیں — ہمیں نے ان کو چمکایا ہمیں دوزخ کے کندے ہیں

یہ کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ پڑھے رہو — کہتا ہے اب یہ چرخ کہ کھاؤ پڑے رہو

قاصد ملا جیسا اس سے وہ کھلکھلاتے بولے لو — جدا یہ کہہ لیا یہ کہ کہ اچھا سلام بولو

قاعدوں میں من ستی گم کرو — شعر میں کہتا ہوں سمجھے کم کرو

خوب لڑوایا ہم دل کھول کر — مار ڈالا راویوں نے قوم کو

سرافرازی ہو ادھر مٹوں کی یا ادھر کاٹ مرکی — اگر سدرہ کی ہی آئے تو نہیں ارتقا کہیے

سبب کہا ہیں شے کہ یہ پانی آتا ہے کھٹکو کثیر — ہنس کے کہنے لگے اور آپ کو آتا کیا ہے

عام الزام ہے اکبر یہ کہ بیتا ہے کیوں — اسکی پرستش نہیں ہوتی کہ یہ کہتا کیا ہے

وہ دل کو جو کلیسا بنا کے چھوڑیں گے — اس ادھٹ کو جو حبشی بنا کے چھوڑیں گے

کریں گے آدمی یہ سلم بنا کے داخل — شراب کر کے ہر اک با بنا کے چھوڑیں گے

ترپ کا کی پر زور ہو چکے — جب لیو لا ہٹا تو رہ دا ہے

کمیٹی میں جدا دیا کیجئے — ترقی کے بچے کریا کیجئے

اسد ھنگی علم و جھنڈا ہے — صرف تعویذ اور گنڈا ہے

کیا ہے باقی حساب قبا ہیں — کچھ جو بیٹھے ہیں ان کو ٹھنڈا ہے

تاکید عبادت پہ یہ اس کو کہتے ہیں لڑکے — پیرہا بیٹا کبھی اکبر کی طرا [illegible]

ورنہ [illegible] صاحب کو [illegible] پاسے — [illegible] اکتش میں [illegible] وظائف پائے

تہذیب دم بخود ہے طمع کی گھسیٹ سے — حضرت بھی کام لینے لگے مار پیٹ سے

جب غم ہوا چڑھا لیں دو بوتلیں اکٹھی — ملا کی دوڑ مسجد اکبر کی دوڑ بھٹی

مسجد کے ممبر کہاں ان مفتریوں کے سامنے — دلیس کو جیسے ملایا یہ وہی کھا رہے ہیں

جو پوچھا دل سے اس جینے کا کیا مقصود ہے اکبر — شکم بولا کہ اسکی بحث کیا خادم تو حاضر ہے

حضرت اکبر سے کہہ دو قافلہ تیار ہے — اک ذرا ولیوستن کا ٹھٹھ آپ بھی کس لیجئے

عقل ہے اچھی کوئی کل لالہ مکلسرائے سے — جھک کے چلنا چاہیے ہم سب کو دکھلائے ہے

سید محمد جی کو فکر بھی ایک ایک کے دس بس کیجئے — وقت آ پہونچی کہ حضرت جان واپس کیجئے

قوم ضعیف تنگ ہے چندوں کی مانگ سے — کالج کے چھوٹے لپٹے ہیں ٹیڑی کی ٹانگ سے

بیٹو کی گذر ہے دال ہی پر — کالا اسطرح دال میں ہے

آمنو میں تو سب کے آگئے ہیں — عملوا الصالحات مشکل ہے

اشتی فنا کی بھی کیا جو ریل ہے — اس راہ میں ہر ایک پیسنجر کا میل ہے

کیا پوچھتے ہو دل کو مرے کیا مقام ہے — قطرے کے کارخانے میں غم کا گدام ہے

ہو دسمبر میں مبارک یہ جھل کو د آپ کو — خون مجھ میں بھی ہے لیکن مجھکو بیاگن چاہیے

اک ڈر میں کٹا گیا اتنا کہ نکلی تن سے جان — حد سے قومی میں بارے داں شاری ہو گئی

مسجد میں بھی معقولی تعلیم جاری ہو گئی — لیلی دعنوں میں آخر وہ حداری ہو گئی

یہ مصرع قافیے ہی کے لیے ہے جو سنا اسے اکبر — جو آخر الکھو کچھ علم سہی پیری تو باقی ہے

نہ سہی لطف لحم گھی ہی سہی — شیخ صاحب ... جی ہی سہی

زندگی کو ضرور ہے اک شغل — خیر با لفعل لیڈری ہی سہی

ان کو بسکٹ کے لئے سوجی کی تھیلی مل گئی — کمپ میں ... گیا مجنوں کو لیلی مل گئی

ستھے ... لیکن انکی لائف کیا کہوں — گھٹی در رنج گر ... پانی ہے سب ... گئی

شکم ہے حضرت انسان کی ذات یا یہ سکر — ... ہیں ... ثم

موج ہے دل میں مرے قافیہ پیمائی کی — جا کے گنگا پہ کہا کرتا ہوں سچے مائی کی

آنکھیں ساقی کی تھیں رسیلی — اب تک میں بچا تھا آج پی لی

شوہر افسردہ پڑے ہیں اور مرید آوارہ ہیں — بیبیاں اسکول میں ہیں شیخ جی دربار میں

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر — خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں

ذی علم متقی ہوں جو ہوں اُن کے منتظم — استاد اچھے ہوں مگر استاد جی نہ ہوں

آدم چھٹے بہشت سے گیہوں کے واسطے — مسجد سے ہم نکل گئے گیہوں کی چاٹ میں

دو اسے شوہر و اطفال کی خاطر تعلیم — قوم کے واسطے تعلیم نہ دو عورت کو

مسٹر کو رتھ بہو سمجھا ہے — خواہ موٹر ہو خواہ چھکڑا ہو

مرزا غریب چپ ہیں انکی کتاب ردی — مدعو اکڑ رہے ہیں صاحب نے یہ کہا ہے

جناب ہی کو مناسب ہے یہ اصول لائق — بیمار مند کو تو ستھرا ہی میں راحت ہے

مرغی نے کہا جو کسی کمپ میں لٹا کے — انڈا ہی اچھا ہے کہ بچہ بچے کھٹکے

کیوں اپنے سر پہ رحمت بلیو دیجیے — کونسل کے بدلے گھر میں اکٹھل کو دیجیے

ہر چند کہ ہے مس کا لونڈر بھی بہت خوب — بیگم کا مگر عطر حنا اور ہی کچھ ہے

قیمت کو ترے ٹرکو دیتے ہیں گھر کے دام — بے حسی کا یکدہ ہے غفلتوں کا دور ہے

بھرتے ہیں میری آہ کو ٹو ٹو گراف میں — کہتے ہیں بس لیجیے اور آہ کیجیے

جج کے دامن کو اکبر نے دبا لو سو جو کل — بہر برکت کیلئے اس مس کا سایہ چھو لیا

قوم پہ ممبری کا پھیر ہوا — کل جو اسا تھا آج پیر ہوا

شیخ جی مر گئے کمیٹی میں — حل بچا جا نہ تحریر ہوا

اک سیر نے تہذیب سے لڑکے کو ابھارا — اک سیر نے تعلیم سے لڑکی کو سدھارا

پتلون میں وہ تن گیا یہ ساڑی میں پھیلی — پاجامہ غرض یہ ہے کہ دونوں نے اتارا

سہرا وہ سالکیں میں رکتیں آیا — بی بی نہ رہیں [illegible] سالن پنٹی کی سدھارا

دونوں جو کبھی ملتے ہیں گاتے ہیں یہ مصرع — آغاز سے بدتر ہے سرانجام ہمارا

پنچ مسٹری جو ملے سمجھو اسکو جنون اچھا — یہ سچا ہے قول شاعر گزشتہ مضمون اچھا

کیونکر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز — جغرافیہ میں عرش کا نقشہ نہیں ملا

فرقت نے کہا کہ جا سکے آپ — کونسل نے کہا کہ کہاں گئے آپ

ہم ڈنر خواہی و ہم آرزوئے صنم — ایں خیال است و محال است و گزاف

کیا پوچھتے ہو اکبر شوریدہ سر کا حال — خفیہ پولیس سے پوچھ رہا ہے کمر کا حال

خدا کی راہ میں اب ریل چل گئی اکبر — جو جان دینا ہو انجن سے کٹ مرا کرنا

وصل کا اُس بت سے خود میں سے کوئی ہٹ کہاں — حرف دم میں کھلا سلف گورنمنٹ کہاں

رستگار ایک بوسہ ہے کافی دم وداع — لیکن مزا جو آئے تو دو تین کر لیں دیں

مسٹر علی مراد ہیں یا سکھ ہداں ہیں — لیکن عائشہ کو وہی با مدارات ہیں

ہمر کی ست یو کھیں کا ٹو دکھائیو — آل کا ٹو لیکے جا تو دکھائیو

جو چاہتے ہیں کہ عمر اعتدال کر رکھا — شیخ ہیں وہ سکہ کا خود اوال کر رکھا

شیطان نے ترکیب تنزل یہ نکالی — ان لوگوں کو تم شوق ترقی کا دلا دو

کافی ہیں امیروں کو تو ایسی گورنمنٹ — مذہب کی ضرورت تو غریبوں کے لیئے ہے

دل میں اب نور خدا کے دن گئے — ہڈیوں میں فاسفورس دیکھیے

دلیری سکھائی ہیں ہمکو یہ کہکر — کہ ہم سے ڈرنا بڑی بزدلی ہے

نظر میں تیرگی ہے اور رگوں میں ناتوانی ہے — مگر ورزش کیا ہے پرورش کی جان کا بانی ہے

ترلا دیا ہر اک کو سفر سے پاس کر کے — [illegible]

ترکی کے مولوی کو کیا تو تیغ جو کیا ہے — مذہب کی بات ہم کا عربی میں ترجمہ ہے

فکر ساری کی ہے [illegible] کی — اب [illegible] ہے انگلش [illegible] کی

مولوی اب کبھی [illegible] نہیں سکتی — کالج کے [illegible] نہیں سکتی

پیٹ مصروف ہے کلرکی میں — دل ہے ایران اور ٹرکی میں

ہو گیا ہے الہلال آماجگاہ تیر غرب — اس سے دور فلک کی چاند ماری دیکھئے

کھینچو نہ کمانوں کو نہ تلوار نکالو — جب توپ مقابل ہو تو (اخبار) تلوار نکالو

صیقل پرچۂ توحید ہوئی پیری سے — قل ہو اللہ احد خط ہیں جبیں پر ہے

صاف کہتا ہوں رہیں خوش یا ہوں ناخوش مولوی — آسماں اب چاہتا ہے مولوی کش مولوی

حج کو کیونکر جائیں کارِ خانگی کو چھوڑ کر — اتنی کثرت ہو جو بیویوں کی تو ملّی کیا کرے

شیخ جی کے دو تو بیٹے باہنر پیدا ہوئے — ایک ہیں خفیہ پولیس میں ایک پھانسی پا گئے

ڈائری میں ہو گیا تھا اختلاف اندراج — آ گئے خفیہ پولیس سے کل کراماً کاتبین

داڑھی خدا کا نور ہے بیشک مگر جناب — فیشن کے انتظام صفائی کو کیا کروں

رکٹ لٹ ہے نہ یاں کانٹا چھری ہے — اگر گھی ہے تو کھچڑی کیا بری ہے

وہ مس پلیس کی تھی جس میں گاتا تھا اکبر ہاتی — بسکٹ سے ہو ملائم پوری ہو یا چپاتی

ستانِ شمار اکبر شاہانہ ہو چلی ہے — مسجد الگ بنائیں اپنی میاں لقائی

ماموں میں نکل گئے اس عہد میں تو خیر — رہنا پڑا ہے نبیوں کو کھیلی کے بیٹوں میں

حقیقی اور مجازی شاعری میں فرق یہ پایا — کہ وہ جامے سے باہر ہے یہ پاجامے سے باہر ہے

لیڈر کو دیکھتا ہوں الفت نہ معرفت — کالج کے کبوتر پڑھ گئے دل پھیر میں

تعلیم اسکی ایسی جو گھر میں اپنے موت ہو — مذہب اسی کا بہتر جس کو پولیس پکڑے

طاعون کی بدولت اس کو بھی ارتقا ہے — جو مارتے تھے مکھی اب مارتے ہیں چوہے

وہ مانگتے ہیں یہ خوب بھائی گورن — دنیا ردی ہے اور مذہب جوڑنا

سایہ مدت ہوا عمارہ ستا — بانجوں میں بھی اب کھڑا ہوا

مغربی تعلیم ہو اور ہوم رول مانتا ہو — لاہ موسم ہے یہی نبیڈ کہ ہوا اور بیساکھ

حرج کیا ردیہ جو کا عبد کا ہیلا — ذکر کر ردی تو آپڑا کی رہی

بہوت کار نامہ اور تھا اُن کا ورحجم ستم   وہاں سینے میں قرآں تھا یہاں سینے میں سلطان

الانسان ضاحک صرف یہ تخلص معلوم ہے یا یہ کہ ایک وقت میں یہ مرحوم اودھ پنچ کے نامہ نگار تھے ۔ باقی حالات وغیرہ بالکل معلوم نہیں ۔ صرف تھوڑا سا کلام ملا ہے جو نقل کیا جاتا ہے ۱۹۰۵ء میں جب کسی یوروپین حاکم اعلیٰ نے ہندوستانیوں پر جھوٹ کا الزام لگایا ۔ جس سے متاثر ہو کر اکبر مرحوم نے یہ رباعی کہی تھی ۔

پڑھتا ہے جھوٹا سچ کی چھڑی تحت ہند میں   سچ کہتے ہیں جو جھوٹا ہوں کہتے تورو سیاہ
کیسے سچا ہم ہوں آپ تو ہیں ہمیں حکمراں   جھوٹے ہیں ہم تو آپ ہیں جھوٹوں کے بادشاہ

اسی زمانہ میں جناب الانسان ضاحک نے یہ نظم کہی ۔

جھوٹا نہیں بتاتے ہیں سالانہ بزم میں   کیونکر کہیں کہ جھوٹ کا الزام جھوٹ ہے
وہ صبح کو بتائیں اگر شام راست ہے   اور ہم بتائیں شام کو گر شام جھوٹ ہے
وہ کہہ رہے ہیں ہند میں تکلیف کچھ نہیں   ہم کہہ رہے ہیں ہند میں آرام جھوٹ ہے
آتی تھی سوتے سوتے نظر شکل ہند کی   پوچھا جو میں نے نام کہا نام جھوٹ ہے
انعام پاتے ہیں جو ہمارے گریجویٹ   انعام اسے نہ سمجھو یہ انعام جھوٹ ہے
مفلس ہوں گرچہ صدمۂ آلام میں اسیر   افلاس جھوٹ صدمۂ آلام جھوٹ ہے
تصویر بنا ہے اُس کے اگر آم رس بھرا   ہاں شاخ میں لگا بھی ہو گر آم جھوٹ ہے

بندہ جدا ہاں ہے یہاں پردہ جدا   دیں سچ راست ہے اسلام جھوٹ ہے
بادل ذرا سے سچ ہیں کیوں رسائیں ہیں چھپے   مطبوع ہند حصہ کلام جھوٹ ہے
کہتے ہیں وہ جو آئی کو استارعیں صدق   کہتے ہیں ہم جو اس کو بادام جھوٹ ہے

گردش کا اپنی گردشِ ایام ہے سبب — گو وہ کہیں کہ گردشِ ایام جھوٹ ہے
ادبار جسکا آگیا سب عیب آ گئے — آغاز جھوٹ میں سرانجام جھوٹ ہے

اسی طرح جس وقت فصیح الملک نواب مرزا داغ کا انتقال ہوا تو الاتسان فاحکہ صاحب کی مچلی شوخ طبیعت نہ رہ سکی اور جواب میں یہ قطعہ ارشاد فرمایا۔

یا دستِ بحرِ اجل نے مٹا دیا — گویا کہ داغ صفحۂ ہستی پہ داغ تھے
تھے باعثِ نشاط کبھی صورتِ قدح — بلبل تھے باغ گھر کے گلزار باغ تھے
گھراتے تھے ولایتی جیکر کی سیر سے — مخمورِ حسنِ کیفیتِ جام باغ تھے
مجلس میں ان کی پورٹ نہ وہسکی تھی بیں — سیدھی سکے سوتیا کی فقط کچھ ایاغ تھے
شائستہ لیڈیوں کا نہ مطلق تھا اشتغال — ہاں تھے تو اولیوں کے پیچھے سراغ تھے
باتوں میں چلبلے تھے طبیعت میں شوخیاں — روشن خیال تھے نہ وہ عالی دماغ تھے
کیسے کہا کہ تھے وہ نئی روشنی کے لیمپ — وہ تو الہ دین کے طلسمی چراغ تھے

المست - غالباً ایک فرضی تخلص ہے۔ تھیٹر کے رنگ کی ایک نظم جس میں موجودہ زمانہ کے دو، یا جنٹلمینوں اور لیڈروں کو ظرافت کی شیرینی سے شربت سا کر نصیحت کا زہر پلایا گیا ہے۔

تم صاحب کلکٹر مالک — تم شہر کے لیڈر مالک
تم اعلیٰ افسر مالک — تم مولوی مسٹر مالک
تم جان بہادر مالک
تم ہندو مشن در مالک — تم نور سے بہتر مالک
تم تیر محشر در مالک — تم لال دلبر مالک

تم خان بہادر مالک

تم دوڑ کے بنگلے جاؤ   تم ڈنر ٹھس ٹھس کھاؤ
تم کلب میں ناچو گاؤ   تم شیخی سے اتراؤ

تم خان بہادر مالک

تم صورت ایسی دیکھو   تم سیرت ایسی دیکھو
تم شہرت ایسی دیکھو   تم نخوت اپنی دیکھو

تم خان بہادر مالک

تم سید زادے کیسے   ہو شاید ایسے ویسے
صاحب کے کتیلے کیسے   یہ مدہوستا ہی بیسے

تم خان بہادر مالک

اس خان سے مرزائی   ہیں جیسے قلعہ مائی
کیا اچھی ناک کٹائی   کچھ کھوئی شرم اور لاج گنوائی

تم خان بہادر مالک

تم مال مشیعت والے   تم کمزور ... والے
پھٹکار اور لعنت والے   صوبا کے جیوں کے متوالے

تم خان بہادر مالک

تم کھاؤ مرغی انڈا   تم مارو سب کو ڈنڈا
تم گاڑو جھوٹا جھنڈا   تم یا کنکر انگلس کا ڈنڈا

تم خان بہادر مالک

تم گھوڑا ٹم ٹم رکھو   تم گوری میم رکھو
تم مرغ ... رکھو   تم نوکر اور دام رکھو

تم خان بہادر مالک

الست تیرا ہی آیا   تم سچا گو ڈھونڈ لایا

تم ہست ہست پہاڑا گایا   یہ نغمہ خوب سنایا

تم خان بہادر مالک

اصیل - تخلص ہے مرحوم ... الکمال سید محمد علی صاحب کا - جنکا اصلی دولت ... ضلع ملتان پور تھا - مگر ایک عرصہ سے لکھنؤ محلہ حسین گنج میں قیام ہے - آپ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں نہ صرف شعر گوئی کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ آپ ایک مسلم الثبوت استاد کامل ہیں - آپکے علمی و ادبی کارناموں سے ملک کا گوشہ گوشہ واقف ہے - آپکو سلسلہ ظرفا میں شامل کرنا آپ کے لئے درجہ تنزل کم ہے مگر چونکہ دور سابق کے آپ ایک نامور مشہور و معروف ظریف نگار تھے اور مدتوں تک آپ کے علمی ادبی مقالہ جات اور ان کے ساتھ آپ کی ظرافت لطیفہ بھی شائع ہوتی رہیں لکھنؤ پنچ اودھ پنچ کے ابتدائی دور میں بھی کام کیا - اور نہایت ہی شائستہ اور ملائم طریقہ سے اسکی خدمت انجام دی - اس لئے تذکرہ لکھنے کا گناہ ہوگا اگر ہم آپکا ذکر نہ کریں - آپکا سن شریف کم از کم اسی ۸۰ سال کا ہوگا مگر زندہ دلی اور ظرافت کی ایک تصویر ہیں - صوفی پاکدل ہونے کے علاوہ علمی شغف یہاں تک ہے کہ ہر معمولی سے معمولی لفظ کو بغیر تحقیق و تدقیق کے استعمال نہیں کرتے - نظم میں زیادہ تر زبان سے بااتفاق [illegible] گا اسکی بات [illegible] آگرہ [illegible] رشتہ دار تشنہ لبی اور [illegible] کے مجمع [illegible] کا موقع [illegible] اگرچہ آپکا کلام طلب کیا بہت کچھ ہے مگر میسر جو کچھ مل سکا وہ حاضر کیا جاتا ہے -

ایک نظم معروف بہ خیالات عمیق جنوری ۱۹۰۵ء میں آپ نے لکھی تھی جس کا ہر شعر ظرافت کی نہر کا ایک موج رواں معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے بطور تحفۂ سال نو اودھ پنچ کو پیش کی تھی۔

مشفقو میں کیجئے کیا عرض حال — سابقہ اعمال کا سنئے مآل

دل مریدی کا بڑا ہو کیا کہوں — جان سے خود کے بالکل ملک ہوا

زندگی ایسی ہوئی مجھکو وبال — ہے کسی کا تذکرہ میرے حسب حال

حکم خود دی دوا مجھکو جدا مت — اچھے خود کی لفریادر واسطہ

سنت شارع محمد کی صلاح — اک عقیدہ تھا کیا میں نے نکاح

وہ نکاح سب حیر الورا — میرے حق میں ٹکڑوں ذا ہو گیا

حال میں ار حمنا بال انتشرت — در گلہ کم سے معیار اسے ٹوٹا

سے اجارے خود رو مانسے کہیں — من کہیں آتا ہیں جاتا ہیں

کیا کہوں ساعت جو آئی اک بار — جو دوسری سسر پہ چڑھی سوار

جاری عاملی ارشاد کر کے میں ٹھس — لوٹا پتیلا کر کے رہ ساتھ

رکھیک ٹرکیوں کیسے مریا کی — بیس اپیل باہ میں اکر ٹھیری

خود وضاحت سے کچھ پوچھا گچھا — گھر میں سے ٹی جاتا چلے یا

کی یکستی سے مانا دہ — جیسے حنبلیوں کا ہے قاعدہ

صبح سے الذ صبر لگتا مسا — ر رکھ اک مر پھیا سکا کیا

اسا خیال آیا کہ کیا کیجے علاج — ہم صاحب ہیں بہت بد مزاج

وہ لوٹے گی کہے اس کے ماں — کیا کروں کا سا اس کہیاں

کچھ جو آئیں باہیں تو اس کہ دیا — علیحدہ سرا گر ہو جائے گا

میں جو کچھ کہ ڈالا سامنے آئیگی — وہ جو نکڑ بیگی لڑا سامنے آئے گی

سوچتا تھا یا الٰہی کیا کروں ‏ جان تھی تنہا اور دل بے سروں

دیکھتا ہوں سامنے اتنے میں کیا ‏ اک مجسم دیو آتا ہے چلا

کچھ عجب اک ڈھو کا ڈھو تھا وہ بشر ‏ ڈر گیا میں اسکی صورت دیکھکر

جب برابر میرے بالکل آگیا ‏ میں نے با صد وضع ادب یوں کہا

ولی عہد آیا ہو کہاں سے کون ہے ‏ پوچھنا کیا لادا ہے جس نے ڈون ہے

وہ لگا کہنے نکس اسے ہوا جب گوس ‏ میں رکاول ہوں ہم اگر رہ فروش

سن کے اس کی بات کو میں خوش ہوا ‏ اور دل ہی دل میں اپنے یوں کہا

عقل معقول آگیا ہے خوب یاد ‏ اس کو لے چلئے مکاں پر اپنے ساتھ

لیکے ہمرہ اس کو قصہ مختصر ‏ ہو گئے خوش خوش تا در بکسات

چپکے چپکے گھر کے اندر میں گھسا ‏ سا سا پوچھے کو بلی کا ہوا

گڈا میں نکرچے ... دیکھکر ‏ درج وصل اطرح کر ڈالا مگر

... ن مہاجب یہ سمجھو شک ہے ‏ وال کی بات جو ہے وہ میک ہے

دال جو دال ماش کو جا ہا مرا ‏ حسبہ میں ہیں گک کی دل بھر کیرا

الغا یا ایک آ ... سا سکا بلی ‏ لگا آتے ہوئے مجھکو اکھی

سا ہو سا ہو اسے اکٹھیں لا بر ‏ اس کو ... ہی ہی ہٹا آیا موٹی پیا

گونکے اتنا گھر میں ناخوب ویراں ‏ الغرض ایا میں پھر آ کے پاس

چونکہ ہے سودا ترقی کا مجھے ‏ ہمیگا دینگ اس سے ترقی پانے

شکر کرنے لگا میں اسے پور ر ‏ سچے مرے ... ہوگا کیوں

ہوگا ... یا اور ہیگا کا تمہا ری آیا ‏ یا ... کا کیا تو ربا

... کے دنیا میں ترقی ‏ ...

وہاں ... ‏ ...

کریں ہمت کسب کوئی سیکھ لو — رنج ہٹنے تاکہ اور دل کو خوشی ہو

آجکل حال ہے جو صنعت کا کمال — جسنے سکھائے اہل ایران کے بھی کمال

سیکھئے جاکر وہاں کوئی ہنر — [illegible] کی [illegible] سے سیکھئے ہنر

سکھے [illegible] باتیں وہ کامل کاریگر تھا — یک بیک جھنجھلا کے یوں کہنے لگا

کے حرفی اگر وہ [illegible] — خرچ [illegible] داد ستاع راؤ [illegible]

ہینگ باشد دافع دردِ شکم — ہینگ باشد دافع [illegible] اتم

ہینگ باشد حملہ علت را دوا — ہینگ باشد [illegible] وبیں [illegible]

ہینگ [illegible] ہر کہ او بیمار بود — [illegible] دالش [illegible] بیمار بود

[illegible] وج [illegible] ہینگ — قالدش را تازہ [illegible] ہینگ

اگر [illegible] ایں [illegible] — قید [illegible] سال

[illegible] دال [illegible] — [illegible]

غزل

آجکل ہے کچھ سپہر یاد میں — [illegible] رہا ہے جگر یاد میں

سیکڑوں جار [illegible] ٹوٹ کر — رہ گئے ہیں [illegible] یادوں میں

رستے [illegible] آج کل — [illegible] کرتے ہیں [illegible] یادوں میں

مدگانی [illegible] گھر میں — [illegible]

مشق میں [illegible] آسمان رفتار کے — آگیا [illegible] یادوں میں

[illegible] — کاٹتے ہیں سب کو [illegible] یادوں میں

[illegible] — [illegible] کا [illegible] اچھا ہے

مطلب بر رہیں سے نہ اٹھے سے قرض — گاڑھا دھوتر کا لباس اچھا ہے

ہم دورِ اندیش لاکھ تھکا سے گئے — آپ ایسے گھوگے اپنی ہی گاس کے گئے

کچھ لاج رہی ہیبت رہی اور یہ راسے — جب مانڈلے لالہ لاجپت بلائے گئے

واعظ پیر مغاں تو کیوں ہنس — لیکن سمجھا کبھی کوئی محسوس نہیں

لٹیا ہی ڈوبی پیکے ملکیش دیکھیا — یاد ہے تو تیرا معکوس نہیں

اب ایسا حسن مقام یہ پایا رفقا کو — تذکرہ کچھ مختصر ہوگا یاروں کے یاد ہیں

یعنی یہ دیکھا کہ اک بوستانِ حیراں — فیض عمر سے جس جگہ سروِ چمن آرا ہیں

ناگہاں وہ شوخ آکر مجھ سے یہ کہنے لگا — آپ کو سکو پوچھتے ہیں کیسا بلما دیں

انتظام مملکت کہتے ہیں ہمکو حاصل عام — پوچھئے اُس سے کہ یہ لالہ جیسے استاد ہیں

کفر کا قول دھن اس کا وسلہ لالہ ہے کہا — آپ کہتے کیہ سنتے ہیں ہم مورد بلا دیں

اور سوا ملکے سنی ہے آپ کی ایچ پیچ بھی — ہم کہیں ظالم کہیں قاتل کہیں گھلا دیں

[illegible] آتا ہے کہ الدین دیجئے ڈال کے تجھے — کیوں تہ آئی شہری کی ہم چلا دیں

کل مجھ سے کنڈ پوسکے ہمسرے یوں کہا — کچھ ملک و قوم کی بھی مدارات چاہیے

دیکھیے پادریوں کی ضرورت ہے ملک کو — کتاب چاہیے اور اتحاد اب چاہیے

اک حق حضور جان ہمادر کا ہے یہ قول — صاحب کے ادام سے ملاقات چاہیے

عالم کی پوچھیے تو مقولہ ہے اسکا — اک کوہ تو دی [illegible] و مرات چاہیے

[illegible] چاہیے [illegible] — [illegible] بات چاہیے

کے رہنے والے تھے۔ مگر جائے ولادت مرشد آباد تھی۔ ان کے والد خود بھی پختہ مشق شاعر تھے۔ انشا جب سیانے ہوئے ان کی تعلیم و تربیت اس زمانہ کے شرفا کی طرح کی گئی۔ اور عربی فارسی وغیرہ میں نہایت زبردست استعداد پیدا کرائی گئی۔

انشا کی شاعرانہ طبیعت چند روز میں اپنے اصلی رنگ پر آگئی۔ مشق شعر و سخن شروع کی ابتدا میں اپنے والد بزرگوار کو اپنا کلام دکھایا۔ انشا کی شاعری کا سرسبز پودا مرشد آباد ہی میں پھلا پھولا۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں ہندوستان میں ہر طرف تباہی کا طوفان امڈا ہوا تھا اسی لئے ان کو بھی مرشد آباد چھوڑ کر دلّی آنا پڑا۔ مگر آج کل دلی کا دربار ایک خانقاہ درویشانہ تھا۔ وہ شاہانہ عظمت اور زبردست بانی تھا، وہ اقتدار تھا دلی کا شاہی تاجدار شاہ عالم بادشاہ عماد الملک وزیر کے ہاتھوں شاہ شطرنج بنا ہوا تھا۔ بے بسی اور بے کسی کی زندگی بسر ہو رہی تھی۔ مگر تاہم ابھی وہ غریب نوازی اور بندہ پروری کی روایات قدیمہ زندہ تھیں۔ یہی سبب تھا کہ ہر ذی کمال اہل ہنر کی پہلی خواہش ہوتی تھی کہ وہ دربار شاہی میں داخل ہو۔ اسی بنا پر انشا کو بھی داخلہ کا شوق چرایا۔ چونکہ اہل کمال بھی تھے اور ساتھ ان کی لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی کی چار طرف دھوم تھی اسی لئے آسانی کے ساتھ دربار میں داخل ہو گئے مگر وہاں جا کر معلوم ہوا کہ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں۔ دربار نام کا دربار ہے باقی اللہ کا نام ہے۔ پھر بھی تنگ آمد بجنگ آمد [illegible] اہل ہوا۔ [illegible] زمانہ ساز کی مشہور ضرب المثل پر عمل کر کے چاہا چاہا چپ رہ جائیں اور اپنی عزت بنا لیں اور جوہر ہنر دکھائیں۔ مگر انشا نیوں سے ان داؤں [illegible] اس [illegible] کو گل وگلزار بنا رکھا تا کہ بیت تک آخر گھبرا گئے جی اکتا گیا۔ اور لکھنؤ کی طرف رخ کیا۔ لکھنؤ اس وقت آرام کا گھر تھا۔ گزشتہ کئی سال سے دلی والوں سے آباد تھا [illegible] بیان نوازی کی شہرت

موجود تھی۔ جیسے ہی یہ لکھنؤ پہونچے مرزا سلیمان شکوہ کے دربار میں ان کو جگہ مل گئی۔ مرزا
سلیمان شکوہ شاہ عالم بادشاہ کے بیٹے تھے۔ انھوں نے کچھ انشا کے علم و فضل اور رنگین
مزاجی کی قدر کی۔ کچھ اپنے باپ کے درباری ہونے کا لحاظ کیا۔ غرض کسی نہ کسی صورت سے
یہ ان کے شاگرد ہو گئے۔ انشا کو تنخواہ تو نہیں مگر کچھ نہ کچھ اطمینان ہو گیا اور مدت کے آنسو
تھم گئے۔ چند برس یہ اطمینان کے دن رہے تھے رہے مگر آخر الامر علامہ تفضل حسین خاں کے
وسیلے سے نواب سعادت علی خاں کے دربار میں پہونچے۔ اور اسقدر مقرب بارگاہ ہو گئے کہ
نواب کو ان کے بغیر کسی وقت چین ہی نہ آتا تھا۔ انشا کی رنگین مزاجی نے کچھ نہ کچھ نواب کو
بھی رنگین کر دیا تھا۔ مگر فطرتاً نواب نہایت ہی سادہ مزاج۔ خاموش طبیعت۔ اور سنجیدہ
تھے اب یہ عالم تھا کہ جلوت اور خلوت میں دم بھر کے واسطے بھی سید انشا جدا نہ ہوتے تھے۔
ایک غیر مطبوعہ کتاب جو مشہور بھی نہیں ہے لطائف السعادت کے نام سے مجھے ملی تھی۔ یہ انشا کی
تصنیف تھی اور اس میں نواب کے حکم سے انشا نے وہ دلچسپ لطائف اور باتیں جمع کی ہیں جو
نواب میں اور ان میں خاص خاص مجلسوں میں ہوا کرتی تھیں یہ کتاب مدتوں میرے کتب خانہ
میں رہی اب میر جالب صاحب ایڈیٹر ہمدم کے یہاں ہے۔ اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم
ہوتا تھا کہ نواب سے اور ان سے اتنی بے تکلفی تھی کہ اس سے زیادہ محال تھی۔ مگر ہم لکھ چکے
ہیں کہ نواب کے مزاج میں یہ رنگینی جو انشا کی صحبت سے پیدا ہوئی تھی۔ وہ فی الاصل متین تھے
اور انشا سر تا پا ظرافت۔ سادہ طبیعت تدریجاً بدلا کرتی چنانچہ اسی افراط و تفریط کی
بدولت یہ نوبت پہنچی کہ نواب کو کچھ رنجش پیدا ہوئی اور اسی کی یاد داشت میں ان کو ۱۲۲۵ھ
میں دربار سے الگ ہو جانا پڑا۔ نواب نے اسکے بعد ان کو یہ بھی حکم دیا کہ ہمارے دربار کے
سوا اور کہیں نہ جایا کرو۔ اسکے بعد یہ ستم کیا کہ تنخواہ بھی بند کر دی۔ ایک تو آمدنی نہ
رہی ادھر یہ کہ انشا اللہ خاں کا جوان بیٹا مر گیا اور انشا کی اسی غم میں دیوانوں کی سی
حالت ہو گئی

آزاد نے اسی واقعہ کو اپنی رنگین بیانی سے آبحیات میں اتنا چمکایا ہے کہ پڑھنے والے کی آنسو نکل آتے ہیں - لکھا ہے کہ مجنون ہوئے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے - مگر دراصل یہ واقعہ بالکل غلط ہے - آزاد لکھتے ہیں کہ میاں رنگین بیان کرتے ہیں کہ میں سوداگری کے لئے گھوڑے لیکر لکھنؤ گیا اور سرائے میں اترا - شام ہوئی تو معلوم ہوا کہ قریب ہی کہیں مشاعرہ ہوتا ہے - کھانا کھا کر میں بھی جلسہ میں پہونچا - ابھی دو تین سو آدمی آئے تھے لوگ بیٹھے باتیں کرتے تھے - حقے پی رہے تھے - میں بھی بیٹھا ہوا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میلی کچیلی روئی دار مرزئی پہنے سر پر ایک میلا سا پٹکا - گھٹنا پاؤں میں تکوں کا توڑا ڈالے ایک لکڑی کا حقہ ہاتھ میں لیے آیا اور سلام علیکم کہکر بیٹھ گیا کسی کسی نے اس سے مزاج پرسی بھی کی - اس نے اپنے توڑے میں ہاتھ ڈالکر تمباکو نکالا اور اپنی چلم پر سلفہ بنا کر کہا کہ بھئی ذرا سی آگ ہو تو اس پر رکھ دینا - اتنے میں آوازیں بلند ہوئیں اور گڑگڑی سٹک پیچوان سے لوگ تواضع کرنے لگے وہ بے دماغ ہو کر بولا کہ صاحب یہاں ہمارے حال پر رحم کرو - نہیں تو ہم جاتے ہیں - سب نے اسکی بات مانی دم کے کے بعد پھر بولا کہ کیوں صاحب ابھی مشاعرہ شروع نہیں ہوا - لوگوں نے کہا کہ شاعر لوگ جمع ہو رہے جاتے ہیں - سب صاحب آ جائیں تو شروع ہو وہ بولا کہ صاحب ہم تو اپنی غزل پڑھے دیتے ہیں یہ کہکر توڑے میں سے ایک کاغذ نکالا اور غزل پڑھنی شروع کردی غزل یہ تھی "کہ اب دیکھئے ہو کے چلیے جہاں اب آ بیٹھے ہیں -

مولوی عبدالحی صاحب مرحوم اپنے تذکرہ گل رعنا میں لکھتے ہیں کہ یہ قول انشائی ان باتوں کی اصل بنیاد نہیں ہے جوانی کے - ان اور بیچارگی کا ماجرا بیان کیا جاتا ہے - [illegible] اس غزل کے چند اشعار تذکرہ مصحفی میں ہیں - جو اس زمانہ میں لکھا گیا ہے جس وقت انشا لکھنؤ آئے بھی نہ تھے مصحفی نے ذکر کیا ہے دہلی کا ہی حال، [illegible] مرکز [illegible] دہلی میں اکیلے تھا - اور راقم وغیرہ ترک دہلی [illegible]

خود میں نے ایک غیر مطبوعہ نسخہ انیس الاحبا مصنفہ موہن لال انیس میں دیکھا ہے
کہ وہ آخر وقت تک مشاعروں وغیرہ میں شریک ہوتے تھے اور جنون وغیرہ کا اس میں
کہیں ذکر نہیں۔ یہ تذکرہ انشا کی حیات میں لکھا گیا یا اُن کی وفات کے دو چار برس بعد
مصنف تذکرہ اُن کے دوستوں میں تھے۔ افسوس کہ اسوقت وہ تذکرہ میرے پاس
نہیں ہے ورنہ مفصل لکھتا۔ بہرصورت اسمیں کلام نہیں کہ انشا کی زندگی کا آخری زمانہ
تکلیف میں گزرا۔ اور انہیں مصیبتوں میں ۱۲۳۳ھ میں وہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے رخصت ہو گئے

انشا کی تصانیف بہت سی ہیں جن میں سے دریائے لطافت سب سے زیادہ مشہور و
معروف ہے۔ دیوان بھی کئی ہیں جو ایک کلیات میں شامل ہیں۔ کئی سے میری یہ مراد
ہے کہ ایک فارسی۔ ایک بے نقط۔ ایک اُردو کا دیوان ہے۔ مثنویاں قصیدے رباعیاں
بہت سی ہیں۔ ان کی شاعری کی نسبت بیان کوئی رائے دینا ضرورت ہے۔ البتہ
ظرافت کے متعلق یہ کہنا ضروری ہے کہ وہ خلقتاً نہایت ظریف۔ ہنس مکھ بشاش واقع ہوئے
تھے۔ اکثر تذکرہ نویسوں کا خیال ہے کہ درباری شاعر یا والی دربار کی مصاحبت کی وجہ
سے انہیں ظرافت کی ضرورت پڑی تھی۔ مگر میں اس کے خلاف ہوں حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ
درباری مصاحب اور شاعر کبھی نہ ہوتے تب بھی ایسے ہی ظریف ہوتے۔ آپ کبھی دیوان کو دیکھئے
[illegible] اور [illegible] جا اور بیجا سب جگہ ان کے تمسخر اور مزاح کی شان موجود ہے تذکرہ
گلشن بے خار کا وہ جملہ [illegible] کام دیتا ہے۔ اگر میرے خیال ہے تو [illegible]
اسی لئے ہے کہ شیفتہ مرحوم کو یہ لکھنا تھا کہ بحر ظرافت ہیچ صنف را بطریقہ راسخ شعرانہ گفتہ۔
حقیقت یہ ہے کہ انشا ظرافت ہی کے لئے پیدا ہوئے تھے اور اگر وہ صرف ظرافت ہی [illegible] کبھی
اُن کا علم و فضل اتنا ہی مسلم ہوتا جتنا آج ہے

ان کی ظرافت کے اقسام کیا کیا ہیں [illegible] ملاحظہ کرنا ہے [illegible]
[illegible] ظرافت کے دریا [illegible] کوئی کنارہ [illegible] کا اندازہ کرنا [illegible]

اُن کے ظریفانہ انداز کا سب سے بڑا نمونہ سمجھئے۔ بعد ازاں داڑھی وغیرہ کا نمبر آتا ہے
ہر صورت ہم اُن کی ہر قسم کی ظریفانہ شوخیوں میں سے کچھ نمونے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔
مگر قبل اس کے کہ نظم کا حصہ شروع کریں۔ اُن کے کچھ لطائف لکھے دیتے ہیں تاکہ معلوم
ہو جائے کہ وہ جو کچھ کہتے تھے از راہ تکلف و تصنع نہ تھا بلکہ ان کی فطرت ایسی تھی۔ ان کا
وجود اُن کی اسی محض ہنسنے ہنسانے کے لئے پیدا ہوئی تھی لطف یہ ہے کہ جس رنگ میں
کوئی شعر کہتے ہیں۔ یا جس قسم کی ظرافت سے کام لیتے ہیں اسمیں کسر باقی نہیں رکھتے۔ کیا
مجال کہ کہیں اعتراض کیسا نظر غور کر دیکھنے کی بھی گنجائش نکل آئے کوئی بات سرزد ہو
معاذ اللہ۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمر بھر انھوں نے اسی رنگ میں مشق کی ہے۔ اور یہی رنگ
عمر بھر رہا ہے۔ وہ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر جواب دیتے تھے۔ چنانچہ چند لطیفے درج کرتا ہوں۔

ایک رات کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور گرمی کے دم سے حال تھا۔ ٹوپی اتار کر
علیحدہ رکھدی سر گھٹا ہوا تھا تو اسکے دل میں جو ترنگ اٹھی۔ ہاتھ بڑھا کر گنجے سر پر ایک
چپت دی۔ آپ نے جلدی ٹوپی سر پہ رکھ کر کہا۔ بزرگوں کی نسبت بد عمل نہ کرنا بڑی بری
بات ہے۔ تو اس نے کہا کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ساتھ ننگے سر کھانا کھانے سے
شیطان دھولیں لگاتا ہے۔

ایک مرتبہ نواب نے دفتر والوں کو حکم دیا کہ سب خوشخط لکھو اور جو کوئی غلطی
کرے گا فی غلطی ایک روپیہ جرمانہ کیا جائے گا اتفاق کی بات ایک بڑے قابل مولوی
صاحب نے فرد حساب میں اعداد کا عین غلط لکھ دیا۔ نواب صاحب نے کہیں
دیکھ لیا۔ مولوی صاحب نے [illegible] تا سر پر رہ گئے اور بادیلوں کے انبار لگا دئے
[illegible] اور [illegible]
[illegible] کو [illegible] کردیا۔

[illegible]

گو ہوں احسا سکے مسے جو پیرا آگے　　لیکن یہ ہی اپنچ اچھا کیا

ترمیم کے قاعدے سے سما لکھئے　　اور لفظ حرد حسا کو سمجھا لکھئے
گر ہکا احی ہ لکھے ہوشے لکھا　　و کرکے رحم اسس کو اخسا لکھئے

احساس کے بدلے لکھئے احسا کیا خو　　قا دس کے رعد کا گر جبا کیا خوب
اردوسے لغت سی اپچ لے لی ہے　　اس تان کے پیچ کا اچھا کیا خوب

احساس کے موعض یہ احسا آیا　　سلسلے علوم کا یہ سمجھا آیا
اخسا جیسے ستاکا ں بردیار نہیں　　ہم لعب کالو ایمتا آ یا

واسطے کہیں اور ہ رکھا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ کوئی نہ آسے پہرہ لگوادیا تھا
مگر انشا کو کوئی ضروری کام تھا ۔ آخر عورتوں کا لباس بدل ناک پر انگلی رکھ کر اسکے
سامنے جا کھڑے ہوئے اور سے ا ا سے حو کہ حکم دے کہا تھا کہ کوئی نہ ا ے ۔ اسے یہ ہوسکے
ارا عورما پرس آ ے ۔ ا لعو لی ' ورا آ یہ تھ حا ا ے

میں تو کہتی ہی ، رکھوا و مرے سیاں راہ　　سدی رکھو لیکی توسے بدلے ہزاری روہ

ایک مرتبہ لب دریا چلے جارہے تھے ایک حویلی نظر آئی جس پر تاریخ لکھی تھی رع

حویلی علی نقی خاں بہادر کی

کسی نے کہا کہ استاد انکو کیا تاریخ کی ہے د اا ۔ رباعی لوکر دہ ل ا حو ا ہے سے
ی البدیہہ کہا ۔

نہ عربی نہ فارسی نہ ترکی　　نہ سم کی نہ تال کی نہ سر کی

یہ تاریخ کہی ہے کس لڑکی　　　جو یلی علی نقی خاں بہادر کی

فائق جو ان کے معاصر تھے انھوں نے انشا کی ہجو کہی انشا نے صلہ میں پانچ روپیہ دیئے اور کہا۔

فائق بے حیا چو ہجوم گفت　　　دل من سوخت سوختہ بہ

صلہ اش پنج روپیہ دادم　　　دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ

انھیں فائق نے جھگڑا بیاں ہو چکا ایک مرتبہ ید کو بہ تشدید لکھا۔ انشا کو ایک سامانِ تمسخر مل گیا ایک قطعہ لکھ مارا۔

چہ خوش گفت فائق شاعر غرّا　　　کہ چوں دہان او دہن رسا باشد

یکے شعر ما نہ کہ در چند وزن　　　سود جو اندہ و شک ابھے بیا شد

دراں لفظ ید را بہ دال مشدد　　　نوشت است داں علما اصلا باشد

شنید ایں سخن را چو گرد سخن　　　رالتا کہ ہم رشتہ اصلا نباشد

بگفتا کہ من شاعر حق نکرم　　　چو من ہیچ مقبل گو ما باشد

تو گلستاں را ندانی درست　　　ترا ہیچ شعور و ذکا باشد

سعدیا دا استاد است ما را　　　بہ کلام ما ہیچ خطا نباشد

چو تشدید در شعر ضرور افتد　　　تشدید صحیح حسرا نباشد

گیاں حیدر ساہوکار کی ماتھ واڑھی میں ایسی ہجو لکھی ہے کہ تلوار تیغ تیز معلوم ہوتی ہے جس سے اسکی عزت تک کا خون بہا دیا گیا ہے۔ مردوں کھٹملوں وغیرہ کی ہجووں میں پوری پوری مثنویاں نظم کر دیں۔ مصحفی سے اچھے تو اپنے ہی آگے وہ وہ ادا کہاں کہیں کہ توبہ ہی توبہ ہے جیسے شیخ مصحفی کے ذکر میں لکھیں گے انشا کے لئے کوئی بھی مرد کہ نہ تھا کہ وہ جس سے ہرل یا ظرافت یا ہجو کا ارادہ کرتے تھی ایسے تھے لکھیے میں غزل کہیں اسوقت بھی یہی عالم تھا۔ قصیدہ لکھے تو کئی ہی رنگ ہا اس رہتا وہ جاں سے ر

اس قسم کے سٹے اس کے بعد ریختی کا رنگ دیکھیے۔

لیا گر عقل نے منہ میں دل بیتاب کا گٹکا   تو ہو گی جی دھڑا رہ جائے گا سیماب کا گٹکا

صنم خانہ میں جب دیکھا ست زنا قوس کا جوڑا   لگا ٹھٹھا کر کے آگے سا جیسے طاؤس کا جوڑا

ملے یار سے جو ہڑتال کر کے راکھ کا جوڑا   تو تانبے سرخی لگائیں کوئی لوسے لاکھ کا جوڑا

نہیں کچھ بھید سے خالی یہ تماسی اس جی صاحب   لگایا ہے جو اک پیر تہ سے کھڑا آکھ کا جوڑا

لپیٹا کر کستی حی سے راد یا پہ سکر انگلیں کہیے   ملا ہے جا ادھے اسے لوا بد تیرے ساکھ کا جوڑا

یہ سچ سمجھو کہ التا ہے حکمت سیٹھ اس مانہ کا   نہیں شعر و سخن میں کوئی اسکی ساکھ کا جوڑا

یہ جو مست بیٹھے ہیں ادا کے کمڈیر   ادا ماریں گے گرتے ہیں پریوں کے پیڈے پہ

دل ستم زدہ بتیا میوں نے لوٹ لیا   ہمارے محلہ کو دیا میوں نے لوٹ لیا

سنایا رات کو قصہ جو ہیر رانجھے کا   تو اہل درد کو بیجا میوں نے لوٹ لیا

ا ا ولی اتر گا لیے استنک جوالہ تانگی سالی   نہ سے اسراج چلے ماسے میاں کی میدلی

رات وہ بولے مجھے ہنس کر جیاوہ میاں کچھ کہیں یا   میں ہوں بھونڈا اور تو ہے مقطع مرا لیرا میل ہے بس

کوئی دنیا سے کیا بھلا ما نگے   یہ تو تمہاری آسیا گی ہے

ڈر و دہشت کی دھوم دھام سے ہم   وہ دوا نکا دیلی د گا ہے

ہوگی صاحب آپ کی نگی واہ   دھرم مورت لیسا کی جھکی ہے

چشم بد دور سیٹھ جی صاحب — کیا ادا آپ کی اٹھنگی ہے

خیال کیجئے کہ کیا آج کام میں نے کیا — جب اس نے دی مجھے گالی سلام میں نے کیا

دیوار کیا مدرسے میں دیکھو گے کام میرا — جب دم ہے آکے دونگا صاحب سلام میرا

ہیرا رور جتن سے وہ بہاتے گھنڈے پر — نام خدا نگاہ پڑے کیوں نہ ڈنڈے پر
تعویذ لال ہی کے بیچ ہیں گھنڈے پر — اک بیلا ڈورا باندھتے اس گوشے ڈنڈے پر
یارب سدا سہاگ کی مہندی رچا کرے — سیتے بچے کہیں رہے آفت اس ڈنڈے پر
دو تین دن تو ہو چکے اب پھر چلو دہی — پیرو شاہ کی لاش گرا میں چوکتے گھنڈے پر
دو بیلوں سادہ لب جو یہ ڈنڈ بیل — لولاک کوئی عشق تو ہوا لیسے گھنڈے پر
انسان دل کے والیے رکھ کر چھپا رکھے — چڑھ کے بیٹھ ایک اور چھیڑے اس ڈنڈے پر

جو ہمت بیٹھے ہیں راجہ کے کمٹھے پر — سو کر ہمت کرتے ہیں یہ پریں کے چھجڈے پر
راجہ جی ایک جوگی کے چیلے یہ عشق ہیں آپ — عاشق ہوئے ہیں واہ عجب لنڈ منڈے پر

جو چاہیے تو مجھے ہمسوڑے کی سیر — تو یاں دیکھو اس گھوڑے چوڑے کی چر
کہ اوس لیتے کے مرے رسن کر — میاں سائیں اس ساتھ کوڑے کی ہر
سایا جو مین سے لو لیے مس — نظر آتی لیجو اس کوڑے کی ہر
الٰہی نہ الشا کرے کیونکر او ایک — ارے اسے سو لیکر اوڑے کی ہر

عرضکا اسی طرح ناساتی پی طرادشا اور سوڑیوں کر ترکیب رنگوں ال سکا کر دی

خاص رنگ سے تھا بلکہ اپنے دوست میاں رنگین دہلوی کے اتباع میں نقش طبع کے طریق پر یہ کھی لکھ ڈالی۔ اور لکھی تو ایسی اور اتنی لکھی کہ آج پورا ایک دیوان موجود ہے۔ اس کی ریختی میں خصوصیت سے یہ بات دیکھنے کے قابل ہے کہ جان صاحب کی طرح تصنع اور آورد سے سراسر پاک ہے۔ خاص دلی کی بیگمات کا روزمرہ ہے۔ اکثر اشعار ایسے ذومعنی ہیں جو ریختی اور ہزالی دونوں رنگوں کا ہوتے ہیں جنھیں دیکھنے والے خود سمجھ سکیں گے۔

میں کیا کروں دوگانا اس گل کے دوڑنے سے — جو حال ہو گیا ہے اس بالیوں کی تیلی کا

مجھ سے نہ آئی زناخی تو رات کو کہیں تھی — چھپتا ہے رنگ کوئی ایسی ملی دلی کا

ہاتھوں سے تیرے میں تو کمبخت عاجز آئی — جو کام ہے نگوڑا تیرا سو ہلسلی کا

الناسوا ہے اپنے اللہ کے حال میں — ہے کون کھونے والا اس دل کی تکلی کا

بات جو کہی نہ کہتی سو وہ دوات کہی — مسی دکھا دے نہ جدا آپ کے دانتوں کا

تیری تو الناسا کبھی بات نہ باور کرے — جامہ میں گر آگیا ہے تو قرآن کا

اللہ کرے سلامت تم کو یہ تیرا — ہے جس کے دم قدم سے دنیا کا سب کھیڑا

کروں گر اپنی گلے سے تو چپکے ہے ایسی تو — [illegible] کیا مانگتی ہے بیڑا

مدی کی دمڑی میں اتنی خرچ ہوا کرتی — لگتا ہے آپ کے مقدر رقیب کا تقدیر

ماحی سے اپنی ملکر کل وہ پری یہ بولی — کیوں ہے میرے الناسا اللہ جان کا جھگڑا

کروں میں پیار کیا اپنی دوگانہ کی رکھائی کا — دماغ آگیا ہے [illegible] ساری جدائی کا

[illegible] لگا ہے [illegible] میری — [illegible] کا

[illegible] — [illegible] کا

مجھے یکڑا دہ بھا انسا سے میں یہ بات کرتے گل	مگرنا - کام ہے تیرے یہاں تو بھیا ئی کا

جو ئی ہے تری سا نپ کی اک لہر دوگا نا	کھاتی ہوں ترے واسطے میں زہر دوگانا
جیتوں تری لیس دیکھتے ہی یاد پڑی ہے	دلی کی وہی جھیل وہی نہر دوگانا
لوح ایسے کہیں اور یہاں گھر گھور ہے لوگ	سب مار گئے ہے یہ بڑا شہر دوگانا
مس تکتے ہم لوں گی بھلا کون ہے اَلتا	اللہ ارے تو ہے بڑی قہر دوگانا

اُڑ گئی فاحتہ کیوں سر پہ دم دیتی ہے	اُڑی اسکا یہ کچھ اچھا مجھے کھٹکا اک لگا

تمام کتام اسپہ کو رکھی ہیں بہت سا لیکن	کیا کہوں کتھم نہیں سکتا مرا اندر والا
سے کو گھٹے یہ کچھ منڈھ ہے رقیلا کہ مری	لیگیا جان اڑا ایسا کبوتر والا

ہے یہ مصحفی کو کسی مرل الٹا اسکا نام تا	ڈ سا میرے دل کیا اندر اس مرل ایں بیٹھ گیا

تے ریتی کہاں یو سڑی آ نا	آپ بیتی تو کوئی بات یہ چھیڑی آنا
پا پیلی ہٹی کرو اک ٹھ یہ نہ دھو کے لئے دھرتی	اپنی میں رگڑا کروں پاؤں کی ایڑی آ نا
کٹھ ما شے سے ای وتی اچھا تو ہوا	سنا گئی کی مرے پانو کی بیڑی آنا
ہیں کھار لیا وے تو کر الماسے	میرے در جارے کی کیوں ریول کھاڑی یا

ا ا حہ رکھا ا ہ ہیں درگوڑا	سدقے اپنے کروں اسلئے در گو رنگاڑا
راج ڑ دل کیوں تہ لیا انگلی ما یا	ڈالے مسل انگلی کی مری پور بگڑا

ہمسایہ میں کو غل ہوئی کل رات کو اشا   گھس آئے کے ماندہ میں گیا چور نگوڑا

تو نامت لے ٹھری ہے عدا مرا نترا گلا   ہوش نہیں آتا ہمیں لی فاختہ تیرا گلا
کیوں پڑا تھلکے یہ دل مرے کلیجے میں بھلا   ہے تمہارا روپ ایسا جیسے ہوے میر ٹرلا
دل میں اک الستا کے چٹکی لی پسے کو ہٹ گئیں   وا اچھڑی معقول یہ کیا بھلا صاحب بھلا

آگ لینے کو جو آئیں تو کہیں لاگ لگا   لی لی ہمسائی نے دی ہمیں مرے آگ لگا
نہ مرا مالے تو لوں تو ج کوئی مٹھی بھر   بیگما میری کیاری میں نیا ساگ لگا
شوق سے ہونگھ لیے آتا مرے تو مالوں کی   دے جیل خور کے ہونٹوں میں تو آگ لگا

کمبخت ہے وہ کام نہ کا ہاتھ مرا   صدمہ گئی کلی ہے نہ رہا ہاتھ مرا
دلسوز ہے وہ امری یہ آس کا ہر گھڑی   لگتا ہے انگلیوں کا تحا ہاتھ مرا

تو تو آگئی یہاں جائیگی مرے عیبوں سے   اری پیائے سے اکھڑی ہوں تو بھلا تجھکو کیا
ہی ڈھالوں کی [illegible] طرح [illegible] الستا   ڈھٹی ہی اور بری ہوں تو بھلا تجھکو کیا

مسک کی طرح سے گال لیے پھلاتا کیوں ہے   ارے او مرد کے لونڈے بو نہ مالی پھپا کا

پک رہی ہے جو یہ کھچڑی سی جو کس جس سے   اسکی اتنک نہ گلی دال تو پیا ال کسکا
ہاتھ آیا جو ہتلی سے [illegible] ماسا   چوٹھے اور [illegible] ساوے سکر [illegible] کا

جچتی ہے یہ تو نگوڑی مجھے بھاری انگیا — کوئی سادی سی مرے واسطے لا ری انگیا
گو کھر دلہ نت ٹاک ستارے کیا چیر — اس سے ہو جاتی ہے کمبخت گنواری انگیا
گیند اک میں سے جو جھلکی تو جھجک کر آئی ہے — کچھ عجب ڈول سے کل اپنی سنواری انگیا
لالی معلالی جو سی لائیں کہیں آئی یہ پسند — یکّا جی نے وہ سراوں کے سنواری انگیا
حسین لو پاس ہو تری وہ لسانی دستے ڈال — جھلّا میں کیا کر، لگا اسے نرسے واری انگیا
ادڑ ہی مجھسے جو بدلی تو اجی ما جی حال — وہ کبھی اک دیکھے جو ہو نکھاری سنگاری انگیا
کتنی عجب کوئی سگھڑ جسنے یہ کاڑھے بوٹے — واچھڑی سنگی اک پھولوں کی کیاری انگیا
ہاتھ انشا کا کہیں جو گیا تو لو لیں — پیر امق درکہ لو جھٹرے ہماری انگیا

سل گلے کو نڈرے اسکے سچ ہیں کیا اسے دوا — ہے وہ چھوٹا سا جو لڑکا تیری گودی کا پالا

منے جو میرا اوڑھنا ڈھیٹھ ہو یہ گا ما مات کدھے — لکھا ہے آہیں دولوں کو ٹھہرے دگا مامات کدھے
اُری یہ جائیں چل تو درحیادھری، لوگ کہیں — آئیں ہیں ہی ان کے ٹاہے یہ دگا مامات کدھے
حط ڑہے کو ڈیوڑھی کے اوپر جیا ہے کوئی توڑیا سا — انشا تو ہے ہٹا کٹا ہے یہ دگا ما مات کدھے

کوٹھے پر سیڑھیوں میں اک منڈیروں سے ادھر — صحن میں ڈیوڑھی میں یا اور کہیں حد سے چھوٹا
سرہانے سے بچھونے ہیں پتا کر رہتا — کس گھر کے وکہ ہر پالکہ ہیں حد سے چھوٹا

اس ملا نگر مری یہ لپٹ چپٹ جھٹکا — اسے دگا ما تو اک بہ چہرہ اکہہ لی
دم دلا سا ثبت بہ دو سے آیا — حل جی دور ہو یہ کوئی ہے سٹا
چوٹ اک دل لو لگ گئی انشا — سا سہی آن کہ اوں کی آہ سٹا

سا آجڑ گئے ہیں بھڑا ہے عشق نہ کھا کر گر | بیکلی نہ کر آخر چین لے دری کم بخت
کچھ سیکھے ترم بھی ہے بیٹھ رہے او کم بخت | تاڑ جاویں گے ترسے لوگ ارے او کم بخت

انشا سے ملنے کوں ہیں عشق ہو بھلا تو دیر کیا | جی ہی یہ کھیلے ہو تو پھر لوگوں سے ڈرتے ہو عبث

سارے بچھونوں سے پرے ہو یہ موا خواجہ حبیث | مجھکو گھورا ہی کرے ہے یہ موا خواجہ حبیث
رات بھر کیا انسا کرے ہے نیند آتی ہی نہیں | موت کے اس دل کو رہے ہے یہ موا خواجہ حبیث
سیگما انشا سے چلیسی نہ کھیل بس کرو | رشک کے مارے مرے ہے یہ موا خواجہ حبیث

کوئی چاہت میں کسی شخص کے بدنام ہو لوچ | اے دوا جان وہ کم بخت برا کام ہو لوچ
مردوا تجھ سے کہے ہے چلو آرام کریں | جسکو آرام وہ سمجھے ہے وہ آرام ہو لوچ
دن و بازار ہی رہے ہے تو تجھے اے انشا | کلموہی کالی بلا ہا سے وہ پھر شام ہو لوچ

ناحق کہتی ہیں کہ اک مردوے مرض ہے لو | [illegible] کسی شخص پہ بہتان ہو لوچ
[illegible] | [illegible] دیکھ دشمن نکو سوچ

کالے بادل نہ گھر آتے تو ارے او لوگو | آبرو آج مری بعد میں کیوں کھوتی صبح
کان کی لو میں گھسی موٹی سی بالی کیہ نکر | جسکا ہو سوئی کے ناکے سے بھی دہانا سولچ

لائیں ہیں مولوی آنکھی کل چھتیاں چار | [illegible]

میں ترے صدقے گئی اے مری پیاری مستی چیچ — مت دگا میرا کھرے لوگوں کو واری مستی چیچ
لگتی ہے چوٹ تو لگنے دے مسوسا وردری — ایک دم کے لئے خاطر سے ہماری مست چیچ
چیخ چنگھاڑ مچاتی ہوئی الستا سے نہ ل — مت اس میں کرکے تری باری مست چیچ

جاڑا لگے ہے کھینچ لے مجھکو لحاف میں — پاجامہ بیچ ہے مرے ہڑ ادلا ارار مسد
تقصیر کیا ہوئی تھی کہ ایسا یہ رات کو — دو کھینچ وار آپ نے تو لا ازار مسد
کیا بگڑ گیا ہے آج کہ جسکے سبب ترا — ہے سب تیلیے لکڑی کا سلا ارار مسد
الستا کو اور ابھی لتالی نہ دیجئے — دیجئے تو ایسا میلا کچیلا ارار بسد

ہے تو ابھی نہ کیلا ارار سد — لیکن کسی کا ہو ڈھیلا ارسد

اے دگا مجھسے کتنی کیلئے کا ہے گھمنڈ — تو کیا کر آج ہے تو کبھی بس اکر کہیں ڈنڈ
حویری مدری لگا دے اسکے مادھے پاکڑیاں — لوٹی کیا کیا مرے ہے یہ موئی تھتل ارنڈ

[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]

کیسے دی اُس نے انگوٹھی مجھے فیروزہ کی اسکے یہ معنی کہ ہیں تو میں خواجہ پیرور

گود پھولوں سے بھری میری دگانا شاباش تیری کھیتی ہو ہری میری دگانا شاباش
اوٹ میں اپنی دکھا دے مجھے اُس شخص کو آج میں ترے صدقے اری میری دگانا شاباش
میری خاطر سے جو دیکھا تو بڑا بوسہ لیے اور بھی ایک دری میری دگانا شاباش

اوئی رابیل ہوگئی میں آج گورے گورے مرے بدن پہ عشق
یوں ہی میں عشق ہوئی دگانا پر رابیل جیسے تھا دس یہ عشق

ماتی کم جا ہتی ہو سدں سے جیسا اخلاص اجی دو کواریوں ہوتی ہوا ایسا اخلاص
سر تو لے مجھے دوپیاں سے اوڑھ کے ہو جاؤ کس کو کہتے ہیں محمد احمد کیسا اخلاص

کب رہا جی مرے پاس آئی تھی کل رات غلط مجھے اُس سے ہوئی کسطرح ملاقات غلط

دا ہ رکھا لحاظ اتنی کبھی مت ہو لے لحاظ سالسر بہت کا او دکا اپنا اری اوسے لحاظ
ہوتے سولوں سے کہا تھا یہ ہو ر ادا جگر دال دو دہیاں بھلا کہتے ہو کس کو لے لحاظ

نہیں جاتی کہیں جہاں مرے دل کا شوق شکوہ کیا اس سے دا ماں مرے دل کا دوق
بات جیت ایسی طرح کی مجھے آتی ہے نہیں ہیں اسکا ہے ارماں مرے دل کا شوق
جیسے مت دے مجھے ان بال ای ہو جاتی ہے سا دال اور لو مرے کا ماں مرے دل کا شوق
نہیں مت کرو اساکی طرف سے ادھر مر ہیں کرے کی اسماں مرے دل کا شوق

سب دور وار ہ وہ گا ما کا کا — اس میں سر چول کا گواڑ سہ ایک
اس کی زنجیر بھی نہیں لگتی — آنگے پھر سرم ہی کی آڑ سہے ایک

میں جھمک اٹھی لیکے انشا سے — کل جمعو دی جو میری راں میں لونگ
اری بی اناس ہی عیار ہو تم — ناک چوٹی میں گرفتار ہو تم

میں تو کچھ کھیلی نہیں ہوں ایسی کچی گولیاں — جو نہ بھولوں گی رنا جی جاں تیری بولیاں
کیا یہ چھیڑ جالی کی ماہیں آکے ہمسے چھیڑیاں — سیکڑوں کسے یہاں رگڑا گئے ہیں ایڑیاں

بلاسے اگر آئی ہولی کہارو — نہ مجھیسے کرو لولی کٹھولی کہارو

نال وہ لائے کمت جو جیت جا ہی ہو — ابھی بس جاؤ بھی کچھ تم تو بڑے واہی ہو
مگر جو لول اکٹوں گی کچھ پہ تو پیٹے دوگے — تمہارا سا نہ کرو تم ابھی بس ساہی ہو

تم بڑی قہر ہوا سے ماجی جاں — لوح ہم سی کوئی جہیتی ہو
اسے دکھا ما تری مسعولی کو — جیر اک موم کی بتی سی ہے

جی ہی گجہو رکھتی نہیں دھڑ میں تری لولی پہ تو — اسے ددا دریا دشت بڑھیا کی ہمجولی ہے تو

نگلو ہی مال کی جو کہار ہی ہے اس سے کوتا ہو پیا — در سکھے بات گھمرتی ہے سر کوری ہو دانگ ڈالے
نصیحت کا نگوڑ ہر گھڑی کیوں سیا ہیسے — بڑ ادا سے جو ہے ہیکی کہا جمہ زن کو دل ڈالے

ڑائی میرے ٹھینگے پر جدائی رات میں میں ہائے　　ٹرے ایسے بہت سارے کڑاہی بیچ تل ڈالے
مجھے ڈر ہے تجھے ڈراک جو ہے ناکمدسا پھرتا　　مسا دا اسے دوائی وہ کہیں تمکو کمسدل ڈالے
علیلہ پھر اسے گھڑ مال کا کیونکر یہ ٹھرا دیں　　نگوڑی باولی چڑیا مرے بیسا جو ھلل ٹھالے
وگا ما مدھ ہیں جوس کے کھری وہ وقت آ پہنچا　　کہ کوئی پھول اسکی گود میں کوئی لاکے پھل ڈالے
اری تو الٹی ہی پڑتی ہے ملے کھل کے اور رنڈی　　جدا ایسی کبھی دیدو میں کیسے تو رج کھل ڈالے

ہزاروں دیو دیکو بانکی پریوں سے پچھاڑا ہے　　نہیں یہ لکھنؤ ناحہ اندر کا اکھاڑا ہے
رضائی شال کی اوڑھ ہو چلو ہم تم چھپر کھٹ میں　　ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی آ رہی ہیں جوب جاڑا ہے

میں نے جو کہہ کہا کوکلاؤں کی ران کاٹی　　تو اس نے کس مرے سے میری ناک کاٹی

یوں محو کا مجھ کو کوئی رات کا جاگا چاہیے　　تم تو وہ چاہتے ہو سوئیں ہی دھاکا چاہیے
یونہی ہر رات میں نولا کرو سکر سروا　　ابھی آ جا کو ہنک کر کہا آگا چاہیے
ڈھال تلوار لیے لانگ چڑھائے الٹا　　مجھے یوں رات ملا ہو کوئی ناگا چاہیے

اسے قرباں کروں جو مجھے چھیڑ ادا　　میری چھاتی جو چھوے اسکی ہتھیلی جل جائے

پڑ گیا بل مرے گال میں کیسا قہر ہوا　　ارے کمبخت نگوڑے برے تجھ پیکی
ہو گئی ران تو سب لہو لہان لے الٹا　　دیکھ میرا جسم ٹرد کی نہ مرے لیے شکی

چپکے دیجی کھرا کھوٹی لیا الٹا کو لا　　ڈرے بلا کیا ہے ہو دیاں لڑکا کیجے

اسے تو اس کوٹھڑی میں میرے رات کے لیئے　　اک عصا اور ٹھڈے کے بیٹھی ہیں جاجی بابی

چبھتی ہے یہ گوڑ ی مسلسل کی اوڑھنی　　لادے وہی دوا مجھے ململ کی اوڑھنی

میں سر ڈھیے ہوسے مجھے کیا ماہیئے بھلا　　لوٹے سے قد یہ اس ٹرے آنچل کی اوڑھنی

کوکا جی دیکھو میرے دکا ما یہ کیا کیسی　　لیشوار اودی اور حلا تجمل کی اوڑھنی

السا کے سو گھے کے لیئے آن بے کیسی ی　　جالی کی کرتی اور وہی ہلکی اوڑھنی

رباعیات

اے بی بی ہیں سامدار کھائی تیرے　　صدقے قرباں جا ے دائی تیرے

وہ چال چلی کہ نام رکھے کوئی　　بے ڈول ہوا ہیں دیدے ہوائی تیرے

ماتی ماتی مجھ جلاتی کیوں ہے　　گھر میں مرے آگ لئے آتی کیوں ہے

آئی تو نہیں ٹھہرتی یہ کشش ہے　　بے فائدہ یاں تو آتی جاتی کیوں ہے

چھپا کہا تو کرے عیب ہو گی　　گر تو یہ سمجھے گی تو قیامت ہو گی

حالیں تجھ زد نہیں تو ناحق　　اک [illegible] بڑی مصیبت ہو گی

انعام - یعنی جناب مولانا انعام صاحب گنگوہ سرشیہ ضلع سہارنپور کے رہنے والے ہیں - حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہیں یعنی اصل ہکا اتواں نام کہاتے - عربی فارسی میں کافی دستگاہ ہے - طراور بہادر جوش

فرماتے ہیں اور اسمیں اکثر کے رنگ کا اتباع کرتے ہیں اور اس میں نہایت کامیاب ہیں
اسکے چند شعر و منتخبات ہوتے جن میں آپ نے شدھیوں کی مذمت و حیثیت کا خاکہ کھینچا ہے
ملاحظہ ہو ۔

سعدیا شلوار در ہم سکہ در بار داشت — بار خوشی نالہ باسے زار در اتبار داشت
گفت در دہیں وصل ابریالہ و فریاد بیت — گفت مارا قرصہ تقال براہی کار داشت

سعدیا اگر نشستہ با مایست جاے اعتراض — مالک ہمال زر بوار گدایاں عار داشت
مگر بدایں تگی حال مسلمانان سندہ — شیخ سعدی جرئہ سوہ زہن سا ہو کار داشت

حدیث از قرصہ خود گو و راہ عشق گمستر جو — کہ کس نکشود و نہ کشاید بحکمت این معما را
من از آں شہر روز افروں کہ تو مستہ داشت ادائم — کہ قرص از کمشہ بعض بازار دیبیہ طبیبہ را
فعال کییں میناے شوخ و صوفی یوت تہر آشوب — چناں بردند سودا ز مکہ ترک خوان یغما را
سمس دادی وخورسندم عفاک اللہ نکو کردی — ہمیں رسید سہ رہا و قرصہ ہر نقال دعیان را

غلام دعوی نقال ما حیدا را شد — خراب کماتہ وہی تو ہست مدار اسد
گر از کس جو صاد ہ دما مہیسہ ہیں — کہ از تطاول ملیا یہ سو گوار اشت
تر امیاح و مر آب و ید ہ ستہ عمار — دگرہ تقاضی و مقروض در او دارا شد

انوری - محمد اوحدالدین نام تھا - ابراری ... ابیورد ... کا رہنے والا
ہے ... کے حال واقع ہے وہی اسکا والد ... اس ... او کہ ساو ار ... کہتے ہیں
اسی ... سے اوائل حال میں خاوری تخلص رکھا تھا - پھر اسے ... کی فرمائش ہے

یہ تخلص بدل کر انوری تخلص اختیار کیا۔ مدرسہ منصوریہ طوس میں علوم کی تکمیل کی اور
خصوصیت کے ساتھ علم ریاضی میں کمال حاصل کیا۔ اسکا پایۂ فضل و کمال اتنا بلند ہے
کہ تذکرہ آتشکدۂ آذر کے مصنف نے لکھا ہے کہ چار شخص ہیں جنکا جواب شعراء میں کوئی پیدا
نہیں ہوا۔ انوری فردوسی۔ طوسی۔ نظامی گنجوی شیخ سعدی۔ انوری ابتداء میں نہایت
عشرت کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔ مگر تقدیر نے یاوری کی تو سنجر کے دربار میں رسائی ہوئی
عرصہ تک وہاں رہا۔ اور ۵۴۳ھ میں سلطان احمد یزد شاہ نے اسکو بلا لیا۔ اسکے بعد
مختلف درباروں میں رہا اور آخر کار بلخ میں پہونچا۔ چونکہ اسکی طبیعت پر قائم ہے ہجوگوئی
کا مادہ تھا۔ اور اسی عادت کی وجہ سے اس نے ایک زمانہ کو اپنا دشمن بنا لیا تھا۔ لہذا جب یہ
بلخ میں پہونچا تو وہاں بھی لوگوں کی اور اس شہر کی ہجو کہی لوگ اس سے نہایت برہم ہوئے
بلکہ اصل میں مشہور یہ ہے کہ یہ اسکے دشمنوں کی کارروائی تھی فتوحی ایک شاعر تھا جس نے
اسکے نام سے وہ ہجو کہکر مشہور کر دی تھی۔ مگر پھر بھی اسکا خمیازہ انوری ہی کو اٹھانا پڑا۔
اہل شہر اس قدر بگڑے اور اسقدر برہم ہوئے کہ انوری کو تختہ کلاہ کیا، اور اوڑھنی اوڑھا کر گلی
کوچوں میں تشہیر کیا۔ بلکہ کچھ اس سے بھی زیادہ نوبت پہونچی سچ ہے بد اچھا بدنام برا۔
لیکن قاضی حمید الدین مصنف مقامات حمیدی کی سعی و کوشش سے ان کی جان بچ گئی۔ آخرش
انوری کچھ ایسا متاثر ہوا کہ اس نے تمام لغویات اور شعر و شاعری سے پرہیز کر لیا۔ اور آخر کار
۵۴۷ھ میں بمقام بلخ وفات پائی۔

انوری شعر و شاعری میں شہرۂ آفاق تھا۔ اسکے معاصرین میں کوئی اسکا مد مقابل
نہ تھا۔ خصوصیت سے ہجوگوئی میں اپنے اقران و امثال میں سب سے زیادہ تھا۔ سنجیدہ سے
ہزالی۔ اور ظرافت کی طرف بھی اسکا میلان طبع تھا۔ اور اس میں بھی اس نے وہ کمال حاصل
کیا تھا کہ سوزنی۔ اور سعدی وغیرہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ
اسکی ظرافت، ہزالی۔ اور ہزالی فحش گوئی تک پہونچتی ہے[1] مگر کمال ہر صورت اور ہر رنگ

[1] ہم بسبب حیا اسکے بعد چند شعر لکھتے ہیں۔ جو لوگ چاہیں کہ انکی ہزالی کے نمونے دیکھیں وہ انکی کلیات کا آخری حصہ دیکھ لیں ۱۲

میں ہے۔ ملاحظہ کیجئے کسی طویل القامت آدمی کی شان میں فرماتے ہیں ۔

او عواجہ درازیت رسیدہ است بجایئے — کز اہل سماوات بگوشت رسد صوت

گر عمر تو چوں قد تو بودے بہ درازی — تو زندہ بماندے و بمردے ملک الموت

بودے از بہر تماشا سوے دشت — چندرن بیردں شد ندار بھتراں

چوں بصحرا ساعتے ماندند دیر — چند خر دیدند در صحرا چراں

و ز خرے پر بادہ خر رحمت نمود — بر مثال عاشقاں با دلبراں

ما نمودے یک گروہیم آں موس — گاہ فی میکرد بر رسم خراں

کہ فرد می برد گہ بر می کشید — تیر می افگند و میکرد عاں عاں

رال ماں یک رل آں گادں بدید — بر کشید آہے دگفت اے شوہراں

گر بجاع ایدت کایں خر میکند — بر کس ما می رسید ایں شوہراں

رعیم چیرہ را ریشے است گرد و ہیچ ماں — کہ گوئی عنکبوتے بر کس گادے تنیدستے

مگس گوی براطراف کبرہ خشک باید ستے — سرے دارد کل ہر جا موے بتہ دو دارم

بجاے ماندے چوں مایہ ور اول سر سر بدش — دریا گر بجاک ساف ادر کتاں در پیدستے

آنکس کہ جگر خورد و بہ مردی ہنر آموخت — در دور قمر گو بہ نشیں خون جگر خور

پیغام رنداں می برد و بیاسے زر یوش — یا مسخرگی می کن و حلوائے شکر خور

او رچ ۔ تخلص تھا۔ عبداللہ خاں نام تھا۔ دلی کے قدیمی باشندہ تھے۔ اور یہیں کی گلیوں میں ساری عمر گزاری تھی نہایت ہی کہنہ مشق بزرگ تھے مگر خرابی اتنی تھی

کہ چاہتے تھے دنیا بھر سے نیا مضمون کہوں۔ اس میں ایسے الجھے تھے کہ ایک مصرع کہنے کیلئے
گھنٹوں پہروں مشغول اور سرگرداں رہتے تھے۔ پھر بھی وہ مضمون قابو میں نہ آتا تھا
اور کچھ کا کچھ کہہ جاتے تھے۔ جب شعر کہہ لیتے تو شہر کے باکمالوں کو جاکر سناتے۔ اس وقت کے لوگ
بہت سچے تھے کسی کو آجکل کے شاعروں کی طرح یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ منہ پر ایک لفظ بھی ایسا
کہہ دیتے جس سے توہین ہو۔ چپ سنتے اور خوب واہ سبحان اللہ کا غل مچاتے رہ جاتے۔ ذوق
عام درباری بیٹھک والے تھے۔ اس واسطے ان لوگوں کو وہ اپنے ساتھ کا ہی سمجھتے تھے۔
ادھر ان کا بھی یہ خیال تھا کہ اگر آیا کہہ دیں گے یا خوش رہا تو ہمارا کیا نقصان ہے اسی لئے
ان کی صحبت آپ کی باتیں سنکر یا۔ لوگ چپ ہوجاتے اور یا پھر داد دیتے۔ مرزا غالب نے
جب اردو کا دیوان تمام کر دیا تو ذوق مرحوم نے یہ شعر کہا اور مرزا غالب کو سنایا۔

ڈیڑھ سو شعر رکھی توجہ مطلع و مقطع غائب ۔۔ غالب آساں نہیں صاحب دیواں ہونا

مگر مرزا نے کہا کہ واللہ کا ذہین یہ لوگ جو آپ کو استاد کہتے ہیں۔ تم تو شعر کے خدا ہو۔
ایسے ہی ایک مرتبہ مہاراجہ سنگھ نے حکیم مومن خاں کو ایک ہاتھی انعام دی۔
چونکہ مومن مرحوم نجومی بھی تھے لہذا اسی کو خیال میں رکھتے ہوئے انہوں نے شعر کہا۔

مضمون نیا وہ مومن نکالتا ہے ۔۔ نجومی بیکے جو ہاتھی کا دان لیتا ہے

دلی میں مشہور ایک نرن نامی رنڈی تھی۔ خدا نے توفیق جو دی تو گناہوں سے
تائب ہوکر حج کو چلی۔ اور ذوق کے استہزا کے لئے ایک مسالہ ہاتھ آیا شعر کہا۔

بجا ہے نرن اگر چھوڑ دلی حج کو چلی ۔۔ مثل ہے جو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی

ان کے کلام میں ظرافت کا چٹخارہ اسی سے پیدا ہوگیا ہے کہ جو کچھ یہ کہنا چاہتے ہیں
وہ کہا نہیں جاتا۔ چنانچہ ان کے شعروں میں اسی ہی بات پائیں گے۔

ہیرا چھلیاں ہو دلی میں رشک کے اندر ۔۔ الٹی ہے یہی گنگا بھی ہو ل سکے اندر
ماں کے مقابلے کی الٹا ہے کا بانا ۔۔ ہے مہر جمع واروں اس اٹھس کے اندر

میں وہ ہوں کشتیٔ سیلِ دریائی | مری ہے کشتیٔ گل بارِ سیلِ دریائی
مجھ پہ اترتی ہے گرد آسماں سے وحی | ہے راہبرِ خضر سیلِ دریائی
ہمارا کالا پانی پا رہا ہوں ہر شب و روز | رہیں کا گر ہے مرا کلکِ سیلِ دریائی
سنا ہے کنگرۂ عارِ میرا دشت حصار | مرا ہے آبلہ برج فصیلِ دریائی
چھا رہے مرا اک تار لنگر دم پر | ورے عمل میں ہے جز ثقیلِ دریائی
میں اپنے کوچ کی ہوں موج میں بہا جاتا | حباب وار ہوں کوہِ رحیلِ دریائی
ہماری موج تلاطم سے آشنائی ہے | یہ آب شور ہے دیتا رحیلِ دریائی
سیاہ اوج مردمک دیدہ مردم آبی | نکال دیدۂ تر سے سبیلِ دریائی

وحشت سینے رہ گیر بہاتی ہی تھی اکثر | طفلی میں بھی ہنسلی مری جاتی ہی تھی اکثر
حسب تقاریر کل گلشن غنچہ کی گرہ میں | بلبل پڑی گلچیں سے اڑاتی ہی تھی اکثر

دم کا جو دم ہے یاد مجھے خیال ایسا | لے پل صراط اتریں یہ ہے کمال ایسا
طفلی ہی سے ہے مجھ کو وحشت سرا سے الفت | سم میں گڑا ہوا ہے آہو کے نال ایسا
کس سے شہادت اس کی کس کو یاد قاتل | سایے میں تیغ کے سر لیتے ہیں ڈھال ایسا
کھاتا ہے جوش عشق شیریں جنوں میں رونا | ہے آب شور گریہ آب زلال ایسا

اوحدی — مولانا اوحدی کرمانی کے علاوہ یہ ایک دوسرا ایرانی شاعر ہے جو علم و فضل کے لحاظ سے اپنے زمانہ میں طاق تھا۔ زیادہ حال معلوم نہیں۔ اس لئے اس کے اشعار طریقہ جن میں اخلاق و نصایح بھی شامل ہیں پیش کرتا ہوں۔

نار فیض مد خواست در فکر ہے | دید دنیا چہ دھن نکرے

کرد از وے سوال کاے دختر | مکر چونی با ہمہ شوہر
گفت دیا کہ با تو گویم راست | کہ مرا ہر کہ مرد بود بخواست
ہر کہ نامرد بود خواست مرا | این نکارت ازان بجاست مرا

پسرے با پدر بزاری گفت | کہ مرا یار شو بہ ہمسر و جفت
گفت با با ز زناکس و زن بہ | پند گیر از خلائق ار من بہ
در زنا گر بگیردت عسسے | بہ بلا کو گرفت چون تو بسے
زن بخواہی ترا بہ ہانکند | گر تو بہ گرا ریستی حیا نکند
از من و مادرت بہ گیری پند | چند بینی و بار بینی چند
آن زنا کن کہ آب و ہیبہ نماند | ریش با با نگر کہ پیمہ نماند

درج گور است اندران لحدے | صحبت او عذاب ہر احدے
آلت شہوت تو کور افتاد | زندہ زان لے کس بگور افتاد

ایم آر بیگ - اودہ پنچ سال کے ایک نامہ نگار ظریف تھے - جنکا تھوڑا سا کلام تو دستیاب ہوگیا - لیکن افسوس ہے کہ پورا حال نہ معلوم ہو سکا مجبوراً ایک غزل ہی پر اکتفا کی جاتی ہے - ملاحظہ ہو -

اٹھنے لگے جما سے بخارات سودیشی | لو ہونے لگی ہند میں برسات سودیشی
کیوں آگئی حرارت سے یہ تحریر ہویدا | تا عرش چمکنے لگے ذرات سودیشی
حسا کھو نکدیں ما دل میں اگر پانی برسے | ایجاد ہم اپنے کریں آلات سودیشی
یورپ کی نہ کمی ہو نہ امریکہ کے گیہوں | ملیوں کی دکانوں پہ ہوں غلات سودیشی

جو یا یہ نہ لینگے کوئی یورپ سے کبھی ہم | ناگور کا ہو میل تو ہو شادات سودیشی
غلے کی بساط ایسی بچھے ہند میں گھر گھر | اک کشت سے یورپ کو کرے بکری مات سودیشی
سوڈا ہو کہ منگیتیا سب چولھے میں جائیں | اب بیچیں گے عطار نباتات سودیشی
برسات بلا لیں گے ہم اشکوں کی جھڑی سے | آہوں سے اٹھائیں گے بخارات سودیشی
طاعون کا کھٹکا ہے نہ ڈر قحط کا اسے ہیچ | ہاں فکر رہا کرتی ہے دن رات سودیشی

باب بائے موحدہ

باپ۔ مادھو رام نام ہے بدایوں کے رہنے والے ہیں۔ مکرمی قمر بدایونی۔ اور جناب حکیم حافظ عبدالرحمٰن صاحب لکھنوی سے آپ کا کلام مل گیا۔ لیکن افسوس ہے کہ حالات کچھ زیادہ نہ معلوم ہو سکے۔ قمر صاحب ہی سے یہ لطیفہ سنا کہ باپ جب بدایوں کے مشاعروں میں شریک ہونے لگے۔ تو اکثر لوگوں سے نوک جھونک ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ مستقل حریف پیدا ہوئے اور اپنے ایک شاگرد کا دادا تخلص رکھا۔ مشاعرہ میں جب اس شخص نے غزل پڑھی تو باپ کو بہت کھری کھوٹی سنائیں۔ باپ ایک حاضر جواب آدمی تھے رہا نہ گیا یہ شعر موزوں کرکے اسی مشاعرہ میں سنایا۔ ردِ سخن اپنے خاص حریف کی طرف تھا ؎

وہ میرے باپ ہوں دادا ہوں پردادا ہوں کوئی ہوں | مگر سب باپ کو تو باپ ہی اے یار کہتے ہیں

حریف پر ایک اوس سی پڑ گئی۔ اور عرق شرم میں نہا گئے۔

باپ کا کلام محض ظرافت کی حد میں ہے۔ نہ انہیں اخلاقی نکات کے حل کرنے کی کوشش کی ہے اور نہ مسائل سیاسیات کا دخل ہے۔ دیوان کا انتخاب کرکے یہ چند شعر درج کئے جاتے ہیں

ہر اک بات میں اوہی رے مار ڈالا | کوئی تجھ سے بڑھ کر نہ نانا دیکھا

چرائیں کبھی ہم گھاس کبھی ہم نے چرائیں
ہیں یار تیری گدھا سے نے مارا
غضب ہائے اس بت کا رو رو کے کہنا
مجھے آج جو [illegible] نے مارا

چھیڑا کر کمر سد کہنا کسی کا
تو کیا پھاڑ ڈالوگے [illegible] کسی کا
بہت آیا یار زمانے میں ہم سے
[illegible] کسی کی [illegible] کسی کا

نہیں ہے ساتھ اسے ہمراہ میرا اور دشمن کا
میں اک [illegible] یہ عاشق [illegible] کا

دیکھے وال ڈر ہے مجھے اس یہ مریجاں دل کا
حال پوچھیے نہ کہیں مجھ سے [illegible] دل کا

مری جاں قتل کیے ملزم ہو تم محشر کا موقع ہے
[illegible] سکتی تھا کا [illegible] سکتا
وہ کہتے ہیں ستم ائی دو تو وعدہ وصل کا کرلیں
جیسے خالی [illegible] ایسا ہو نہیں سکتا
اسی حصہ میں سنتا ہوں کہ کچھ ہونیوالا ہے
کہا انکا ساتھ اُن سے [illegible] ہو نہیں سکتا

پوچھیے کیا ہے بت وصل میں کیا کیا ہوگا
آج لو کچھ کبھی [illegible] ہوگا
گرمیے کھائے ہیں میرے یہ ڈرایا ورنہ
آج وعدے پہ نہ آؤگے تو [illegible] ہوگا
شیخ کا حسبہ نہیں [illegible] ہے دھوکا
میرا [illegible] ہوگا [illegible]

جوتہ بیاد [illegible] کا [illegible] ہے یار آج
شاید کہ [illegible] کوئی عاشق [illegible]
جاتے ہیں سیکڑوں کو تماشا سے ہوئے
بیٹھے ہے [illegible] کی لو [illegible]

وہ آدھی رات سے ہی شب وصل چل دیئے
اس کا عذاب تھا کہ مرغوں کی جان پر
وہ رخ میں ہم پولس میں پراٹھے وچبل میں
کچھ تو کہو ملو گے مجھے کس مقام پر

ہے اُن کے وصل کا وعدہ تو کٹ رہا ہے
جگہ تو یہ کیا کی بانس پر پائے ہیں چھت پر

جو دشمن ہیں ہمارے جسکو ہم اغیار کہتے ہیں
انہیں سب کو وہ اپنی ماں کا رشتہ دار کہتے ہیں

رقیب روسیہ کی کاش لیگی ناک جوتے سے
ملا سے ایک دو جوتے رہینگے گر وہ گھر میں

عدو کی بھی کا بچہ ہوں آخر کھل گیا سب پر
کہا کم بخت نے بیسرو کی سے دیکھ یہ سحر میں
غلط خیال تھا میرا کہ وہ مری جان ہیں
سمجھ رہی ہیں جان مرے دشمنوں کی امان ہیں
تخت کی رات مری چھیڑ پہ جو روٹھے مری
مجھکو یہ کہکے ڈرایا کہ خصم مار ہوں میں
ان کی منت پہ شب وصل انہیں چھوڑ تو دوں
وہ کہیں یہ نہ سمجھ جائیں کہ بیکار ہوں میں

اغیار ترے مال ہیں کس ہیں کہ تیلی ہیں
کیا حق ہے انہیں کیوں ترا سر باندھ رہے ہیں

غیر کے وصل کو اب ہوتے ہیں کر کے خالی
غسل جانہ ترا لکھا تھا مری قسمت میں

ر میرے ترا بوسہ لب جیسے املی ہو
اللہ کرے جا سے کی سرا ہو
کہو اسے اس سے بجھ طے سمر دیتے
تم حضرت ناصح کوئی نائی کے بچا ہو

سینے دیکھا جو لنگوٹا مجھکو ‏ ‏ وحشت لڑنے کہا لنگا مجھکو
وصل کی بات پہ ہو کر کیوں کر خوش ‏ ‏ یار ہا بات کہتا ہے جھپیا مجھکو

گھٹتی ہے دشمنوں سے صبح و مسا تمہاری ‏ ‏ یہ ریڈہ مار دینگے اسے وریا تمہاری
رندو کی تم مذمت کر تو رہے ہو واعظ ‏ ‏ اٹھکر جھر سے لیں یہ سب جیبا تمہاری

ہم بھی تیرے صحن میں اعیار بھی ہیں آج ‏ ‏ یہ دیکھنا ہے اب تری کٹیا کے ہر رہتے
کہتے ہیں آج تیرے یہاں سو رہیں تو پھر ‏ ‏ اماں سے کہا کہیں سگے کہ کل کسکے گھر رہے

خدا کے لیئے سر منڈا دو مری جان ‏ ‏ بہت بڑھ گئی ہے حجامت تمہاری

تا کہ مجھے خدا اور میں رنڈی بے شمار ‏ ‏ ایک کے گھر میں رہوں ایک مرے گھر میں رہے
پھر اگر غیر ٹھٹک جاسے تو اسکا دم ‏ ‏ تا آپ کو حکم وہ دیدیں کہ مرے گھر میں رہے

وہ جوتوں سے کی ہے مرمت کسی کی ‏ ‏ کرن س گئی ہے حجامت کسی کی
کوئی پھیری سانڈ پالے پڑے گا ‏ ‏ علیگڈھ میں ٹھری ہے قسمت کسی کی

سنا ہے دختر رز آسا کی ہمشیر ہوتی ہے ‏ ‏ صحی تو شیخ کی رندوں میں یہ توقیر ہوتی ہے

گر بات میں نہیں ہے تو ہاں میں قصور ہے ‏ ‏ بطلے میں تیرے فرق مری جان ضرور ہے

کہاں جا سکتے ہو اب مرے گھر سے　　تمہاری تاک میں کتنا سال بیٹھے
ملا جو اسے اس سے قبید کا کائی　　ملا ہے جیل جانا ان کے گھر سے
پھر آخر مجھے تم کیونکر ملو گے　　جو تھا مدت سے کہ جوتے سے کہ رہتے
عدو کیا مار ڈالے گا مری جاں　　خطا پیتا ہے کیوں ہوتا ہے ڈر سے

رنڈیاں طائر دل پھانس رہی ہیں جو بیاں　　سیاں ہو گی یہ دو رخ کے چڑیماروں کی
ہاتھ میں یم کی ٹھنی ہے بغل میں جوتا　　یہی پہچان ہے یا آپ اسکے خریداروں کی

مرم عدو میں ہوں کہ جہنم میں جائیں آپ　　جب میرے گھر نہیں ہیں تو چاہے جہاں رہیں

سیکڑوں کو وہ ٹانگ دیتے ہیں　　ان کو پھانسی مگر نہیں ہوتی

کیا مزا آئے جو اغیار کے اوپر سر پر ہم　　دہار پیتیاں کی وہ ٹانگ اٹھا کر مارے

کل سنا تھا یار کا حلالہ ہے　　آج سنتا ہوں کہ رحلت ہو گئی

نیند کیسی سینہ والے مر گئے　　اسے ہیں قربان ڈھول کی اس کھاتے
یم کی ٹھسی لئے پھرتا ہے دوست　　یہ سمجھے ہیں پڑا اسکے پاس کے

مانیر و نکیہ مرے بخت سیاہ کی　　قاطی ملاس تو الٹا لٹوا سکہ
کوہ ستم اٹھا دل نہ ہوں ار سا تقی　　کیا اپنے گی نیا جانتے ہو مگر ما سکھ

یاد دارم حسن تھا یا یا الو کا پٹھا تھا   یہ انا خشکی ہے تو نہ کیوں ہو کچھ مری یا وحشت کی

تضمین شعر شہیدی

فضول مجھ سے تو مطلب ہے اے بت گلفام   تری قسم نہیں کرتا ہوں میں کسی سے کلام
کھلا کھلا کے مجھے سیر سے پھر بادام   پڑی اٹکی ہے پہلو سے مار ملا ناکام
فریفتہ ہوں ترے طرز دلربائی کا

براق - ان کا تخلص ہے میرے ایک دوست کا جو ضلع تاجمال پور کے ایک معزز رئیس اور کہنہ مشق شاعر ہیں اس وقت سن شریف تقریباً ۵۴ برس کا ہوگا نہایت با اخلاق ہمدرد اور یار باش اور وضعدار منکسر المزاج ہیں مجھ سے کافی مراسم ہیں لیکن باوجود اصرار بھی آپ نے اپنا صحیح نام لکھنے سے مجھے منع کر دیا — واقعہ بھی یہی ہے کہ آپ کے دیگر کمالات شاعرانہ کے سامنے ظریفانہ شاعری کا ذکر آپ کے لئے کچھ موزوں اور مناسب نہیں معلوم ہوتا - مگر میں جانتا ہوں کہ آپ کا ظریفانہ کلام بھی بہت کچھ ہے - اور اگر مجھ کو وہ سب کلام ملجاتا جو آپ نے مختلف اوقات میں کہا ہے تو شاید ایک بڑے ظریفانہ کلام کا تذکرہ میں اضافہ ہو جاتا - مگر کیا کیا جائے - کہ ان چند اشعار کے سوا جو میں نے آپ کی زبان سے سنکر ابھی تک نہیں درج کر لئے تھے اور کچھ بھی نہ مل سکا - تحریر ہیں

مطلع - اس ایک خراب دیکھنے والا ہوتا   بتہ لٹک کر جانے والا ہوتا

ہم سے تو خیال دل کا مسرور تھا   لنگ کس دن میں ہاتھ تر ہو سکتا

اس طفلِ صنعت بہت کی تھی شکلیں نگاہ | ایسی لگی تھی ایسا کہ دل چور چور تھا
دشمن پیٹ کے پھول گیا مثل مان کا | شاید شکم شریف تمہارا تنور تھا
نارنگیوں سے بڑھ کے کچوں کی بہار تھی | سینہ کسی کا باجہ ناگپور تھا

جگنو کی چمک حالی کی انگیا سی ہے حیف | مرغِ دلِ سوزاں سے ہے تہ دام ہمارا

برقؔ — اسم گرامی منشی جوالا پرشاد تھا قصبہ مہدی ضلع سیتاپور میں ۳۱ - اکتوبر ۱۸۶۲ء
کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے وطن مہدی ہی میں پائی ۱۸۷۸ء میں ضلع کھیری میں مڈل
کا درجہ اول میں امتحان پاس کیا اور وظیفہ مقرر ہو گیا یہاں تک کہ ۱۸۷۹ء سے کیننگ کالج لکھنؤ
میں تعلیم پا کر ۱۸۸۲ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا اور ۱۸۸۳ء میں وکالت کا امتحان
پاس کر کے وکالت شروع کی ۱۸۸۵ء میں بعہدہ منصفی مامور ہوئے اور اس میں بہت
کافی شہرت اور ناموری حاصل کی آخر ۲۴ مارچ ۱۹۱۱ء کو بعارضہ طاعون لکھنؤ میں
[illegible] انتقال کیا

گو کہ آپ اسم با مسمی اور قدرتی نہایت ذہین اور ذکی واقع ہوئے تھے مگر پھر بھی
آپ نے لکھنؤ کی زبان حاصل کرنے میں کافی کد و کاوش کی تھی - اور خصوصیت کے ساتھ یہاں
کے بڑے بڑے زباندانوں کے ساتھ ملتے جلتے رہے - منشی سجاد حسین مرحوم ایڈیٹر اودھ پنچ
پنڈت تربھون ناتھ ہجر - مرزا مچھو بیگ ستم ظریف منشی احمد علی شوق وغیرہ شعرا
آپ کے احباب خاص میں تھے - جب آپ لکھنؤ میں تشریف لائے آپ نے اسی وقت سے اودھ پنچ میں
مضمون نگاری شروع کی - اسی سلسلہ میں متعدد ظریفانہ نظمیں لکھیں - اکثر انگریزی ناولوں
کے بامحاورہ ترجمے اس خوبی سے کئے کہ مادہ بتانا بھی مشکل تھا [illegible] اول اول انہیں

ترجمہ کیا کہ میرے خیال میں ہر ناول ان کے واسطے ایک شاہکار ہے۔ مددنامی۔ پیرتاپ
بنگالی دلہن۔ ماہ اسپتین۔ مریالی۔ سب کے سب پیچیدہ دلچسپ سلیس اُردو کے ناول وہی
بنگلہ ناولوں کے تراجم ہیں۔ میں نے ان سب کو از اول تا آخر پڑھا۔ ہر ایک لاجواب ہے۔
مثنوی بہار آپ کی شاعرانہ مشاقی کی ایک زبردست سند ہے۔ ظریفانہ رنگ نظم و نثر میں
آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ہم نثر کو بوجہ طوالت نظر انداز کرکے صرف بعض بعض نظموں پر
اکتفا کرتے ہیں۔ پہلے ایک مخمس ملاحظہ کیجئے جو فارسی کے اس پرانے اور فرسودہ مصرعہ پر
کہا گیا ہے ؎ اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند۔

کلاہ سر بچہ ٹرکی وا کیا سر بسر نمی ماند — ہمیشہ کوٹ و جاکٹ نیکٹائی ریں برتن نمی ماند
ماندہ بہ بیکے آئین اسے بیچری ماند — عروس لو محبا آلودہ با شوہر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

راندگی جائما در بوتل و ساغر نمی ماند — چنیں مید و چوبٹ در دست دلکشی نمی ماند
سیا این لوٹ انگریزی دفتر بسر نمی ماند — عروس لو محبا آلودہ با شوہر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

چنیں اسپ دمر بیٹھ میدان تا کجا تا ری — ہمیشہ گیند و کرکٹ بہر فٹبال تا کجا ماری
مریسا در مدرسہ تا کے چنیں پتلون مگو بماری — عروس لو محبا آلودہ با شوہر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

رانڈی تا کجے ارما نگو اسے بیچری لوستی — لباس جاکٹ و پتلون سے کھٹکے چنیں پوستی
رائج کردن ایں رسم لندن تا کجا کوسی — عروس لو محبا آلودہ با شوہر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

کسی گمراہ عالم را بہ ایں رو تا کے — سر قدم لو دل آئینہ شیشہ دور تا کے
مدوں نول اساد دہ نسل سگ گشن ایکے — عروس لو محبا آلودہ با شوہر نمی ماند

اگر مانند شبے ماند شب دیگر نمی ماند

خوری تا چند مرغ سر بریدہ را مدین غفلت — حرامے را ملائی از دلیل خویش چون حالت
خروس مالدار سے نیچر بدین عقل در بیابہتا — عروس تو حجاب آلودہ ما شوہری ماند

اگر مانند شبے ماند شب دیگر نمی ماند

سحاب سکالا سودیشی لیڈری را سہ تو سیدلیا — بوقت گنبد گرگ شاہ سید ہر کہ بیتاب کردیا
جو قرآں دعدیتا ای تیغری انجیل سا دیدں — عروس تو حجاب آلودہ ما شوہری ما نہ

اگر مانند شبے ماند شب دیگر نمی ماند

ترنگ نی دکرا پردراکہ بہساں حاذق سجوں — کہو ترچوں سکانک دتہ می ساد دعمر خول فول
عروساں رداورداما و توسکس ادین اکنوں — عروسا تو حجاب آلودہ ما شوہر نمی ماند

اگر مانند شبے ماند شب دیگر نمی ماند

نظر پڑا ایک سپہ چہرہ سالی سج دیج ہی ادا اسکا — جو غور دیکھو تو سو برس کی یہ تھہر دا عقد خدا اسکا
سفید داڑھی یہ کالا جوتہ اور اسپر طرہ وہ سرخ ٹوپی — مدیبر حاکٹ گلے میں پٹی سی عالم اسیر ہے اک ملا کا
ہاں باتیں اسکی وہ سحر افسوں کہ بس لیں ہے ہو دہ منقح بیا — عصا کے تقریر ستم کے جلے اور اسپہ طرز میاں ملا کا
بہت دنوں تک سا کیے کرشمے طرح طرح کے دکھا سکے — خدا کے سد دیکھے دیں دو دنیا کہ جو سالوٹا عقد حد اسکا

ایکبار مرتبہ دکن کے قحط پر ایک مرثیہ عجیب طرح کا لکھا تھا جس کے دو تین بند لکھتا ہوں۔

ملک دکن یہ قحط کی یار و چڑھائی ہے — چاروں طرف سے دوج قہ کار آئی ہے
محتاج جانوں میں کمی حدا کی دہائی ہے — کالی گھٹا سی ہو کے ہر اک سمت چھائی ہے

بھرتی امید دار ہوں خواہش ہے کام کی
آؤ سبیل رکھی ہے کنگلوں کے نام کی

آئی گھٹا سی ریل بھرے کے امیدوار — اتری ملا کی فوج کہ مسد جھکے چار چار
پورکھئے یار ادرعا میگدھو کے سوار — آئی لکھی ہر طرف سے صدا لیس سیا ہیار

چہروں پہ جھریاں تھیں وہ پلپلی داڑھی ہوئی

سمٹا ہوا پیٹ کی تھیں ٹانگیں اکڑی ہوئی

اک دیکھنے والی کہ اللہ کی پناہ　　اور پیچھے وہ اگر کہے کہ بھئی واہ واہ وا

ظہور سے آشکار کہ پیسو پیٹ نگاہ　　آپ نہ کچھ خیال کریں گو تعلق ہو شاہ

نگاہ سے ہر دل کو اور نگاڑیں یہ زور تھا

مارا بدو بدو کا ہر اک سمت شور تھا

بحر طویل کہیے پر آئے ہیں تو انشا اور مصحفی کو مات کر دیا ہے - ملاحظہ کیجیے

دوش رفتم بسوئے بازار کہے یا ہمہ عیار - رہ ہر قید سے بیکار - بہ تر دیگر گرفتار - رخ و رفتہ و سرشار سک جیر جور ہوار - تنش چوں تپ و رنجور ہمہ بے حال - برج حور - مثال شمع دیجور - سر گوشہ بتلوار بدل سوختہ رہبانوں - تنش زرد - دلش سرد - تن و جاں ہمہ گرد - و ادھا صاحب ایماں دلے مذہب شیطاں - نہ یہود و نہ مسلماں - نہ از قوم نصاریٰ - و دو ڈھر ہمتش بیحسد شوق گہے تحتا گہے نوق - گہے استاد و شاگرد - گہے حست و سرا بید - گہے ٹھو کر دیسٹی - گہ عبا و گہ کالی و تمیں و ر انڈی - گہے ہیرو کلارشا - گہے پاکٹ گہے واکٹ - گہے سیر سے و گہے رم - گہے نگی گہے ہم ہمیں فکر ہر دم - کشتہ حرص و ہوا را - گفتم اے ہمسر فرعوں - حرامی شدی ملعون - کیسے بیت چہ یارستا - چہ بود آخر کارت - ایں وضع کدام است کہ داری - چوں مستِ خود عاری شدہ ننگ شکستی - در دانش بحہ بستی - تو ئی دیوانہ دماد بہوشش - ہمہ عقل فراموش بشر علم و ادب و دو - ہمہ گمرہی مجبور - نگو نام و نشانت - بگو م آگاہ تمامت - کس دیر حدارا - گفتہ عدوے خاموش - بردڈام مگر گوش - تم آدمی ہے کالا - یہ سو کا لتالا - میں صاحب لوگیم - و دانی اسرمیم - صاحب پلپلی نام - جہاں شہرۂ عالم در ہمہ رسم تو چہ دانی - کہ تا قابل آئی - پر ہم کو کر دکھیر - اٹو گدڈا میر شکلم بہ دوست شمارا گفتم اے صاحب او ہماحب - مرں سہیدہ کین لاد سا - میں بدوسے ہے حویشا

بہ آئینہ درپیش - ستو طائر نقال بزن مفت بر بال - بخور بسکٹ وہم کیک - بکن ترک
رہ نیک - ستو پیرو حسنات - پرست ارم حرمات - مین صدق وصفا را -

بندی - مرزا محمد اشرف صاحب بی-اے خلف جناب محمود اشرف گوڑگانی کا تخلص ہے - آپ نہایت قابل اور نیک مزاج ہیں مرزا ارشد دہلوی گوڑگانی کے شاگرد ہیں بے حد شوخ اور بلا کے ذہین ہیں - آپ کی ظرافت شعر میں اس درجہ تک ہوئی ہے - جسے اسقاطی شاعری کا اعلیٰ رنگ کہہ سکتے ہیں صرف ہزالی اور محض ظرافت کہیں نہیں ہے - بلکہ اس رنگ اسقاطی میں یہ بھی خیال رکھتے ہیں کہ کہیں تغزل سے علیحدہ نہ ہو جائے چنانچہ چند اشعار درج کئے جاتے ہیں - مگر یہ کلام ابتدائی ہے اسوقت کا کلام موجود نہیں -

تج کے جالے کوں کی توبہ — شستے اٹھی کہ ٹکی توبہ
کعبہ گرجا اور بتخانہ — گھر گھر تھکی میری توبہ
واعظ کر لو گرمی گرمی — ساون آیا ٹوٹی توبہ
آج ہنسا ہو کر بیٹھی تھی — نہ دل میں کرا رکھتی توبہ
رحمی [illegible] بکھر آئی — سر پہ دیکھی کھا گئی توبہ
مولوی صاحب ایں کہ کرکے — اول کی [illegible] ٹکی لی توبہ
میں اور ایسا کام کروں گا — توبہ توبہ کیسی توبہ
واعظ اب تو جاڑا آیا — کسکی توبہ کیسی توبہ
لوی مدرسے ہی سو ٹھہرے — انگلی ڈال [illegible] کی توبہ
واعظ ایسا دل تو دیکھو — دیکھی جاتی ہو لی توبہ
دیکھ [illegible] کبھی کرلو — کام دہلا [illegible] دیگی توبہ

بسمل ۔ میر حسن نے اپنے تذکرہ میں ان کا نام گدا علی لکھا ہے اور ایک دیگر نام
نقل کر کے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے زیادہ بلند شعر اُس کے اور نہیں دیکھے گئے۔ میر تقی نے لکھا ہے
کہ بسمل تخلص ایک شخص کا تھا پہلے سا تھا اشو ست تک میں نے یہ تذکرہ نہیں لکھا تھا۔ اب
خدا معلوم کہاں گیا۔ بہر صورت میر حسن نے جو شعر لکھے ہیں ان میں سے ایک شعر منتخب کر کے
لکھتا ہوں۔ میرا قیاس ہے کہ میر حسن نے جس کے ان شعروں کو بلند لکھا ہے اُس کے دو بیت شعر
جنکا انھوں نے ذکر نہیں کیا خدا معلوم کیسے ہوں گے کاش ہوتے تو لکھتا۔

جیسا کہ دیپک کی لو جلتی ہے ۔۔۔ دل ارلے سے رہیں دہلتی ہے
دیکھ لو تم کبھی کر کے سراغ ۔۔۔ مرے سینے میں دیپک کا داغ
ڈر سے کے دام میں نہیں خورشید ۔۔۔ دیکھوں نے اسے کیا ہے جمشید
ڈرے دیپک سے وہ جیسے تارا ۔۔۔ یاں تو اس کے حصو میرے نال
لگے دیر و لگے مالا ۔۔۔ نے غم درد دے غم کالا

بسمل ۔ ایک رسالہ میں آپ کی ایک غزل نظر سے گزری تھی نام و مقام بھی
لکھا تھا مگر حافظہ نے صرف یہیں چار شعر یاد رکھے پر آپ کا نام و مقام بھلا دیا
مگر یہ ہیں ۔

حبیب را اگر علاج میخواہی ۔۔۔ طلب وصل مہ ستمائی کن
درسپ وصل ما جی شد و مارا ۔۔۔ یک نگاہ است اسچیا تانی کن
بس کم ستیر مید با بسمل ۔۔۔ ار کجلی و بولہ سائی کن

بسمل ۔ تخلص ہے مولوی فہیم اللہ صاحب مرحوم کا ۔ آپ سہالی اضلاع
دہلیوں میں ایک [illegible] ی درجہ رکھتے تھے ۔ اور ہمارے [illegible] کی دو ہیں کیے ۔ عرصہ تک

ہمات پنج لاہور کے ایڈیٹر رہے اور برابر ظرافت کے نظم و نثر مضامین لکھتے رہے۔ ظرافت میں آپ کو درجہ کمال حاصل تھا ۱۸۹۵ء میں بعارضہ دق انتقال کیا۔ کلام تلف ہو گیا صرف ایک ظریفانہ سیاسی نظم مل سکی جو درج کی جاتی ہے۔ غالباً سانحہ جنگ افغانستان کے وقت لکھی ہے۔

کابلی سر بسر بیکار ہیں لو اور سنو — ان کے اب موت کے آثار ہیں لو اور سنو

حسن کے صدقے سے بیلے اور ہوے اتنے بڑے — اس سے بھی اڑنے کو تیار ہیں لو اور سنو

شاہ نقیبا تو اور کب مصالح موجود — سونٹھ کی گانٹھ یہ عطار ہیں لو اور سنو

دو قدم گو نہیں چل سکتے مگر اسپ کی — خنگ ہیں چلنے کو تیار ہیں لو اور سنو

ہم سے مولوی تھے آج طفیل سرکار — ہیچ میں صاحب اخبار ہیں لو اور سنو

جیب میں مال تھے پڑے رہتے ہیں پیشانی کے دام — آج ہم عبرت تا مار ہیں لو اور سنو

بقا ۔ شیخ بقاء اللہ خاں نام تھا۔ اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ حافظ لطف اللہ خاں خوشنویس کے بیٹے تھے۔ میر۔ اور سودا کے معاصر تھے۔ گر دونوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اردو میں شاہ حاتم اور فارسی میں مرزا فاخر مکین کے شاگرد تھے۔ مولوی عبدالغفور نساخ نے اپنے تذکرہ سخن شعرا میں غلطی سے میر درد کا شاگرد لکھا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ پہلے ان کا تخلص ہوس لکھتے تھے پھر معلوم نہیں کیا بات کہ جی میں آئی کہ اس تخلص کو چھوڑ کر بقا ہو گئے۔ آخر میں ترک وطن کر کے لکھنؤ آ گئے تھے۔ ۱۲۰۷ھ میر اور سودا سے معرکے ہوتے تھے۔ اسی بنا پر انہیں ہجو کہنے کی ضرورت پڑتی تھی چونکہ خود ظریف الطبع تھے۔ اس لئے انہیں ظرافت کا رنگ دے کر کہتے اور خوب کہتے تھے۔ میر [illegible] سودا کی ہجو [illegible] کے دو چار شعر لکھتا ہوں

ایک مرتبہ مرزا تقی میر نے شعر لکھا۔

دے دن گئے کہ آنکھیں دریاں سی بہتیاں تھیں — سو کھا پڑا ہے اب تو مدت سے یہ دوآبا

لقا نے بھی یہ شعر سنا گماں پیدا ہوا کہ میر صاحب نے سرقہ کیا اور میرے ان
دونوں شعروں سے یہ دوآبہ کا مضمون اڑا لیا۔

ان آنکھوں کا نت گریہ دستور ہے — دوآبہ ہمارا ہیں یہ مشہور ہے

سیلاب سے آنکھوں کے رہتے ہیں خرابی میں — ٹکڑے جو مرے دل کے بستے ہیں دوآبے میں

بس پھر کیا تھا بگڑ گئے اور ایسے بگڑے کہ یہ قطعہ لکھ ڈالا۔

میر نے گر ترا مضمون دوآبے کا لیا — اے لقا تو بھی دعا دے جو دعا دینی ہو
ایسا میر کی آنکھوں کو دوآبہ کر دے — در میں کا یہ عالم ہو کہ نہ بینا ہو

اس کے بعد غالباً میر صاحب سے اور ان سے چل گئی ایک اور قطعہ کہا۔

میر صاحب پھر اس سے کیا بہتر — اس میں ہو دست جو نام شاعر کا
لیکے دیوان بیچا رہے پھیرے — ہر گلی کو بہ کام شاعر کا

ایک جگہ میر اور مرزا دونوں کو لے ڈالا ہے فرماتے ہیں

میر و مرزا کی شعر خوانی نے — بسکہ عالم میں دھوم ڈالی تھی
کھول دیوان دونوں صاحب کے — اے لقا ہم نے جو زیارت کی
کچھ نہ پایا جز اس کے اس میں سخن — ایک تو تو کہے ہے ایک ہی ہی

کہے ہم استاد و ترسے ، ورنہ وصلے بیٹھ گئے — نہ بے حیا ہو کر اٹھا ، نہ چلے بیٹھ گئے
آئے کچھ جو کہتا ہے نہ اللہ سے ہیں — اسکا میں دیکھیے ، الا ہوں لقا داد دیے ہیں

ان اشعار سے کہ سوا اور طرح کے شعر بہت ہیں ہو سکے۔

ٹیکائی — اودھ پنچ سابق کے کوہنہ نامہ نگار ہیں — ۱۰ اپریل ۱۹۱۹ء کے
اودھ پنچ میں آپ کا یہ نوحہ — اس مختصر دیباچہ کے ساتھ درج ہوا تھا —
نوحہ رقت و تجاہلات افزا حسن اتفاق سے نوحوں — سوز دوں — مرثیوں کی
فصل — رونے رلانے کی بہار ہے چنانچہ بالفعل ایسی حسرتوں آرزوؤں کے قتل
وکشتہ ہونے بلکہ مرے دل سے پوچھیے تو شہادت پر ایک نوحہ حسب حال عرض کیا ہے
کیا عجب کہ کل سلف گورنمنٹ اور اس محرم کے اختتام میں یہ نوحہ ہندوستانیوں
کے بہت سے دلوں میں رقت پیدا کرے —

جینگی کا میں حاکم تھا اطلاق آہی — ہے ہے مری شاہی
کرتا تھا میں بیٹوں کی بڑی پشت پناہی — ہے ہے مری شاہی

افسوس عجب طرح کی آئی یہ مصیبت — ذلت ہوئی ذلت
جینگی کی حکومت گئی ایسی کہ تباہی — ہے ہے مری شاہی

کرتا ہیں اردو صفائی مری عزت — یہ کیا ہے بغاوت
جب یہ حکومت ہے تباہی یہ الٰہی — ہے ہے مری شاہی

ماری ہے ہوا نام مرا لورڈ سے جارج — اب دیدیا چارج
بیکار ہی بیکار رنگی سمجھو کو سپاہی — ہے ہے مری شاہی

[illegible] کیا ضبط تو تب آگئی مجھکو لے میرے محمو
جوں مجھکو کا جرکھائی نے تو [illegible] آئی — ہے ہے مری شاہی

اک کھائی کے دیر تھے لگے تیر سے جلیے لگا میل ملا ٹہلیے
جب لورڈ میں جا چکی ہوئی میری مسلی ہی — ہے ہے مری شاہی

[illegible] مجھے حمل درا راس نہ آیا — عزت کو گھٹایا
کالا ہو [illegible] ہو گئی قسمت کی سیاہی — ہے ہے مری شاہی

[illegible] تو دست صاحب رہی مری قائم — ہر لکہ دوا دائم
قسمت [illegible] کرھانے ہیں جیا ہی — ہے ہے مری شاہی

[illegible] میں [illegible] میرے سکھاتے
دیکھا جو یہ جھکے سے ہے گھر کو میں جا ہی — ہے ہے مری شاہی

سب ایک ہوئے اور اکیلا مجھے کھا [illegible] خدایا
رو رو کے میں دیتا رہا گو تری دہائی — ہے ہے مری شاہی

وقت آیا جو اسکا کہ کریں میری اعانت باقی ہے عزت
منہ پھیر لیا اپروں نے [illegible] — ہے ہے مری شاہی

بچا [illegible] ہی ہوا ہے — آخر کو سمجھا [illegible]
[illegible] — ہے ہے مری شاہی

ملیح — محمد تار الحسن نام ہے [illegible] کے [illegible] — [illegible] حال [illegible] ایک

خوش فکر ظریف شاعر ہیں۔ اردو و فارسی دونوں زبانوں میں فکر سخن کرتے ہیں۔ مجھے
اردو کا کلام نہیں مل سکا فارسی کے کچھ شعر تذکرہ ظرافت میں ملے جو نمونہ کلام میں درج
کرتا ہوں۔

ہزاراں حرف با فرجام رائیں ہمت عالی	کہ من مرغوبۂ خود را در آغوش دگر دارم
چو دستم شد حمائل گفت آں نازک مزاج من	شرر دار من کہ کیا خوشتر از سحر در کمر دارم
خوشا روزے کہ آں بر خور آمد در کنار من	بسا خربوزہ کہ وتربوز دارم بیشکر دارم
ملیح بارنج ملعو بلاغت صرف کن اینجا	کہ ہر اہل نمک گوید کہ من سوئیت تر دارم

بلبلی — نادر فوق العادت والفطرت تخلص پنڈت رام رائیں صاحب کا ہے آپ فرخ آباد کے رہنے والے اور زمانہ حال کے ظریفوں میں ہیں۔ علمی قابلیت کی بات اتنا ہی معلوم ہے کہ اردو لکھ پڑھ بھی نہیں سکتے ہندی خط میں غزل لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ بعض بعض شعر اچھے کہتے ہیں بدقسمتی سے مجھے صرف ایک ہی غزل مل سکی جو انتخاب کرکے درج کرتا ہوں۔

یار کے گھر دعوت شیراز کی تدبیر ہے	دیگ میں دیکھا تو پھر کھچڑی ہی کھچڑی ہے
واسطے میرے سحر میں قم انجیر ہے	چارہ گر اتنا نہ سمجھا عشق کی تحریر ہے
عقدہ اس حسن کا حجت ہوئے وا کیا مجھے	دست زر ہے لو رشتی یا تری کا تیر ہے
ہار لیپ ہی رہ دیا لو بچکے رہنے کا مزا	بحکم کیا اپنے سر سے باپ کی جاگیر ہے
ایک مکتب میں پڑھے اور ایک ہی استاد سے	سوا ہی لیتہ سے لیلی قیس کی تقصیر ہے
اے بلبلی میرا جیم ... زبان ہوں	سمجھ کا آگیر سہر سا صری عالمگیر ہے

شہد ... [illegible]

لفظ لفظ سے شوخی ٹپکی پڑتی ہے - ایک نظم جو ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے - وہ لکھکر حضرت ساحر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ چند شعر حضرت سعدی کے تتبع میں کہے ہیں - گویا مصرع طرح یہ قرار دیا گیا ہے - ہیچماں ارطویلۂ خر بہ -

دست خالی ز کیسہ پر بہ مدنمائی بحال خوشتر بہ
ازہمہ اردلاں لور دہیں پایۂ ہدیاں فراتر بہ
مس بکعبہ روم ز ترکستان از رہ مستقیم حیکر بہ
ایلچی ہم بکار می آید خر عیسی بحال خود خر بہ
وضع خوشس اختیار باید کرد ریش کوتاہ راکلاں سر بہ
تا بہ گردں کشد بپا لیش خاکساری شمارا اکثر بہ
ہمچل خواسارا عمودے بیست تو بود خواہ کومہ حیبر بہ
قدر رنگی بہ بیتکر آید چوں شکر میدہد چقندر بہ
مفلسا ہم در بساط حیات اسپ اگر نیست مہرۂ خر بہ
خرس بدوسی وستیر جاپانی حال بل چوں غزال اصفر بہ
ایشیا فتح کرد یورپ را ایسا چنیں ذکر علیش اکثر بہ
حیثیت مردی رسانہ انگریزی تیہادر یام حبسر بہ
چوں سکے اہل جانور فرستید پنکے گھساکہ اور خوشتر بہ

ابو اسحاق اطعمہ ایک نہایت مشہور و معروف ہزال اور ظریف ہے جسکی نسبت معلوم ہوا ہے کہ عہد محمد شاہی کے اوائل میں دلی میں تھے - اور اس زمانہ کے دستور کے موافق ایک بہت بڑا مکتب قائم کر رکھا تھا - جس میں اس وقت کے بڑے بڑے امرا کے بچے تعلیم پاتے تھے - چنانچہ میر عبد الجلیل بھی انہیں کے ایک پوہا

شاگرد ہیں۔ میر صاحب اور ابو اسحاق کے متعلق چند لطائف بھی مشہور ہیں جو نیچے
درج کرتا ہوں۔

ابو اسحاق چونکہ خود بدرجہ اتم شعر و شاعری کا ذوق رکھتے تھے۔ اس لیے جب
شاگرد کا رجحان اس طرف دیکھتے تو بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ ایکدن اپنے شاگردوں
کو کچھ شعر سنائے۔ میر جعفر زٹلی نے غور سے ان اشعار کو سنا اور جی چاہا کہ خود بھی کچھ
کہیں۔ مگر ابتدائی رکاوٹیں اس شوق کے پورا ہونے میں مانع آئیں خاموش ہو کر بیٹھ رہے
پھر کچھ دنوں بعد پیدا ہوا تو کچھ شعر کہے استاد نے دیکھا کہ ان سے تو اور بدعت ہوتی ہے میر صاحب کو
بہت ڈانٹا۔ چونکہ شعر قابل اندراج نہیں ہیں اس لئے ہم ان کو قلم انداز کرتے ہیں

ایک مرتبہ ابو اسحاق کی بیوی کو ساعت اسہال سے بخار آگیا۔ مولوی کے گھروں میں یہ رسم
ہوا کرتا ہے۔ جہاں اس عالم ربانی ... ت ہی چڑچڑے ہو رہے تھے شاگردوں کو بات
بات پر مارنا شروع کیا لڑکوں میں صلاح ہوئی اور جعفر زٹلی سے کہا کہ آج مولوی صاحب کی
شان میں کچھ لکھو۔ جعفر کو یہ فرمائش پوری کرنا پڑی اور بخوبی ... جو اب تک ان کی
کلیات میں ہے لکھ ڈالا جس کے اشعار ذیل درج ہیں۔

درد پڑھ ماد علی راکس بیتال کو مانڈ — ڈیڑھ ماد علی حسن گرولال کو مانڈ
درد پڑھ ماد علی کھیروں گڑیال کو مانڈ — درد پڑھ ماد علی پھولوں کے سپاہی کو مانڈ
درد پڑھ ماد علی لے جرو حالی کو مانڈ

ہو بید سے باہر تو اسے چھوڑ کے چل جا — ما ہڈ ... کھائے آگے نکل جا
گر اور کسو آدم حیوان سے عمل جا — تو بی بی کی اماں تنہائی سے نکل جا
بسم اللہ و الحمد کی برکت سے نکل جا
ماشاء ... آگ میں جل جا

یوں ابو اسحاق اکثر اپنی ظرافت میں ... طرح طرح سے کہا کرتے

زیادہ ذکر کیا کرتے تھے اس واسطے ان کے نام کے ساتھ اطعمہ بھی شامل ہو گیا تھا
ان کا کلام بہت تھا مگر اب کمیاب ہے۔

من آں یم کہ در حلوا عیاں نگردا بم | کہ تا بک صحبت شیر برنج کافر بدست
کسے بحو ہر یکدانہ نخود بہ بست | کہ قفل عقدۂ کیسا سیاہ کشادست
دگر مگوے کہ مال تو عروس عرۂ ماست | کہ ایں سخورہ عروس ہزار داماداست
بستہ است رعن بچہرۂ جبستی | کہ ایں سیاہ رمال مرغ آرادست
چہ می بری لسے کاسہ لیس بر ستحاق | بہ یک رردو عسل روری حداداست

بہ پتیم درسحرگاہاں گر آری صحن لعرارا | موسے بیکوش بحتم سمرقند دیکارارا
کباب آہوے فربہ اگر داری عیمطاں | کبار آیہ کہ با ماد وگلگت مثلا را
حال تر بریاں وحس دسہ فربہ | جیاں بردید صرار دل کہ ترکاں الحایا
چہ آرائی بہ تکہ وعمراں رحسار دالودہ | بر گرمی لوۓ حال حرام جاحت ریسارا
نگو ستحاق وصحصاحتہ انگور مقالے | کہ بر بطم تو اسادرلکہ عصہ بیارا

مں گردم رو کر قلیہ حسالی | بے عسکر ایں سم ی کل حال
سحر بر حرم ا مہر پرسہ | دمں طلب العلی سہر اللیال
درول رستہ آں جور سیہ شلغم | کاں الشمس فی جوف اللیال
جوار ہم میدہم ترنج مسلم | مما ادری بدیاعس شمال

بوبکس ایک بیاض قلمی ہیں نہ کس ڈھانوی کہ نام ست ستر گر ... اور نام
وحالات دعمرہ کا کوئی پتہ نہیں ملا میں اپنے بیاض کی نا کرتا ہوں کہ شاید لوڈھانہ

ضلع مظفر نگر کے رہنے والے ہوں گے ۔ ان کے جس قدر شعر ہیں بڑھاپے کی خدمت میں ہیں
یا بیوی کی شکایت ہے جو سننے والے کو ہنساتی بھی ہے اور رولاتی بھی ہے ۔ اغلب کہ ہوبک
نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں شادی کی ہے اور اس کا خمیازہ اٹھانا پڑا ہے ۔ ظلم و
ستم سے چیخ اٹھے ہیں ۔ یہی شور وہی ہائے واویلا پیدا کر کے موزوں بنی ہے اور شاعری
سکریہ گئی ہے ۔ اگر یہی بات ہے تو ہوبک تخلص بہت ہی موزوں ہے کہ بیا کے بعض
بعض مصرعوں پر مصرع لگائے ہیں بعض کو تضمین کیا ہے ۔ ان کے اکثر اشعار متانت
اور سنجیدگی سے دور ہیں ۔ اسی لئے ان کو نظر انداز کر کے ہم چند ظریفانہ شعر نقل کرتے ہیں ۔

جب واں گرے اور بڑھی بالکی پیدا   شوہر کی جگہ کہتی ہے مورد مجھے گیدی

ہوئی پیری کے ہاتھوں بہت پست   گرے پڑتے ہیں جیسے کوئی مست
کبھی زانو کبھی رکام اور دست   [illegible] بیٹھے کہ [illegible]
[illegible] وقت مرگ اور دست

بڑھاپے میں کیوں بیاہ ہم نے کیا   [illegible]
کہا کہ یہ [illegible]   [illegible]
[illegible] ہے جورو ہمیں [illegible]   کہ [illegible]
وہ بولی جو ہم نے اشارا کیا   نگہدار [illegible]
میں کہتا ہوں اس سے کہ لے [illegible]   [illegible]

[illegible] کی [illegible]   کبھی [illegible] کبھی [illegible] سر
[illegible]   [illegible]
[illegible] بسر   [illegible] سر

بوم - سید محمد جان نام ہے۔ باوڑ ضلع میرٹھ کی تحصیل میں چپراسی ہیں۔ متین کلام میں بوم تخلص کرتے ہیں اور ظرافتاً بوم۔ چودہ پندرہ برس پہلے میں بھی ان سے ملا تھا اسوقت کچھ زیادہ مشہور و معروف نہ تھے۔ مگر اس زمانہ میں ظرافت کی بدولت اچھا خاصہ نام پیدا کر لیا۔ اکثر ان کی ظرافت فواحشات کی حد تک پہونچ جاتی ہے۔ چونکہ خود بھی اسی قسم کے آدمی ہیں اس لئے زیادہ تر کلام کی بنا بھی اسی طرح کے اندازِ کلام پر رکھتے ہیں۔ سنا ہے کہ مےخواری اور عیاشی میں بھی کچھ غبن وغیرہ کیا اور اس کی بدولت زندانِ فرنگ کی ہوا کھا رہے ہیں۔ ان کے شعر جو ظرافت کی حد میں ہوتے ہیں نہایت دلچسپ اور قابل انتخاب ہوتے ہیں مگر افسوس کہ میرے پاس ان کا کلام نہ پہونچ سکا۔ اگرچہ تلاش میں میں نے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا مگر کسی طرح کامیابی نہ ہو سکی۔ اس زمانہ میں جب تذکرہ لکھ رہا ہوں باوڑ کے کئی احباب کو لکھا مگر جواب نہیں آیا۔ چند شعر مل سکے وہی درج کرتا ہوں۔ اسوقت ان کی عمر تخمیناً چالیس برس کی ہوگی۔

جس زمانہ میں مہاتما گاندھی کھدر پرچار کر رہے تھے۔ اس وقت گاڑھے کی قیمت اچھے اچھے کپڑوں سے بھی بڑھ گئی تھی۔ اور جولاہوں نے ہر ایک کپڑے سے زیادہ نرخ بڑھا دیا تھا۔ اس سے متاثر ہو کر بوم نے یہ نظم اور اسی قسم کے اور بہت سے شعر لکھے تھے۔ چند اشعار جو ہمکو مل سکے لکھے جاتے ہیں۔

پہلے سے نہیں مفلس و محتاج جلاہے — اب بھرنے لگے کوٹھیوں میں ناج جلاہے
لیڈر ہو گئے قید میں اک راج کی خاطر — بیٹھے ہیں بنائے ہوئے سوراج جلاہے

جب کہ دنیا میں خلافت کی دہائی ہو گئی — اچھی خاصی ان جلاہوں کی کمائی ہو گئی
ترقی کس طرح ناموس کھدر کو بھلا — چودہ آنے گز گاڑھے کی کمائی ہو گئی

کیا کہوں شوق ہوس نے مجھکو رسوا کر دیا — کیا خبر ہے بیخودی میں میں نے کیا کیا کر دیا
کیا ذرا سی بات تھی جسکا فسانہ کر دیا — میں نے اک بوسہ لیا اور تم نے دعوی کر دیا
خود ہوئے بدنام اور مجھکو بھی رسوا کر دیا

کہہ دیا اس بت نے کہ صاف یہ مجھ سے آج — کس لیے رکھا ہے سر پر یہ مسیحائی کا تاج
پوچھنے کے واسطے آئے نہ تم میرا مزاج — ہو نہیں سکتا تمہارے درد فرقت کا علاج
تمکو کس الو کے پٹھے نے مسیحا کر دیا

رہ گیا بیٹھا میں ہی کیا ملنے ملانے کیلئے — کوئی بھی آیا نہیں میرے بچانے کیلئے
اور تو احسان تھا سب گھر میں کھانے کیلئے — صرف ترکاری نہ لایا تھا پکانے کیلئے
مارے گھونسوں کے مری بیوی نے بھرتا کر دیا

ٹھہرنے دیتا نہیں کچھ اسے دوران سر — کبھی اس شاخ پر بیٹھا کبھی اس شاخ پر
دیکھ لو خالی نہیں جاتا تخلص کا اثر — دم کو کچھ بھی نہیں اپنے سر و پا کی خبر
شاعری نے اسے الو کا پٹھا کر دیا

ملی رنڈی سے تو یہ قوم ہے بد — ہوا ہے تجربہ یہ مجھکو بیحد
اگر جوتے اسے گا رد کا گارد — رہیں مشہور سمسل بہ سیارد
در و تخم عمل ضائع مگرداں

پھسپھسنٹ ایک شاعر کا مجہول الاسم کا تخلص ہے صرف کلام مل سکا درج کرتا ہوں۔

دل مرا تجھ سے چھین کر کھا گا — ہرت تری دم میں سوتی کا وعدہ گا

جسنا ج دیکھا ہوا منظور یار کو — فوراً سبھتے مدادی کا مکڑا سا دیا

حلواؤں یہ مرسے اکسر عطا کرتی ہی جاتی ہے — مری بیوی رار ماشا کرتی ہی جاتی ہے

دسا مدلگئی ہے کھلاڑں ساؤں گا — اب اپنی بیوی کو میں تنبول ساؤں گا

کھاتے کھاتے راتوں کو سوشا دستا ہوگئی — کوئی خرکاری نہیں بھاتی ہے بیگن کے سوا
والدہ نے یہ شرافت کی مری تدبیر کی — سیدوں کے پاس رہ کر مجھکو سید کردیا

پوچھتے ہیں نام سب سے مجھ سے لوگ — کہہ کبھی دو اللہ کا بچیا نام ہے

دی ایک ایسی گالوں سے لہو نکلا — وہ کھونٹی والا تو میرا بھی گرد نکلا

یہی لڑی یہ نام لکھتا ہوں — کھوپڑی کا فقط سچا یا ہے
حسین سے تھے ہم عدم میں لے بھٹا — اک ٹرا وہ بھی کار خانا ہے

وہ مری قطع دیکھکر بولے — یہ لوسد کا کوئی ملا ہے

حام تم س ے بارہا دیکھا — کھوپڑی سے مری سہس ملتا

چوٹیں کرتا ہوں جو سب لوگوں پر — پھر کسی جوا کبھی نہیں ملتا

نہ کوئی ڈاکو ہوں میں اور نہ کوئی چور ہوں میں — حرام خور نہیں ہوں حلال خور ہوں میں

کان اکثر کھڑے ہی رکھتا ہوں — جب سے دنیا نے گوشمالی کی

میری سوئی سیکھ کس نے اور میں اُن پر گیا — میں ہمیشہ ہیں کانوں درد ہوتا ہیں

بیڑھب - اشار علی نام ہے بدایوں کے رہنے والے ہیں مشفق قمر بدایونی کے شاگرد ہیں نوجوان زندہ دل ہیں انکی کلام سے نوسعتی کا عالم نمایاں ہے اگر کچھ رہے استادکی و سرانجام کہنے لگیں ایک مجموعہ نقد طریف کے نام سے چھپ گیا ہے جسمیں زیادہ پیروڈی کا اور باقی اُن کے استاد بھائیوں کا کلام ہے - پورے مجموعہ کو پڑھکر چند شعر انتخاب کیے گئے ہیں اگرچہ وہ بھی معمولی سے زیادہ نہیں ہیں۔

جب خدا میں بڈھب روی قلم دکھایا — ایسا ہے کہ شیطان افلاک پہ چڑھایا

اک آدھ آتشیں ہیں ڈبل کام ہو گیا — اُن کو بخار غیر کو سرسام ہو گیا

دو سر ناحق کا ملیدہ اُڑا گئے — لالہ کا پیٹ کیا ہوا گودام ہو گیا

ہم سے ڈرو گے ہاں سے ڈرو گے — جو والد کہیگی وہ بیشک کروں گا

نہ ہوگا اگر تم سے میرا ادا — تو میں ناحق اپنے پیرہن مروں گا

اگر آپ دل مجھکو واپس نہ دیں گے — تو میں آج سرقے کا دعویٰ کروں گا

اگر سخت اذانی مری کام آئی — تو قاتل کو بھی مار کر ہی مروں گا

گدھا ہوں تو لوں گا بوسہ تمھارا — بس اب آپ سے جوڑا کا سرد میداں کا
اگر ساس نے ماں کی میری تھی لعنت — تو میں بیاہ سے قبل آ ماں کر رہی تھی

ہمارے بس میں ان سے رشتہ دو عیار ہوتا — کہ کھا سے ار ہم ہوے وہ جو کیدا رہوتا

ڈھولک بجا کر گاتا تھا اک ترانا — اس کے حرم میں یار عورتیں سانا
اس راگ پر ہو لعنت یہ بھی کوئی گانا — تا دیم دیم درنا تا دار دیم تانا

کیا وہ سر جائے مجھے ڈھونڈھے لیگا کوئی — اک سو دس میں گرفتار نہ ہونے پایا
مارا بیٹھ گئے ہار کے جنگی راستے — اسے عشق کا ہموار نہ ہونے پایا
عمر چالیس برس کی ہوئی ان کی لیکن — آج تک سہرہ نمودار نہ ہونے پایا
کوئی انسان ہے جو ہر کہ طاعون آتا — کبھی جا سر ترا بیمار نہ ہونے پایا

مار کھا لینے دریچہ رسم کا حاصل تھا — سائکل اللہ رے دی تھی کہ پیدل کیا
دانت اس کی ہنسی دیکھی تو جلنے لگے — تیر کا ہنڈا کھا نہ بیت تمہارا دل تھا

قحط کی عید بھی ہے موت کا سامان ہوا — سمجھ آتی نہیں سکھاتا ہو ویا رہا
آخر وقت ہر اک چیز مزا دیتی ہے — قابل قدر ہے آموں کا کھٹا ان دیا
یہ کبھی مدت سے کسا گنتا ہیں تو ہیا ہڈتا — اور کچھ سے کے دل آئی یہ مسلما ہوا

قحط میں کہا سمجھا عید کا — کیسہ گیا دل دل میں کھیلا عید کا

مفلسی اسپر یہ پر جوہ داریاں — عرس اعطار اور میلا عید کا
ہیں یہ جسے اور یہ لندن کا لوٹ — سج گئی ہیں یا بھنڈیلا عید کا
عید کا ٹوٹا تو لاکر چل دیا — رہ گیا خالی ٹھیلا عید کا

دل میں اترا تھے ہو گیا عید کو ایسا کہ کر — ہوش میں آؤ کر ملا کہیں بیٹھا ہوگا
دل لگانے کی مرا اب مجھے کیا دینگے — قید ہو گی کہ صماسہ کہ ٹھیلکا ہوگا
سودے مری کا ڈھاک عید کی نقدی کے ساتھ — ہو گیا نیلام اُن کے عرس کی دوکان کا
تنگدستی کا یہی عالم رہا پڑے جب اگر — عید کے دل بھی مرا آجائیگا رمضاں کا
رات یہ اندھیر کیا رم ستا رہی میں تھا — عمر تو والاں پر کٹے اور دیا آگ میں تھا

ترقی کے زمانے میں بھلا ایسی گھٹی کیوں ہو — خدا نا خواستہ حور و ہماری بے پڑھی کیوں ہو

جو یہ سنو میں ہوا بیا میں دلبر کوئی — پالتا ہے کوئی بلبل تو کبوتر کوئی
دست دل نے جو انھیں ٹانک کر کھینچا — وہ یہ سمجھے کہ ہے تلوں کے اندر کوئی
پہلے معشوق انھیں لوگ کہا کرتے تھے — اب محبوب ستا کوئی کہتا ہے حمیدہ کوئی
ہنسوں چاہنے والوں کی ضرورت کیا ہے — مار اٹھواؤ گے تم آ نسیے کہ چھیڑ کوئی

بیکس مرزا محمد نام تھا عظیم آباد کے باشندہ تھے ہجو گوئی اور ظرافت میں ید طولیٰ حاصل تھا مگر آج دست برد زمانہ سے کچھ بھی نہیں بچا صرف ایک یہ رباعی ہے جو عالم سا میر ماشاء اللہ اور میر الّتار اللہ کی ہجو میں کہی ہے اس سے اُن کے زمانہ کا اندازہ ہو سکتا ہے

ظاہر میں تو ایسے ہیں کہ ماشاء اللہ — سب کہتے ہیں ہم یاد ہو گئے الّتار اللہ

باطن میں جو دیکھا انھیں اتنے ہیں پیچ — لاحول ولا قوۃ الا باللہ

بیگم — تذکرہ چمن انداز اور ماہ درخشاں میں لکھا ہے کہ ان کا نام رشک محل تھا نجابن تھیں جو واجد علیشاہ آخری تاجدار اودھ کے متاع میں آئیں۔ اور پھر انتزاع سلطنت کے بعد بادشاہ کے ہمراہ کلکتے چلی گئیں وہیں انتقال کیا۔ ریختی کہتی تھیں چند شعر جو تذکروں میں ملتے ہیں درج کیے جاتے ہیں۔

بھیجوں گی سسرال میں تمکو جو سالم — نہیں مجھکو دو بھر ہے کھانا تمھارا

میری کنگھی چوٹی کی لیتی خبر ہو — یہ احسان ہے سر پہ دوگانا تمھارا

ہوا مال میکا جو مرنا ہمارا — تو پھر ننگ ہے اور ستانا تمھارا!

گھر سے گانا کے دوگانا مری مہماں گئی — میں یہ انگاروں پہ لوٹی کہ مری جان گئی

حرفِ پارسی

لالہ پاگل داس اودھ پنچ کے ایک ظریف نامہ نگار تھے جن کی شلہ ۱۹ء کی لکھی ہوئی ایک قصیدی مجھے بھی مل گئی رسالہ وہی جو ہر شخص سمجھ سکے گا حمدہ کی مدحت میں عالمانہ شعر کہنے کی زحمت فرمائی ہے۔

بیٹھے دیکھے تھے گدایاں سلما اپنے حد　　　جسم دل سے جو نگہ کی تھی طرد اپنے جید

شاغل ورد و دل رہ حضرت اللہ　　　بس وہی عاشق اللہ ہیں شاباش جید

خدمت قوم میں مصروف سدا رہتے ہیں　　　بہتی تلی ہوا ہو اپنی لعاب اپنے جید

راتیں اُن کے لیے اصل عبادت ہی　　　رد وید تاکہ کہے اُن کو اہل ایمان اپنے جید

ایک جیں ماں وہ بھیر و مکو نا و ہنر پناہ　　　آسمانیر بھی سہیں اُن کے سے پاک اپنے جید

گو کہ جیتی کس طرح سے ہیں سدا لال اسباب　　　اس کے رستے کو کہاں ہو سکے لیا اپنے جید

دل احقر میں یہ آتا ہے شب و روز مدام　　　یک الکرم سے کرد دل یا والیوا اپنے جید

پھر کی شخص نامے ایک شخص دہلی کے باشندے کا تخلص تھا جو نیچی کہیں میں مشتاق تھا شاہزادہ مرزا ابراہیم الدین سیاہ جو دلی کے ایک بہت نامور تھے) سے اصلاح لیتا تھا تذکرہ گلستان سخن میں لکھا ہے کہ نوجوان ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ چالیس پچاس برس اُدھر اُن کی شاعری کا دور دورہ ہوگا۔ کلام کہیں یکجائی صورت میں نہیں مل سکا تذکرہ گلستان سخن سے لیے اور درج کرتا ہوں۔

دیکھے مرد و سے مرے اوپر دہ ہوئے — ترا شامرات کے سے آساں ہوئے

اس کے تو مردوں کا ہے یہ عالم اے سیو ہا — اگلے تماشیں حداہ لے کیا اٹھے

دل کو ہی آیا تھا تجھے اے صیام ہیرا — در گور مردے ہم سے ہوئے قصائے

شاہ چپڑا ایک اناولا ابالی فقیر منش آدمی تھا۔ دہلی پر سیام تھا وضع یہ تھی کہ کاغذ قلم دوات ہر وقت ساتھ رہتا تھا۔ جہاں بیٹھتا تھا وہیں کچھ نہ کچھ کہہ لیا کرتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس آوارہ گردی میں کلام کیا جمع ہوتا۔ مرزا حسن چونکہ ان کے معاصر تھے صرف ایک شعر ان کا نقل کرتے ہیں۔

دل مرا گر دلبر یار کے پڑا لاتا ہے — ستمگر جور و تم کر چھوڑ کہاں جاتا ہے

ٹھنٹھا سالوں اودھ پنچ کے ایک نامہ نگار ظریف نادر کا تخلص ہے جو غزل ان کی ہے وہ لکھی جاتی ہے اس غزل کے لکھنے کی علت مائی خود مقصد کی زبان سے سنا ہوا ملاحظہ ہو۔ اودھ پنچ مرحوم کے نام لکھتے ہیں۔

ڈیر پنچ۔ آجکل اپنے اخبار میں اردو شاعری پر بحث ہو رہی ہے چونکہ اپنا بھی … پہلے شاعر تھے اور کبھی کبھی وقت صرف کرتے ازآنجا … گر پختہ شاعر … سکتے ہیں … آپ کو محروم رکھنا بھی احسان فراموشی ہے۔ … اور درگور ہوتی … اردو شاعری پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ شاعر لکیر کے فقیر ہیں … یہ اعتراض کسی قدر صحیح معلوم ہوتا ہے۔ ہم صرف ایک شق پر بحث کریں گے … نے صرف چند مضامین السالی … کا فراق اور وصال میں … ہم کہتے ہیں کیا خدا نے کوئی … یا کہ … عشق کرنے … دل …

آنکھ سینہ پہلو کا لگاتار سلسلہ ہے اور باقی اعضا جو شاہد مادۂ عشق کے قبول کرنے اور متاثر ہونے میں اُس سے زیادہ قابلیت رکھتے ہوں چھوڑ دیئے جائیں۔ ہماری رائے میں سب کو درجہ بدرجہ اور رتبہ برتبہ یاد کرنا چاہئے۔ اس عمل درآمد کے بعد نیچرل شاعری کے اسکول والوں سے بھی صلح ہو جائے گی۔ بہر صورت ایک ہی غزل اس ہی طرز میں ہدیہ ہے۔ یہ مسئلے نمونہ اور ہدایت سے سمجھنا چاہئیے۔ راستہ ہم نے بتا دیا ہے اب شاعران رنگیں بیاں طبع آزمائیاں کریں اور اس طرز جدید کو آسماں پر اڑا لیجائیں۔ حق ایجاد نام موجد ہیٹیسٹ ہے تتبع اور تقلید کی اجازت عام ہے۔

اب میں وہ غزل جو واقعی طرز جدید ہے نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

معدہ میں آگ عشق بدستور جلتی ہے ۔۔۔ پھیپھڑوں کی دھونکنی مرے سینہ میں چلتی ہے

گردوں نے درد عشق میں آفت مچائی ہے ۔۔۔ تلی غم فراق میں ہاتھوں کو ملتی ہے

چھینک آئی ہم نے شکر خدا کا ادا کیا ۔۔۔ اس راستے سے اک کی حسرت نکلتی ہے

کروٹ بدل رہے ہیں سب ہجر یار میں ۔۔۔ آنتوں میں رود بستور سے سندوق چلتی ہے

تارے گنا کیا ہوں ترا حیت سب فراق ۔۔۔ اتنی دلی کہ ریڑھ کی ہڈی اچھلتی ہے

دامنوں کا دسترس نہ ہوا گوش یار تک ۔۔۔ سچ ہے کہ بد نصیب کی کب دال گلتی ہے

سیر و سکر عشق میں یہ بھی بلا ہوئی ۔۔۔ لو آج پسلیوں میں بھی ہلوا رسیلی ہے

تصویر یار ہم نے لگائی دماغ میں ۔۔۔ کچھ کچھ شب فراق طبیعت بہلتی ہے

برسات آئی پھر وہی گڑ بڑ مزاج ہے ۔۔۔ پھر پیٹ میں فساد ہے پھر ناف ٹلتی ہے

پیام ۔ نام شرف الدین علی خاں تھا پیام تخلص تھا۔ اکبر آباد کے رہنے والے سراج الدین علی خاں آرزو کے شاگرد تھے مقتضائے طبع اور زمانہ کے دستور کے مطابق زیادہ تر فکر سخن فارسی میں کرتے تھے کبھی کبھی اردو کے شعر کہتے

کہہ لیتے تھے۔ اُن میں کہیں کہیں ظریفانہ اور رعایت شوخ مضامین قلم سے نکل جاتے تھے۔ اِن کے بیٹے سے میر تقی میر کی بڑی دوستی تھی۔ یہ یام عہد محمد شاہی کے ایک نامور اور دی وقار شاعر تھے۔ ایک دیوان اِن سے یادگار رہے مگر نایاب ہے۔

دلی کے کجکلاہ لڑکوں نے　　کام عشاق کا تمام کیا
کوئی عاشق نظر نہیں آتا　　ٹوپی والوں نے قتل عام کیا

حرفِ ناشنفت

تبسم مرزا عالی قدر نام ہے، خاندان شاہی سے ہیں، حضرت ظریف لکھنوی کے شاگرد ہیں، لکھنؤ کے رہنے والے ہیں، مگر فی الحال کلکتہ میں مقیم ہیں اور وہیں [illegible] کی کان ہے۔ چند شعر ان کے درج کرتا ہوں۔ راقم نے ان کو ایک دو مرتبہ دیکھا ہے مگر ابھی کوئی تعارف نہیں ہے۔

مرگیا جو وہ کوئی عاشق وحشی ہوگا   جس پہ مرتا تھا وہ معشوق دیوانی ہوگا

آ دلا دیا جو مرے خط پہ دل کو اپنے   یار اس سوچ کا شاید کوئی ملی ہوگا

کچھ قرابت تو نہیں [illegible] ہوگا   کوئی رشتہ [illegible] بھی ہوگا

خال رخسار اڑا دیتا ہے [illegible]   عاشق [illegible] کا مار دو کی کمائی ہوگا

در [illegible] آتے ہیں   تو یقیناً [illegible] یار [illegible] ہوگا

غل مچا ہے جو کسی کوچہ [illegible]   [illegible] یہ ہے کہ وہ عاشق [illegible] ہوگا

سنگ [illegible] کو دیا کرتا ہے جو قتل کا حکم   [illegible] کو [illegible] کا قاضی ہوگا

جس کو لے لیں گے [illegible]   ہم یہ کہتے ہیں وہ آدم کی تلافی ہوگا

کو [illegible] سے [illegible] اگر سر پہ   دیکھا گر کسی پتھر سے تو [illegible] ہوگا

تجھ پہ ہوتا [illegible] کسی [illegible]   [illegible] ہوگا

[illegible]   [illegible]

یاں [illegible]   وہاں [illegible]

ساقی گریہ کرتے ہیں پاس کے مینا کلکستہ پیا   کر دے کلیجہ اس کا تو ساگر بیٹھ ہی

پردے میں کے خالص موجود رہا صاحب   پہلے اپنی آنکھوں کو لپیٹ رہا ہے تو دو

پاک ہو جائے گی سب آپ دل کے راہ متق   صاف تمہاری گلی کی ماں پانی ہوئے تو دو

اندر سے پچ گھر جا کر دیکھے آیا پھر جا   آسماں قریب ہے جا ان ادائی ہے تو دو

آنکھوں کی رگ لعنت دور از انصاف ہے   اس سے عاشق کر دے اور تیری دوائی ہے تو دو

اے تبسم دل پانی ایک ہوا سا نگاہ ادھر   تیری جو راہ ہے اچھی تھا آیا ہو ادائی لے تو دو

تپش تخلص تھا مرزا اسمٰعیل نام تھا مرزا جان کے نام سے معروف و مشہور تھے۔ گو ان کے آبا و اجداد بخارا کے رہنے والے تھے۔ مگر ان کی ولادت خاص شاہجہاں آباد دہلی میں ہوئی۔ کبھی کبھی سیت سے ظرافت کی طرف بھی توجہ کر لیتے تھے۔ میر درد کے خاص شاگرد دل سے تھے۔ ۱۸۱۲ء تک بقید حیات کلکتہ میں موجود تھے اردو کی متعدد کتابیں۔ بہار دانش شمس البیان مصطلحات الہندوستان ان کی تصنیف ہیں۔ اگرچہ ان کی ظرافت اس حد تک نہیں ہے کہ اس کو ظریفانہ ادب کہا جا سکے مگر پھر بھی مذاقوں کے لئے ایک اچھی چیز ہے۔

مرگ برگ کے پلنگ پر محل ٹل جانا   یہی ارادہ ہمیں کہاں گئی تمہاری ریتا

سر پہ چل سکی وہ تیرا معتدل ہو کر   لگا یہ کہنے کوئی اسکے سر پہ دعا تعویذ

میں نے کہا کہ رکھتا ہوں کچھ پیسے تمہارا   کہنے لگا کہ سمجھے ہیں جو اس پاس ہے

کرتے اٹھا اٹھا کے پھی مار ماری   اپنا مزاج تو لے لگا یا ہے مارکا

جگنو — تقی سید مہتاب الدین دہلوی۔ اس کا ظریفانہ ایک شعر مل سکا۔

شیخ کل دیکھ سے۔ بیٹھا تھا   آدمی کیا کہ اک تماشا تھا

تجلی تخلص تھا۔ میر محمد حسین نام تھا حاجی کے عرف سے معروف تھے۔ میر تقی کے بھانجے تھے۔ بیگم کے باغ واقع چاندنی چوک دہلی میں سکونت رکھتے تھے۔ مصنف سخن شعرا اور گلشن بے خار۔ خمخانۂ جاوید سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہ نہایت ظریف نکتہ سنج تھے مگر افسوس کہ کسی نے وہ کلام نقل نہیں کیا۔ جو افسردہ دلوں کے لئے کشت زعفران اور نقل محفل ہوتا تاہم بھی جو کلام تذکروں میں ملتا ہے اس میں سے حسب انتخاب کیا جاتا ہے تو کچھ کلام ایسا ملتا ہے جس سے ہلکی ہلکی ظرافت کا پتہ چلتا ہے۔ وہی درج کرتا ہوں سب سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ میر تقی نے اپنے تذکرہ نکات الشعراء میں ان کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ انتخاب کلام یہ ہے۔

مجھے کہتے ہیں کیوں رے تو وہ ہے جو رو دکھتا تھا　　آہی اسکے پاؤں تک میرے لئے آرزو پہونچا
ہوا گستاخ اب ایسا کہ کچھ خطرہ نہیں کرتا　　کبھو چھاتی پکڑتا ہے کبھو بازو کبھو پہونچا

کریگے شکوہ کو موقوف ہم اس شرط پہ　　میں بھی بولوں گا تو ناحق تو خفا ہووے گا
آنکھیں خدا نے دیکھنے کو دی ہیں میری جاں　　دیکھا تری طرف کو کسی نے تو کیا ہوا

تصوّر۔ ذکی الدولہ میر تصور علی داروغہ خلف میر صفدر علی خاں باشندۂ بنارس کا تخلص تھا۔ آپ عرصہ تک لکھنؤ میں بھی مقیم رہے ترتیب تذکرہ سخن شعراء کے وقت میں زندہ تھے۔ مولوی عبدالغفور صاحب نساخ نے لکھا ہے کہ ان کا ایک دیوان ریختی میں ہے۔ مگر افسوس ہے کہ باوجود تلاش مجھے نہ مل سکا اسی لئے کلام کے لکھنے سے معذوری ہے۔

تمکین۔ مولوی غلام رسول خاں صدر امین ضلع بیر بھوم خلف مولوی غلام رسول خاں

متخلص تحسین کا تخلص تھا۔ مولوی عبدالغفور نساخ مصنف تذکرہ سخن شعرا کے دوست تھے مولانا نے مرحوم نے لکھا ہے کہ بیشتر ریختی کہتے تھے مگر افسوس ہے کہ کچھ نمونہ کلام ریختی کا نقل نہیں کیا۔ مجھے صرف ایک شعر ملا۔ ۱۲۸۵ھ میں دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔

دوا کتنے ہرجائی یہ مردوے ہیں   کوئی تو ج یوں ان کے نخرے اٹھائے

نوفی ایران کی ایک مخدرہ عصمت مآب کا تخلص ہے مرزا کمال الدین شہر قزوینی کی شاگرد تھی سادہ دل بھی اور کبھی کبھی نقص طبع کے طریق پر کچھ ظریفانہ شعر کہہ لیتی تھی۔ اگرچہ کلام مل نہیں سکا۔ مگر تذکرہ اختر تاباں سے ایک رباعی جو واقعہ طلاق سے نقل کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کے شوہر ایک ایرانی مذاق کے بزرگ تھے۔ نوفی بیچاری ان کی اس بیہودہ حرکت سے ناخوش تھی سب کچھ سمجھاتی تھی مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا آخر عاجز ہو کر اس کو یہ رباعی لکھ بھیجی۔

آں شوخ کہ ہست حسن عالمگیرش   یارب چہ شود شبے بخواہم ریش

اے خواجہ بیا تا من و تو صلح کنیم   تو با کوس بساز و من با کیرش

نوفی آتون الٰہائی کی جو ایک مشہور و معروف شاعر تھی بیوی تھی ——— میر نظام الدین علی شیر کے زمانہ میں زندہ تھے نہایت خوش مزاج تھی شوہر اور بیوی میں اکثر مطارحہ ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ان کے شوہر نے یہ رباعی کہی۔

یاران ستم پیرہ نے کشتہ مرا   کاواک شدہ چوبے از دلستہ مرا

گر دست رسد او دستے خواہم   یا کرد بصر انگشت مرا

بی بی آتون نے جواب میں یہ لکھا۔

ہم خوابگی شد سرگ کشتہ مرا   زیں سگ سودار وخبر بستہ مرا

قوت بہ جیا نکہ یا تو اند رداشت　　بہتر بود ار پشت دو صد مشت مرا

جواہر العجائب میں بجائے اس کے یہ رباعی ہے۔

ملا ہمہ بار و غمزہ ات کشت مرا　　تا چند ربی طعنہ بانگشت مرا

تنہا ہمہ پشت گشتہ ہیں جوابکی　　مگذار کہ واگرفت ار پشت مرا

حرف تائے ہندی

ٹٹیری۔ کوئی ظرافت آب شاعر ہیں جنکا نام اور حال معلوم نہیں۔ یہ چند شعر اُن کی طبع وقاد کے دریائے ناپیدا کنار سے نکلے ہیں جو ہدیۂ پیش کرتا ہوں۔

جب وہ آتے ہیں میں رو دیتا ہوں　　جب وہ جاتے ہیں میں ہنس پڑتا ہوں
عمر سے رہتی ہے الفت مجھکو　　اور ابیوں سے سدا ڈرتا ہوں

تری فرقت میں او ظالم مری نکسیر چلتی ہے　　مگر موں میں نہانے کی یہی تدبیر چلتی ہے

ٹڈا مارک۔ اودھ پنچ سالق کے ایک نامہ نگار کا فرضی اور عارضی تخلص ہے۔ موصوف نے ٹیٹ کی غزل پر خمسہ کہا ہے۔ اور خمسہ کی تمثالی پر یہ دلچسپ عبارت درج کی ہے۔

(۱) آداب عرض جناب من۔ دنیا اور اسکی مضافاتی کھیڑ پا دھساں الٹی کھوپڑی کی مخلوق نے ناک کو اسے کہا۔ یہ کان میں دم کر رہا ہے۔ جب ہمیں جدالطرسو۔ ول طبع نصیب دے گا۔ تو شعر کا مذاق تا بعالم حیات کیوں چھوٹے گا۔ رہا یہ جھگڑا کہ اُردو سے شاعری میں شاعری کیجا دے پامال مستقل ہیں۔ ہم تو نکے پکارے کہتے ہیں کہ کئی پشت سے ہم اس کے دلدادہ ہیں اور شعر کہتے ہیں۔ یہ مثل مشہور ہے کہ کہنے والے کی زبان نہیں پکڑی دور کیوں جائیے ہمارے عنایت فرما جدٹیٹ کو ملاحظہ کر لیجئے کیا دل سے بدل لکھی ہے جسکا ایک ایک شعر اُلٹی کھوپڑی کے بالا دماغ لوگوں کے واسطے نہایت لطیف

ارمغان سمجھنا چاہئے۔ ماضی کی شاعری سے تجاوز کر کے
حال کی شاعری پر حضرت موصوف نے ثابت کر دیا کہ ہمیں شعر کہنا آتا ہے۔ اور
اس سے بھی اگر ان صاحبوں کی تسلی نہ ہو تو بشرط درخواست مسلسل شاعری بھی ہم کر سکتے
ہیں۔ اگر صحت و سلامتی دمساز ہے تو کسی آئندہ نمبر میں بے درخواست ہی شاید کوئی حصہ
نظم نذر ناظرین کر دیں۔ میں موصوف پٹیشا کے کلام کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں اور
ماہیانہ میں حاشیہ لگا کر دوبارہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ دوسری حیثیت
سے یقین ہے کہ آتش حسد سے کوئلہ کی طرح جلکر خاک ہو جائیں گے غزل بے بدل پر
حاشیہ لاجواب یعنی خمسہ دنداں شکن یہ ہے۔

تنگ یہ دم بدم مری گردن سلتی ہے / دیوانگی کی ہر شب زورا ملتی ہے
گھٹی میں جو پڑی وہ حسرت نکلتی ہے / معدے میں آگ عشق کی تنور جلتی ہے
پھیپھڑوں کی دھونکنی سے سینہ پہ چلتی ہے

سجدہ میں درد ہو گیا وہ ناک اڑائی ہے / اڑی ہے یا قو پاش یہ اپنی کمائی ہے
ہر دم جو دل پہ ظلم کہ سلوٹ پڑی ہے / گردوں نے درد عشق مرا دت مٹائی ہے
ملی غم فراق میں ہاتھوں کو ملتی ہے

انگڑائی لیکے تڑپا پھر دل کا آسرا / سہ کا لیکے سماہی کیا گالا
اٹھو ہوا تو سمجھے کہ ماں ل ہوئی ملا / چھینک آئی ہے شکر خدا کا ادا کیا
اس راستہ سے اک کی حسرت نکلتی ہے

صبح سے فراق میں اللہ کی ماریں / ہے دوپہر تو لوٹ رہے ہیں بچارے ہیں
المدعا کہ شام ہوئی اٹھا رہیں / کروٹ بدل رہے ہیں سحر یار ہیں
آنتوں میں زور شور سے خندق چلتی ہے

ادھم کا حال ہوا سو کدو سا کدو تا قی / یہ بس اتفاق ہے یا سوئے اتفاق

آیا جو جاڑا گرم تھا یا پشمینہ مراق — مارے گیا کیا ہوں بہ احتیاط نہ تھا ق

اتنی دی کہ ریڑھ کی ہڈی اچھلتی ہے

جاڑا کا تمام کیا کہ دئے ہینے تار تک — ورم بھی کھینچے ایک سے سو تک ہزار تک

ملبہ تھا ملا یہ آنکھیں گھر میں یار تک — داسوں کا دستر ہیں شوا گوشت ہاتھ تک

سچ ہے کہ یا نصیب کی کٹے ال لگتی ہے

بیمار تم کی حالتیں کیا کیا عجیب کیا ہوئیں — وہ رونقیں جو پہلے تھیں ساری ہوا ہوگیا

جل جل کے ہڈیاں ہری دنگ آرہا ہوئیں — شعر و سخن تخیل عشق میں یہ بھی الا ہوئیں

لو آج لیلیوں سے بھی تلوار چلتی ہے

زلفوں میں جو سیاہی ہے ساری اڑ گئی — وہ رنگ تیرے منہ پہ وہ دیکھے داغ ہیں

یہ اچھی سوجھی عقل کے روشن چراغ ہیں — لقد ہر بار بہت لگائی دماغ میں

کچھ کچھ شب فراق طبیعت سنبھلتی ہے

سردی سے ہر کام برابر علاج ہے — گرمی میں ہر بچا جھکا احتیاج ہے

اچھا لو یہ حال نہ کل تھا نہ آج ہے — برسات آئی پھر وہی گڑبڑ مزاج ہے

پھر پیٹ میں فساد ہے پھر بات ٹلتی ہے

ٹیسو پرشاد - اودھ پنچ سابق کے کوئی ظریف شاعر ہیں جن کی ایک نظم (ہندوستان کا ملک ملکا پٹیو) کے عنوان سے مل سکی چونکہ نہایت ظریفانہ لکھی گئی ہے لہذا نقل کرتا ہوں۔ ہندوستان کی مفلسی اور مدرسوں کی ... ایک تصویر ہے۔

ماری لڑکی — آئے آئے جھم جھم آئے — پیا دوار سے ٹسو آئے

رج بہادر کہاں سے آئیں — ہری اس گرم گھر جائیں

پنچ

اتنا کیوں چلاتے ہیں — ایسے ہیں کبھی آتے ہیں

ٹیسو

آج بات یہ ہم نے ٹھانی — لاہہ ہوئی ہمکا پایا پانی

تنک تنک ہم بات تلی ہے — رتی رتی حال سنی ہے

ہندوستاں

ٹیسو سارا بہت ستائیں — گھر بیٹھے بھیک منگائیں

کھلسگی ماں عمر گنوا دا — آدھی دمڑی جو ہم پاوا

ایس بھوگ پڑا کچھ آں — چید چھیں اس جاپاں

کہو کہاں سے اسا ہم لائی — دوسرے کی جو لگی کھائی

ٹھٹھی کوڑی گھر ماں ناہیں — کہو کر کہہ کی کھیر بسائیں

صرورت

کہہ دو بہت نہ شور مچائیں — اور کسی کے دوارے جائیں

اور کسی سے بات بنائیں — جہاں سے وہاں سے لائیں

ہندوستاں

پیچ بہادر سنتے ہو — سنتے ہو کبھی سنتے ہو

ماراری لڑکے

پیچ بہادر جیتے ہیں — دیتے ہیں کبھی دیتے ہیں

ٹیسو

سمجھیا ہمری بڑی کھالی — کھابیٹی لی لی رانی

رانی نخرہ کرتی ہے — رہا رہے وہ ڈرتی ہے

جو کوئی دوارے جاتا ہے — ٹیسو کو وہ سمجھاتا ہے

راہ سب کی شب سات ۔۔۔ روتا ہے اور کہتا ہے
عقل گمان بجا کچھ ہری ۔۔۔ کہو تو چھوٹے کچھ کیچ کری

باراہی لڑکے ۔۔۔ کھیلو کو دو جانے دو ۔۔۔ مرتی ہے مر جانے دو

ضرورت ۔۔۔ سچ دوارے سے کالا لو ۔۔۔ سچ سچ کہو کا پایو

ہندوستان ۔۔۔ ہرکا ملی ہیں اک مانی ۔۔۔ کا چھوٹے لیکھا سمجھاؤ

ضرورت ۔۔۔ اچھا اچھا دیکھیں گے ۔۔۔ دیکھیں گے پھر دیکھیں گے

ہندوستان ۔۔۔ اسے مدہا ہم کاگ کیا ۔۔۔ ہمرے کرم ماں کا لکھو دیا
پاہی دیکھا کرم کا لیکھا ۔۔۔ جانے کھیٹ کھی ڈکھو دکھیا

حرفِ ثائے مثلثہ

ثریا۔ عصمت علی نام تھا شہر ضلع رہتک کے رہنے والے تھے۔ مدت سے پہلے
رند تھے مرد خوش وضع سپاہی پیشہ۔ ۔۔۔ رہا ہیں جان صاحب کے
کلام کا شہرہ اکناف ہند میں ۔۔۔ اسی زمانہ میں ان کو شعر گوئی کا شوق ہوا
رفتہ رفتہ طبیعت کا میلان ریختی کی طرف ہو گیا اور چند ہی روز میں
بہت کچھ کہہ ڈالا۔ اب کلام نایاب ہے۔ یہ چند شعر مل سکے جو درج کئے
جاتے ہیں۔

کنگھی چوٹی سی اور سرمے کی کس کو دھن نہیں
اے بوا اب کنواریوں میں کنواریوں کے گن نہیں

مجھ صحتی کو جلاتی ہے سدا اودھ جیسے
سڑی سوتن کے لیے یونہی آ گئے آئے

دل گزارا تھا جہاں ہم کو بھی تھا چاہیے
ہاتھ کا ستے کیوں اتنا لگے آئے

شام سے سوتی ہے مجھ پر سے مرد ول کی طرح
اے تو گھر میں کئی رات کے جاگے ہے

دل میں سوچا لاؤ دو تو بہ ہار کہیں
کنواریاں جو دو تو اساتی نہیں گھر بار کہیں

اُن کو آنا ہو تو آ جائیں وہ گھر ہے اُن کا
دوگانہ کا کام ہے جانے مری پیزار کہیں

آج کل کنواریاں بیگم بڑی چنچل سی ہیں
منگنی ہوتے ہی نہیں کرتی ہیں اقرار کہیں

دیکھو ہر کام کو کیوں دل و جگتی ہو گھر ما ما
راہ پر جاتی نہیں ہے جو یہ مردار کہیں

نا کام ہے کشتی ہے یہ اچھی جائی — مجھکو کر ڈالے گی اک روز گرفتار کہیں
تیری خوبی سے ترا جو وہ ہرجائی ہے — ڈھونڈھ لے تو کوئی آدرا جدا کہیں

عمر بھر سسرال میں چلنا پڑا استاد کو — مار لکی کو مرے وقت آئے اس داماد کو

سوتیں جو مرا جسم کرتی ہیں — مرے جوڑے یہ کرم کرتی ہیں

حرف جیم عربی

جان - میر یار علی نام تھا۔ میر امن لکھنوی کے بیٹے تھے اور نواب عاشور علی خاں
لکھنوی کے شاگرد تھے۔ اگرچہ وطن لکھنؤ تھا۔ مگر بسبب فکر معاش آخر میں متوسلین دربار
میں ملازم ہوکر رام پور میں جا رہے تھے۔ نہایت خلیق زندہ دل خندہ پیشانی مرنجاں مرنج
آدمی تھے جب تک لکھنؤ میں رہے فکر معاش میں مبتلا رہے آخر ۱۲۷۲ھ میں مجبوراً ترک
وطن کرکے روزگار کی فکر میں دلی گئے۔ مگر یہاں بھی کامیابی نہ ہوئی پھر بھوپال گئے مگر یہاں
بھی بدنصیبی ساتھ رہی۔ آخر آب و دانہ کی کشش اور نواب کلب علی خاں مرحوم کی قدردانی
رام پور میں لے آئی اور یہیں مسلسل رہنے لگے۔ تا اینکہ سنہ ۱۲۹ھ میں ۶۳ برس کی عمر
پاکر پیوند خاک ہوگئے۔

جان مرحوم نے ابتدا ہی سے ریختی گوئی کی مشق کی تھی اور اس میں خاص ملکہ حاصل تھا۔
اُس کے سوا کسی دوسری صنف سخن میں کوئی شعر نہیں پایا جاتا۔

آزاد مرحوم نے آبحیات میں لکھا ہے کہ رنگین اور انشا اس کے موجد تھے۔ یہ قول کچھ
صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے کہ ریختی کا پتہ ان سے بہت پہلے زمانہ میں چلتا ہے۔
ہاشمی خود دکن کا رہنے والا نادر زمانہ شاعر تھا۔ وہ اس کا موجد ہے اس کا انتقال سنہ ۱۱۰۹ھ میں ہوا
آصفی ملک گلبرگوی نے دو شعر ریختی کے اپنے تذکرہ شعرائے دکن میں ہاشمی کے نام سے نقل
کئے ہیں۔ مولانا آزاد نے غالباً تذکرہ مرزا قادر بخش صابر مرحوم کی عبارت دیکھی "زبان
اردو میں اول ریختی کا رواج انشاء اللہ خاں انشا نے دیا اور انہی کے بعد سعادت یار خاں
رنگین نے خواہ ان ... ... کہ اُن کی طبیعت کو خود اس صنف کلام کی طرف التفات"

خواجہ انشاء اللہ خاں کے اثرِ صحبت سے اس نظم میں ایسی زبان آوری کی کہ گویا اس کو اپنا
شعار کر لیا" اس کے بعد آپ کو معلوم ہوا ہو گا کہ خود سید انشاء نے دریائے لطافت میں
سعادت یار خاں رنگین کو ریختی کا موجد قرار دیا ہے - لہٰذا بالطریق مسامحت دونوں کو
ریختی کا موجد قرار دیدیا - اسیطرح تذکرہ مہر جہاں تاب میں بھی انشاء ہی کو ریختی کا موجد
بتایا گیا ہے مگر یہ اقوال ایسے ہی ہیں جیسے ولی دکنی کو انھوں نے ریختہ کا موجد قرار دیا تھا
اور اب پایۂ تحقیق اس سے بہت آگے بڑھ گیا ہے - بہر حال ہاشمی سے ریختی کی ابتدا ہوتا
اگرچہ ثابت نہیں ہوتا اور جگہ بھی پائے جاتے ہیں چنانچہ حدیقۃ العلوم فی متعلقات المنظوم
میں لکھا ہے کہ اس فن کا موجد رحیم معاصر [illegible] دہلی ہے اور اس کے کچھ شعر بھی لکھے
ہیں مگر میرے نزدیک وہ کچھ ایسے شعر ہیں -

ارے ناداں تیں اپنے سخن کو کیوں رکھایا ہے — رکھا کر یہ دو جگ میں کسی سے دوق پایا ہے
مت دیکھنا لگی میری [illegible] کہتی ہوں — سکھی [illegible] سو دیا ہے پیارے کو جو رکھایا ہے

بعض نے حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی موجد قرار دیا ہے - لیکن مرزا [illegible]
کے ہاری رائے میں دوسرے ریختی گو بکھیا [illegible] دلی ہے - مولانا عبد السلام صاحب ندوی
نے شعر الہند میں اسکی [illegible] کافی تحقیر کی ہے اُن کی بھی یہی رائے ہے - غرض ریختی ایک صنف سخن
کی حیثیت سے چلی آرہی تھی بہر حال [illegible] نے اس کو [illegible] کی اور بقول بعض تذکرہ نویسوں کے
اسکو [illegible] کو پہونچایا [illegible] مگر اُن کی ریختی میں آورد سے بہت زیادہ کام لیا گیا ہے -
اور [illegible] رنگین اور انشا کی روانی اور بے تکلفی اسمیں باقی نہیں رہی [illegible] مراعات النظیر جس
نے لکھنؤ کی شاعری کے دفتر کے دفتر بیکار کر دئے ہیں ان کے یہاں بھی موجود ہیں - اور بعض [illegible]
سے مرد ہیں کہ [illegible] کوئی بہت اچھا تھا ان کے کلام میں [illegible]
کہ مرد [illegible] ان کا دیوان چھپا تھا وہ [illegible] ہو گیا [illegible] لوگوں سے [illegible] کر کے اسکا
تماشا کرکے کا [illegible] کمال [illegible] اور [illegible] کہ

جان صاحب محفل مشاعرہ میں بالکل زنانہ لباس پہنکر جاتے تھے اور اس انداز سے پڑھتے تھے کہ سننے
والے ہنستے ہنستے لوٹ جاتے تھے اس میں شک نہیں کہ باوجود آورد اور تکلف کے ان کے یہاں
بیگماتی زبان۔ لکھنؤ کے روزمرہ مستورات کے کلام عورتوں کے محاورات، رسوم و رواج کا اس قدر
ذکر ہے کہ متقدمین میں کسی کے یہاں نہیں ہیں۔ میں نے ان کے کلام کو اول سے آخر تک متعدد
مرتبہ دیکھا اس مرتبہ بھی انتخاب کے لئے دوبارہ دیکھنا پڑا۔

ہمسائی میرے سر کی قسم آئیو ضرور — کونڈا کروں گی جمعہ کو سید جلال کا

بھولی کبھی چراغ ہے بیٹے کی چھٹی میں — زمزم کی دس کٹوری میں بھگو کر پڑا
یہ سات سیڑھیوں کے ہوا بعد اتفاق — گھٹنے میں ہنگامہ کے دو ہاتھ کو کر پڑا
جس مردوے کے پیچھے مرا گھر ہوا برا — برسوں کے بعد پھر وہی آ تو نظر پڑا

لگا بیٹھا ہر سینے پہ موا نظر گنتی ہے — کہیں وہ اطلس کا پیجامہ مصری کی سیتا
دو دل درگور جیسیاں نے کبھی جو جام الفت کا — کسی دشمن کے دم کو یہ آزار ہوا ہوگا
وہ دیکھے استاداں سے جان صاحب مجھکو کہتی تھیں — کیا پرام روئی بچی نے گری ... اکا
کلواری یہ مرتا ہے لہا آ کی لیتی ہے — قاضی کے گھر میں کیوں بہو چھپا تیر کا
ماں سوت بڑے حالق مرا دماں — پڑجائے اس کے حلق میں چھیدا تیر اسکا
سوم میوں سے جلا ہو لیے جو جوہر پہیلی — چال وہ مجھے ٹکے گر کی پکڑ کر چلتا
رنگیا کس سوم کا بیٹ جو جلتی ہے — تیرہواں مہینہ ہے کوئی یہ چاند ہے شوال کا
ساس ساون کی محبت میں قربان گئی — ساؤں ہنک بچے سگواد سواری مرا
تم سلامت رہو صدقے میں تمہارے مشاطہ — کتنا برسوں گی ابھی گڑھ کماری مرا
یکایک تھا کھیا تھا وہ جس اسے — کل سر پر پڑا آج گھوڑا اتر آیا

رکھیو کا ڈھیلا نہ کھسکا را جیب چلے اُٹھے — کسی کے گھر میں کوئی بے خطر نہیں آتا

خصم کا مال تو ہی یار کو کھلا رنڈی — ہمیں تو لاکھ کا گھر خاک کر نہیں آتا

گرگٹ کی طرح کا لا کبھی لال ہو گیا — غصہ سے مردوے کا عجب حال ہو گیا

بیگما اچھا نہیں پڑھا سکھے بال کا — راکھ مل کے نوچ یا اور لگا ہڑتال کا

آزر وسمہ کی حالت سے ہوا کدن میری سرشت — کھائے پھل تلوار کا اور پھول سر منگھٹے بال کا

حالی کے پیسہ سادہ حال نہیں رہا — در گور مرے پاس رزالا نہیں رہتا

کھولتی ہے جھمی ٹھوکر سے کھانے کی حقیقت — سر پہ جو کوئی چاہیے والا نہیں رہتا

کیا ڈرتی ہو ماؤں سے محرم میں کبھی ٹیڑی — مو باف تری چوٹی میں کالا نہیں رہتا

اک بیٹا ہے ہم کو تو سو حصے سے ہوں بلیے — مردوں پہ تو کوئی بھی کسالا نہیں رہتا

حسن جانا ہے پہ چھاتیوں کا رہتا ہے — صدقے اس عاقل کے جس کے یہ سمائی آ گیا

اگر یاور نہیں آتا بلا کر دیکھو لو صاحب — مری بار بگیوں سے آپ کا ہتھ نہیں کیلا

خدا دکھا [illegible] — یہ وہ جلایا ہے ہر گز سما نہیں جاتا

کیوں نہ جانے سے میں [illegible] الا علائی — ادھر [illegible] گر کھٹک آئی آ گیا

کوئی ان ہمسائیوں سے ملے آ کے جو بیٹھے — میں تو کوسوں کی دوری سے حرانی آ گیا

[illegible] — [illegible] آ گیا

بیٹھے رہے [illegible] امرود کا آم — ایک دو بولوں میں [illegible] ہوا

خدا کے لیے [illegible] ان کی کسا پیدا — ترا ہیرا کا [illegible] آ گیا

تھی اس بہادری [illegible] — چھوڑا ترا قدم [illegible] دل کسا

تصویر اُن کی دیکھ کے [illegible] — [illegible] آ [illegible] کسا

[illegible] نکالا — کوئی کل [illegible] کا چرچا نکلا

[illegible] — [illegible] نکالا

حال صاحب تو یہ ہے رات کو جانے کے گھر / مجھ بھی پہ غضب نفس کا ساماں کیا

کہے میں دیتی ہوں لاڈو جانم قسم خدا کی دیکھ لینا / نکالوں گی میں دو دیدے کیا کیسی جواب اتارا

ہیں ما [illegible] وہ لگے گر دستے [illegible] / کیا غصے کیلئے یہ تینے مرا جو نام لیکر مرا پکارا

رہ گئی [illegible] سواری [illegible] / [illegible] کی [illegible] گوارا

کھا ما چرائے جو یہیں پاس پان کا / منہ کی کہیں کھلا ہے یہ جیکار مال کا

محرم [illegible] پر [illegible] / انگیا غلاف [illegible] صداں کا

کسکو دکھاؤں جو اپنے مری [illegible] طرح / [illegible] جلتا ہے [illegible]

اے لو [illegible] دل [illegible] پیر کا / [illegible] خالق کے مری تقدیر کا

[illegible] آشنا / [illegible] دور دور کرتے ہیں اسے جان آشنا

[illegible] دھوکے دھڑی کا / مانوں گی [illegible] اقرار میں اب ایک گھڑی کا

[illegible] مری [illegible] پان کا بیڑا / [illegible] کا [illegible] ساہ [illegible] کا

[illegible] / دشمنوں کا [illegible] اگر [illegible] حال ہوا

[illegible] ہوا / قرباں اس [illegible] سال [illegible] ہوا

[illegible] گورا گورا / [illegible] کا گھر [illegible]

[illegible] حال ان [illegible] کی [illegible] / ہر اک [illegible] محبوب کا

[illegible] کا ظالم / [illegible] اچھا

[illegible] / [illegible] کر دے [illegible] ہوگا

دل [illegible] دکھا ہوں / [illegible] میرا

[illegible] کیڑا / [illegible] گھر [illegible] میرا

[illegible] واسطے جو [illegible] / [illegible] گھر [illegible] ہو گیا

[illegible] / وہ [illegible] کیا ہے [illegible] قرباں کی [illegible]

ہے دوالی سے سوا آج کا دن آج کی رات | گھر سے نکلو نہ ذرا آج کا دن آج کی رات

صبح کو دیکھا ہے سو شام سے لیکن [illegible] | سر سے کاٹے خدا آج کا دن آج کی رات

تیسرے دن جو میں جاتے ہیں کسی کے گھر سے | اور رہ جاؤ تو آج کا دن آج کی رات

سو دال دلیہ ہو دے سیر نکلے دکھائیں | بھائی کو بھائی کیا ہو کمائی کی احتیاج

لٹے ہیں گاڑی کے جو دکو مارا پکڑ دے نیچے | کل گئی مری بچی کی اک کٹار میں روح

جیتے جی شدی کو اللہ دکھاوے سہرا | مجھکو کیا لوگو جو گھر اسکا بسا مرنے کے بعد

سچ میں کہتی ہوں سی کش تیرا ہے داماد | رکھے وقت مری بچی کی جا مرنے کے بعد

قبر میں روح کو صدمہ بڑا ہوگا مرا | سو سانچو یہ اگر ہو گی جفا میرے بعد

کارخانے میں خدا کے ہے کسے دخل ہوا | یہ تم پہلے سے میں بیاہ ہوا میرے بعد

رگیں کی رکھی ہے سعی میرا جسم | جیتے کروں کیوں ہوا ہے ناحق [illegible]

شہر میں ناجی ایک مسلمان تھا کمہار | یہ حال اسکے گھر کے [illegible]

والا [illegible] مردوں کا تاجر | لوٹے گھر سے [illegible]

[illegible] آگئے گھونگھٹ اٹھا اٹھا کر | [illegible] دل حیا کر

[illegible] کو چھوڑ بیٹھ [illegible] | [illegible]

[illegible] | [illegible]

لگائی [illegible] | [illegible]

[illegible] | [illegible]

نصیب [illegible] | [illegible]

[illegible] گلے کا [illegible] | [illegible]

[illegible] گالیاں نہ کھلواتے | [illegible]

کیا [illegible] اچھی [illegible] | کوئی کرتا [illegible]

مال سے ہم کو واسطہ پیاری سانس — ناحق دشمن ہو اور ہماری سانس

جوہراں کے کھیلے ہیں ہو دل پر — ٹھہراں سدّ ہیں اور گنہگاری سانس

دونوں ٹڑ کر توڑ دیجے گرڈالے — ہے وہ جلا دلی ہماری سانس

کافی ہے سیکھ تا کوئی حال یہ بد — کسی کو ہو چاہیے دو چار کی تلاش

آج مجھے ہے توکل اور ہے مرا اخلاص — ایسی ہر بلائی سے ہو دوست گوڑا اخلاص

کوس سا ہے اس کی یہ شاید دونوں کا عمر — لاچار حال ہو گئی ایام سے عرض

کیا ناحق بیٹھتا وہ مکھٹو ملا سے — جسے نہ پوچھی بات کبھی در کسار حظ

نکرامی کے جو رکا ہیں کرتا ہے کوئی بول — ہو بری کیجیو یہ کیا ہے سہو غلط

کالی جو سہو سے نکلی ہو کالو مری مال — سب لگا رہی ہے ہوا کی سرم غلط

پر گھڑی آگئے تنخواں مرے سو ٹھیس ہے — آیا نا دو مار کرو رکی پرکھ ہو مار لحاظ

رنگر سعید لوٹ کی مسار بدکی — اور یا دو تار اوڑ دیکے سوس عاسے لوح

ایسی ہرن لی ستے پلی کار ماسے جام — کبھی مجھے کبھی تجھ مر ہوسے مرا عاشق

جو بہ مال ماہی کا مشہ ہو مالی پر تم رد — اے ہی کہ ہو گا وہ جو دنیا گر کا عاشق

بہ اللہ سا اٹھا دوگی اسے — [illegible] عاشق

حلال سہر سے در محبتاں اور کچھ — عرسہ ہم جیسی چاہیے کوٹھا اتارے سے دل

لاؤ رہ دی [illegible] اپنے دے نکال لو — کہ اوس پر اپنے دیکھو کہ کیا ہے پیارا

صاحب ہوں پر ساحد اللاق کہو لکی تیا — اس پر اترا اترا [illegible] کر سکے [illegible]

تاسے کری کی بھار ری اٹھر لی ہیں — [illegible] دیکھو لی یاری ماری [illegible]

لا اٹھا کر ہی اپنی کر اسے دیدا مجھ ول — ہیراروں کر رہا لو [illegible]

[illegible] — [illegible]

اکیلی [illegible] — [illegible]

عجب طرح کی تھی دیکھیے اس بلاے کے　　گھوڑے سوم کی پگڑی اتار لیتے ہیں

بجلی گرے الٰہی ہماس کی جان پر　　کیا ٹانگ دیں کھٹائی میں کانوں کی بالیاں

سنتی ہوں ایک روز ملاتی ہیں مردوا　　کیا بیاہ کرتی ہیں مرے ہمسائی والیاں

جیسے کہا تھے میں مجھے باجی تمھارے ہاتھ پاؤں لے　　گرتے گرتے سمجھے بیاہے بیاہے ہاتھ پاؤں

مرتے کھاتی ہو میں قسموں کلاموں کی قسم　　تیرے سر لیجیے گی ہو مجھی جو اک بار کہیں

جاکے سسرال میں دلہا سے ہم جام تو　　پہلے ہی ردو بدنہ کر منگوا اقرار کہیں

میری ماماۓ نکالی ہے نئی مجھ سے چھیڑ　　کھیتی ہوں کہیں جاتی ہے یہ مردوا نہیں

اپنے گھر والے کی وہ جاکے خبر تو لیوے　　اس کے ہنسانے زیادہ ہیں مکار کہیں

سیاہ خانم کا تو کر دینے کو تیار رہیں　　باجی کوڑے کا سہارا نہیں لاچار ہیں

میں پڑو کیا امیر کے گھر میں　　کیسے گئی لوڑھی کھیس و لسل میں

اب جان لکھنؤ سے نکل جاؤں گی میں اب　　او قاب مجھ دشتی کی ہوئی لستر میں

سید الکل کہرے ہیں لو اکا نماب میں　　لیکن سمائی سب کی ہنچھوں کی دایہ میں

مری کیا ہی جاتی ہو دم کھٹے قاصدے ہیں　　یں بات یت ہیں لطاں ٹھکی سادہیں

ستو نا گائے کا مجھکو ہے تماسے کا　　ان سے سن مرامرد وسئے مسلیں

ڑھیا سے لوٹے چو جاؤ میرم دکیا مریا　　آری ہوئی کماں میں لے ری کے تیر میں

آنسو بھی ہے جھڑی لگی ہے دم اکھڑا ہے　　دل بگڑ اس گیا جھینگر بسا تیر ہیں

ڈھونڈھتی پھرتی ہیں ماں کراہ کا ٹکا　　بھیا ولی کا گھر سمجھتی ہے کریا تیا

حصیم چھڑا کے موے دل سے یا کروایا　　کیا اسی لیے ہے سے راہ داد سے مجھکو

جاؤ تم پڑو بچے میں کیجو میرے بھائی کو　　آگے میں دو دھری پھول ڈالا سیو ددائی کو

الٰہی کوڑھ ٹپکے ایسی مملانی کی ہانڈی میں　　کرتے کردیا غارت مری انگا کے یار کو

تماں جا احساں ہے ہو لیے دو گی بی کو سوا　　دل کو کیا سو تم نے لائے ہو ساری رات کو

سوت کی کھتی رکھائی بانکی دیا سے چلی | دل میں بھرے رہ گئے افسوس کے ارمان دو
موسکار کیسے سو رستی ہے مل بیٹھے | موا ایسا دکھ مردوے سگرا کر آپئیے
مسی کا طاق بھرنے نگوڑی چلنے لگی کس | کیا دھن ہے دوگانے کو کرنا سنگھار کچھ
جو گن سکھے کواری کھیاکر حشن کے ساتھ | رات کو مسی ملی اندھیرے سوس کے ساتھ

دوسری مجھ سی لٹے صد میں چھاتی پیٹ چلے | میں بھی برباد ہوئی اس موئے ناشاد کے ساتھ
سمع اور کی اچھا تو پھر مشتی کھول | تیل پانی کے کنول آج ہیں واں دیکھو
یہ درشہ کا جھگڑا ہے سو چھوٹی ماں | دو چار رٹ سے اسے بھول دو چار پھلات
ڈر لگے کیو مکر یہ اٹ ولو کی مجھکو چال ہے | جو کری اب بھی ہر لٹ کا کہیں یہ چال ہے
ریجھی پڑ کے ٹریلے میں مٹکتا ہے لوا | حال ماسہ کی ادا دیکھو حماقت آگئی
ماسے کا تار لایا یہ اکدن ہے نصیب | سولے کا لے کے مرا زیور اتار کے
حلوائی کی کڑاں کی کھتی کیوں کروں | دیرات آسمان مٹھائی کا تھال ہے
کیا ہوگا گل ہار کملا سے موا سہار | میں پائتا ماسا ہولے واگر ڈال الہ
لنگوا نہ ٹوکر پیاسے دل در مد مجھے | رسوا نہ کر دلیل نہ کر گھر نہ کر مجھے
ناکھن نہ مجھسے کہتا ہے لونی بچا کے | کیدرے ہیں تم بھیسو گی اسے چار کے
منگا دو مجھے ڈول میکے کو جاؤں | تمھارے لئے کچھ برائی نہ ہوگی

جعفر۔ مرزا موسیٰ بیگ نام تھا۔ نواب عمدۃ الملک امیر خاں کے (جو عہد عالمگیر ثانی کے ایک بڑے امیر تھے) متوسلین میں تھے ریختہ ریختی میں شاہی حاصل کیا احمد شاہ بادشاہ کے عہد میں مرحمت ۔ سہ ہزاری پر فائز ہوئے۔ نہایت ذکی الطبع اور ہر فن میں طبیعت میں ظرافت کا جوہر خداداد تھا۔ وابستہ نہ کرتے تھے تب بھی وہ مذاق پر مشق سے شعر کہنے کا آشکارا

ہو جاتا تھا۔ یہ تین شعر اسی قسم کے ہیں۔ جو نمونہ کلام کے طور پر درج کرتا ہوں زیادہ کلام
نہ مل سکا مجبوراً انہی پر اکتفا کی گئی۔

بلبل کو باغباں سے رہے ہے کھٹا پٹی | تا صبح کیوں نہ روئے [illegible] پٹی
آنکھیں ہیں بس کہ جا بجا ترسے سے | یہ چھپے سیاہ و سفید و میٹھا پٹی
پڑھتے کیوں ہر اک بات میں [illegible] وہ [illegible] | صدا [illegible] کی [illegible] میں [illegible]

جعفر زٹلی۔ میر جعفر نام تھا۔ انہیں اقبال [illegible] کہ دہلی کے [illegible] نارنول
کے بعد دورت عہد عالمگیر کے دور آخری کے نامی گرامی ہزال تھے۔ اور ہزال بھی اس دور کے
تھے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے [illegible] اور مشہور شعرا کی آپ سے کانپتے۔ آپ کی حالت یہ تھی کہ
جس کسی امیر یا رئیس کے ہاں لے جاتے تو پہلے ہی سے ایک کاغذ پر مدح کی [illegible] اور
ایک پر ہجو لکھ کر پاس رکھ لیتے۔ مگر مقصود بر آیا حسب دلخواہ خاطر تواضع ہوئی
پھر اس کی نذر بھی کیا جاتا و ھو المراد۔ ورنہ [illegible] کا [illegible] جاتا تھا وہ
کاغذ نکال کر پہلے اس [illegible] کو دے [illegible] اس [illegible] کی [illegible]
[illegible] کی [illegible] رسوائی کرتے کہ [illegible] رہتا۔
[illegible] ایک [illegible] کے [illegible]
[illegible] پہلے کچھ بیدل کا کلام
[illegible] طبیعت [illegible] کچھ کہنا چاہا۔ بیدل نے اجازت دیدی۔ آپ نے کچھ [illegible]
[illegible] کیا [illegible] آئی تھی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ایک [illegible] میں [illegible]

اِن کو ٹال دیا۔

میر جعفر نے ابو اسحاق اطعمہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ وہ بھی ایک پرانے
ہزال تھے لہٰذا آپ نے وہیں سے یہ رنگ بھی اخذ کر لیا۔ اور اس میں ایسے کامل الفن ہوئے
اور اُن کی شاعری اور ہزالی کا ایک خاص معیار قرار پا گیا۔ جسکے لئے بہت سے نقادوں کا
خیال ہے کہ انھیں کے ساتھ ختم ہو گئی۔ کیونکہ جہاں اُس میں فحش اور لایعنی باتوں کا
ہجوم ہے اور کانٹے کی طرح پڑھنے والے کی آنکھ میں کھٹکتی ہیں اسی طرح اسمیں بعض لطیفے ایسی
ہیں جو ظرافت کے ساتھ اخلاق وانسانیت کی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ ہیں مگر افسوس کہ ہزل گوئی کی
شہرت نے اُن جواہرات کو ماند کر دیا اور صرف ہزل میر جعفر کے نام سے مخصوص ہو گئی۔ جیسا کہ
بیان کیا گیا کہ انھوں نے ابو اسحاق اطعمہ سے ابتدائی تعلیم کی کتب پڑھیں۔ مگر اتفاق کی بات
ہے کہ ابو اسحاق پیشے استادوں کے موافق ایک جابر استاد تھے ہر وقت لڑکوں پر تشدد کرتے
تھے۔ لڑکے اس روز کی مار دھاڑ سے عاجز آگئے تھے ایک مرتبہ اپنے استاد بھائی میر جعفر زٹلی سے
شکایت کی یہ بھی استاد کے ستم دیدہ اور آفت کشیدہ تھے وہ اُسکے ہی ان روایتوں کے واسطے
تیار ہو گئے۔ قلم کا خارستاں جو سنبھالا۔ اور استاد کے دل پر وہ کاری زخم لگائے جسمیں
کوئی مرہم کبھی نہ بھر سکا یعنی پہلے تو ایک نظم "نعوت بزار نامہ" کہے۔ اس سے لکھی پھر اور کچھ
لکھا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مولوی صاحب کو خبر ہوئی۔ اور اچھی طرح تحقیقات کرنے کے بعد میاں
جعفر کو مکتبی و دو گوش اپنے مکتب سے نکال دیا۔ میر جعفر نکل تو گئے۔ مگر جسد بار کو آگ
اور شرارہ یہ ہوا گویا بارود میں آگ لگا دی فوراً ایک ہجو نامہ لکھا جسمیں مولوی صاحب
کی جی کھول کر ہجو کی گئی تھی۔ اس کے ابتدائی شعر یہ ہیں۔

کہتا ہوں کھوسے بات کو مادر بحق ستی | سُن مرحبا کھو گے مجھے اس ٹکین ستی
مشہور ہے یہ بات کھوسے برس ستی | کھوسے کو صبح جی ہے رہا دری فن ستی

بس کا کر دل میاں کا جاں دل ستی

یہ ہجو اتنا ایسا مشہور ہوا کہ شہزادہ کام بخش کے کانوں تک پہنچا اور میر صاحب طلب ہوئے چونکہ نظم میں ہجو کے ساتھ ہی ظرافت کی خوشگوار باتیں بھی موجود تھیں۔ اسی کے اثر سے خوش ہو کر شہزادے نے مورچھل کی خدمت میر جعفر کو دیدی۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ جعفر زٹل نہایت اچھے شاعر ہیں تو شہزادے نے امتحاناً ان سے ایک غزل کی فرمائش کی انھوں نے تعمیل ارشاد کی اور غزل کہی جس میں کے ایک دو شعر یہ ہیں

اے عاشق بیچارہ مکن نخرہ و گھونگھٹ	تا کے تو در اس گرمی بازار جو ہے تو
تا چند کنی شور درین رنگ گلابی	بر رنگ تیکھے کا ادھن یار جو ہے تو

شہزادے نے غزل پسند کی اور اسکی بدولت میر صاحب کی شہرت ایک سے دو چند ہو گئی مگر خالی شہرت سے کام نہیں چلتا ضرورت تھی کہ نقد و جنس سے کچھ ان کی امداد کی جاتی مگر ایسا نہ ہوا۔ میر جعفر کا دل تنگ ہو گیا اور اسے ان کو مورچھل کی خدمت نا پسند ہو گئی انھوں نے فوراً اس خدمت کی ہجو لکھی جس کے یہ شعر یہ ہیں۔

نوکر ایں دستہ مورچھل	دستم از دمدمہ جان در خلل
نوکر ایں منصب زر بے فراخ	رو وحشت آوارہ ہمچوں شیاخ
نوکر ایں منصب پر شور و شر	مرحلہ پر خطر و خوف و ڈر
پس وجا ساک بہ سر نوکری	زرد ترد بہتر ازیں نوکری
جعفر ایں کوچہ درین مورچھل	ترم مصوری مکن و لوٹ چل

شہزادہ کو جب اس ہجو کا حال معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے۔ جب ان کو خبر ہوئی تو انھوں نے شہزادہ کی بے ڈھنگی ہجو لکھی اور دل کھول کر لکھی ایک شعر یہ ہے۔

رحمت شاہ والا کار کام بخش	کہ ہمی نزد کرد بے دخشش

اس کے بعد نوکری سے بیزار ہو گئے اور دکن کی طرف چل دیئے مگر بدقسمتی ہر جگہ ساتھ تھی یہاں کی روزگار نہ ملا۔ جھنجلا کر یہ غزل کہی۔

تنہا شدی اندر سفر کہ جعفرا بیکسی ہے　　افتادی اندر بحر و بر کہ جعفرا بیکسی ہے

در بیکسی تا لودہ با درد و غم آلودہ　　مفلس شدی دور از وطن کہ جعفرا بیکسی ہے

از ہجر آں سلطان خود کردی تباہی جان خود　　درماندہ بے مال و پر کہ جعفرا بیکسی ہے

اسباب عیش بر داشتی تخم ہلاکت کاشتی　　اکنوں کجا آں سیم و زر کہ جعفرا بیکسی ہے

اتفاق سے جس زمانہ میں پریشان روزگار دکن کی خاک چھانتے [illegible] پھر رہے تھے اسی زمانہ میں نواب کوکلتاش خاں ستارہ کی مہم پر گئے۔ حضرت نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ہنر کا ایک رقعہ لکھا نواب پر بڑا اثر پڑا۔ اپنے یہاں ملازم رکھ لیا مگر صرف کھانا ملتا تھا۔ کپڑا مقرر ہوا اور نہ کپڑا بنانے کے لئے کوئی پیسہ ملا۔ [illegible] ایک منظوم [illegible] لکھی ؎

زمانہ جہاں ساہ گیتی ساہ　　رسیداد خواں زٹل داد خواہ

خواں پڑ گئیں درجا و ازار　　نہ آبی مشکل نہ دلی دیار

رکتا کی جو [illegible] یاسی اہیں　　کہ حیراں دلہاں [illegible] کریا

اہو سرا پی کے موتی ہوئیں　　جل رج دشمن مری ہو رہیں

خواں مارستے بارستہ شد گزشت　　[illegible]

حضرت کا یہ عریضہ منظور ہوئی اور لیٹرے ہوا دستے کہ [illegible] اور [illegible] آئے اور وہاں سے بھی جدا ہو گئے۔

سر صاحب کی زندگی بہت مفلسی اور مفلوک الحالی پریشان روزگاری میں بسر ہوئی۔ مگر وہ زمانہ کی دردسیوں سے [illegible] اگر کبھی پیسے [illegible] تو خوب آرام اور خوشدلی سے ان تمام تکلیفوں کو برداشت کرتے تھے۔ اسیطرح ان کا [illegible] بڑی دنیا کسی کی مدح و ذم کا پابند نہ تھا۔ وہ اپنی [illegible] کی بار کسی کی ہجو [illegible] تاکہ ہمیشہ اس سے تفریح و انبساط محسوس ہوتا تھا۔

ان کی ظرافت اگرچہ ہزل کے درجہ پر پہونچگئی ہے اور خوش طبعی مسخراپن کا درجہ رکھتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ مسخراپن ہو ظرافت ہو ہزل ہو کچھ ہو اس درجہ کی ہے جس کا واسطہ بڑے بڑے اہل کمال نہیں دے سکتے ان کے ایک ایک لفظ میں ظرافت اور خوش طبعی کا ایک جہان پوشیدہ ہوتا ہے۔ وہ جیسے مزاح و بذلہ روئی کے خوگر ہیں اتنے ہی اخلاق کے دلدادہ ہیں اور اخلاق کے نکات بھی کبھی مولویوں کی طرح بیان نہیں کرتے بلکہ اس میں بھی ایسا انداز خاص قائم رہتا ہے۔ جو کچھ کہتے ہیں ایسا کہتے ہیں کہ دل پر مسرت اور فرحت کی بارش ہونے لگتی ہے۔ اسکی وجہ خاص یہ ہے کہ گو وہ ایک مسخرے ہیں۔ رنگین مزاج ہیں مگر علم و فضل دونوں سے ویسے ہی آشنا ہیں جیسے اس زمانے کے باکمال ہوتے تھے عربی اچھی طرح جانتے ہیں فارسی کے ایسے ماہر ہوتے ہیں کہ ان کے ماہر کامل معلوم ہوتے ہیں اور اس بے تکلفی سے اس کو استعمال کرتے ہیں کہ یہی ان کی زبان معلوم ہوتی ہے۔

میر جعفر کے ایسے واقعات جن ان کی بہت سی پر بہار نظموں کا دار و مدار ہے بے تعداد ہیں جن میں سے ہم چند لکھتے ہیں۔

لطیفہ جس زمانہ میں میر جعفر کوکلتاش کے یہاں رہتے تھے ایک روز یہ اتفاق پیش آیا کہ مرزا سلطان کی اہلیہ مرزا سے ناراض ہوگئیں میر جعفر کو خبر ہوئی یہ جانتے تھے کہ مرزا کی بیوی اونچے گھرانے کی عورت ہے اور یہ ذلیل ہیں انھوں نے چند قطعے لکھ ڈالے جو ہجو بھی ہیں سامان تفریح بھی پند و نصائح بھی۔ عبرت بھی۔

جعفر در جہاں معاذ اللہ ہر کہ محتاج مال زن باشد
خواند کہ صد سلطنت باشد۔ گرچہ عفت واہرن باشد

جعفرا مفلسی کہ زن را نکند آہ آں زن زلست مرد کش
از برے دلق بدل ماند خود بے مال خراب و رسوا

سزد گر دل درافتادم گرداب پریشانی	دل دوید رفت و لیسان شدہ درہم ہمدانی
ملے خوش گفتہ مصرع جعفر این ار فطرت	چرا کارے کند عاقل کہ بار آید پشیمانی

مرزا سلیمان کو جب یہ خبر ہوئی تو بہت بگڑے اور کوکلتاش خاں کے پاس ہوئے میر جعفر کی سخت سے سخت شکایت کی مگر انھوں نے معاملہ کو ہنسی میں ٹالدیا اوڑالدیا۔

ایک موقع پر کوکلتاش خاں نے غنیم کو سخت شکست دی۔ اور بہت کچھ مال غنیمت پایا۔ جب مال غنیمت تقسیم کیا تو آدھا مال خزانۂ شاہی میں بھیجدیا اور آدھا سپاہیوں میں تقسیم کردیا۔ بیچارے سپاہی تو تھے نہیں کہ کچھ ان کو بھی ملتا۔ میر جعفر کو سخت رنج ہوا۔ نواب کے پاس پہونچ کر کہا کہ مجھکو بھی حصہ دیجئے۔ کہا تم سپاہی نہیں۔ مرد میدان نہیں پھر حصہ کیسا۔ پیر اُسوقت تو جعفر خاموش ہوگئے مگر دوسرے دن اپنا تصنیف کیا ہوا رستم نامہ لیکر پہونچے اور نواب کو سنایا۔ جو یہ ہے۔

منم آں رستم وقت رؤس تمام	کہ دہ بار ڈار مست خود شکم
کنم روز اندر حیاتی بہ شر	برآرم دمار از سپر مور تیر
کشم گردن لشکر را در کمند	تگس جند را ان درآرم بہ بند
نوشتم اگر جوشش جنگ را	ہزیمت دہم لیوے لنگ را
بہ صد حملہ مال تگس بر کنم	قطار دو صد مور سرہم زنم
اگر زرہ تم حیسہ در دال کھاتا	فند سہیت و جوش من درجہات
روم شرح سسان دود را	شگافم بہ خیگال فالود را
دریں دور تالی رستم منم	تا سا بہ گرز گراں بشکنم
بہ ہنگام ستم و تردد تلاش	کنم غرق انگشت در دال ماش
منم آں سوارم کہ روز نبرد	برآرم ز کیتھا انڈہ گرد
چناں بشکنم رست تہ جام را	کہ مارم تبل رستم و سام را

من آنم که گر با سپاه جلال گشتم | چهل خانهٔ موش ویران کنم
حقیر است نامم از شور آبدار | بحلوا و حلوا است هنگام کار
اگر برکشم تیغ تدبیر را | ببرّم سر شیر تصویر را
تهمتن منم گر کشم تیغ خشم | ترا سم بضرب یکی مشتم
آنم که نگریم از گور شیر | به گورت کنم سینهٔ خود سپر
به نام دلستان مظفر درم | چو گور حسن آزاده می ملند
[illegible] از ره ارمن درانداه شدم | کنم در پیوسته در کام شوم
سر مژگان بر سر دار [illegible] | [illegible] دار [illegible] دربار [illegible]
سرسد دل شوم از شتاق ال | چرا بار وسا ہیں دل طائران
چو بینم مرا شوم گفر شتر کشد | چو انگر به رشک که گر کر کمد
اگر بنگرد صورت من تحیل | گریزد چو از گردگان زاغ و پیل
بیا حیدر ایں قصه کوتاه کن | سمت جهادی راه کن

اتفاق کی بات ہے کہ میر صاحب جس وقت یہ [illegible] سنا رہے تھے اُسیوقت ادھر آ گئی کہ [illegible] ہو گیا [illegible] گرفتار ہو گئی کو [illegible] حال کو [illegible] اور اپنے [illegible] میر صاحب کو نکلوا دیا۔ اسطرح میر صاحب کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ [illegible] اپنی سال استعفا کا ذکر تھا۔ دوسری میں نوکری کی برائیاں بیان کی ہیں۔ دوسری نظم یہ ہے۔

سو سال نوکری جس لگا [illegible] | [illegible] نوکری کا خط ہے
پھر در بدر [illegible] کر [illegible] | [illegible] نوکری کا [illegible] ہے
دن [illegible] | [illegible] نوکری کا خط ہے

ایک مرتبہ میر صاحب کے یہاں چوری ہو گئی اور کچھ نہ [illegible] میں یہ نظم کہی۔

دلا در مفلسی سب سے اکڑرہ — بہ عالم بیکسی سب سے اکڑرہ

چلس اور در کا چیرہ پشم کر بوجھ — کھٹی بگ باندھ کر سب سے اکڑرہ

اگر شلوار سا سد کسکو غم ہے — لنگوٹا باندھ کر سب سے اکڑرہ

ایک وجہ لوگوں نے صلاح دی کہ کوکلتاش خان سے عہدہ جاگیر کی درخواست کرو

انھوں نے ہرگز منظور نہ کیا اور یہ نظم لکھی۔

اے لونگر این محل آلودہ تا کجے — شربت قند دگلاس کورہ کورہ تا کجے

کج کلاہ در قرب شاہی عز و جاہ و مال و زر — یا دلہا لقمہ در این کٹورہ تا کجے

کل شی ھالک عمر رواں … — این سمجھانے ٹل … تا کجے

بادشاہ دستگاہ اورنگزیب کو جب دکن میں فتح حاصل ہوئی تو آپ نے ایک ظفرنامہ لکھکر روانہ کیا کہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کریں مگر یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی اور دربار تک رسائی نہ ہو سکی اس کے بعد یہ توکل کرکے بیٹھ رہے دو چار شعر ظفرنامہ کے یہ ہیں۔

رہے شاہ اورنگ و بانکا علی — کہ در ملک دکھن پڑی کھل بلی

مراد دل عسکر بصد حسن و دوام — کہ ہلچل پڑی سر بسر روم و شام

درین سر سالی و وصف عدل — مچائی دھما چوکڑی دردکن

رہے شاہ شاہاں کہ وقت وغا — نہ لد نہ تلد نہ … رجا

گرفتہ … میداں پر — … گھمساں …

اورنگزیب کی وفات پر میر صاحب نے دو مرثیے لکھے ایک … ہے دوسرا اُن کے رنگ کا ہے جس کے دو شعر یہ ہیں۔

اورنگ زیب مر گئے … — تخت اور چھتر … آخر سا آ رہا

… کی یاد میں رکھا اورنگ کا … — … بعد … آخر سا آ رہا

… شاہ کی تخت نشینی پر بھی ایک نظم ایسی ہی لکھی … آخر عمر میں …

ہلکا ہوگیا تھا۔ اور بجائے زٹلیات اور سوقیوں کے شستہ مضامین اور پیرانہ عادات زیادہ ہوگئے
اگرچہ طرز بیان وہی تھا مگر پھر بھی بہت فرق محسوس ہوتا ہے یہ دو قطعے اسی رنگ کے ہیں۔

حبذا زہے عروس جمال — چند پاپوش و چند کھلہ بزن
زانکہ این ماکسے نکرد وفا — رہبہ نقد و جنس ٹلہ بزن

تذکرہ خمخانۂ جاوید میں لکھا ہے کہ جب اعظم شاہ تخت نشین ہوئے تو شعراء کے ساتھ میر صاحب نے بھی سکہ نظم کیا اور وہ نہ صرف بادشاہ کو پسند ہوا بلکہ خاص و عام کو پسند آیا بادشاہ نے انعام میں خلعت فاخرہ۔ اور ہاتھی۔ اور ایک لاکھ روپیہ دیا۔ مگر ان کے استغنا کا یہ عالم تھا کہ گھر پہنچے بھی نہ پائے اور تمام روپیہ راستہ ہی میں صرف کردیا۔

میر صاحب کے کلیات میں اگرچہ فحش سب زیادہ ہے پھر بھی وہ انواع و اقسام ظرافت نظم و نثر سے مملو ہے جابجا

(۱) گفتگو نامہ جس میں اردو کے محاورات اور ضرب الامثال کا محل صرف نہایت خوبی سے بتایا گیا ہے۔

(۲) رقعات جس میں ظرافت۔ اور طرح طرح کی سوجھوں کا وہ عالم ہے کہ دیکھنے والا دنگ رہجاتا ہے۔

(۳) عدالتی تحریریں ظریفانہ خاص الخاص رنگ میں جس میں تلازمے ضرب الامثال اپنے اپنے محل پر سجی کچھ ہیں

(۴) سرارت نامہ جسکو شاہی یادداشتوں اور تزک کے طرز پر مرتب کیا ہے۔ اور اس میں ضرب الامثال کو اس صورت سے صرف کیا ہے کہ بے اختیار تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے

(۵) مصطلحات زنانہ۔ یہ لغت کے طریق پر ہے زنانہ کی رسم و رواج اور ضرورت کیمطابق اسمیں الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں۔ اگرچہ اسکو دیکھکر میر صاحب کے کمال ظرافت پر ایمان لانا پڑتا ہے مگر انکی ایجاد کا سہرا علانیہ عبید زاکانی کے سر ہے۔ انکی لغت بھی ان کے کلیات میں

شامل ہے - ان کے علاوہ اور اقسام کی نثریں بھی پائی جاتی ہیں -

حصہ نظم - جس میں ظرافت - واقعات - ہجویات - رقعات - دستور العمل - بیہ ڈیگھ رحر - نسخہ جات - مسئلے - غزلیات مور تھیل نامہ - کھچڑے نامہ مسدس - ظفر نامہ مراثی - سیس نامہ - تضمین قطعات - اردو فارسی سبھی کچھ ہیں - اور ہر ایک اپنے رنگ کا لاجواب ہے -

اگرچہ اُنکا کلام اُن کے رنگ میں سراپا انتخاب ہے مگر ضرورتاً تھوڑا سا انتخاب پیش کرتا ہوں - ممکن ہے کہ طبع کرلے پر بعض ناظرین کو تنگی کی شکایت پیدا ہو -

انتخاب دستور العمل نظم

ہرن کہ باشد جنگلو - در چال جھکے مرد ۔۔۔ دارو ہر ہر گرفتہ مکو اس بارہ اکارہ

چوڑ ڈاکا گر بود بر چوب دڑال گھر ۔۔۔ و گھر سا اثر اود اس گھر سے لگا یارہ

جوار جھکے چال میں سنگی گھر چال ہیں ۔۔۔ کالا لوسے کچھ دال ہیں ار قرشاد رہارہ

جوڑ ہد کا سل کرسے جو نئے حد دل پر بڑھکے ۔۔۔ جوڑی پر ہمسری کرسے ہر گردش تلوارہ

گھوڑا جوا سواری ہم سے مارا حلط سار نشے ۔۔۔ ٹیا جو دو یاری ہمشے ہا ہر ستوں کی الہارہ

سسرا چو ہوئل تنگ حی مسکاں شش حی ۔۔۔ داماد سے سرگنا حی اس سے سگرمزارہ

حصر لو سال جان دشمن تنا واسد ۔۔۔ شادی ہمیشہ آگر لستود کم بہ تنا آستد

دو پیارہ دوکاں سر باشد اگر ترا ۔۔۔ زاں ساگ بام سچہ تعلیم غمیسا اسا

گر اسک صفا ہود رو کار تو ۔۔۔ یک خیر گدہری بالم نہیں است

آواز شیو مرد مرسد گر تو بس تو ۔۔۔ آواز لول بنگم و حاکم ہمت است

زلور و حریرہ مود گر بسر شا ۔۔۔ یک سر کہ باکا کو دہ بالم علیمت آستا

ہجو مرزا خدا یار بیگ

رہے قدرت پاک پروردگار ... کہ مرزا خدا یار مارا پچھاڑ
کروں اب خبر شہر و بازار کو ... لگی آہ میری خدا یار کو
خدا یار پر صرصر ایسا اٹھا ... کہ تالاب پر یہ بکھیڑا پڑا
بدست حریفاں گرفتار شد ... بلشت و بمشت سست و بیمار شد
چہ مرزا سبک رفتار و گفتار او ... چہ آزار پیزار و دستار او
تڑاتڑ سڑاسڑ لگی لاٹھیے ... تب حال مرزا لگے کھاگئے
پکڑ باندھ کر جب مرغا کیا ... کت داس کا تال گسٹرا کیا
دریغا چہ ضرب سر و دستار او ... چہ بیجا جانے پوڑیاں وا او
جواں آب میاں جان ماتشید ... دوادو دوادو سیاسے رسید
رہے حال ما سرائت تاب ... کہ کوا جھپٹا پا گرگ شتاب
جہاں میں کروں آج میں لومڑی ... کہ گیدڑ کے منہ سے چھینی لومڑی
خدا یار سکس دہا ہم گٹا ... لیا کے پیچھے سے پوہا چیتا

ہجو داد دیوان چوکی نویس

سگ بلا ساری ارو سے مکو رلود ... کہ از ہیبت عشق مرورا ڈرلود

مدح شاہزادہ محمد کام بخش

سواے خداوند گیتی پناہ ... ولی وارث والا تخت و جاہ
درگاہ او ہر کہ شد بہ جا کند ... خدایش نگہ با لحظ حفاظت کند

تو تجھکو مرا من میں چھپا کرے | غپا عپ سپاسب کے پالے پڑے
من از ضعف چوں چوبی دکلوسیم | ہ چوری کا سرا ئیل سکلو سیم
مرا طاقت ٹکر او کجا است | تن و توش آمکس جو کالی گھٹا است

ایک مرتبہ قمرالنسا بیگم نے میر صاحب کو اپنے دیوان کی معرفت میں روپیہ انعام دلوائے
اُس نے صرف پانچ دیئے باقی خود خورد برد کر دیئے انھوں نے ہجو کہی جسکا یہ اثر ہوا کہ
قمرالنسا بیگم نے اپنے دیوان فتح علیخاں کو بہت ڈانٹا اور میر صاحب کو پورا روپیہ دلا دیا ہجو
کا ایک شعر یہ ہے۔

دلائے تیس لیکن پانچ نکلے | فتح خاں کی آلہی نکلے

در حسن معشوق

معشوق چہ باشد کیا عکی ہلی | ہر حسن تو حیران گرفتار جو ہے سو
ما تیر انا کانی و برچھی تقاتل | امرو رمچھے مارنا اسے مار جو ہے سو

جوانی کے جانے کا غم

دریغا کہ جوں جیسا روس کر | اللہ تلے کا کھر موس کر
اسے ہاتھ بوں چلا جاسے ہے | حد حارہ کہم ہے سے ہاسے
مرا عشق دانکمیل بیا ار تو لود | شب ورد در الیسل بیا ار تو بود
طیل تو لود این کلیل وجھلگ | لیمل تو لود این الول و تر نگر
جوانی زمن چوں ستمید این یہاں | نکو گفت در گوش ہو تم عیاں
کہ اسے کل ٹیڑھ و پیچ ہر و کہہ یاں | توئی میرماں و ہم میہمان
ملائی کہ مہماں نگیر و سرار | تحر ایک شب یا دو ما دو چار

رو صبر کن تا ڈہا پا بہ پسانہ ازیں لیس کن پایہ عقاست درار

ڈہا پا بود معرفت خواہ تو رود تالب گور ہمراہ تو

حوالی و حوں ڈروکھاڑ میں کہ آخر ٹھکانا اسی غار میں

تصوّف

در قیام و قعود ارکش نفس مخور غوط در خدمت حق باری گکروہ مباشد

دارد خبر از لذت حسا حیات عادت آنکس کہ شکم سیر بہت کہوہ نباشد

رنتیہ تنا تہیہ تنا تہیہ منہ دل تا رشتے تو فرداچو سبہ توہ نباشد

بے سود بود توبہ بستی و بہ پیری مطور حیین توبہ چہ پسلوہ باشد

مدح عالمگیر

رسہے حکمت شاہ اورنگ زیبا کٹاوے لڑا دسے نہ فن و فریبا

ہمارے دا موں سے دھوانم حوال کیا ہمہ راوکریاسے بھول پھول کیا

تمہ اوٹا ایں کرشت ہیجا پوراست کہ ہر مرج او مثل مثنہ سرات

بیہ گوئم ایں فائدہ ہلے لگا و کہ انگشت رایسے دیشے لگاؤ

لگا کوٹہ کو مورچہ حاسے کر نکالا سکندر کو انگلاسے کر

رسہے بادستم اجڑ دولو بہوت بلی و ولی لقب جانہ پوت

اریں میں مٹے بیٹا باخلف پسر خود خلف نہ دگر ہ تلف

دگر چہ یارا حسن شاہ را کہ گرداند ازسے تہذ شاہ را

مگس راچہ طاقت کہ باشاہ بار نہ ہیجا در آید بود کیسہ سار

چہ لیستہ کہ باسمر بہلور رہ چہ لسو کہ بالہ دہا بہور رہ

چہ خفّاش کہ با ذرہ و مشتری ・ بخورشید زند دعویٔ ہمسری
چہ گیدڑ چہ لومڑی پیش پلنگ ・ چہ چھپکلی چہ مچھلی پیش نہنگ
چہ چیونٹی کہ دعوای رانی کند ・ چہ کھٹمل کہ پرچار پائی کند
چہ قطرہ کہ سربار دریا شود ・ چہ ذرہ کہ انبار صحرا شود
چہ جھینگر کہ سرکوہ ٹکر زند ・ چہ مینڈک کہ بر فیل ٹکر زند
چہ چمشید شورہ چہ عبد الرؤف ・ کہ دیتے ہیں انگوٹھے سے جو لال حروف
چہ بدماچی پنڈت چہ مرزا خلیل ・ بیک دھار بیشاب گردد ذلیل
در آفاق بسیار ٹکر زدم ・ بہت قادر و فرقہ ٹکر زدم
بایں حسن و سیر و سپاہ و تو دلسوار ・ نہ دیدم در ایں سیرگاہ حجار

سپیش نامہ

مصور جہاں ماہ گیتی پناہ ・ رسیدا جواں ڈھل دادخواہ
جو یاں پڑ گئیں درقبائے ازار ・ یہ آئی مشکل یہ دلی دیار
آدھی رات میں بیچ اٹھی کلبلی ・ ندیدم کہ تو حال جوانکی چلی
لڑائی پڑی جواں سے بہت زار ・ جواں کا حملہ مثل چلا پیرا پاستا
جواں مارتے مارتے شب گزشتا ・ دیئے یک جواں از میاں گم گشت
کروڑوں جویں اور اکیلا ہم ・ دوانا جانت تا کجا پیر ہم
کہ در رحم ان قبائے ازار ・ پھرو تو کیا پاس جو دل تنگ کار
بڑا پہلوان است اور پاس ・ کہ از دو جواں جو در نجا
جو پاکے بس جواں کہ بڑا بار ・ سو سر کو ان کو مار مار
جواب الصلح خان صدر الصدر ・ جواں از بدن مین رکھیں تو دور

مجھ ابھی جان ٹرے سار دھول — جو اس سے گئے جو کڑی مار بھول
جو ستے دا دخاں جی ٹھے ستریج دار — نہیں جواں کھول ڈاریں ارار

جوانی نگردد بحسرت حال — بہ پیری بیش آمد دولت و مال
سر دھر مسکین سعدان — ماں ماند کہ دست بعد الزال

جعفر زرکوب اصفہان کے رہنے والے تھے۔ ایران اور مشہور تھے مگر یہ دو شعر مل سکے۔

ار حرام آں صنم تنہا بیا یاد از رہِ — کشد زاہدا رکے عرسلا ررویں آس
جوں رد حاصل کرلی رو جانش کہ بھول آسیا — سے جہاندار من او دجالت کرد یاد آہ

جگت — جگت موہن نام ہے الہ آباد کے رہنے والے قوم کھتری ہے پیدائش ۱۲۸۱ھ — ۳۲ سال کی عمر ہو گی پہلے ریلوے میں تھے پھر یہیں ملازم تھے اب ملتان میں ملازم ہیں۔ شاعری کا ابتدائی عمر سے شوق ہے اور سامنے انھی ذہانت کہتے ہیں اگرچہ طرافت سے رسمی اور مراسلات الدھر صلح جگت نہیں بچھڑ بھی اشعار نہایت شگفتہ ہوئے ہیں۔ انہیں بعض طریقہ گلدستوں میں آپ کا کلام چھپ چکا ہے۔ بعض رسالے بھی آپ نے ترتیب دیئے جو طبیعت کے لگاؤ کے موافق تمام طریقہ رنگ پر ہی تھے انہیں سے آپ کے کلام کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ کلام میں سب عدم پختہ مشقی بعض جگہ جا بجا پائی جاتی ہیں۔ مگر عیوب کو درگزر کرنے کے بعد بہت عمدہ انتخاب باقی رہ جاتا ہے۔ وہو ہذا۔

ٹرے کھف یار بولی کے جو کھیا بھر سے سن اس — تلوا کھیچ کے لوا کے ہاتھ میں ہمکا ملوا اس
ٹری کیا تر سے ہمرا راہ کہ ٹپا لیگی پہ کتر — دیکھو تا ملکر رسو ئیاں والے ملکر سے یار وہ کیا

کٹوری واں چاندی کا کہیں بھجوا سے لے آؤ | دساوری پان الائچی یہ سب کہہ کے منگوائیں
کچوری پوری ربڑی دال موٹھ اور بریانی تیکوے | پڑا کیا اور پسر یا گھر میں اپنے خوب پکوائیں
گرچہ ہم کہہ سکتے ہیں بڑی کھاتر تھی ہری | ہمیں تو پیٹ بھر کے اچھا اچھا کھانا کھلوائیں
بدل لہنگا دوپٹہ کھوچی گوٹ یاری بلوائیں | ہماری گود واں ہٹھلا سے گے کانا ہی سلوائیں
عبیر اور نکاس سار کھاناہ بھر بھر کے تھر پاس | ملیں ہم سے بھی گلوا ماں اور سو سو بیہ ملوائیں
منگائیں دارو مواکی رات اچھی ہی اک بوتل | پڑے ہی سوک سے بھر بھر کے کٹورے ہم کا پلوائیں

خدا غارت کرے اس کستہ زن کو | نہ نکلا ٹاٹ کا ٹکڑا اکفن کو
ہمہ تن پاس کر دیا تو نے | ستیا ناس کر دیا تو نے
دونوں رخسار عنایت کریں اک بوسہ | اس مرے واسطے سرکار سے عید ہو جاے
دہکا کے بوسوں گالوں رستگار کا | چہرہ وصول ہو تلپ صاف ہا دیے
جہاں بارش کبھی کرنی ہو کہو اپنے دہقاں سے | کہ آ کر کھیت پر لیجائے میری چشم گریاں کو
ختم ہے میری اشکباری کی | کاشتکاروں نے کاشتکاری کی
ایک دن رو پڑا سے امتحاں میں ناتواں | سو سمندر ساٹھ نالے لاکھ دریا بہہ گئے
میٹھی نظروں سے جو دیکھا مجھکو | کیا میں حلوہ ہوں مجھے کھائیے گا
سو دل سے نظر مجھسے لڑی ہے | لڑی ہے یا مری قسمت لڑی ہے
خمریتی ہے بجلی ان بتوں کی | نئی فیشن کی یہ جیسی گھڑی ہے
کٹے جاتے ہیں سب اسکی گرہ میں | تمہاری زلف ہے یا ہتکڑی ہے
شرح الوہ پہ اس کے ہے عیاں حال | مہ نیٹ ہیب دود [illegible] لکھی پڑی ہے

اگر جدلت سے [illegible] آمادہ کی | [illegible] پلسے خدا کی

مٹک کر ناک پر انگلی کو رکھ کر — کہا ایجاد ہے میری ادا کی
غم ہجراں سے ہے پھاگن کی آتش — دل ویراں میں ہولی سی جلا کی
ہوا اس سیم تن سے جب سے سونا — امیدوں سے مری چاندی کٹا کی
جیت مٹھ مار دیتا ہے اچک کر — بُری عادت ہے یہ اُس بے وفا کی

سہ ہو کیوں کم سسرے کے شربت دیدار میں لذت — مرا دیتا ہے جب پانی تلک بھی کوزہ جوبن کا
مثل لقا کے اگر مانے لگا وہ ماہ لقا — اب حکمت کا بھی اڑا ہوش کہو نہ بنکہ

کیا ملک میں آمادہ بیداد ہیں مچھر — مردود سے کچھ کم نہیں شداد ہیں مچھر
پیاسے ہیں یہ ظالم بنی آدم کے لہو کے — سفاک ہیں خونخوار ہیں جلاد ہیں مچھر
چاہیں جسے کاٹیں جسے چاہیں اُسے کھائیں — خالق کی خدائی میں بس آزاد ہیں مچھر
مارے کوئی لاکھوں کو مگر فائدہ کیا ہے — مشکل ہے کہ ہی صاحب اولاد ہیں مچھر
ہے لگائے سکھانے کا بس ایجاد کہیں کا — شاگرد خود ڈاڑھی ہیں تو استاد ہیں مچھر

ہر شب بادل لو لو آہ ہے — چارپائی بھی کان رکھتی ہے

مدت کے بعد پائی ہے ہم نے شب وصال — دو چار سو برس تو الٰہی سحر نہ ہو

روٹھا ہے مجھ سے میرا صنم ہائے ہائے ہے — کرنے لگا ہے جور و ستم ہائے ہائے ہے
بالا ہے طاق وصل کی امید ہو گئی — [illegible] ہائے ہائے ہے
جب [illegible] گئے ہیں دستار ان کے ہاتھ — اور ہر [illegible] کیا کریں [illegible] ہائے ہائے ہے

جمیل تخلص — جمیل الدین نام — شیخ حفیظ الدین چوتھا میسر ضلع کرنال کے رئیس تھے ان کے فرزند ارجمند تھے — ابتدائی عمر سے شعر و شاعری کا شوق تھا اور ابتدائے سن ہی کے زمانے میں نہایت ذہین اور طباع تھے۔ چنانچہ صاحب تذکرہ گلستان سخن اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ ہر چند عمر اس کی ہنوز زیادہ تیرہ برس سے متجاوز نہیں ہوئی لیکن ذہن کی تیزی برق سے اور طبیعت کی شوخی شعلۂ ہوا سے زیادہ ہے اور بسکہ حداثت سن کا اقتضا غالب ہے اشعار میں مضامین خندہ انگیز تمسخر آمیز بیشتر باندھتا ہے یہ چند شعر اس کے کلام سے انتخاب ہو کر نذر ناظرین خوش مزاج ہوتے ہیں۔

رواں جو سوئے فلک آہ کا دھواں ہوتا — تو اک غبار دھانی یہ آسماں ہوتا
چڑھا ہی لیتا اڑ کے یہ اُس ستمگر کو — جو آج کو میں زبردست پہلواں ہوتا

ترے کوچہ میں آئے ہیں دیسا ہوں عنبر کو — بنا میں ہتکڑی سے اپنی چھپ کیدھر پھرتا ہوں
رہے غم سے مجھے غم سا ہو ساماں عشرت کا — کہ شکل اپنی بنائے شکل جو سہتا پھرتا ہوں
کہا میں نے کہ اگر تو ذرا چہرہ دکھا دیجئے — اسی کے واسطے اتنا ذلیل و خوار پھرتا ہوں
زہے حسن ہر سی کے لگا کہنے کہ یوسف تو حسن میں ہے — کہ ہر اک کو دکھاتا جلوہ دیدار پھرتا ہوں

اُس کا عاشق ہوں پر نہیں یہ خبر — شکل گوری ہے یا کہ کالی ہے
سیم کی طرح دل گداز میں ہے — میرا سینہ ہے یا کٹھالی ہے
کھودتی ہے ہر ایک کا سینہ — تری مژگاں ہے یا کدالی ہے
اُنکو پوچھے تو دے جواب وہ لب — اک جوابی ہے اک سوالی ہے
زلف سلجھی رہی تو ہے وہ کنگھا — اور الجھی رہے تو جالی ہے
ہم عزیزوں کا سسرا کیا — آل بالی کھٹی نہالی ہے

مست پڑا نامہ جمیل اُسکا　　　اُس کی گالی ہمیں سہانی ہے

جوشش۔ ان کا اصلی نام رحیم الدین تھا۔ مگر لوگ رحمو رحمو پکارتے تھے۔ اور اسی نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ تذکرہ خمخانہ میں ان کی نسبت لکھا ہے کہ پڑھے لکھے تھے مگر مصنف گلشن بے خار کہتے ہیں کہ یہ ایک بازاری اور عامی آدمی تھے۔ ہولیوں میں کوچہ و بازار میں غزلیں گاتے پھرتے تھے۔ اور طبلیاروں کے ساتھ خوب طبلہ بجاتے تھے سنہ ۱۷۹۳ء میں وہ بقید حیات تھے مصحفی نے ان کو اپنا شاگرد لکھا ہے ان کے شعر طرحدار تو کیا ہوتے مگر شوخی طبع کا پتہ ضرور دیتے ہیں ایک شعر اسی انداز کا ملا ہے۔ جو اگرچہ وثوق کے ساتھ ان کا نہیں کہا جا سکتا مگر اہل تذکرہ نے متفق طور پر انہیں سے منسوب کیا ہے ممکن ہے کہ اور بھی کلام اسی انداز کا ہو مگر مجھے مل نہیں سکا۔

شب جو کہا تجھ میں کیا کیا الم گذرا　　　بولا کہ اپنے تیر اردو تھی ہی ختم کر دیا

جوکر۔ حسن حیدر نام ہے لکھنؤ کے رہنے والے ہیں ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتے ہیں نہایت رنگین مزاج شوخ زبان یار باش ملنسار خلیق زندہ دل آدمی ہیں اور [illegible] تخلص کرتے ہیں۔ گو ظریفانہ شاعری کا ذکر زیادہ نہیں ہے مگر اپنے احباب کی [illegible] آپ کی خوشگوئی بھی درجہ کمال پر پہنچی ہوئی ہے مجھسے اچھی خاصی ملاقات ہے۔ مشاعروں کی صحبتوں میں آپ برابر شریک ہوتے ہیں اور قریب ہر شاعر اور سخن فہم آپ کے نام سے واقف ہے۔ آجکل معراج الادب میں جو لکھنؤ کے ایک مخصوص طبقہ شعرا کی انجمن ہے۔ آپ بھی شریک ہیں اور ہر مشاعرہ میں اپنی ظرافت سے سامعین کو محظوظ فرماتے ہیں۔ اس وقت ۱۹۳۶ء میں آپ کی عمر چالیس پچاس برس کی ہوگی۔ مجموعہ مسمی گل کی ترتیب کے وقت میں آپ کا کلام حاصل کرنے کے لئے

آپ سے ملا تھا اور آپ نے نہایت اخلاق سے خود یہ کلام عنایت کیا تھا آج نمونۂ مذکور سے کلام کا انتخاب کر کے اس تذکرہ میں درج کرتا ہوں جی چاہتا تھا کہ اس تذکرہ کے لئے جدید کلام حاصل کروں۔ مگر فرصت کی قلت ہے اور لکھنے کی عجلت اس لئے اسی پہلے کلام کو تبرک سمجھ کر لکھتا ہوں۔

سوکھے ہیں مال کہدو مرے سوگوار سے　　تھوڑا سا تیل لے لے چراغ مزار سے

جس میں اُنکی کوٹھی سے بلند اپنا مکاں ہوتا　　کہ اُن کی چھت دیکھ کے اوپر ہمارا آشیاں ہوتا

اگر وحشت کی لتا قیس اور مجنوں کا ہوتا　　تو لیلیٰ کے اوپر اونٹنا سیر سارباں ہوتا

کسی کے کان کھٹ جاتے تو کوئی گونگا ہوتا　　اگر شدہ نصیب آسمان محو فغاں ہوتا

قفس میں آب و دانہ ملتا تھا پھٹ گئی　　کرا دہ پر جلا دیتا جو میرا آشیاں ہوتا

میں دبلا اور وہ موٹے جھکی مٹکے یہ کیا گر تھا　　جو اُنکا پیٹ وہ اپنی تو مد تو پھر میں کہاں ہوتا

حسیں جتنے سر لستی یکے سالے تھنڈیاں آگئی　　دو سو ہیں سیر اگر یہاں دھیاں ہوتا

گر رتی اوٹ کے کو ہا سیر وصل کی راتیں　　اگر تو دراتہ لیلیٰ کا مجنوں ساربان ہوتا

کیسے دس گھر کے تھیلے میں کام آ جاتا　　مرادیں دل نہ ہوتا کاش پلی کا میاں ہوتا

بسیرے کے لئے پھر کیوں کسی کی جھونپڑیں تکتا　　مرے صیاد۔ خوکر کا اگر آج آشیاں ہوتا

عاجز ہوئے ہیں گرمی روز شمار سے　　مرشد سے کل کے کھا گئے ہیں مار سے

حاجت ہوئی جو دولہا میاں کی پار کر　　کچھ کھلے کو دیکھا یہ پڑ رہے ہزار سے

لنگڑیاں دکھنے لگیں دیکھی پر اللہ تعالیٰ کی دور　　اللہ دیا ہی پڑ گیا اسبابا گرار سے

ولادت میں شمر سے جھوٹکڑے کا لوتھ داستہ گز　　چوہے سے گر پڑے نظر آ دھا ادھار سے

اولاد ہے آدم کی یا مائل ہے سودائی
اس رشتہ سے تو مجنوں لیلیٰ کا ہے بھائی

کیا تیری ہیں قلا ماری ہیں بیٹھے تماشائی
کس قسم کی ہے ورزش ظالم تری انگڑائی

جب پردۂ محمل سے لیلیٰ ہوئی تماشائی
مجنوں نے حماقت کی گر ہوش نہ دکھلائی

عشاق گراں جانے بیماری خستہ جانی
یہ کیسی ہوئی کھانسی [illegible] آئی

کیوں کہہ کے کہیں نا کس کے دے کو جلاتے ہو
ٹھہرے گئے ہیں ملجائے آکر وہ مسیحائی

وہ ہم آں کا دم رخصت کا آیا ہے جب ہے
وہ بیٹھ گئے اٹھ کے جب چھینک مجھے آئی

صحت کو نگہوں سے وحشت ہی ہوئی جاتی
اللہ کرے یا اسیر عاشق ہو کوئی نائی

یوں لیلیٰ و مجنوں کو ہم عمر بڑھاتے ہیں
تسلیم بڑی کھائی آداب بڑے کھائی

جب سامنے آتا ہے تم دیکھ کے ہنستے ہو
آخر تمہیں حوکر کی کیا خیر پیدائی

دو پیچ سرِ گرشیشہ لب دو تا کیے
داڑھی کو تری نوچ لیا ہاتھ بڑھا کے

صیاد کا منہ [illegible] کہا دم
اللہ کرے گر پڑے جنگلی یہ پیہ جا کے

جو آہ مرے صبر سے خارج ہوئی اسکو
بالا سے ہوا کھینچ دیا مانگ کہا کے

دیکھوں تو گرا ہے ولک [illegible]
رکھا ہوں [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
دیتا ہو ادا [illegible] پہ جا کے

جو کر ترے اندازِ قرات کے تصدق
رنگ اپنا جمایا ہے [illegible] کو ہنسا کے

دل توڑ دیا میرا اُس سامنے ہے جاتا
[illegible] جو ہم جاتا

[illegible] یہ کہتا ہوں [illegible] گھر آنا
[illegible] آئے [illegible] جاتا

[illegible]
اللہ جو لیلیٰ کو دکھلاتا [illegible] جاتا

ساقی سے مرے کسی بہت سے جو مے مانگے — اک ہاتھ میں ساغر ہے اک ہاتھ میں پیمانہ

آہ دل سوزاں ہے یا آتش ہے جلوؤں کی — عشاق کی محفل ہے یا کوئی حریم خانہ

دھڑکا ہے مرا دل بھی کچھ کم نہیں بیداد سے — ادنیٰ سا کرشمہ ہے دو ہاتھ اچھل جانا

سب دھوم دھڑکے ہیں کیفیت کا یہ منظر حسرت ساماں ہے — کہ سارا چوک ہے اور ایک ٹکڑے کا گریباں ہے

ادھر دریا سے خوں جاری ادھر اشک رواں ہوں گے — یہ کوئی سرگشتہ ہے یا رب میں کوئے جاناں ہے

اکثر جلاد سے سرگوشیاں کرتے جو ہم دیکھا — تو میں یہ کہہ کے بھاگا یہاں کچھ اور ساماں ہے

عجب کیا ہے جو وحشی ہر کسو کے پاؤں آ جائے — اگر سب ملکے پہنائیں گریباں ہے گریباں ہے

وہ مہر سے میں جو یکبارگی سے خبر دیتا ہے دل کی — تو فرمایا کہ دیکھو تو یہ طاق [illegible] ہے

کیا ہے گردش ایام نے لیلیٰ کو بھی پاگل — لئے ہے جیب ہاتھ میں مجنوں کا گریباں ہے

رہیں گے اس طرف آ کے یہیں سب اہل ارادہ — تو کیا یہ ملک بھی حملہ گور غریباں ہے

ہزاروں ہی بڑی دولت اسے کر دی خدا — مسلماں ہو کے دیا کیا ہے دیوانوں کی اماں ہے

وہ دل سرد ہے جس کا ہم سے گھر میں کیا کرنا داغ ہی ہو گا — ہمارا جو گیا ہو گا تمہارا چھوکری کا ہو گی

جو حال آیا تو حالت ان کی دیکھ کر سچ ہی ہو گا — بہانے [illegible] ڈھونڈھ لگی ہو گی

غضب یہ ہم [illegible] آ کے دل کو — وہ آتے ہیں [illegible] ہو گی

نگاہوں سے کھا [illegible] ڈر [illegible] ہو گی — دکھائی آنکھ اک دیکھو تو انگلی [illegible] ہو گی

اسے تو آپ ہی شاید کہیں گے اپنا دیوانہ — کہ [illegible] اک لنگوٹی [illegible] ہو گی

میں سمجھا ہوں کہ معشوق کی معدوم ہو گی — وہ کیا [illegible] دل [illegible] کسی ہو گی

گزر جائے گا کوئی انتظار شوق [illegible] — خدا کو یار [illegible] ہو گی

شیدا [illegible] نگاہوں نے [illegible] — جدا [illegible] ہو گی

طواف کعبہ کرکے بھی مقدس جو نہیں ٹھہرا — خر عیسیٰ نہ ہوگا میر حج کی وہ گدھی ہوگی

وہ یہاں کے لئے ہے یہ وہاں کیلئے — یہاں ہاں کیلئے ہو یاں وہاں کیلئے

کبھی یہاں کیلئے اور کبھی وہاں کیلئے — میں صاف کیا کہوں یہ ہے کہاں کہاں کیلئے

لگائے یار سے جو تو دل درست ہو — یہی تو ایک درست ہو اس مکاں کیلئے

میں چکے لایا ہوں سرام گھاٹ کے لٹھے — بہت حقیر یہ تنکے ہیں آشیاں کیلئے

ہزار عاشقوں کا خون کیجئے لیکن — کہاں وہ باس جو تھی قیس نامراں کیلئے

یہ کوئی کھیل نہیں ہے ذرا خیال رہے — دیا ہے دل تمہیں جو کرنے امتحاں کیلئے

جو بندہ یا بندہ یہ نہ کوئی نام ہے نہ تخلص۔ مگر اودھ پنچ میں کسی مفقود الاسم مجہول الحال شاعر نے اسی نام سے اپنی غزل دی تھی لہذا مجھکو بھی مجبوراً اسی صورت سے لکھنا پڑا۔ حال وغیرہ معلوم نہیں غزل ملاحظہ فرمائیے۔

دل سوے دلربا روانہ ہے — واہ کیا منقلب زمانہ ہے

جورو کسی ہے دو میاں کی دلہن — مرد عورت میاں زنانہ ہے

سنکے کہتے ہیں عشق سو سو بار — میری شہرت کا وہ دہانہ ہے

آجکل سب حکیم ہیں عطار — سب کے گھر میں دواخانہ ہے

مسی اس درجہ گہری کھوئی ہے — ان کا منہ کالا جیل خانہ ہے

غیر کی آنکھ میں سور کا ہے بال — دیکھنا سب کو دست شانہ ہے

جمع اک جا ہیں عاشق و دشمن — صبح و ضلالت کا یہ دوگانہ ہے

تل نہیں ان کے گورے گالوں پر

آنا صدقے کو کالا دانہ ہے

حرف جیم فارسی

چچا تخلص ہے اور نام سید اسحاق ہے۔ دلی کے ایک سپاہی زادے ہیں۔ مگر تخلص ایسا اختیار کیا ہے کہ تمام دنیا کے چچا بن گئے ہیں۔ طبیعت میں انتہائی ظرافت ہے۔ آپ کا مشاعرہ ہونا دودھ میں جامن کا ہونا ہے۔ سررشتہ حیدرآباد میں مقیم ہیں۔ دو مضمون آپ کے مخصوصات میں سے ہیں اور شاید کہ دونوں خود آپ کے تلخ تجربہ پر مبنی ہیں یعنی ایک اطباء سے حیدرآباد کی لوستی کے خطرناک نتائج اور ایک چاندنی رات کی چوریاں اور جگہ جا بجا ادنیٰ چوروں کے آم کا رونا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت چچا کو اس کے خلاف سابقہ ہوا۔ آپ کی ایک غزل رسالہ اردو سے نقل کی جاتی ہے۔ وہو ہذا

بھلا کہیے تو کیوں ہے لگا کھایا پان میری	مجھے لوا کے خود ہی آ رہے ہیں اشتہار میری
اما حقیر ابھی بھلا میں اسی کی قدر کرتا تھا	تب مشتاق سیرا کر ہوئی ہیں چھ یار میری
ہمارا سیخ عزیز ہے تو اب کے احباب ہے	کہ کام آ گئیں لو متوالو سے عزیاں میری
مٹھی کا سی کسنا کہ سبا تنک خطمی و خیری	دوا کیا ساتھ ہے لو اے حکیم سنبھال میری

چرکین شیخ باقر علی نام تھا۔ قصبہ ردولی کے رہنے والے تھے مگر مصحفی تاکر گنگا تار ان کو لکھنؤ کا رہنے والا کہتے ہیں اور علی اعظم سے تذکرہ نویسوں کے یہ بھی لکھتے ہیں کہ چرکین نے اوّل اوّل مضامین غلیظ مخصوص ہزل اور تصریح تابع تھوک کر لکھنا شروع کئے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس قال کو حال بنالیا اور اس گندہ ذہنی سے اپنا اکھوری بنا دیا گویا ان کے بدلے میں رچ گئی تھی۔ مدام اس جرک پہنتا اور ایسی میلی کچیلی وضع رکھتا کہ دیکھنا آنکھ سے سخت ملال

سمجھتا۔ صحبت کا اثر مشہور ہے۔ یہاں صرف تصور اور خیال نے یہ تاثیر کی کہ صحبت کو پرے ہٹا دیا
حق یہ ہے کہ جو ابتدا میں کہتا تھا انتہا میں کر دکھایا۔ آخرالامر لالاں بیگ کی صحبت اور گو کا سیر
کی ہمت بھی سکے شوقین شہر کے مقامات پاکیزہ سے واگ کر صحرا آر [illegible] دکا ڈاکرا سر پر سے گئے ہوئے
طریق اپنا یا جنگل سے کسی کو نہ پرانول میرل کی" غرض یہ کہ ہمارے نزدیک جرأت بیاسے
اگرچہ رنگ [illegible] اور ترا اختیار کیا تھا مگر واسیے [illegible] آ تا و سب بدل گئے۔ گو انہوں نے
کو اپنے دیوان کی ایک مکمل اور لا جواب صنعت بنا دیا ہے۔ اور اس علیحدہ کی تخیلوں سے انکا
دامن شاعری کمال کا ایک رنگین گلزار بہار معلوم ہوتا ہے

کہن سال بزرگوں سے سنا ہے کہ ان کے مختلف شاگرد تھے جن میں سے دو نہایت
مشہور اور اپنے استاد کے رنگ کے مذاق تھے ایک کا تخلص گوہر۔ اور دوسرے کا خیرا
تھا جسکا نام اگرچہ معلوم نہیں ہو سکا مگر دو دو چار چار غزلیں ملتے ہیں۔ جو آگے درج کر دیا
درج کروں گا۔ میرا ارادہ ہے کہ اس دیوان جرأت کا ایک ایسا مکمل انتخاب پیش کروں کہ اسکے
بعد ان کے دیوان کے دیکھنے کی [illegible] احتیاج باقی رہے۔ گو کہ اسکا دیوان جرأت ایک انتخابی
صورت میں چھپ گیا ہے اور وہ [illegible] سے ملتا ہے۔ مگر میں قدیم اور مکمل دیوان سے
انتخاب کرتا ہوں جس [illegible] انتخاب ہیں
[illegible] محاورات کی
[illegible] دشوار تر اور نا ممکن ہے

گو یا میں چھپی ہوئی اک دن آ کہہ گیا آ پڑھتا — مدعی کو گو ہیں بہلا سے گا جاناں کا سا کہ
آگے ہی رہتے ہیں عیار سرا ں ترک کو — لیڈیوں سے سد گیا ہے تیر ستاں کا سا ک
دوستے ہیں تم چلی کیسی کوئی بھیوڑ دو — [illegible] یاراں سے چھوٹ ارماں کا سا ک

[illegible] تیغ کا مستر لیسر سے راط — [illegible] گرما گئی تھی۔ آں کی تھا کا رنگ سا
[illegible] — [illegible] بہار [illegible] ہوا کا رنگ

موتنا کی دل میں سدا مدت سے سمجھتا ہوں اسے
کسکو دھمکاتا ہے چمکا کے وہ دھارا قاتل

سہگیں ہو گئی ایسی مری صورت مرنزع
ہگدے وحشت سے جو دیکھے مرا لاشہ قاتل

دست پر دست چلے آتے ہیں لے جلد خبر
تیرے بیمار کا اب حال ہے پتلا قاتل

دست بردار ہوا ہاتوں سے آجانے دے
قتل چرکیں کو نکر گو نہ اچھلو اقاتل

تنگ آئے ہیں دنیا کی گو ہا چھی چھی سے
ہو تنص رنج نحس چھوٹیں اس بلا سے ہم

فلک ہو طشت ستارے ہوں پھٹکیاں گو کی
جو گو کے چھوٹ کو نسبت دیں آفتاب سے ہم

ہو اسکی کھڈی میں صرف ایسے کا لہد کی جا
یہ چاہتے ہیں زمانہ کے انقلاب سے ہم

سامنے چرخ برین طشت کہکشاں کی کھڈی
ہگنے گا کونسا شوکت نشاں نہیں معلوم

ہمارے پاس سا تاہی گھر جواسکے ہم
ہمارے ہگنے کی کیا داستاں نہیں معلوم

ہمیشہ رہتے ہو بیت الخلا میں تم چرکیں
جہاں میں کسکو تمہارا مکاں نہیں معلوم

داغ کو یہ جوش آتی ہے اسکے موت کی لو
کبھی نہ سونگھیں اگر سے کوئی گلا نہیں

سڑے کیطرح سے گو کھاتے پھریں کبھی کسک
حال اپنا کہا او پری تنتاب ہیں

کیڑے سے چرکیں جسے بدلتے ہیں
شعر کے بدلے موتنا سیلتے ہیں

نہیں سکتے ہیں عیسیٰ ہمکو زرا
اپنے مصرعہ سے وہ گو اگلتے ہیں

کس تحرکے تریں سیب وتی
ہو گگلتے ہیں یہ مسٹرتے ہیں

برم جاناں میں یاد ہاسے غیر
ہر طرف سے اشارے چلتے ہیں

تیرے بیمار کے ستلے ہموار
لوٹ سڑے و مسام بدلتے ہیں

طبع چرکیں کی طرفہ سانچا ہے
گو کے مضموں جس میں ڈھلتے ہیں

سنگ دنیا جو ہیں کٹ دوسخا کہتے ہیں
گو کبھی ملی کسطرح سے وہ چھپا رکھتے ہیں

گو ہا چھی چھی کے سوا کچھ نہیں حاصل اس سے
گو وہ کھاتے ہیں جو امید وفا رکھتے ہیں

گو رکی لو سے معطر ہے چرکیں کا دماغ
تجھسے امید ہے اسے باد صبا رکھتے ہیں

سمجھتا ہے اُسے گوز شتر بیدۂ محمل میں ‏ ‏ پئے جمازہ گر مثل جرس فریاد کرتے ہیں

رقیبوں سے تو تکرار وہ ملا ہے اسقدر آن کا ‏ ‏ مزا سب جانکر بیت الخلا میں یاد کرتے ہیں

اٹھانے گو مرا کیونکر نہ نخوت شیخ حجت کی ‏ ‏ سعادتمند رہ کے خدمت استاد کرتے ہیں

طلب کے لئے ان کے کر دیا مجبور یوں مجھکو ‏ ‏ چلا جاتا ہوں کہتا پادتا جب یاد کرتے ہیں

دنیا کی نجاست سے تری گوشہ نشیں ہے ‏ ‏ رغبت نکرے گو یہ کبھی زاغ کماں کا

سنڈوں کو کسا دوں سے اگر دیجیے تشبیہ ‏ ‏ پاخانہ میں عالم ہو کیالی کی دکاں کا

چرکین مرے کوچے میں کہیں ہے سا شے ‏ ‏ مہتر کو یہی حکم ہے آن آیت حال کا

پھر گفتگو سے پوچ لگی آنے بیچ میں ‏ ‏ پھر گوز بند یار کی گفتار نے کیا

گو میں سمائیں جو سب جھاڑ کے گئے کمال ‏ ‏ بوسہ طلب جو یار سے اغیار نے کیا

تو نے آ جو وہاں غنچہ دہن سے چھوڑ دیا ‏ ‏ گل پہ پیشاب کیا ہمنے چمن چھوڑ دیا

عطر کی بو سے معطر ہوا بلبل کا دماغ ‏ ‏ گوز اک تو نے جو اے غنچہ دہن چھوڑ دیا

ہے متوڑا طفل اشک عیر دامن میں لے ‏ ‏ موت بھر جائیگا یا کیرہ تری پوشاک میں

پاد اولی سلہٹ چرکیں یار سے لوا وہ شوخ ‏ ‏ دس گیا ہوگا وہ گھوڑے کے جس جا ساک میں

موتنے کے کتا ہے ہمیں اپنے کوچے میں وہ گل ‏ ‏ اس روش کی آبجو کوئی گلستاں میں نہیں

چرکیں عرض ہیں گل گلزار سے ہمیں ‏ ‏ مرد لاتا ہے پاتحانہ دلدار سے ہمیں

کرتا ہوں عرض حال تو کہتا ہے گو یہ کھا ‏ ‏ ہوتا ہے درد سر مری گفتار سے ہمیں

کاش گھورے سے ہو قسمت کا ترے سہارا پیدا ‏ ‏ تو بھی چرکیں علی بیاپوں کا کر پیدا

گردن سیخ یہ رندوں نے رکھا مار گناہ ‏ ‏ کہا دا اٹھو اسے کو اچھا کیا یہ ہر پیدا

گو یہ کھا پوچ یہ رندوں کو سمجھ جھوٹ یہ ول ‏ ‏ سو دیا ہوس میں آ عقل و خرد کر پیدا

کوچہ یار میں بھولا ہے جو کوئی رستا ‏ ‏ سلو ہو گا نہ پھر ایسا گل تر پیدا

اُسکے رنگ جاسنے کی دیوار پہ کہگل کیجئے ‏ ‏ لیہ گر تو رنگ کی ہو رسیا پیدا

وصف گیسو سے جب عرق جبیں [illegible] — تو کیے مضموں کئی غیرت سے کئی ہیں پیدا

چمن میں پھینکا اس گل نے جو اپنے تئیں پھول کو — گلستاں میں کئے ٹکڑے اس نے دل آسیب بلبل کا

نظر پڑتے ہی وہ ہاتھ اس کو دست جھٹکے — کبھی جو باغ سے مل کر وہ گل سا نکلا

اگر یہ تا محلا یار جو کہیں کا مکاں ہوگا — وہیں تسکین دل ہوگی وہیں آرام جاں ہوگا

سمندر گور نکلے گا لو جان حسرت سے جائے گی — یہ گھوڑا تو سمند وحشت [illegible] ہوگا

اگر لغزش مستی ہو تو [illegible] ہیں کیسا — حریف بد بلا مستی کوئی [illegible] مہرباں ہوگا

فلک نے ڈالا کیسے ہی کیسے والوں کو — ستم اس پر ہے کچھ کھا کا سو [illegible] ہوگا

ہے کہ شب یاد بادشاہ ملنے لو [illegible] — مرا جو طوق [illegible] ہیں کہ رہا گلو کرے

جو لوگ شہید ہیں تیرے سرو قد کے یار — [illegible] لب آنچ کرے

موسیٰ کی جھالی ہے یہ تو ساقیا ساغر ہے — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

عمر [illegible] کا ہوا گل اوس پر جراغ — [illegible]

[illegible] کی سیر — [illegible] کی طرف

[illegible] دل میں ہمکو یہ پاس دبا — [illegible] دیوار کی طرف

[illegible] وصل آسے جاسے فراق — [illegible] فراق

ہے [illegible] جوں عاشق ناشاد — [illegible]

بھلا کیونکہ آئے [illegible] کہیں مجھو دل کا — [illegible]

[illegible] — [illegible]

یا جانہ [illegible] ہوگیا گا [illegible] — [illegible] مارا

[illegible] — [illegible] مارا

بیت الخلا میں یار میں آیا بغیر جا تکے
دہشت سے گو رستے ہیں اس نابکار کا

پھوٹے نکلے ہر اک شب مہتاب عیاں
کھالوں میں گویا کہ جو گلگنڈا کا

کیا کہیں تجھ سے کہا کیا ہو کی جو کہیں کی گھو
پائجامہ میں بدن دیکھ کے عریاں تیرا

مجھ سے خوشگیر وہ خفا ہو گیا
رعب سے بیٹھا پہ حطا ہو لیا

طائر دکر مدح عشرہ کی
گو رسکے نامہ ہوا ہو گیا

وصل کا وعدہ کیا بیت الخلا میں یار نے
پتہ مژگاں سے جھاڑ آیا پائخانہ کی

خواہش آرزش گستوہ پر کہیں یار کر
چاہیے بھج کی ہڈی سے سا اتار کی

شیخ جی کو پیٹ طبیب دل نے تا نا ہے کل
ہو گیا در آجکل اُن کو حلال مرنا کا

سامنے آنکھ پھیکی کے گوہ ام پاس
گو اچھالنے گا وہ کیا اپنے نام کا

سنے گر ستم دستاں آپکا یہ حال کے
خوش اظہار کے قابل ہیں ارمان لیا

قبض ہے ایسا یہ حال ہے صاحب
یاد آ گئی مثال سے صاحب

سمجھا [illegible]
پر مٹری کی جو مثال ہے صاحب

رنگ کتے ہیں کھٹ میاں اسیر
لید کی سکتے کی کھال ہے صاحب

اس کے جو کہیں جو در گماؤں گا
پائجامہ [illegible] لگاؤں گا

[illegible] جو آؤں گا
[illegible] دکھاؤں گا

تیرے گھر [illegible] کے جاؤں گا
موتے بھی کبھی [illegible] آؤں گا

عمر ہو گا میں تیرا عاشق ہوں
گو بھی تیرا اگر اٹھاؤں گا

نوجوانو صعف میری [illegible] ہو گیا
آگے آئے گا یہ دریا کا [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

یہ دعا ہے روز دست جگر کیں گی کو گا سرے — میں بھی اس مہتر ہوں جا کر اللہ آباد کا

جھنال — اس تخلص کا ایک مختصر دیوان میری نظر سے گزرا جس کے متعلق تحقیق کرنے پر بعض احباب سے معلوم ہوا کہ جناب آغو صاحب خلیل کا یہ دیوان ہے موصوف لکھنؤ کے ایک باکمال شاعر تھے تفنن طبع کے لئے کبھی کبھی اس رنگ میں بھی طبع آزمائی فرماتے تھے۔ غالباً طبیعت کے انکسار اور ذاتی وجاہت نے اجازت نہیں دی کہ اس قسم کے کلام کے ساتھ اپنے نام نامی کو ظاہر فرمائیں۔ ممکن ہے کہ یہ خیال صحیح ہو۔ مگر سعدی۔ انوری۔ عبید زاکانی وغیرہم حضرات جو سلف صالحہ افراد کاملین زمانہ میں سے شمار کئے جاتے ہیں وہ بھی اس رنگ میں بہت کچھ کہہ گئے ہیں اور ظرافت کو بھی اپنے کمالات کا ایک جز سمجھ کر اپنے کلام کے ساتھ شامل کر گئے ہیں اس حالت میں اگر لکھنؤ کے ایک باکمال کا نام بھی زمرۂ ظرفا میں شامل ہو تو کچھ نقصان رساں نہیں ہو سکتا اسی لئے میں نے اس تذکرہ میں نام پر پردہ ڈالنا کچھ بہتر نہ سمجھا۔ بہت ممکن ہے کہ میری یہ تحقیق صحیح نہ ہو۔ مگر کلام کی پختگی اور متانت بار بار مجھ کو یقین دلاتی ہے کہ کسی نومشق کا یہ کلام ہو ہی نہیں سکتا ظرافت کی برجستگی، شوخی محاورات کا استعمال برمحل ہر ایک دیکھنے والے سے ان کے کمال کا اقرار لئے بغیر نہیں رہ سکتا چنانچہ انتخاب ذیل سے آپ خود اندازہ فرمائیں گے۔

اٹھ گیا بار ہم سے سر پار پیرہن کا — مرے پلنگ کا کھٹمل تلا کئی من کا

یہ نامہ بر ہے پتا میرے یار پرفن کا — کہ آسکے دریچہ لگا ہی دیا سینگن کا

گلے میں ڈال دے میرے بھی عشق کا پٹہ — کہ میں نے دیکھ لیا طوق تیری گردن کا

دھواں نکلتا ہے ہر بار ساتھ پادنے کے — نہ کیوں گماں ہو دل سوختہ پہ اکن کا

کرو تلاش اگر میرے بال جو رہے — لگاؤ تیل ہمارے بھی سر پہ روغن کا

بڑھتی ہے صدمۂ فرقت سے اب یہ کمزوری — جیا رہا ہوں دہانہ تمہارے آنسو کا
وہ آج قبر کو کھدوا کے لیگیا تجھے — نشاں مٹا گیا اپنے رحم بیسے مدفن کا
دعا جیاں کی ہے یہ اُسکا منہ بڑے یارب — چراغ آ کے خود بجھ جائے ہمارے مدفن کا

ٹپکتی ہے نقالت بھی حسن سے سرگرانی بھی — کٹھل ہوں ہاتھ حسرت کا دھتورا باغ رضواں کا

دیکھا پھر تو بکے گی ڈھیلے ڈھیلے عنادلیب — اور اڑا ہے تحفہ مجھ میں درو دیپلے عنادلیب
آتی ہے فصل جراں پکنے کو ہیں پرگدھے پھول — دیکھا یہ جائیگی کو دوا کے لیے عنادلیب
اے جیاں ہرگز اُس کے آشیاں کو دیکھنا — آج بنتوں میں لئے بیٹھی ہے ڈھیلے عنادلیب

نہ تو اچھے ہیں نہ بیمار ہیں آپ — نہ ہیں اسپارہ اُس پار ہیں آپ
پہلے تھے آپ بہا بہت لاغر — اب تو ایسے کہیں تیار ہیں آپ
دیکھے ہاتھ سے ایسے نہ تراب — نہ کہے کوئی کہ تلوار ہیں آپ

شاید کھلی نہ آنکھ ہماری تمام رات — در پر رہی کسی کی سواری تمام رات
گائی جو آ کے ان کی کہاری تمام رات — ڈھولک بجا کے ہم نے گزاری تمام رات
پھر بھی نہ قطع عمل محبت ہوا جیاں — اُسے جلائی نزد سے آری تمام رات

سینے میں مرے صبح رہیں گر تری تلوار کے پھل — [illegible]

روٹی پکا گئی جو بہو مجھ سے کھل آج — اللہ کرے سر کہ کھایا ہے کٹھل آج

کل یار کے گھر جاؤں گا کوڈوں کا ہے وعدہ | کھانے کیلئے بھوک کے لیتا ہوں عمل آج

صحرائے عشق میں ہیں مجھ سا شکستہ پا | سر کو تمام کرتا ہوں تیمور کی طرح

بگلے کی طرح عشق میں چہرا سفید ہے | چلنے لگا ہوں چال ابیور کی طرح

دیوار یار میں جو گرائی ہے دو سو | اینٹیں اٹھا رہا ہوں میں مزدور کی طرح

باتیں کریں گے آکے ملنے کو آپ سے | کنڈوں کے ڈھیر کر رہے ہیں طور کی طرح

دیکھا نہ ماکیاں بیاں کو کبھی کڑک | انڈے دیئے گئی وہ انگور کی طرح

اچھی ہوں سر کا درد ہو یا ہو جگر کا درد | سمجھوں مجھے جو دے کمر کا درد

میرا خیال ایک نقطہ آپ کو نہیں | حیواں میں کبھی ہوتا ہے وہ کوبر کا درد

چولہے سے بھاگ گئے ہیں یار آں کے منہ میں چھالے | پھولا ہوا ہی پورا اگر ار مسجد کے اندر

یاروں کے نام سے وہ پکارا ہے میرا پوسہ | نثار ہو رہی ہے دیوار مسجد کے اندر

یار کے روٹھے مہاراج کے قریں کچھ حال ہیں | آج آبادی نظر آئی مجھے جنگل کے پاس

جو سنانے تجھے مکانِ یار سا ص | مرے افسوس وہ معمار خاص

دوسرے خیاط کی کیا حال ہے | سی نہیں سکتا تری شلوار خاص

گو تکے کو کچھ کبھی حوصلہ نہیں ہے گناہ کا | لاحول سے مرض ہی ہے نہ شیطان کے ہوش

گھر مانے گھر سمجھ کا ساں گر تو جو ہے | دشتی ہیں یہ اکیس تو ہے میداں سے حرص

ممکن ہے بھلا یار کی فرقت میں کہاں صبر ضبط | کھینچ آتش سے آتش میں کروں کچھ حیاں ضبط

گر جنس محبت کے خریدار نہ ہوں گے | ہو جائیگی ساری دل عدلرکی دکان ضبط

کس طرح سے چھپے گئے ہتیار سکوں کے | ہو جائے الٰہی دل مضطر کی دکان ضبط

ہے ملکت دل نہ تو اس سوچ کا قصہ | ڈرتا ہوں ہو جاؤں کبھی میں بھی حیا ضبط

آتی ہے وصل محرم جاؤ گھر گھر ملنگے | نہ ملاؤ میری برت نہ سیاہ سے پاؤں شمع

کس حرم پہ چلتی ہوئی لکڑی مجھے ماری ۔ دکھلا تو لگا ہے تری کیچڑی میں کہاں داغ

دل ٹھیسا کیسا مری حال لپٹ گیا ہے ۔ اس درجہ ہوا ہے تری فرقت کا گراں داغ

مردوں وہ شاید مجھے مشہور کریں گے ۔ دل دیتے ہیں جو یہ میں دکھاتا ہوں جہاں داغ

فرقت میں بھی جلتے ہیں ترے دل میں یہ ہم ۔ المختصر اے یار ہیں داغ چناں داغ

عید کے دن یوں گلے لیتا وہ مجھ سے دوڑ کر ۔ جس طرح سے یار آتا ہے کبوتر کی طرف

بے ستوں پر ایک لورا مجھے بیٹھا کوہکن ۔ ہے جو وہ شیریں تو خود آئیگی شکر کی طرف

گھیرے ہوئے ہیں گھر کو ترے بے خطر عاشق ۔ بیٹھے ہوئے ہیں شام سے دیوار پہ عاشق

جلتے ہیں عرص سب کو ہے دھڑکن کی [illegible] ۔ کھچوائیں نہ کیوں مگر عرق نیلوفر عاشق

عاشق کا چناں میں غزل بھرتے ہیں [illegible] ۔ معشوق کو دیتے ہیں اسی طرح سہرا عاشق

یا دیدہ جانتے ہیں مجھکو وہ یا بد نظر ۔ شعلہ سے لوٹتی ہیں کیسے ہر ایک سا ہر ایک

رات بھر رہتی ہے کھڑ کھڑ لوٹتی ہیں [illegible] ۔ اے جیاں یادہ کو سد ہاتے ہیں ہم آگ

تیری آمد میں کچھ ایسی ہوئی ہلچل قاتل ۔ گر گئی بھاگ گئے ہیں [illegible] قاتل

سنتے ہیں مال کو کم کاٹتی ہے تیغ اصیل ۔ اس سے ہم ڈرتے ہیں اوڑھے ہوئے ململ قاتل

تھک گئے ہیں سپاہی لپٹے ہیں یار ہم ۔ کس سے لپٹے ہیں [illegible] دیوار ہم

دل کا جو حوصلہ نکلا جاتا تھا ۔ کل [illegible] تری تلوار ہم

رک کے کہہ [illegible] ۔ سیکھتے ہیں یہ دست سوار ہم

رات کاٹی چکوے چکوی کی طرح ۔ وہ رہے اس پار اور اس پار ہم

قصر دل کی کچھ مرمت کا ہے قصد ۔ دل لیے جاتے ہیں تلوار ہم

پھر آنکھیں [illegible] ہوا اس سال میں ۔ آگ پھر سے لگی [illegible]

ہے اگر فرہاد کو شیریں کا عشق ۔ ڈال لے [illegible]

دریا [illegible] اور [illegible] جام [illegible] ۔ [illegible] سال میں

دانت سب ٹوٹے تو پھر پاپڑ کہاں — کھائیے روٹی بھگو کر دال میں

جیب کے آتا ہے رقیب روسیاہ — کچھ نہ کچھ ہے آج کالا دال میں

آج یوں وعدہ ہوا ہے وصل کا — رات کو آنا مری سسرال میں

ہے یہ اے فرہاد شیریں کا پتہ — چیونٹیاں لپٹی ہوئی ہیں کھال میں

اے حسینی بیگم جواں ہیں لب چہاں — اپنی شادی کیجئے اس سال میں

اس دو رسالوں سے گزرا تن بدن — سر سے پا تک ہو گئے ہم آئینہ

شکل حوّا سی نظر آنے لگی — کیوں لگایا قدِ آدم آئینہ

مجنوں پوچھتا تھا ساربان سے — میاں یہ اونٹ تم لائے کہاں سے

یہ بلبل کہہ رہی ہے باغباں سے — کہ اب گرتے ہیں انڈے آشیاں سے

تمنا کنگھی کی تیری گر کروں میں — جوئیں جھڑنے لگیں لاکھوں یہاں سے

ع [illegible] تھا [illegible] — مری پسلی لے [illegible] کا [illegible] سے

[illegible] احوال — [illegible] ہو گئی [illegible] سے

[illegible] — [illegible] کی آگ لا [illegible] سے

[illegible] سے کہیں [illegible] وصال اچھا ہے — سچ ہے یہ [illegible] روٹی سے [illegible] اچھا ہے

[illegible] ہوا اے صیاد — تیرے [illegible] مری [illegible] کا [illegible] اچھا ہے

حال [illegible] کی لیتی ہے تپ [illegible] — [illegible] کے وقت تو آلو [illegible] لال اچھا ہے

اے میاں [illegible] — گر کہوں آپ کی بکری سے [illegible] اچھا ہے

[illegible] کے [illegible] ہیں — میاں [illegible] ہیں [illegible] جاتے ہیں

[illegible]

حل ہو سکے مجبوری ہے —

ہوتا ہے وہ قبول وظیفہ پنڈت میں مولوی میں
اور بھی حال حاکم اثر رہی ہیں بہی میں

کیا کیا کیا ہے میں نے اے یار تیری خاطر
چاول پکائے جا کر مرگھٹ پہ کھوپڑی میں

تم نے عاشقوں سے پہلے یہ سوچ لیا
الو بول جائے دنیائے عاشقی میں

جو ستم قسمتوں کو شاید کوئی جگہ ملی ہو
میری تو عمر گذری بس لو و کیبنی میں

سرکار عشق میں بھی ہونے کو ہے ریڈکس
اس پر ہوس کا شدہ آ جائے گا گی میں

صد انقلاب در بر آئی ہے مغربیت
تہذیب لگے جامی خوش قسمت ہے پیا جی میں

وہ دن بھی آگیا ہے ہر دیکھ لے کہ صندل
دلہن وہاں پہ ہوں گی نوشاہ پالکی میں

اللہ کا کرم ہے اے جو بیچ تجھ پہ وہ سہ
یہ لاجواب باتیں اتنی سی کھوپڑی میں

چرخوش — ستیا اقبال حسین نام ہے یوپی ضلع آباد کے رہنے والے ہیں پریا تیس برس کی عمر ہوگی مگر آپ کی شاعری کی عمر بہت کم ہے - میری ملاقاتیں ہیں دو چار مرتبہ کے اصرار پر آپ نے تھوڑا سا کلام عنایت کیا - کلام سے یہ پتا چلتا ہے کہ اگر مشق سخنگوئی جاری رہے تو آپ بہت جلد اچھا کہنے لگیں - مگر افسوس کہ بہت کم فرماتے ہیں اگر اب بھی فکر فرمائیں تو وہ مزا سے طبع ہوتا ہے —

وہ مزا اس رات کو بستر پہ جانے میں ہے
شام ہی سے جو در دلبر پہ جانے میں ہے

چاند نکلا عید کا اک دھوم رندوں میں مچی
کوئی میخانے کی چھت پر کوئی میخانے میں ہے

کی وحشت ایک آتشبازی اور ادھر سے
زندگی کا کچھ مراحل حل کے مر جانے میں ہے

یہ اڑاتا ہے دل نالاں کو کر دیتا ہے خاک
یہ ادا دیکھا مزا اس کی جانے میں ہے

اٹھکی رسی کا ورد ری جسکی ہے ضرب المثل
اک سرا دور ہے کہ اندر اک سرا لالے میں ہے

[illegible]
[illegible]

یا ور قیس نے لیلے سے کہا سن بی بی — ساتھ اپنے مرے کعبہ کو بھی حیراں کرنا
نا مجھ کو تمکو مبارک ہو یہ حد سنائی — ہر مسلماں کے بچہ کو مسلماں کرنا
لیلے خوش خوش تو چلے ہمراہ آئینہ دل — کام ہندو کا ہے اسے حضرت انساں کرنا
ہو مبارک تجھے اے عشق کے پیکر لیلیٰ — قیس کو عشق کے پردے یہ نمایاں کرنا
کی ہیں اس شوخ نے حیلے سے خفیہ باتیں — اس جیہ خوش کو بھی ذرا داخل زنداں کرنا

اے وہ لیلیٰ عشق کا حجاب اٹھا اب مجھے — اک تل دیا حسن کی کھائی دیا مجھے
ہے صاحبان عشق کو لازم سر دشتی — میں ہی ایک بس ہوں عاشقی بھا مجھے
مجنوں کبھی ہوں اور کبھی کوہکن ہوں میں — اس عشق نے بنا دیا بہروپیا مجھے
کہتی ہے شمع جل گئے پروانے آس پاس — ایسی جدا کی مار لگی ہے بتا مجھے
ظالم نے میرے دل پہ یہ ہو گئے ہوا سو — کچھ ایسا سمجھ [illegible] مجھے
یہ قہقہے ہیں کیوں مرے اشعار پر یہ جوش — سمجھے ہیں آپ لوگ کوئی مسخرا مجھے

یہ سوچ کے دشت میں پھر لگا مجنوں — لیلے کا مکاں حد سے کچھ دور نہیں ہے
جو شیخ جسے حکمت قدرت سے اوج چاہے — مصور کا یہ دادا بھی مصور نہیں ہے
لولی ہیں ہمدردی مخلوط محمد یار — ہم حور کا بچہ ہے مگر حور نہیں ہے
در آئینگے اک روز مری آہ کے گولے — کہتا ہے دل تیرا کھر تا [illegible] ہے
ٹھنڈی سے چلی جاتی ہے کمبخت [illegible] — دم لے کے گھوڑے کی یہ ہے گو [illegible] ہے
ایماں مجھے ذرا [illegible] کر ا — [illegible]
ہو عشق ہی میں تھی جوانی بھی مرے پاس — پھر کیوں مرا وصل آپ کو منظور نہیں ہے

حرف حائے حطی

حالی ۔ خواجہ الطاف حسین نام۔ حالی تخلص۔ آپ کے والد خواجہ ایزد بخش صاحب
کا سلسلہ نسب حضرت عبداللہ انصاریؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ پانی پت کے رہنے والے
تھے جب مولانا حالی کی عمر نو سال کی تھی اسوقت ان کا انتقال ہو گیا تھا اور اس کے بعد
اُن کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہوا۔ جس کے کامل ہونے پر مولانا حالی ملک کے اُن مشہور
اہل قلم میں شمار ہوئے جن کو زمانہ کبھی بھلا نہیں سکتا۔ آپ کے مفصل حالات جا بجا ملتے
ہیں اس لئے ہم یہاں نہ آپ کی سوانح حیات سے بحث کریں گے اور نہ آپ کی حکیمانہ شاعری
سے بحث کرنا مقصود ہے۔ بلکہ ہم اس تعجب کو دفع کرنا چاہتے ہیں جو ظرفا کے تذکرہ میں مولانا
حالی کا نام دیکھکر اہل نظر کو ہو گا اصل میں متعجب نگاہیں اس راز سے آگاہ نہیں ہیں کہ
مولانا حالی وہ ادیب یا وہ شاعر تھے جن کا مرتبہ تمام اصناف سخن میں یکساں ہے۔
جس طرح وہ سنجیدہ شاعری کے اُستاد کامل ہیں جس طرح انھوں نے ملک کو ایک شاہراہ
اور ... پر لگا دیا ... طرح ان کی خداداد قابلیت نے ایک اختراع کر کے شعر گوئی میں
جدید طرز پیدا کیا۔ اسی طرح اسلوب سے ظرافت میں کمال دکھایا۔ مگر ظرافت کو پھکڑ پن
یا ہزل گوئی۔ یا فواحشات کی حد تک نہیں جانے دیا۔ بلکہ بدیہہ گوئی اور بذلہ سنجی تک محدود
رکھا۔ حکیمانہ ظرافت کی تصویر کھینچکر دکھا دی اور اس متانت کی وہ صورت سادی جس پر
سیہ ہزاروں شوخیاں قرباں کیجا سکتی ہیں۔ جہاں تک غور کیا جاسکے مزاح اور خوشدلی
کے پیکر مجسم کی بے تعداد تصویریں نظر کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ اور ظرافت سے جو معنی
مقصود ظرافت حاصل ہوتا ہے۔ بعض جگہ عبرت کر اس انداز سے ظرافت کا پہلو دستی

کیا ہے کہ دیکھنے والا اتنا متاثر ہوتا ہے کہ اُس کے آنسو بھی ساتھ ہی نکل آتے ہیں بقول کسے

شادی ہو ہوئی غم کے پہلو نکل آئے   جب کوئی ہنسا ساتھ ہی آنسو نکل آئے

وہ لوگ کثرت سے ملینگے جن کے یہاں صرف الفاظ کے رنگ و روغن سے ظرافت کے مجسمہ کو جمع کیا جاتا ہے اور اس کے اصل سے سخت غفلت کیجاتی ہے۔ مولانا حالی کے یہاں وہ قالب بیجان اور مجسمہ بے روح نہیں ہیں۔ اُن کی ظرافت کو گدگدیاں کہئے یا چٹکیاں۔ دل و دماغ اُس سے مسرور ہو جاتا ہے۔ اور روح کیف انبساط سے مخمور۔ مگر ظاہری متانت کبھی جانے نہیں پاتی۔ میں نمونہ کے لئے چند شعر لکھتا ہوں۔

ہوئی ریحانِ سوالی کی بہار آخر حیف   طبع رنگیں تھی مئے عشق کی متوالی
اپنی روداد تھی جو عشق کا کرتے تھے بیاں   جو غزل لکھتے تھے ہوتی تھی سراسر حالی
اس کا الفت ہے نہ چاہت جوانی نہ امنگ   سر ہے سودا سے تہی عشق سے دل ہے خالی
گر غزل لکھئے تو کیا لکھئے غزل میں آخر   رہی جیسے وہ مضموں نکالنے والی
ہاں مگر کیجئے کچھ عشق کا عذر کیا   لائیے داغ سے اور دل سے لگا کر ڈالی
کھینچئے وصل صنم کی کبھی فرضی تصویر   کیجئے درد جدائی کی کبھی نقالی
پر یہ ڈر ہے کہیں ایسی بھی ہی ہو نہ نقل   تجھ جوں سیر سو دیشنہ کہ دلالی

کہتے ہیں ایک امیرزادے کو   تھا خدنگ افگنی کا شوق کہیں
خصلتیں جو امیرزادوں کی   ساری ہیں وہ اس میں بھی تھیں
واہ واہ سنتے سنتے یاروں کی   ہو گیا تھا ہنر کا اسے یقیں
الغرض ایک بار صحرا میں   شکار کھیلنے ساتھ سب کے پہنچ گئیں
مشق تیر افگنی میں تھا مصروف   گرد بیٹھے تھے دوستان کئی نشیں
آ کے دیکھا جو اک ظریف بے حال   وہ سمجھے ہیں ہوئی نہ دہری پیشیں

حاکے کھوسلے سے بھی نہ پڑتا تھا — تیر آیا جگہ کے کوئی قسمت میں
کچھ جو شوخی طرف کو سوجھی — رکھ کے بالا سے طاق سب نکیں
حاک تو دو یہ ہو کے جا بیٹھا — لوگ کرنے رہے جنان ویں
ناوک انداز بولا چلا کر — کوئی تجھکو جنوں ہے آنکھیں
عرض کی چارہ کیا ہے اسلئے ہوا — جسکو جانے کہیں یہ ہو نہ کہیں
زور سے اس نے یاد تیر دل کی — کہیں جان دار کو امان نہیں
تجھکو ہر پھر کے سب جہت ہے چھوڑ — اس کی اک نشانہ گاہ ہے یہیں

اہل حل و عقد ہیں متفق اس بات پر — سید احمد خاں کو کافر جانتا اسلام ہے

سید احمد خاں سے اک منکر نے پوچھا آکے یہ — کس لئے سید ہے ساخت حضرت اعلیٰ [illegible]
آپ بھی نام خدا ہیں تارک صوم و صلوٰۃ — اور سلوک اسلام سے جو آپکا اچھا ہے
ختم ہو دور آپ کا [illegible] — پھر یہ سید پر سہرا ایسا کیونکہ ہے
سیکھے فرما آگر ہو تو پوچھئے [illegible] اس سے — [illegible]
[illegible] — [illegible]

عادت تھی اک فقیر کی کہ ہاتھ سے سوال — اکثر پر کے سوا کسی سے تھا مانگتا
مدت تک اسکی یہی دیکھی گئی روش — پوچھا کسی نے امر ہے کہ اسکا سبب کیا
بولا کہ عادت اس لئے [illegible] — [illegible] ڈال دیا
پہلے تو کھا گو اوروں سے ملی کبھی [illegible] — آتا تھا مانگنے میں [illegible]
تشبیہ ہے حال کا اس قوم پہ [illegible] — [illegible]

ایک مسرف نے یہ ممسک سے کہا — کب تک اے ناداں یہ حب مال و زر
تو جو یوں رکھتا ہے دولت جوڑ جوڑ — ہے سدا دنیا ہی میں رہنا مگر
سن کے ممسک نے کہا اے سادہ لوح — زر لٹانا رائیگاں اور اس قدر
آج ہی گویا نصیب دشمناں — آپ کا دنیا سے ہے عزم سفر

فقیہ شہر سے ایماں کی جو کی تعریف — تو دی مثال یہ اسکو بہ آتش تاباں
کہا فتیلہ اقرار باللساں ہے ضرور — جہاں ہو آتش تصدیق و روغن اعمال
کہا کسی نے کہ نکلا ہے اب نیا اک تیل — نہیں ضرور فتیلہ کا بھی استعمال

کہہ رہا تھا یہ اک آزاد کہ ہر مذہب میں — دولت و حشمت ہی ہر حال میں آنکے ہمراہ
انھیں حاجت ہے عوام اور تا ہے اللہ — یہ انھیں سوف مدارس یہ ہم نہ جواہ
یہ نہیں رابطہ جس قوم میں اُسکو سمجھی — اسکی دنیا ہے یہ سمجھو کہ گئی عزت و جاہ
یہ ملا دانوں کے لیے قلعہ یہ صدق دل — نہ رہا اُن کے لئے فوج نہ لشکر نہ سپاہ
ایک ملا نے صاحب یہ سخن فرمایا — کلمہ اور اسقدر اسکا یہ کرنا ہے گناہ
اتفاق اور نفاق اصل میں کچھ چیز نہیں — دست قدرت کے ہیں سب ہاتھ سفید و سیاہ
واں یہ ملا کی ضرورت ہے کچھ توہم کا ڈر — پڑ گئی فصل کی مولا کے جہاں ایک نگاہ
کہا آزاد نے سچ ہے وہ نہ مانو اگر — کردیں اوراد بگڑ کے جماعت کو تباہ
پر مجھے خوب ہے اللہ کی عادت معلوم — اسکو جب دیکھا ہے دیکھا ہے جتھوں کے ہمراہ

ہاردل نے کہا مصر لگا ہاتھ جب اُسکے — فرعون کا تھا مصر یہ جسنے مصر چلایا
وہ حظ ملعون تھا یہی جسکی رذالت — تھا دل میں خدائی کا خیال اُسکے سمایا

یہ بھی اُسنے اک ہاشمی طائی کے عالی رقم — اک بندۂ بیقرار کو تحسین کا حدایا
کہتے ہیں حیثیت ایک سلام جسکی تھا — حسین یہ پڑا تھا خرد و موش کا سایا
کی سلطنت مصر کی ناگہ اُسکے حوالے — ناابل کے پیچھے میں اہالی کو ٹھسایا
ناطی[۱] گئی یہ ایسا رسایل کی رو میں — یہ حادثہ آ اُسکے کسانوں سے سایا
فرمایا کہ روٹی کی جگہ ہوتے اگر اُپلے — ہوتا یہ نقصاں کہ جو تم نے اٹھایا

آیا ہے وعظ میں سے یہ تکیہ کلام واعظ — قدر قلیل ہے سب مال و منال دنیا
گویا کہ حرص اُسکی اس سے بھی یہی ہے — ہو مقصد فراہم اگر اُسکے مال دنیا

خوشامد کرتے ہیں آ آکے جو لوگ — تمھاری ہر دم اے ارباب دولت
خوشامد پر یہ اُن کی بھولنا تم — وہ گویا تمکو کرتے ہیں ملامت
کہ جو ہم نے بیاں کیں خصلتیں نیک — نہیں اُس سے تم میں ایک خصلت

پوچھا کسی دانا سے سبب کیا ہے کہ اکثر — مردوں کی حکومت ہے یہ ملکوں کی بگڑتی
لیکن بخلاف اسکے ہو عورت کا جہاں راج — واں ملک ہو سرسبز اور آباد رعیت
فرمایا کہ ہوتا ہے جہاں مرد بہادر — قصہ میں ہو وہاں عورت تو ہے دولت و کثرت
اور سر پہ ہے عورت کے جہاں افسر شاہی — سمجھو کہ ہے اُس ملک پہ مردوں کی حکومت

سسر کے صدمے سے ہوتا ہے پسر کو ملال — کہ ایک لڑکی ہے سیٹھ میاں ، عار و کمار

---

۱ دلّی کے لوگ میں ناڑی خصوصاً کپاس کے کھیت کو کہتے ہیں ۱۲

ہر چند مگر غلطی سے کسی کی پڑتا ہے
تو اور بھی آتے دیتا ہے انفعال و فشار

یہی سبب ہے کہ ہوتے نہیں طبیب ملول
جو چل بسے کوئی ان کے علاج میں بیمار

وہ جانتے ہیں کہ تقریب جائیگی خطا میر
کیا ملال کا اپنے گر اس جگہ اظہار

رُباعی

زاہد کہتا تھا جاں ہے دیں پر قرباں
پر آیا جب امتحاں کی دو پر ایماں

کی عرض کسی نے کہئے اب کیا ہے صلاح
فرمایا کہ بھائی جان جی ہے تو جہاں

ایضاً

ہے عشق طبیب دل کے بیماروں کا
یا گھر ہے وہ خود ہزار آزاروں کا

ہم کچھ نہیں جانتے پر اتنی ہے خبر
اک مشغلہ دلچسپ ہے بیکاروں کا

پوچھا جو کل انجام ترقی بشر
یاروں سے کہا مورخاں نے ہنس کر

باقی نہ رہے گا کوئی انساں میں عیب
ہو جائیں گے کل جہلا کے سب عیب ہنر

اک منعم مسرف نے یہ عابد سے کہا
کر میرے لئے حق سے فراغت کی دعا

عابد نے کہا یہ ہاتھ اٹھا کر سوئے چرخ
محتاج کر اسکو جلد اسے یا خدا

سنتا تک کہ ہو دشمن اخواں یکّا
ہوتا نہیں مومن کا ایماں پکّا

ہم قوم کی خیر مانگتے ہیں حق سے
سنتے ہیں کسی کو جب مسلماں یکّا

دیکھو جس سلطنت کی حالت درہم ۔۔۔ سمجھو کہ وہاں ہر کوئی برکت کا قدم
یا تو کوئی بیگم ہے مشیر دولت ۔۔۔ یا ہے کوئی مولوی وزیر اعظم

یاروں میں ہر ایک جب کوئی عیب دکھلائے ۔۔۔ کافر کہا واعظ نے اخص اور گمراہ
جھوٹے کو نہیں ملتی شہادت جسوقت ۔۔۔ لاتا ہے خدا کو اپنے دعوے پہ گواہ

کہتا تھا کل مومنوں کو سے دیں ۔۔۔ سنتے سنتے یہ ہو گیا مجھکو یقیں
مومن سے ضرور ہوگا مرقد میں سوال ۔۔۔ تکفیر بھی کی تھی واعظ نے کہ نہیں

واعظ نے کہا کہ وقت سنتے ہیں اجل ۔۔۔ اک وقت سے اپنے نہیں ٹلتی تو اجل
کی عرض یہ اک سیٹھ نے اٹھ کر حضور ۔۔۔ ہے ٹیکس کا وقت بھی اسیطرح اٹل

تجمل — ایک نائی عنایت اللہ نامی کا غلام تھا جس کا اصلی وطن شاہجہانپور تھا۔ مگر آپ دولت کی تلاش میں اور اپنے پیشہ کے چمکانے کی ضرورت سے دلی میں قیام رکھتا تھا اور یہاں کی خاک پاک سے وہ انس تھا کہ عمر بھر یہیں رہے۔ طبیعت میں شعر سے قدرتی لگاؤ تھا مرزا رفیع سودا سے اصلاح لیتے تھے اور اُسوقت کے تمام مشاعروں میں شریک ہوتے تھے وہ زمانہ کچھ آجکل کا سا نہ تھا کہ لوگ اُس کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے سے عار کرتے۔ بلکہ وہ لوگ ہر کے قدرداں تھے۔ چونکہ یہ ایک خوشگو خوش مذاق شخص تھا۔ اسی لئے بڑے بڑے امرا اپنے مشاعروں میں بلاتے تھے۔ بعض شعروں میں ظرافت کے ڈال پر اسے ۔۔ کا ذکر کرتا اگر ۔۔ ادا کرتے اور جی کھول کر داد دیتے۔ مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ کی داڑھی پر حجام اور ۔۔ کو خطاب لگایا کرتا تھا اور مولانا ہی سے بیعت رکھتا تھا مولانا نے سر کا ۔۔ ۔۔

اور دستار دیدی تھی یہ فقرہ اُسکو پہنتا تھا۔ اور ہمیشہ اپنے وا من حال اور وضع قطع
کو بدستور درویشانہ سے مزین رکھتا تھا اسی بنا پر اہل محلہ اسکو شاہ جی کہا کرتے تھے۔
تمام تذکرہ نویس اس کی خوش گوئی کے معترف ہیں۔ چنانچہ مصحفی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں
کہ اچھا شعر کہتا تو اس کے خیال مال سے زیادہ مرغوب ہوتے تھے۔ مسٹر الیٹ فیلن نے
اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ سنہ ۱۷۹۳ء میں اسکی عمر ۳۵ برس کی تھی اشعار ظریفانہ
کا انتخاب یہ ہے۔

دو ربع سار کے لیتا ہوں مجھ خوبان کے — بہتر اس شغل سے حجام ہر کیا ہوگا
کیوں مجھکو ستاتی ہے تو اے گردش گردوں — میں نائی کا بیٹا ہوں کہیں سر نہ گڑ دوں
آئینہ کے حور و دیکھے تو ہیں یہ کھڑے — ان تلک حجام ہی پہنچے نہ حجام تک
خط آنے سے بھی ان رسائی ہے مری یار — حجام کس طرح سے ملیں یا نہ کریں
بیسوں پہ میاں پڑتا ہے ہاتھ سنگھڑے بال — ملا حجام کو جس روز تم حمام کرتے ہو
اس طرح کے کوچے میں بجا یار و حجام — بیٹھیں جا بیٹھیگے اک روز یہ اور تمہارے
کل میاں حجام سب کا مونڈتے پھرتے تھے سر — آج اس کوچے میں ان کی بھی حجامت ہو گئی
لگ جائیے اس طرح سے ہے تیز میں اُسترا — سمجھائے کہتا ہوں کہ چل دور ہٹا لے

حجام کسی دلی کے رہنے والے حجام کا تخلص تھا جو غازی الدین خاں کے مدرسہ کے
متصل رہتا تھا۔ میر حسن نے اپنے تذکرہ میں اسکا ذکر کیا ہے لیکن نام نہیں لکھا۔ اور خیال ظاہر
کیا ہے کہ غالباً یہ کسی سے اصلاح نہیں لیتا ایک شعر اسکا لکھا ہے۔

کام کیا رہ گیا حجام سے — شیخ کی داڑھی کو دھر کر گیا

حسرت۔ میر حسن مرزا نام میر اشرف علی مرحوم رئیس ڈھاکہ کے نواسے اور میر علی تھا

اور غلام حیدر مجذوب کے شاگرد تھے ۱۸۷۴ء میں نساخ کہتے ہیں تذکرہ سخن شعرا کی ترتیب کے وقت
زندہ و بخیریت تھے شعروں میں ظرافت کا رنگ بھی شامل رہتا تھا۔ نمونہ کلام

کھٹی محرم دکھا کر اپنی وہ محرم سے یہ بولے ۔۔۔ کسی عیار نامحرم کی یہ حیا لاگ رکھتی ہے
تمھیں صورت کا غرہ ہی بویاں دل کی محبت ۔۔۔ تمھارا حسن اسکا ہے تو کسکی جان رستی ہے
ایک مدہ کی بھی جان کھتی نہ کی ۔۔۔ اب ہو سکے جدائی ہو سکی

حریف لالہ شیام لال مائیکل میکر ساکن لکھنؤ کا تخلص ہے جو دور موجودہ کے
ایک ظریف شاعر ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے۔ زیادہ حالات معلوم نہیں۔

تیرے عاشق جتنے تھے ان کا جدا انداز تھا ۔۔۔ کوئی دھوبی نانڈ تھا کوئی سقے باز تھا
دیتا جانے دیا جا لیلی کے کیتے کا کفن ۔۔۔ چھیڑتے تھے لونڈے مجنوں قوم کا سرتاز تھا
سیکڑوں دیتا تھا ماوستے قیس بیرے کو ۔۔۔ ناز لیلے بھی اک گوشت کور ناز تھا

مار ہے ڈبل کا ہر اک تاریاتوں مجھے ۔۔۔ بیٹھے بیٹھے کہیں اب کیجئے سکارٹس مجھے
آیا سحاس ریزلا مرا گمس دلبر ۔۔۔ اچھا اچھا کوئی لے دیجئے ہرکولس مجھے
گا لیا اس نے جو پیتال دیا گرتا ہوا ۔۔۔ اپنے دل آ جاتے وہ سمجھتے ہیں گراں گوش مجھے
ڈر گیا دیکھ کے میں اسکی بصیرت کا ۔۔۔ جب تا دوس ہو آتا ہی نہیں ہوش مجھے
ان کے ہتھیار بھی کرسکا نرالا ہے چلن ۔۔۔ کاٹ کھاتے ہیں یہ وہ پاتے ہیں جو مدہوش مجھے
رو کے کہتے ہیں کہ عید آگئی امسال حریف ۔۔۔ آپ لا دیجئے زرلعب کی پاپوش مجھے

حزیں - ایک ریختی گو کا تخلص ہے جس کے انداز کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے
تیس چالیس برس ادھر کے شاعر ہیں۔ ریختی زیادہ لطف میں ہیں۔ حالات نامعلوم ہیں

رنگیں یار خاں صاحب کے یہاں ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

پہنا گلے میں تم نے جو پھولوں کا ہار ہے — سمدھن تمھارے حسن پہ کیا ہی بہار ہے
ہولی ہے شہر میں گھر گھر دل سے ہی طرح سے تماشا — گھوڑے پہ آج باد کے سمدھن سوار ہے
سمدھی بتاؤ تم کو یہ کیسی ہے بے کلی — آرام تم کو اور نہ اک دم قرار ہے
سو کھا ہی اس نے یار آ مار رقیب کو — سمدھن ہماری خوب سلیقہ شعار ہے
سمدھن سے ہا حزیں سے تم نہ لگاؤ شاکر و دل — لائق تمھارے سمدھ کے کڑیا کہار ہے

حکیم مولوی محمد سمیع ارادت اللہ خاں نام ہے آپ انصاری ہیں اور لکھنؤ کے مشہور خاندان علماء فرنگی محل سے ہیں۔ قابلیت عربی و فارسی نہایت اچھی ہے۔ نیک طبیعت ملنسار خوش خلق ہیں۔ دونوں رنگوں میں شعر کہتے ہیں مگر رنگ ظریفانہ طبیعت پر زیادہ غالب ہے اور اس میں اپنا خود تخلص بیستہ واہیاتی رکھتے ہیں۔ اگرچہ راقم تذکرہ کے عنایت فرما ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ شعراً کس سے اصلاح سخن میں استفادہ کرتے ہیں۔ ایک دو مرتبہ میں نے خود دیکھا کہ حضرت ظریف کا ترک رواروی میں سرمشاعرہ دکھائی۔ آپ کے کلام میں شوخی کم ہے اور شوخی کے ساتھ ایک چاشنی ہر کی تاثیر بھی پائی جاتی ہے۔ اس وقت آپ کی عمر تخمیناً ستائیس اٹھائیس برس کی ہوگی۔ اگر یونہی مشق سخن جاری رہی تو مستقبل نہایت کامیاب رہے گا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ابو کھا آپ کا اے ارادت اللہ بیاں نکلا — نشاں بھی بے نشاں نکلا مکاں بھی لامکاں نکلا

دعوے تمہیں میں خیالاں ہر اک خوب ہیں — سکھے ہم تم تو بتا جھوٹے ہی چالے
لا ملی کس چلاؤں گا میر ساقی — سے نہ پلائی مجھے لوٹے ہوئے پیالے سے
روکے دست خمار و کیا کہ ہر اک سا — ٹھہرں ٹول کھیت کے تم متاع کی ٹھہا سے

قطار سوال ہیں یہ یکسر جو سنتے کہا
لے لو مجھے آپ کہ پہلے آپ مرا ہیں

مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن
کچھ اور ہو گئیں ساری آنکھیں خمار میں

مار ڈالا دل توڑ دیتا عاشق کے اظہار پہ
شکر کر مجنوں کہ لیلیٰ کا کوئی بھائی نہ تھا

ماشاءاللہ سیکڑوں کنچنیں تھی تھے مجھ کو بھی تھے
کیوں آؤں کوئی شہر کی شام ہمائی نہ تھا

قید میں صیاد نگہبی سے ستایا کیجئے
مارا جو تو لٹ گیا آتا پانے کیلئے
TOILET

یہ سہ کیوں سو گیا دل تیرا آئی ہیں
ختم ہے پل رہا تیرا تنہائی ہیں

دیکھ لیتا ہو جو اکھیوں پیا سے دل مجھکو
پیار کہا تا ہے سکسا کو جو قاتل مجھکو

نہیں کہتا کھائی، ورنہ لگ گئی مار ہی
ہاتھ آجاتے اگر مردہ جسم مجھکو

آ ایک جھوٹا دوسرا جو تھی شباب کی
وہ چھوڑتا ہے لصا پتہ اس کے سمیہ

ماشاءاللہ استقامت کی ادا تم نے تو سہا ہم
بیٹھے رہیں مصور جاناں کئے ہوئے

بہر کیا اٹھا ادھر جانے کی ٹھہری
دو آدمی اور ایک ہی تک جا پائی

پہلے سر پاؤ مرا کے دور سے سکائی
دیکھا جو اُدھر اس پہ رہا ہو اکڑائی

جو ملتی ہیں کچھ دور کو وہ علیحدگی
تو ہم کی اک مہینہ میں کئی ہو سیاں کرنے

ہوتی ہے دقت ان میں ہر دور دھڑکن
ٹھوں کی جا کہا ور بار جسے عجاب سے

چراغ سر سے لگی سکے بجھائے جاتے ہیں
علاوہ کی رسم کیا ہے جلے جاتے ہیں

باہر کی ٹوٹی ہوئی سکی تم کو اپنی حسرت
ارکھا کو صورت پیا ماہ نراں دیکھکر

بہار گئیں کہا بن محفل دلدار ہیں
مسند تو ہی کھیرا مجھے درماں بیمار یاں ہو کر

حمد کی دکھلا اک ہارکا سچے میں لئے حکیم
یاد آئے مجھے حار حسب الپاد دیکھکر

حرفِ خا

خضر سبزواری ایک تنومند قوی ہیکل اور پہلوان تھا جو فسق و فجور میں اپنی زندگی
گزارتا تھا۔ شعر کبھی کہتا تھا مگر یہی اوباشانہ رنگ بہ لطف رہا تھا۔ شراب نوشی کی وجہ
سے ہر وقت مخمور و مسرور و مدہوش رہتا تھا غرضکہ ان کے تخلص کو دیکھتے ہوئے پتل
پورے طور سے اسم صادق آتی ہے جو برعکس نہند نام زنگی کافور
لونڈوں کی صحبت اور صورت سے ہمیشہ متنفر اور امارد کی طرف راغب تھا۔ یہ
دو شعر مجموعہ نشاط میں ہیں۔

رہ بہار برلب اگر زرد ہست بدہ — در حرم کوان رند سرمست بدہ

موئے سر زلف امرد ارکف مگذار — سر رشتۂ دولت است از دست مدہ

خلیفہ۔ رحمی حجام کا تخلص تھا۔ دلی کا رہنے والا تھا۔ راگ وغیرہ کا بڑا شوقین
رنگین مزاج بذلہ سنج خوش طبع ظریف تھا۔ شعر کے ادر صلاح حکمت میں طاق تھا۔ تذکرہ گلستان سخن
کی ترتیب سے پہلے مر چکا تھا۔ ایک مرتبہ کسی پہلوان کی ہجو میں کچھ شعر کہے تھے ان میں کا
ایک یہ شعر ہے۔

اونچا ہے یہ بیچ سدا ہر جوان کے — تا لوگ یہ کہیں کہ کبھی پٹ نہیں ہوا

خلیق۔ دلی کے رہنے والے ہیں۔ استعداد علمی معمولی ہے مگر شعر و شاعری کا
شوق معمول سے کچھ زیادہ ہے۔ طبیعت حیدر زماں کی ہی اور سائل دہلوی کے شاگرد ہیں

کبھی کبھی مضامین ظریفانہ بھی نظم کرتے ہیں۔ راقم نے ایک مرتبہ دلی کے ایک مشاعرہ میں دیکھا تھا۔ اب تخمیناً چالیس برس کی عمر ہوگی۔ ایک نظم (ہمارا فیشن) سے کچھ بند نقل کئے جاتے ہیں

زمانے کی عجب بدلی ہے رنگت — کہ کالے بن گئے گوروں کی صورت
بڑھی کٹائی اور کالر کی رغبت — نہ وہ پہلی سی خصلت ہے نہ عادت
اڑے پھرتے ہیں انگریزی ہوا میں
سکٹ رو کر کے فیشن سے قبا میں

مگر ہر شخص اپنی دھن میں ہے — ہوا میں بھر رہا ہے دون اڑا ہے
سیہ تابی کی گرمی جون میں ہے — اکڑ فوں کوٹ میں پتلون میں ہے
بڑاوں کی وہی پالیں پرانی
سروں پر ٹوپیاں ہیں کامدانی

بڑا فیشن کی ایسی چڑھ دی ہے — سٹک ہاتھوں میں پاکٹ میں گھڑی ہے
سخی کالال قسمت کا دھنی ہے — وہی کرتا ہے جو دل میں ٹھنی ہے
کوئی کتنا ہی بیٹھے غل مچائے
مثل ہے ایک چپ سو کو ہرائے

رس پر ماؤں کی دھرتے نہیں ہیں — کسی کے باپ سے ڈرتے نہیں ہیں
بزرگوں کا ادب کرتے نہیں ہیں — پرانی چال پر مرتے نہیں ہیں
تکلف میں ہیں تکلیفیں سراسر
ڈٹے ہیں باپ دادا کے برابر

کسی لیڈی سے گویا ہو رہے ہیں — پری کے ر پیار آسے ہو رہے ہیں
اڑے پھرتے ہیں اترائے ہوئے ہیں — محبت کی قسم کھائے ہوئے ہیں
سہیں مسطور دلم کدر کی جدائی

بگڑی لاڈلی بی بی کی کہانی

مل کر روپیاں روری منایا   ٹیسے دل کو کلس گھر میں سجایا
بغل میں ہاتھ دے کر اٹھایا   سمجھ بازو پہ کوڑا لگایا

جیسے عشق ہوئے ہیں سادگی پر
نہ اٹھے ہیں نہ بیٹھتے ہیں نہ گھوم

نہ غرہ ہے نہ شوخی ہے نہ چلبل   نہ مستی ہے نہ سرمہ ہے نہ کاجل
دوپٹہ کا گھیلا ہے نہ آنچل   نہ چوڑی پاؤں میں ہی چھاگل

نہ ہے کانوں کے اندر نہ بالی
نہ بالوں کی لٹ نگیں یہ لالی

کسی کا حسن گدرایا ہوا ہو   جو میکی مال سے آیا ہوا ہو
دل مرلی سے بکایا ہوا ہو   پرانڈی کا نشا چھایا ہوا ہو

کمر میں ماسے پٹی کسی ہو
سو پہ تاک پھولوں بسی ہو

دو کی دو جوانی کا ہو جوبن   کمر پتلی ہو اونچی ہو اور گردن
کرے انگلیوں سے سیر گلشن   گلے میں ہاتھ ہو ہاتھوں میں دامن

دکھائے کھیل ٹینس کے رسالے
کھلے میدان میں گیند اچھالے

ہاں بیٹھ کر پاسے ڈرے میں   کسی بیٹری پہ بیٹھ کرسیاں میں
نکالیں سے سرا سے ڈبا   کہ بیٹھا ہے کر کے رکھ کے جالے میں

حقہ میں سنکھیاں سے گی گرا کر
چبانے دل پان لو کر سجا کر

شیدہ ۔ میر شمس علی صاحب نام ہے۔ دہلی کے رہنے والے تھے ظرافت کے رنگ میں بہت خوب کہتے تھے ۱۸۵۵ء میں زندہ اور بخوبی موجود تھے ان کے کلام سے انتخاب کئے جاتے ہیں۔

ایک سے ایک ستم گر مرے سر پر آیا — کبھی بیوی کبھی کھٹمل کبھی مچھر آیا

جس سے یار کو جاتے ہوئے پایا [illegible] — کام آخر مرا ٹوٹا ہوا [illegible] آیا

[illegible] گھوڑی کو دکا کر تو [illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

کیا کوئی [illegible] — [illegible]

[illegible] — جس طرح [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

ہم [illegible] — لوگ [illegible]

[illegible] ہاتھوں [illegible] — [illegible]

شیدان ۔ عبدالحمید نام تھا [illegible] کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد دہلی سے لکھنؤ میں آکر رہے [illegible] اور [illegible] ہوگئے [illegible]

ظرافت کے رنگ میں شعر کہتے تھے بعد کو فنا تخلص کیا۔ اور سنجیدہ شعر کہنا شروع کیے۔ اس رنگ
میں نہایت عمدہ شعر کہنے لگے تھے۔ مگر قضا نے مہلت نہ دی ۲۴-۲۵ برس کی عمر میں سنہ ۱۹۲۶ء
میں انتقال کیا۔ اول اول میں باقر صاحب جمیلہ برادر خورد پیارے صاحب رشید مرحوم سے
اصلاح لیتے تھے ان کے انتقال کے بعد احمد علی صاحب نظم کو اپنا کلام دکھایا۔ آخر میں
محمد جعفر صاحب ہمارے مشورہ سخن کرتے رہے۔ راقم تذکرہ کے بے تکلف دوست تھے گھنٹوں
شعر سنتے اور سناتے تھے۔ خودبینی اور خودپسندی مزاج میں زیادہ تھی مگر نہایت سخن سنج واقع
ہوئے تھے۔ وہ کیسے ہوتے چند الفاظ تبدیل کر کے اپنے نام سے سنا دیا کرتے تھے۔ کم رو۔
میانہ قد۔ سانولا رنگ تھا۔ سامنے کا ایک دانت ٹوٹ گیا جو ہنستے وقت نہایت بدنما
معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے جب ہنستے تھے منھ پر رومال یا ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔ کلام
ضائع ہو گیا اور اب ظرافت کا صرف ایک شعر یاد رہ گیا ہے۔ جو لکھا جاتا ہے۔

میں ایک سار ہوں مگر اُلٹے طرح کا — وہ چھیڑنے لگا تو میں خاموش ہو گیا



حرف دال مہملہ

داؤد مولوی محمد داؤد ابن مولوی علی محمد صاحب وکیل عباسی متوطن امروہہ ۲۷۔ رمضان المبارک ۱۲۸۰ھ کو بمقام امروہہ پیدا ہوئے اور سترہ جولائی ۱۹۱۹ء کو بمقام فتح آباد انتقال کیا۔ نہایت قابل ذکی اور ذہین تھے۔ ۲۴ برس کی عمر میں علیگڈھ سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کرکے کالج میں کسی عہدہ پر مقرر ہوئے اور بعدہٗ تحصیلدار مقرر ہوکر مختلف جگہوں میں نہایت قابلیت سے اپنے فرائض کو انجام دیا۔ شاعری کا شوق دوران تعلیم ہی میں پیدا ہوگیا تھا۔ جو ترقی کرتے کرتے مرتبہ اعلیٰ پر پہونچ گیا۔ قدیم اور جدید دونوں رنگوں میں شعر کہتے تھے۔ طبیعت میں چونکہ شوخی کا مادہ زیادہ تھا اس لئے کہیں کہیں وہ ایک ہلکی سی ظرافت کا رنگ اختیار کرلیتا تھا۔ انتخاب کرکے تھوڑا سا کلام درج کیا جاتا ہے۔

ناصح کی گفتگو سے مرا ناک میں ہے دم — آتے ہیں دیکھئے شتر بے مہار سے
مجھو بٹھا اور ہمیں بس رہا ہے دیکھئے — ہم بھی تو راست جھانکتے ہیں تھے دیدار سے
سن کر پیامبر سے مرا نام یوں کہا — وہ ہی تو دبلے پتلے کمبخت مرار سے
معلوم ہے مجھے بڑے استاد ہیں جناب — یوں دیکھنے میں سیدھے سے پرہیزگار سے
خود مجھکو تجربہ ہے بس اب اور کیا کہوں — خالق بچائے ایسے شریروں کے وار سے

کیا بری شے ہے یہ گھبراہٹ بھی جس سے آدمی — آپ کچھ کہتا ہے منہ سے کچھ نکلتا ہے مگر
ایک تو تیر سے ستم جانا یہ جو نامور تھا — پوچھا اک اگر پڑنے دو کہو تم کس کام پر

بات تو کچھ بھی نہ تھی لیکن یہیں معلوم کیجیے — ہو گئے اس وقت وہ [illegible] پریشاں [illegible]

[illegible] یہ کہتے تھے [illegible] — [illegible]

ایک دن کچھ آدمی بیٹھے ہوئے — [illegible] گفتگو [illegible]

اُن میں تھا اک شخص ایسا بھی کہ جو — [illegible] لوگوں کا سفر

ہونے میں جیسا اک ایسے لوگ سے — [illegible] دل سے [illegible]

جھوٹ کہتا تھا کہ سچ کی [illegible] — اس کی باتیں تھیں [illegible] بات پر

ہو رہا تھا تذکرہ ہر قسم کا — [illegible]

باتوں باتوں میں کہا [illegible] — [illegible] حال [illegible]

[illegible] — [illegible] اس کا دل [illegible]

اک کے دل میں یہ [illegible] — [illegible] جھوٹ کہتا ہو اگر

[illegible] کچھ حالات [illegible] — [illegible] اس سے [illegible] مختصر

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] کیا [illegible] — [illegible]

اک [illegible] — [illegible]

[illegible] بات — [illegible]

[illegible] وہ آدمی — [illegible] کیا [illegible]

دبنگ ۔ حافظ سراج احمد نام تھا ۔ مراد آباد کے رہنے والے تھے ۔ مگر نہایت بیباک پھکڑ تھے ۔ تمام شاعری ادباتیاہ اور بیباکانہ رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی ایک شعر قابل اندراج مل سکا ۔

شیخ جی کا بھی انتقال ہوا کوئی دنیا میں مسخرا نہ رہا

ڈگانا تخلص تھا ریختی میں ۔ مگر متین اور عاشقانہ کلام میں مجبور تخلص کرتے تھے ۔ مسمی اسد اللہ نام تھا ۔ علی جان کے عرف سے معروف تھے ۔ مقام چھپرہ ضلع ہگلی کے باشندہ تھے ۔ ان کے آباؤ اجداد کا وطن قدیم دلی تھا ۔ مگر ولندیزوں کے عہد میں کچھ اسباب ایسے ہوئے کہ ترک وطن کر کے یہاں کی سکونت اختیار کرنی پڑی ۔ اور یہی قدیمی وطن ہو گیا ۔ چنانچہ ڈگانا یہیں پیدا ہوئے مگر چونکہ والدین کو تعلیم و تربیت کا ہر وقت خیال تھا اس لئے چھپرہ میں اسکا انتظام کافی نہ دیکھکر ان کو کلکتہ تعلیم کے لئے بھیج دیا ۔ اور یہیں تعلیم پائی ۔ ڈگانا کو ابتدائے عمر میں شعر و شاعری کا شوق پیدا ہوا اور اثنائے تعلیم و تربیت ہی میں شعر و شاعری کی طرف جھک گئے ۔ کلکتہ میں اسوقت مولوی عبد الغفور نساخ ایک کامل الفن استاد تھے جو عہدہ ڈپٹی کلکٹری پر مامور تھے ۔ چنانچہ انہیں کو انھوں نے کلام دکھانا شروع کیا اور مجبور تخلص اختیار کیا ۔ مگر رنگین طبیعت نے صرف ایک رنگ پر قناعت نہ کی اس لئے دوسرا رنگ ریختی بھی کہنا شروع کیا ۔ اس میں بھی نساخ کو اپنا رہنما اور استاد بنایا نہایت پختہ مشق اور صاحب دیوان تھے مگر کلام اب نابید ہو گیا ۔ جو شعر مل سکے وہ درج کرتا ہوں ۔

رات کو اک نگوڑے نے کھٹا سے صحن میں پا کے بے حجاب مجھے
مچھیاں لیں گلے سے لپٹا کے پھر لٹارا دکھیں داب مجھے
سس کہیں ہزار دل قسمیں دیں کر کے چھوڑا مگر خراب مجھے

دل جناب چودھری عبدالرحمن صاحب صدیقی سدباوی کا تخلص ہے کبھی کبھی رنگ ظرافت میں شعر کہتے ہیں۔ زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے۔

ہوا ہے شوق جو اے دل کی کنکیا اڑانے کا — بنا کرتا ہوں ڈور اُن کے لئے چاک گریباں کی
مری اس ادا کے صدقے کہ یہ مار اُس نے تلے — ہمارے قتل کرنے کو کبھی کھولی کبھی ڈھانکی
سوالِ وصل پر جو دم انکار رہتی ہے — مری جاں آ گئی دن ہیں یا گردن ہتھیلیاں کی
سیدھے کیوں ہو سیدھا کہے پر لاؤ بیٹھو تو — تمہاری ہر نگہ ترچھی تمہاری ہر ادا بانکی
میاں مجنوں نے ڈھیلا کھینچ مارا جو ترچھے ہیں — اٹھا کر پردہ محمل اگر لیلی کبھی جھانکی
سنی ہے اضحی کبھی بریت جھولا جو لیے ہیں دل — مگر ڈوری ہو سلا سر قدیر لف جانکی

دلسوز نام چراغ خاں تخلص دلسوز تھا۔ علیگڈھ کے رہنے والے قوم کے افغان تھے شاہ نصیر مرحوم کے شاگرد تھے اور نواب ظفریاب خاں ولد بیگم سمرو کی رفاقت میں بسر کرتے تھے۔ شراب بہت پیتے تھے۔ جو بات تھی وہ درجۂ اعتدال سے بڑھی ہوئی تھی۔ ظرافت اور شوخی کلام میں بہت تھی۔ مگر اُن کا کلام نایاب ہو گیا۔ اور کسی طرح باوجود تلاش کہیں نہیں ملتا۔ دو تین شعر مل سکے جو درج کرتا ہوں۔ دلسوز نے ۱۸۵۸ء میں مقام سردھنہ انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

وہ لوگ کیسے ہیں یار دل اپنا — مت کسی اپنے یار سے کہنا
اور یہاں دل کی بیقراری ہے — روز دو تین چار سے کہنا

سہیں گے ہم اگر لاکھ برائی ہو گی — پر کہیں آنکھ لڑائی تو لڑائی ہو گی

دلپذیر مسور خاں نام تھا۔ میرٹھ کے رہنے والے تھے ابتدائے عمر سے شعر و شاعری

کے دلدادہ تھے۔ مگر ہمیشہ ہی اُپج کی لیتے تھے اور اس فکر میں رہتے تھے کہ کوئی ایسی بات
کہوں جو کسی نے نہ کہی ہو۔ چنانچہ اسی افتادِ مزاج کی بدولت یہ رنگ اختیار کیا کہ شرفا اور طبقۂ
خواص کی زبان کو چھوڑ کر اس طرف کی چھوٹی قوموں مثلاً گدّی۔ گوجر۔ جاٹوں کے روزمرہ میں
شاعری شروع کر دی اور اگرچہ یہ رنگ نہایت ہی مشکل اور دشوار تھا مگر دلیر نے
اسقدر مشق بہم پہنچائی کہ ۱۸۵۰ء میں ظفر بہادر شاہ آخری تاجدار دہلی کے دربار میں کچھ
مدحیہ اشعار اسی زبان میں پیش کئے اور بادشاہ نے ان کو بہت پسند کیا۔ دلیر کو انعام اور
خلعت دیا گیا۔ بادشاہ نے غالب اور ذوق وغیرہ سے بھی اسی زبان میں کچھ کہنے کا حکم دیا
مگر چونکہ یہ ایک مشکل امر تھا اس لئے ان لوگوں نے انکار کر دیا اور یہ سہرا دلیر کے سر رہا
۱۸۵۷ء تک اسی رنگ میں شاعری کرتے رہے۔ مگر انقلابِ سلطنت کے بعد سے اس
رنگ کو ترک کر دیا۔ یہ بھی ہو کہ وہ اس رنگ میں لکھیں۔ غزلیں۔ قطعے۔ مثنوی۔ سبھی کچھ
کہہ چکے تھے۔ اسی وجہ سے ایک اچھا خاصا دیوان مرتب ہو گیا۔ اور اپنی زندگی ہی
میں طبع کرایا۔ آخر کار ۹۰ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ انتخابِ کلام کے ساتھ ترجمہ بھی
دے دیا گیا ہے کہ ناظرین کے لطف میں اضافہ ہو اگرچہ اس کلام سے اصل میں زیادہ تر
وہی لوگ لطف اٹھا سکتے ہیں جو مراد آباد۔ بہار۔ سورت کے دیہات میں آباد ہیں۔ کیونکہ دلیر نے
صرف ان ہی چھوٹی قوموں کی زبان ہی نہیں لکھی۔ بلکہ ان کے طرزِ تکلم اور ان کے طریقِ معاشرت
اُن کی وضع قطع۔ اُن کی صورت آرائی اور لباس۔ اُن کے عادات۔ اُن کے اطوار
اُن کے حالات وغیرہ کو بھی زبان کے ساتھ ہی ساتھ رکھا ہے۔ یہ ایک انتہا کا کمال ہے
اور اس وجہ سے صرف زبان جاننے والا اس سے پورا لطف نہیں اٹھا سکتا تاوقتیکہ ان کی
معاشرت اور تمدّن سے اچھی طرح باخبر نہ ہو۔ اور یہ جانتا ہو کہ وہ لوگ جن کی یہ زبان
ہے کس موقع پر کیا کرتے اور کیا کہتے ہیں۔ مگر پھر بھی غور کرنے پر ہر شخص بقدر ذوق لطف
اندوز ہو سکے گا۔ اوّل متن ہے۔ اور بعد ترجمہ۔ دیکھئے کہ کسقدر ندرت کے ساتھ

ادبھیں خدمات عوام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی گئی ہیں۔

ہے مرکھا لک ہے مرے مالک　　تو بابا ہم تیرے بالک

اے میرے خالق اے مرے مالک　　تو باپ ہے اور ہم تیرے بچے ہیں

راتوں مارے دنوں جواوے　　تیرا امت کوئی نا پاوے

تو راتوں کو ہمکو مار ڈالتا ہے اور دن کو زندہ کر دیتا ہے　　تیرا بھید کوئی نہیں پا سکتا

تجھسا ٹھاڈا کون ہے دوجا　　جاکی جگت کرے سنگ پوجا

تجھسا بڑا دوسرا کون ہے　　جس کی تمام دنیا پرستش کرتی ہے

تو ہی لاڑے میگھ ملارا　　تو ہی بوادے تو ڈا مہارا

تو ہی گھٹا سے پانی برساتا ہے　　تو ہی ہماری کھیتی اور بوٹے لوتا اور کاشت کراتا ہے

ہے مرے صاحب نکھس ہارے　　بپارٹے کھوٹے کا گد مہارے

اے میرے بخشنے والے اللہ　　ہمارے اعمال سے بدی کے چاک کر دینے والے

دلبیرا ہے تیرا داسی　　تو ہی دیکا تاتی ماسی

دلبر سیرا غلام ہے　　تو ہی اسکو تاری ماسی روٹی دیتا ہے

نعت

سی محمدؐ رب کے پیارے　　جگ پر جاکے راج دلائے

خدا کے پیارے رسول محمد　　تمام دنیا کے سردار

رب کے بھیجے جگ میں آئے　　ہماری کھاطر دیوا لائے

خدا کے بھیجے ہوئے دنیا میں آئے　　اور ہماری خاطر شمع لائے

جس دیپے نے کھولو اندھیرا　　کرا اجالا جگ میں گھیرا

اس شمع سے دنیا کی تاریکی جاتی رہی　　تمام دنیا میں اجالا کافی ہو گیا

قرآن شریف کھدا کی بانی — ہیں سمائی پڑھ کے جانی
قرآن شریف خدا کی باتیں — اپنی زبان سے پڑھ پڑھ کر ہم کو سنائیں
پاپ کٹے اور ہیں سدھارے — ہو گئے ہمارے کل نستارے
جن سے ہمارے گناہ جاتے رہے نیکیاں بڑھ گئیں — اور ہمارے تمام فائدے ہو گئے

منقبت

بی بی فاطمہ ہماری ماتا — ہم دھرم میں ہیں کیلی داتا
بی بی فاطمہ ہماری ماں — دین دنیا میں ہمیں بخشش کروالی
ہمارے نبی کی پیاری جائی — جا کی سنگ حوراں کرائی
ہمارے نبی کی پیاری بیٹی — جن کی حوروں نے سیوک کہائی
باپو کی امت جن بخشائی — مالک سامنے دے دے دہائی
جنہوں نے باپ کی امت کی بخشش کرائی — خدا سے فریاد کر کر کے

مدح حسنین

سن حسین بی بی کے جائے — امت کھاطر سر کٹوائے
حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین بی بی فاطمہ کے بیٹے — جنہوں نے امت کیلئے سر کٹوا دیا

مدح چار یار

نبی صاحب کے چار سپاہی — جنہاں ملکوں دھوم مچائی
رسول اللہ کے چار یار ہیں چار حامی ہیں — جنہوں نے تمام دنیا میں اسلام کی دھوم مچا دی
کر دیئے لکھوں پریم کے بندے — ڈھیم ہو گئے پاک سب گندے
لاکھوں دین کے بندے بنا دیئے — ناپاکوں کو پاک کر دیا

انتخاب لبیات

آج رات ہمارے گھر بس جا — ہماؤ دے لگ سوڑ ماں دہس جا

اس رات کو ہمارے گھر رہ جا — ڑی سے دی معلوم ہوتا ہے آنکھ میں چلا آ

چار پہر کا کاٹن کے سہے — ہی ٹھہر کے تڑکے بس جا

چار پہر رات کا گزارا کیا — صبح صادق ہوتے ہی اٹھ جانا

میں کروں تو سے چتّا چالی — تو سا نہڑ سوں ساتھ گس جا

میں درا ترا سے حوم اں گا — ادراں سے راں ملائے پڑا رہیا

تو موسے بولا پیچھی جا لے — تو ہی کبھی سہ حال میں کہیں جا

تو مجھے کو لا جا پور جاتا ہے — کہیں الماسہ ہوا تا تو ہی چال میں کہیں جائے

سکے مہارڑی مارسیر پھیالی دیکا — کاہے کاٹن مارا کا ڈھیا

کیا ہماری گردن سا ہالسی لکاسے گا — کیوں یہ ادا سد مکال رہا ہے

اک سیٹھی دے پڑاں لکاڑھے — وسوں ڈو ڈھا ہمارا کا ڈھیا

اک لے وکر حال کمال کی — مجھے ڈونڈھا کرا وصول کرلیا

سکے دل ہمارا بھی چور کر گیا — ڈنگلاں چنگلاں تارا کا ڈھیا

کیا سوں ہمارا ادی کرے گا — ڈنگرں ڈنگلوں کا سکالا ہوا

سورباں دپیرے ماں — ٹاگر اسٹے اوہ سارا کا ڈھا

مار لپیر حسن — سرل کو ہم نے ٹانکا کے ٹالکال چاہیے

تجھ سا پیارے پران تجوں گا　　مار کے ایسی ماڑ گسڑا سا

تیری جدائی میں پیارے جان دیدوں گا　　ایسی گردن گسڑا سا مارلوں گا

کاٹ کے ایسی تاڑ لہو میں　　میں لوٹوں تو دیکھ تماسا

ایسی گردن کاٹ کے　　میں لہو میں لوٹوں گا اور تو تماشا دیکھے گا

مہاڑی اوڑیاں سیٹر ہلاوے　　یو مہارا سارڑا اوس ملاسا

ہماری طرف اسارہ کرتا ہے　　یہ ہمارا سارا اوت ملاسا

آجا مہارے یار بہا آجا　　دودھ دہی میں اماکیا جا

آجا ہمارے یہاں مہاں آجا　　جیسا جی چاہے دودھ دہی کھانا

پیتا ہے کیسی مست کسی کی　　پیسا پچھو وسے کوٹھی جاتا

اے دوست کسی کی محبت کرنا　　مست کوٹھی میں مرضی ہوتی ہے

ہے ں اوت گیوسکے یرو　　مہارے ہی اوپر ہوسا جاتا

اے دل اوت تیرا کیا گیا　　ہمارے ہی اوپر مست ہو گئی

ماہی رہو میں سری لسا کا　　پر گر سر کا سو میں رس کا

دشمن یہ سے لس کا بیس را　　اس کو اوپر توں کی محبت کا مرا پڑ گیا

جدمیری پایل سن سے گی　　میں تو گوڈوں کا اٹھاوں گا

سب میری پایل سچ پر آوا دے گی　　میں جوسا اچھلوں کودوں گا

جو محبوں دوست جھوڑ جائے گا　　لوسے لیلی ڈھنگ ٹھاؤں گا

جوں اگر مجھ سے عشق کرے گا　　تو تجھے لیلا کے پاس بٹھاوں گا

جو سر سے میوں کا جھڑ ہو گا　　میں تو سیوں مرجاؤں گا

دسری آنکھوں میں کاجل ہوگا　　لو میں اشار کے مارے جاؤں گا

کاکا کانا تاؤ کا	بیا لاگو نہیں کاؤ کا
یہ میں چچا کا ہوں یہ تائے کا (ٹرا لائی)	میں کسی کو اچھا نہیں جانتا
مانگں آئیو پھاکا ماںڈا	یو تیرا پھوڑا ناؤ کا
پھاکا حلوا لیے آیا ہے	یہ تیرا پھوڑا نائی کا لڑکا

منہ ٹھریا دو گی دوارے پیلو کا	پلہ کھوسے سے ہے مہاری چادر کا
میں ایسے معشوق کے منھ کو جھلس دوں گی	چلتے چلتے میری چادر کا پلہ کھینچتا ہے
ہے رے موسوں نے کے ستم پاڑے	گھاگرا کاٹ گیرا سدر کا
ارے رے چوہوں نے کیا ستم ڈھائے ہیں	سدر کا گھگرا کاٹ ڈالا

ہوٹر کرلیے بیٹا محموں ہٹ تری دادی کی لوئی	ہاتھ ہتکڑی ساٹھ میں کی مار سوں کا گڑا
محموں آہاری سرا پر کیا کرتے ہو تری دادی کی دم	ہمارے ہاتھ کی ہتکڑی ساٹھ میں کی ہے اور گڑا سو کا

لا رے کلا لڑکے پھول سراب	سیسا دکے جیسوں گلاب
اے کلال کے لڑکے سراب پھول پلادے	سیشہ گلاس کی طرح سرخ سرخ چمکتا ہے
پاؤں ناگ کا کھوں جوتی	ایسی دارو پیو رباب
اوپر گڑی اور سر پر جوتی	جناب ایسی شراب پینی چاہیے
کاڑا کا پھر سک کھات	دیجو روکھ یہ چھوڑے بات
کالا کالو عشق در واسا ہے	بدل کے درخت مرنے نہیں چھوڑتا
دلمیر اسر سہرا بادھو	چلو رے بھایو جیڈی برات
دلہیر کے سر پر سہرا باندھو	بھایو چلو برات چڑھی ہے

بوڑھا ہو سو پانی دیسی   ٹھا سے رسے پڑھے ہاتھوں ہاتھ
بڑھا ہوستم سی دیسی   اٹھا لے رسے بڑھے ہاتھوں ہاتھ

کرلے ری جمرد کی راج   اوہی کھلی اوہی چھاج
او جاری کی لڑکی سو راج کرلے   جیسا دن میں وہی کھلی ہے وہی چھاج ہے
سورج مار لے ۔ مجھے اڑا لے   عدلگ رہوے کوٹھی ناج
عیش کرلے مزا اڑا لے   جب تک کوٹھی میں ناج رہے
یو دلمیرا جسم کا ٹکا   کدہیں نہ دیکھا مٹکے ناج
یہ دلمہ ہمیشہ مفلس ہی رہا   کبھی اس کے مٹکے میں غلہ نہ دیکھا
چھورا رہو نہ چھوری ایک   رہے مقدم ات کے ارت
کوئی لڑکا ہوا نہ لڑکی ہوئی   مقدم لکھی تو دوسری صاحبان کے اوساتھ
کدے رسے ناڑسے سائی ساج   ہمارے کرم کی دیکھاں ناچ
اور ہم سچ سچ مستا   ہمارے کرم میں کیا لکھا ہے
اسکے ردکرم میں کھول   عمر لوماں دل کوٹھے پاچ
اپنے کوٹھی اناج سے بھر لو
ماند اچھلو کھا کھا ناج   جاند ہرا بھرپا کلا سچ
ایسی روٹیاں کھا کھا کر اچھلو   جیسے ہرن قلانچ بھرتے ہیں
کے دلیر جو ماند اجھوٹا   سر پہ ارو جوتی پانچ
آخر ان اے دلمہ جھوٹا ساٹھ   سر پر پانچ جوتے مارو
وہو لے دلمہ کی داڑھی نوچ   لاگے بڑی سہاڑن پوچ
سد سسل داہی دم   بڑی سہانی معلوم ہوتی ہے

مچان پر بیٹھ کر کوے اڑائے — گوپھیا پھیری اور سانڈوں کو کھدیڑا یا

سب سوں کھلے یہ موسل چند — کریں نہ کھیتی بھریں نہ ڈانڈ

سب سے اچھے موسل چند — نہ کھیتی کریں نہ ڈانڈ بھریں

میاں تیرے بڑے ملوک — ایک میں مار میں دو دو ٹوک

تیری آنکھیں بڑی ظالم ہیں — ایک اشارے میں دلکے دو ٹکڑے کر دیتی ہیں

گورے گال مکا کے پھلکا — ہتھیاں دیکھے کھا گئے بھوک

گورے گورے رخسار سے مکی کی روٹی معلوم ہوتی — ایسی کہ ان کو دیکھ کر بھوک کھا گئی ہے

پاؤں جوتی سر پاگ — ایسے ڈوبے ہمارے بھاگ

پاؤں میں جوتی سر پہ پگڑی ہیں — ہمارے نصیبے ایسے ڈوبے ہوئے ہیں

سے لاگو ساگن میں سواد — مکا کی روٹی سرسوں کا ساگ

پھاگن کے مہینے میں کیا مزے کا معلوم ہوتا ہو — سرسوں کا ساگ، اور مکئی جوار کی روٹی

دو پیازہ ۔ یہ وہی مشہور و معروف دو پیازہ کا لطیفہ ہے جس کے پکڑ کے ہوئے لطیفے آج تک زبان زد عوام ہیں جو دربار اکبری کی زینت اور بادشاہ وقت کی ہر طرح کی دلچسپی اور تفریح و نشاط کا کفیل تھا۔ اصل نام ملا عبدالمومن تھا حاکم پاک دلی کے رہنے والے تھے۔ آپ کا دلی محمد نام تھا [illegible] ترکی فارسی عربی [illegible] اچھی جانتے تھے۔ مگر شعر اور شہر [illegible] لیتا تھا [illegible] اور تمام [illegible] آ گئے تھے کوئی بات [illegible] رنگ خاص [illegible] اکبر کے خاص [illegible]

چھنتی ہوئی ہوئی چھنتیاں سکتے کہ راجہ صاحب اور تمام سے والے ہو سٹ چاٹتے رہ جاتے تھے عرصۂ دراز تک متھرا میں مقیم رہے۔ اور اصلی وطن آبا و اجداد کا یہی تھا۔ وہاں کے پوجاریوں اور پنڈتوں سے بہت اساتذہ اور گفتگو جاری رہتی۔ اسی وجہ سے زبان ہندی میں بھی شاعری کرتے تھے۔ مگر بیشتر فکر سخن کا فارسی میں اتفاق ہوتا تھا۔ ابوالفضل سے مشورۂ سخن کرتے تھے آخر عمر میں ہنڈیا جو ایک قصبہ چھپا سیر ضلع بھوپال میں ہے وارد ہوئے۔ کسی سے پوچھا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے جواب ملا کہ ہنڈیا۔ کہنے لگے کہ بس اب دو بیارہ ہنڈیا سے نکل کر کہاں جائے گا۔ اور آخر کار یہیں پیوند خاک ہوئے ملا صاحب تصنیف تھے اور کئی کتابیں ایسی یادگار رہیں۔ چنانچہ ادراک عالمگیری لغت ترکی فارسی کے لطائف۔ الباہ۔ ملا نامہ۔ سب ملا ہی کی تصانیف ہیں۔ اگرچہ اردو زبان میں ان کا کلام ہونا ایک امر بعید از قیاس ہے مگر بعض تذکروں میں یہ شعر ملا کے نام سے ملتے ہیں اس صورت میں سوائے لکھنے کے اور ہمارے پاس کیا چارہ ہے۔ اس لحاظ سے کہ عہد اکبری میں شاہان دہلی کے یہاں ابھی جاری اردو ریختہ بھی نقل کئے ہیں مالک بھی ہیں ہے

وہ گورا گورا لڑکا ماس کا ترخ گونا ۔۔۔ ایسا لگے ہے، تجھکو دل کا ادک کا گھونا

[illegible] کی پیٹ کرے ہے کنکھی باندھ کر ۔۔۔ [illegible] کہے ایسی [illegible]

[illegible] کیا کیا کا [illegible] کے تجھے ۔۔۔ [illegible] کا ہے اوڑھا گچھونا

دو بیارہ اس دل و جان [illegible] ۔۔۔ [illegible] کا [illegible]

[illegible] کی جا کہ بیٹھے ۔۔۔ [illegible] اکو بیٹھے

دو بیارہ کی دلداری کرے ہے ۔۔۔ [illegible] کر رہے ہے

دو بیارہ [illegible] آکر ۔۔۔ [illegible] ہاتھ میں گر جا [illegible]

۱؎ [illegible] ملا [illegible] نام ہے۔ لاہور کے رہنے والے ہیں اکبر کے عہد میں [illegible]

تک تعلیم پائی ہے۔ سر دست کسی اخبار یا رسالہ میں سے مجھے [illegible]
سے آپ کا نام و پتہ وغیرہ معلوم ہوا۔ چنانچہ نہایت اشتیاق کے ساتھ طلب کلام [illegible]
کے لئے ایک نیاز نامہ عریضہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا گیا مگر نہ معلوم کیوں جناب
نے نہ کوئی جواب دیا نہ کلام روانہ کیا۔ اتفاقاً چند روز کے بعد ایڈیٹر صاحب [illegible] خیال
سے ملاقات ہوئی موصوف کے تعلقات چونکہ [illegible] صاحب سے [illegible] ہیں اور
سنا ہے کہ قریب قریب روزانہ ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ لہذا ایڈیٹر صاحب سے بھی
ان کے کلام کے بھیجنے کی استدعا کی۔ انھوں نے بھی رسالہ ارسال [illegible] وعدہ فرما لیا
مگر اس کے بعد ان میں کا کوئی جواب نہ دیا۔ مجبور ہو گیا۔ لہذا سر دست [illegible]
ہیں انھیں پر اکتفا کرتا ہوں۔

ایک وقت تھا کہ ہندوستان میں نہیں بلکہ دنیا میں علامہ کوئی بڑی ہی مشکل سے
ہوتا تھا۔ مگر اس وقت [illegible] علامہ [illegible]
اور ان [illegible] کی وہ ارزانی ہے کہ [illegible] کم آواز سنائی دیتی۔ [illegible]
[illegible] کی طرف منتقل ہوتا ہے [illegible] دوری کہتے ہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

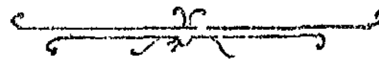
[illegible]

باغ سخن میں مانے ہر چند عندلیب — رونق پہ رنگ میں تو شبیہ غراب تھے
قدرت یاد گرچہ مقابل تھا تلخ کام — شیریں بیانیوں میں اگرچہ بھی راست تھے
تھا جامہ ریشموں میں تو کچھ سرخ کچھ ٹوئد — یہ سچ ہے دھوپ چھاؤں کے دو آفتاب تھے
تھا تذکرہ اریورٹ کا وہسکی کا بزم میں — گو مست حسن صورت و کیف شراب تھے
ٹسکی تھی لیڈیوں کی کمر پر بھی خوب دال — گھی تھی ٹوسٹ رول جو تھے لاجواب تھے
کرتے تھے حسن کی جو ولایت میں کورٹشپ — بے پردگی کے باب میں لیکن حجاب تھے
ڈوبے ہوئے تھے رنگ قدیم و جدید میں — جو لو میں ہر طرح سے او ڈی کلاب تھے

دیوانہ طالب علی نام تھا ... میں قیام تھا۔ اور یہ نمونہ کلام ۱۲۷۱ء سنہ ۱۸۶۲ء ... ہے۔

سادے سے داموں بکا ہے آپ کی سرکار میں — شوق ہے سچ کھٹکا کر کے مجھے ناز میں
مجھکو حیرت ہے لڑائی کیلئے چھوڑا ہی کیا — گالیاں دیتے ہیں وہ دشمن کو ہر دم پیار میں
ہو گیا ناز ان کو اپنے حسن پر حد سے سوا — جو نہ کہنا تھا کہا سب نے اسے بازار میں

ایسے ... کا کیا دعویٰ جب دیتے ہیں — بولتے ہو مر کے مر دیا میں ... سیر ہو



شرف الہندی

ڈاکٹر نام و نسب معلوم نہیں صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ کوئی صاحب رامپور کے رہنے والے ہیں اور دور موجودہ کے شاعر ہیں۔ ایک صاحب سے یہ دو شعر ظریفانہ سنے گئے

ادھر بھالی سی گلے میں کالی علامہ ڈالی ہے   ادھر ٹی لگا کے آرٹ میں کرتی کی جالی ہے

خدا کا ہے یہ کرشمہ کہ خواہ سر بار نہ اٹھے   [illegible] بیان ہو کی چوری ہونے والی ہے

ڈاکٹر [illegible] صاحب [illegible] کو بچپن ہی سے انکی خدمت میں [illegible] کا کلام [illegible] کرہ کو اپنے کلام سے محروم رکھا [illegible] کسی طرح کچھ قرار حاصل ہو ہی گئی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حرف ذال معجمہ

ذاکر — شیخ زکریا نام تھا۔ غازی آباد یا لونی غازی آباد ضلع میرٹھ [illegible]
نہایت بیباک، وجیہ، خوش وضع، نیک اطوار تھے۔ [illegible] اکثر [illegible]
دہلی میں [illegible] ملاقات ہوا کرتی تھی [illegible] شعر [illegible]
دونوں رنگوں میں شعر کہتے تھے۔ ظرافت بھی [illegible] ہوتی تھی [illegible]
اور چٹکلے [illegible] ایک [illegible]
جھلک پائی جاتی تھی [illegible] کلام [illegible] جمع کر لیا تھا مگر [illegible]
شباب میں بعمر ۲۵ سال ۱۹۱۰ [illegible] انتقال کیا [illegible] کلام [illegible]
[illegible] ایسا ہو گیا [illegible]
[illegible] لکھ سکا ہوں

[illegible] — [illegible] کیا

[illegible] — [illegible] کیا

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible]

جب مرے خاص اشاروں کو سمجھتا ہی نہیں — پھر وہ کس کام کا کمبخت اناڑی ہوتا

بادۂ تند سے ہے مجھکو زیادہ ذاکر — کوٹ ٹھلیے میں دیتا ہے جو تاڑی ہوتی

کام آتا ہے نکیرین کا بہرہ ذاکر — نہیں رہتا کسی مردہ کو کفن چور کا خوف

قابل رشک ہے آزادی مار گیسو — نہ سپیروں کا کوئی ڈر نہ کسی در کا خوف

سگان کوچۂ جاناں اب کٹکھنے ہو گئے ذاکر — جو دربانوں سے بچ جاتے ہیں تو یہ کاٹ کھاتے ہیں

ظریف ۔ حکیم منشی محمد اسمعیل خاں نام ہے۔ دہلی وطن ہے۔ ایک زمانہ میں محلہ پہاڑ گنج دہلی میں مطب کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد نواب سعید الدین احمد خاں طالب مرحوم کے یہاں ملازم ہو گئے تھے اب خدا معلوم کہاں ہیں۔ پہلے افضل الاخبار میں ان کے مضامین بطریق ضمیمہ کے نکلا کرتے تھے۔ انہیں بھی ظرافت کا چٹخارہ رہتا تھا۔ غزل میں بھی ظرافت شامل کر لیتے ہیں۔ اور دونوں رنگ ملا کر سامعین کو محظوظ کر لیتے ہیں سنہ ۱۹۱۲ء میں دلی کے بعض مشاعروں میں میں نے ان کو دیکھا تھا اس وقت پچاس پچپن برس کی عمر تھی انتخاب کلام ظرافت یہ ہے۔

نگہ میری کہ سارے بد محتسب جیسے کہ آ رہا ہے — آ چکا ہے اڑا لیا ہے گا کلہ گیر میخانہ

شراب پاک پیو گو دل بدنام ہو جائیگی — کہیں حسرت سے ہو داغ نہ تری ہمشیر میخانہ

خدا جانے جو خواہش اور کچھ ہوتی تو کیا ہوتا — ذرا سے ایک بوسے پر تمہارا دم نکلتا ہے

رنجوں میں کبھی پھر ہم رہے ہا — یہ آ بیٹھے ہی پاؤں کہ پاؤں شل ہو گئے

میں نے نکالے گھر سے جو اس سحر خیز پاؤں — جھلی سے ماں ہو گئے آبلہ ایک ایک پانو

چکی کا پاٹ ہیں کہ پھرا سر پہ آسمان ۔۔۔ ہیں پیٹ میں چھپے ہوئے سچ کہہ کہاں کے پاؤں
میلے سے مفلسی کا مری پردہ کھل گیا ۔۔۔ اندر کفن کے سر ہے تو باہر کفن کے پاؤں
سونے کی جستجو میں جو چھانی بہت سی خاک ۔۔۔ آخر کو ہاتھ آگئے اس سیمتن کے پاؤں
صد شکر پایا مرتبۂ عرش قتل سے ۔۔۔ سر ہے کہیں کہیں ہیں شہید ستم کے پاؤں
چاندی کی ہر برس لاکھ دکن میں ہیں خرچ ۔۔۔ معلوم نہیں کہ مر کھو دیا ہے وطن کے پاؤں

ذکی۔ لکھنؤ کے رہنے والے ہیں۔ غالباً مولانا انوار مرحوم کے شاگرد ہیں۔ ظرافت میں اگرچہ ہزل کا رنگ شامل ہو جاتا ہے۔ مگر پھر بھی نہایت بہتر کہنے والوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ خصوصیت سے پڑھنے کا انداز ایسا ہے جو ساتھ ہر لفظ کی ایک زندہ تصویر کھینچکر دکھا دیتے ہیں۔ شوخی مضامین۔ صفائی زبان وغیرہ آپ کے کلام کا جوہر اعلیٰ ہیں۔ راقم الحروف کے دوست ہیں۔ عرصہ سے بسبب پریشانی روزگاری دلّی میں مقیم ہیں۔ انتخاب کلام یہ ہے۔

دھر پٹک ہو گی نہیں لو اسے سمجھا دیجئے ۔۔۔ گالیاں دیتا ہے روز آپکا درباں مجھکو
زلف پر پیچ کی الجھن میں نہ پھنس جاؤں ۔۔۔ دیکھنے کو جو ملے پھول پھلیاں مجھکو
دی ہے سو مرتبہ جب یار کو پیچ میں ہے ۔۔۔ تب کھلائی ہیں کہیں ڈھیلے کی گٹھلیاں مجھکو
سب کہا دیر سے بیچ میں لپیٹا جا پیاری ۔۔۔ کہا لیلیٰ نے کہ بس ہو گئی اماں مجھکو
وصل ہو جائے جبر اس لئے کرتا ہوں فقط ۔۔۔ ورنہ کھینچیگا کبھی نہیں الہ جانا مجھکو
اے ذکی گر گئیں رستے جواں کی پلکیں ۔۔۔ نظر آنے لگا بے خار گلستاں مجھکو

تھا حکم قید میں لیلیٰ کا ساربان کے لئے ۔۔۔ کہ کھینچنا جلد نکل چل شتر کو ہانکنے لئے
نہ آئیگی کس لئے صیاد ناس چھوڑا ہے ۔۔۔ یہ کو سمجھ میں ہوا میرے آسمان کے لئے
تمہارے سے جیسے کبھی نہیں یہ کہتا تھا قفس ۔۔۔ دو وقت توڑ کے جاتے ہیں آسماں کیلئے

کھلا کے قیس کو لیلیٰ نے اور الٹی دی | کہ ہو گی فاقہ سے لیجا یہ اپنی ماں کیلئے
یہ حال سے ترے کشتہ کا استخواں ماں | کہ کتے لاش پہ لڑتے ہیں استخواں کے لئے
ذرا اس پری کی محبت میں گھوم جا ادھیر | کہ میرا باپ بھی لوٹا تھا تیری ماں کے لئے
کسے لگاؤ گے تم تیر مر گیا عاشق | وہ فاختہ رہی اب جلیل جاں کے لئے

اے جان جان بتائیے گیسو کدھر گئے | وہ کون سے گدے ہیں جو تکیہ بیت بھر گئے
ظالم لیں جما کھی ہے لوسوں کی آر و | سو کھل کے رہ گئے ترے عاشق جو مر گئے
سینے میں سے گیا کوئی ریتیں تراش کے | وہ جیسے بدگماں ہوئے تو چھیں کتر گئے
ٹھلی میں کو دیا کہیں عاتولا کے لی | پھر رو ؤ گے کہ میرے کھلونے کدھر گئے

فضیل ۔ لوہار نام تھا ۔ میرا سلیمان شکوہ مادر کی کمر بھی نہایت موج پیر طبع شعر گوئی کا شوق تھا ۔ مگر تخلص کی رعایت کو ہمیشہ مد نظر رکھتی تھی ۔ یعنی ریختی کے بعض شعر کہتی تھی دو شعر جو صاف ہیں نقل کرتا ہوں ۔

منستے کی بھی سنی ہیں ماتم کیا ہو | لے لروت پہ جہدم کہ اترائی ہوں

تجھے اللہ رکھے اپنی اماں میں مرزا | ہنسی پریوں کو بھی دیوانہ سلیقہ ہو

ذوقا ۔ شاہ دوتا دوقا کے مشہور تھے سنا ہے کہ سارن کے رہنے والے مجذوب الحال تھے عرصے پہلے شرف الدین احمد کے پاس بیرٹھ میں آکر رہے تھے ۔ ایک شعر ان کا ہے ۔ اسے مبدوس کی ٹرسکھیے یا ظرافت چاہیے

ہے نام کے ہیں پار سے ہوا پرت کسی در کے
ہم بانٹ کے رہ پڑے ہیں ادھر کے نہ ادھر کے

ذوقی - میر عبدالواحد نام تھا ذوقی تخلص سید محمد اشرف درگاہی کے صاحبزادہ تھے بلگرام وطن تھا - نہایت شیریں کلام - اور لطیف الطبع تھے - ان کے والد سید محمد اشرف صاحب صوبہ لاہور کے جو نواحی لاہور میں تھا حاکم تھے - اتفاق سے وہاں کے کچھ سرکش لوگوں سے جنگ ہوئی ذوقی بھی وہیں تھے اسی باعث سے اس معرکے میں شریک ہوئے - اور اسی موضع میں بتاریخ ۲ محرم الحرام ۱۱۳۴ھ روز جمعہ بعد نماز عصر لڑتے ہوئے مارے گئے - مولف خمخانۂ جاوید نے غلطی سے انھیں کو لاہور کا حاکم لکھا ہے - مگر دراصل یہ حاکم نہ تھے جیسا کہ تذکرۂ سرو آزاد کی عبارت سے ظاہر ہے ذوقی مرحوم اردو فارسی میں بھی شعر کہتے تھے اور ہندی اشعار میں اپنا تخلص واحد رکھتے تھے چونکہ شیرینی کلام سے ان کو نہایت ذوق تھا اس واسطے اسکی تعریف میں پورا ایک دیوان کہہ ڈالا جو شکرستان خیال کے نام سے آج بھی ملتا ہے - اس میں غزل رباعی قطعہ - مثنوی مخمس - مربع مسدس وغیرہ سب کچھ موجود ہیں - ہر ایک شعر سے الوان اطعمہ کے کلام کا مزا آتا ہے - جسکا انتخاب ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے -

آنانکہ پردہ از رخ لوزینہ وا کنند　　آیا بود تواضع صحنی بما کنند

نان از تنور مہر شما جدا شدہ است　　لازم بود کہ حق نمکہی ادا کنند

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست　　اہمال در تناول فرنی چرا کنند

انجیر را و شاخ درخت از جدا کنید　　پنہاں ز چشم بد بلش آشنا کنید

یکبار دست را ز شش برکشیدہ اید　　بار دگر بکیسہ مدام جا کنید

ہنگام آن شدہ کہ امیران انبہ را　　زکام دل برحمت یزداں رہا کنید

آوردہ ام برای شما شربت انار　　بو تمس لبید و مخلص خود را دعا کنید

شیریں شدست واللہ شکر شدست گر　　چشمم شدست سیر ز عمر رسد گر

چنداں بہ اوستادِ ستائی دا تمش من ‌ ‌ ‌ ما بیشتر و ستکر حسب تمیز بستہ‌اے گرہ
حلوا للّٰہ فرد سے بہ دماغ ایں ہمہ قوت ‌ ‌ ‌ دو قی ہمہ اخترا مش مرا برستہ‌اے گرہ

نقل نگیر بر ساں یکدو سہ چار پنج و شش ‌ ‌ ‌ ریزہ قند در دہاں یکدو سہ چار پنج و شش
در قدح بلور کس شربت قند ماگلاس ‌ ‌ ‌ چمچہ بزن بہ راں میاں یکدو سہ چار پنج و شش
بیدہ نفر سرا اگرچہ تفصیل گفتہ اند ‌ ‌ ‌ لیک بہ دانشوریاں یکدو سہ چار پنج و شش
تا بہ اسلام کس نگرفتہ از کمال شوق ‌ ‌ ‌ بوسہ دہم بگشتہ‌ای یکدو سہ چار پنج و شش
صحن شیراز مرعظہ دو کاسہ پر از سیخ و شیر ‌ ‌ ‌ خوب نمایدم بہ خواں یکدو سہ چار پنج و شش
مصرع لعل اطعمہ دہ چہ خوش است دو ثنا ‌ ‌ ‌ خردہ لطف خوش نشاں یکدو سہ چار پنج و شش

نہ تنہا دل ز ذوق قارئیم بیتاب می گردد ‌ ‌ ‌ کہ از یاد زلابی موج پیچ و تاب می گردد

بہ بیں بہ سوئے شیاقی بہ دیدہ پیالہ ما ‌ ‌ ‌ کہ بے وصال شکر حالت براں چلیسیا
غرض ز موسم برسات اولہ بندی گرفت ‌ ‌ ‌ دگر بہ ایں ہمہ تمہید مرو تہ باراں غیسیا

چرا بہ شکرا مرمی نگرد بالد ‌ ‌ ‌ کہ آں او ہمہ مقبول آمد و منظور

در تماشائے ملاقات شکرلے دو قی ‌ ‌ ‌ آب گردید دل سیر بہ الفت سوگند

حرف راے مہملہ

راحتؔ ۔ دہلی کے کسی نامعلوم ریختی گو کا تخلص ہے ۔ باوجود تلاش حال نہ مل سکا کلام مل گیا ۔ جو حاضر ہے ۔

ہے وہ بانکا سجیلا دل کو جو بھایا ہوا ۔ آنکھ لگتی ہی نہیں گوئیاں مرا گھبرایا ہوا
میں اپنی ایڑی چوٹی نہ صدقے کروں کیسے ۔ یہ مردوا انگوڑا تو لٹھ ہے گنوار کا
روؤ گی تم تو وہ آجائیگا بیٹا پھر ابھی ۔ تم جو جھینکی ہو یہی ہوکے جو آپڑ گیا

دودھ پینے کا ارادہ تھا جو دوڑایا تھا ہاتھ ۔ لو چلی انگیا مری دیکھو نگوڑے مرد کی بات
جورو بیٹی ماں بہن کا کچھ نہیں کرتے خیال ۔ گھر میں آکر صاف کہدیتے ہو تم باہر کی بات
گونگی بہری کب تلک لوگو سی بیٹھی رہوں ۔ سدکی باتیں مول ہے کہہ میں پوری کی بات

لونی پہ آن والی ہو کر لال جوڑا سوہا گیا ۔ مجھکو تو کچھ یہ بڑھاپا چلا آتا نہیں

کھلا تو لیتا ہوئی پوری آرزو تیری ۔ دوگانا لال سا بیٹا جنی سو تیری
لحاظ آیا کسی کا نہ تجھکو عصمت جاں ۔ غلام سے گئی پکڑی خصم پہ تھو تیری

رحیمؔ ۔ ایک قدیم ریختی گو تھے جو ولی اور رمال کے معاصر تھے ۔ حریۃ العلوم فی متعلقات المنظوم میں انھیں ریختی کے طرز کا مخترع اور موجد بتایا گیا ہے ۔

ارے نادان تیں اپنے حسن کو کیوں رٹکھایا ہے | ٹرٹھا کر ہیچ کو جگ میں کسی نے دوقی پایا ہے
بہت پچھتائیگی میری نصیحت مان کہتی ہوں | سکھی کو راستہ موئی نے پیا سے کو جو بہکایا ہے

رسوا - خیرات علی نام تھا۔ پنجاب کے رہنے والے تھے مگر عمر بھر دلی میں قیام اور مقام رہا۔ نہایت شوخ رندہ دل ظریف الطبع تھے بات بات میں لطیفے اور چٹکلے کرتے تھے خود بھی ہنستے اور سننے والوں کو بھی پہروں ہنساتے۔ غزل گوئی کا شوق تھا۔ میر ممنوں سے اصلاح لیتے تھے۔ مگر ظریفانہ رنگ میں اچھی خاصی دستگاہ رکھتے تھے۔ مگر اکثر شعر بیہودگی اور فحش کے درجہ تک پہونچ جاتے تھے۔ چند شعر مع حالات کے ایک قدیمی قلمی بیاض میں نکل آئے ہیں سے ملیں۔ اور غیر مہذب دونوں رنگوں کو چھوڑ کر یہ شعر جو ظریفانہ کہے جا سکتے ہیں انتخاب کر لئے

بالکل سحر تک میں اختر شمار ہو | تمام فراق در کا تیرے چوکیدار ہو
رسوا یہ لیں دیں سہی تو کیا مروت ہے | دل اپنا انکو نقد دیں بوسہ ادھار ہو

ممنوں کی بھی دستار داری ہو تو اک ٹھٹھ | مر موٹا کے لیلیٰ کو خرچ جائے گا ستر پر
میں خود تری زلفوں میں گرفتار ہوا ہوں | تو نے تو یہ کھینچے تھے سیاہی کے لکیر پر
کچھ اوٹ سے کم حضرت زاہد بھی نہیں ہیں | اسی سی کسر ہے نہیں کو ہاں کمر پر

رقم - لکھنؤ کے ایک وائل ظرافت نگار کا فرضی تخلص ہے۔ جس کی قابلیت اور استعداد علمی نہایت معقول ہے۔ ظرافت صرف ظرافت تک محدود نہیں بلکہ اس سے گزر کر فحش کی حدود میں پہونچ جاتی ہے۔ بے حد اصرار اور التجا پر چند شعر عنایت فرمائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی منع فرما دیا کہ نام یا صحیح پتہ ہرگز نہ لکھا جائے۔ کلام کی قسم دستیاب ہو سکا۔ کیونکہ ایسے اشعار جو صاف ستھرے ظرافت یا زیادہ سے زیادہ ہزل

تک ہوں ان کے یہاں بہت کم ہیں بلکہ سچا ہے اس کے واقعات کی گرم بازاری اور زیادتی
ہے۔ بہرصورت جو شعر ان اسقام سے پاک ہیں اور مجھکو مل سکے ہیں وہ درج کرتا ہوں۔

ہر اک زمانہ میں علاقہ ہے کمر اور رشتہ کا — کھسی ہیں مادہ ڈھیلی شباب اور رفاقت

یہ ان کی والدہ ہوئیں یہ وہ یہ عشق مرا — خدا دراز کرے عمر ان کی نانی کی

پھلائے پھرتے ہیں وہ پیٹ جیسے — ذرا سی گوشت کی بوٹی ہے یہ گرانی کی

گر رہی ہیں شب انتظار کی گھڑیاں — ادھڑ رہی ہے سلائی مری میانی کی

شدت ضعف کا کیا ذکر کہ اگر شب غم — چارہ ساز آ کے سہارا ہے اکڑ کے بیٹھے

ہے سر ڈھانکا آنکھوں سے پیل ہو کر دیا — اٹھ کے تمہیں اور ہم اسیر جوں کا دعویٰ کر دیا

رشک ۔ ان کا میر علی اوسط نام تھا لکھنؤ کے نہایت مشہور و معروف شاعر تھے
شیخ امام بخش ناسخ مرحوم کے نہایت رشید شاگرد تھے زبان کے زبردست محقق تھے۔ ایک
لغت ان کی ترتیب دی تھی مگر افسوس کہ وہ تمام نہ ہو سکی۔ دو دیوان نظم گرامی
نظم مبارک غدر سے پیشتر طبع ہوئے تھے اب کمیاب ہیں۔ منیر شکوہ آبادی ان کے
ارشد تلامذہ میں تھے رشک نے ۱۲۸۴ھ میں بعمر ۷ سال انتقال کیا۔ اگرچہ نہایت
متین او سنجیدہ تھے۔ مگر ان کے بعض شعر ظرافت کے بھی پائے جاتے ہیں۔ اسکی وجہ
صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ اسوقت کے لوگ متانت کے ساتھ ظرافت نگاری کو بھی
شامل رکھتے تھے۔ جو شعر لکھے جاتے ہیں ان سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نادانستہ
ظرافت نہیں ہے بلکہ قصداً اس طرف قدم بڑھایا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہرگز یہ لکھے جاتے

چاول الماس گشتہ ہیں ہم جگر — فرقت یار میں پلاؤ نہیں

پیرے کھانے سے کیوں ملک ہے کمر — اُڑ روٹی ہے نان پاؤ نہیں

دور کیا ہے ترا لب دہن — اگر حصار کا حلوا نہیں

اب کے حادثے ہیں دریالۂ و آہ — اس طرح کا کوئی الاؤ نہیں
یہ رئیس غزل وہ ہے اے رشک — جس میں ذرہ کہیں جھراؤ نہیں

اے مایۂ حیات کبھی مجھ کو سمجھ لے — ٹکڑا تری رکابی کا تو دونی سے کم نہیں
یارب یہ گورے ہیں کہ فرشتے عذاب کے — کگلے کی کال پور کے گوروں سے کم نہیں

سید رحمۃ الاعلیٰ سا کسی ظریف الطبع نے سر مشاعرہ یا سر محفل رشک کو مخاطب کیا اور یہ شعر پڑھا۔

چھچھڑے دور سے دکھاؤ نہیں — رشک بیٹھا ہے بس ملاؤ نہیں

سننے والوں نے وہ قہقہہ اڑایا کہ محفل عشرت گونج گئی۔

رفیع الدولہ۔ دکن کے ایک خود پسند بیوقوف رئیس زادہ کا تخلص تھا۔ اگرچہ اس کا تذکرہ کرنا اچھا نہ معلوم ہوتا تھا۔ مگر چونکہ تذکرہ دور روشن اور تذکرہ آفتاب عالمتاب میں ناظرین کی دلچسپی کے لئے ان کا ذکر لکھا ہے۔ اس لئے اتباعاً میں نے بھی لکھنے کو ترجیح دی۔ جس زمانہ میں انگریزوں نے دکن کی ریاست پر قبضہ کر لیا۔ تو رفیع الدولہ کلکتے پہونچے۔ نواب گورنر جنرل اور دوسرے معزز انگریزوں نے ان کی بیحد دلدہی اور تعظیم کی اور معقول مشاہرہ ان کے اخراجات کے لئے مقرر کرا دیا۔ جو کہ رفیع الدولہ کا دماغ چلا ہوا تھا۔ ان کی وہی بیہودہ اور لایعنی باتیں جاری تھیں مثلاً آپ جہاں کہیں کسی جلسہ وغیرہ میں شریک ہوتے تو بغیر تحریک صدر کی کرسی پر خود ہی رونق افروز ہو جاتے تھے۔ کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی سلام کرتا تو آپ آنکھ کے اشارے سے سلام لیتے تھے۔ ٹھہرنے اور جانے کے لئے بڑے بڑے آدمی بھی اُن سے جی حضور سے بات کرتے اور جو کچھ کہنا ہوتا تھا دست بستہ کہتے تھے۔

دوسرا خط یہ تھا کہ ہر سال ست ماحلوا اور روٹیاں سگ اصحاب کہف کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے تقسیم کرایا کرتے تھے۔ تیسرا خط یہ تھا کہ اپنے دیوان یعنی اپنے منشی کو جس سے اکثر ایسی باتیں لکھوایا کرتے تھے کاتب الوحی کہا کرتے تھے۔ یعنی اپنے کلام منظوم کو وحی آسمانی جانتے تھے۔ چوتھا خط یہ تھا کہ آپ شعر فرماتے تھے اور کبھی بھول کر بھی موزوں نہ فرماتے تھے۔ بلکہ آپ کے کلام کو رنگ ظریفانہ میں سال کرنے کی بڑی وجہ یہی ہے کہ جو کچھ بحد لوح اُن سے صادر ہوا ہے وہ موزوں تک نہیں۔ پڑھنے والوں کے لئے زعفران زار کسی سے انھوں نے جب اپنا دیوان اپنے ہدایا نامے سے ترتیب دے لیا تو نواب گورنر جنرل بہادر کو ہدیتاً بھیجا۔ اُن کے لئے ایک سامان تفریح ہاتھ آیا اور مولوی سراج الدین صاحب کے پاس جو اسوقت قاضی القضاۃ تھے بھیجا کہ اس کا دیباچہ لکھو۔ انہوں نے تعمیل حکم کے لئے انھوں نے نہایت لطیف اور ظریفانہ رنگ میں دیباچہ لکھا۔ چنانچہ قاضی محمد صادق خان اختر نے اُس صحیفہ کو نقل بھی کیا ہے۔ اس کے چند شعر نمونۃً درج کئے جاتے ہیں۔

الٰہی دانشمندی مراد را	الٰہی تو امید دانی ترا
ارو رتق و تحلی و راق لورا سا آغ	آئے ماراں کہ حکم خدا بیاسد بہ کرار آمد
حمد مر سرا کہ سمر دادہ و ملک در	حرید از ملک راہ لع سرتاج داد
ومسعو صلاح بداد و مدارا بالحق گوید	سر لعت پیامبر مدا کہ حق بحق گوید
صاحبدراں بجنگ مرصد توبہال شد	سیاد خاک کردہ کہ الیدرم جو تعال آمد
سلاح جنگ کہ سپر و شمشیر آمد	گولہ توپ و تفنگ کہ بدلا آمد
صورت نور کہ ارمی در کلکتہ بسیار	جواب راحت کجا کہ بستہ بسیار
زنان کلکتہ را آب بسیا	گردن سراحی وا وشرا بہار

مہر کردہ عالم بحق کار شناس	مدار اشان و مدارا شناس

رنگ ۔ حنیف خاں نام عرف مرزا رنگیلے ۔ تذکرہ خمخانہ میں ان کا ذکر مختصراً لکھا ہے مگر یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ کہاں کے رہنے والے ہیں ۔ صاحب تذکرہ مذکور لکھتے ہیں " استعداد علمی رسمی ہے تفنن طبع کے طور پر شعر کہہ لیتے ہیں جن میں بیشتر مسخر کا پہلو مدنظر رہتا ہے ۔ انتخاب کلام یہ ہے ۔

سکون اختلاج دل ہوا حسن یے اُسے یہاں کا ۔۔۔ سفوف عاشقی ہے نام خاک کوئے جاناں کا
چالان ترا کیوں ستم ایجاد نہ ہوگا ۔۔۔ کیا خوں کا دعویٰ ستم ایجاد نہ ہوگا
وارنٹ ہیں ہو جائے گا آخر کو گرفتار ۔۔۔ حاضر جو عدالت میں تو جلاد نہ ہوگا
نہ آنکھیں ہیں تمہاری اونگھتے ہو ہر اک دم ۔۔۔ یہ تو بتلاؤ کہ افیوں اسقدر کھاتے ہو کیوں
گھر بیٹھے دید حج کی ترے سنگ ہو نصیب ۔۔۔ قد بڑھ کے گھنٹہ گھر کے برابر جو یار ہو
ہمارا یار ہمکو آج تلسکوپی جتائیگا ۔۔۔ سنا ہے یہ کہ تل رخسار کا اس کی تلسکوپ ہوگی
نہ تو پوچھو مفلسی کے عہد کا سا اقتضا جی ۔۔۔ کوئی کا آگے پالی ہوگا اور سری تکیہ ہوگی

رنگیلے ۔ محمد اسمٰعیل خاں نام تھا ۔ جو ہور کے رہنے والے تھے ۔ مگر عرصہ سے اپنے چچا محمد حیدر خاں کے پاس جو مین پوری میں جا رہے تھے اور اُن کی محرری میں کام کرتے تھے رنگیلے مرحوم ابتدا سے ہی عاشقانہ شاعری کرتے تھے ۔ اثر تخلص تھا اور حضرت داغ دہلوی کو اپنا کلام دکھاتے تھے ۔ ۱۸۹۰ء سے اُن کو ظرافت گوئی کا شوق ہوا ۔ اور رنگیلے تخلص اختیار کیا ۔ اس طرح کے کلام میں بھی فکر رسا پائی تھی ۔ نہایت اچھے شعر نکال لیتے تھے ۔ گو ظرافت ہی میں رنگ قدیم کبھی شامل رہتا تھا ۔ ۱۹۲۳ء میں معقول عمر پا کر انتقال کیا ۔ ان کے احباب نے اُن کی یادگار میں ایک بہت بڑا مشاعرہ کیا ۔ اور اس کے اختتام پر ایک قصیدہ جو رنگیلے مرحوم کے قصیدوں میں یادگار قصیدہ تھا ۔ جو کٹا وغیرہ لگوا کر شعرا کو تقسیم کیا گیا ۔ رنگیلے کا کلام

اگرچہ بہت عالی پایہ نہیں ہے۔ پھر بھی کافی دلچسپ ہے نمونہ کلام یہ ہے۔

ہتھیلی میں نہ اُن کی چھپ سکے چھالے یہ کہتا ہے — لئے پھرتا ہے قاضی ہاتھ میں کفگیر میخانہ

ہمارے شیخ جی ہلنے کی اکثر مشق کرتے ہیں — کہیں رکھ آتے ہیں ہلتی ہوئی زنجیر میخانہ

مگر میدان کا مستی میں کھلا لنگر سرک آیا — کہاں اگر کھلی ہے دیکھئے تقدیر میخانہ

کبھی ٹھہرا اڑاتے تھے کبھی گودڑ سہاتے تھے — جنھیں ہم رند سمجھے تھے وہ نکلے پیر میخانہ

بڑھاپے میں جوانی کا مزا ملنا غنیمت ہے — رنگیلے اب رجو کو اس کرو توقیر میخانہ

نسیم صبح کے پانو بھی کیا در سے نکلتے ہیں — چمن سے جب ترے گیسو لئے ہلتے نکلتے ہیں

وہیں پر ہر قدم پر تالیاں پٹتے مچاتے ہیں — بیہ کر وہ ساحر تا جہاں پھر پھر سے نکلتے ہیں

ترا کوچہ بھی اک گنڈی سی سڑک ہے سیر والوں کی — ریڑ ٹا نکلتے ہیں کبھی موٹر نکلتے ہیں

چٹائی اُن کی میرا لو رہا ڈھیر سے ستا دیکے — ہمارے دو گھروں سے آج دو چیر نکلتے ہیں

سبارک ہو رعد و کو ہلکی ہلکی مسکان ان کی — سنا ہے وہ بچا سکنے کے لئے سات نکلتے ہیں

رنگیلے دو ستے پھرتے ہیں کیسے گول کمرے میں — انھیں تو وصل میں بھی ہکر و دھکا سے نکلتے ہیں

اے ستم گر تری حسرت بہا کی چٹکار — دیکھتا ہوں جسے دیکھ کر ڈر جاتا ہوں

رنگین۔ مرزا سعادت یار خاں نام تھا اور رنگین تخلص کرتے تھے۔ اِن کے والد مرزا طہماسپ بیگ ساٹھ برس کی عمر میں روم سے ہندوستان آئے۔ اور ہندوستان کے نامور امرا اور رؤسا کی سرکاروں میں ملازم رہے۔ رنگین کی پیدائش قصبہ سرہند میں ہوئی لیکن انھوں نے نشو و نما دہلی میں پائی۔ اور عمر بھر یہیں رہے۔ سیر و سیاحت کا شوق ابتدا سے تھا چنانچہ اسی سلسلہ میں اکثر مشہور مقامات کی سیر کی۔ ا سال کچھ خاص ۔ تھے

کبھی تجارت کرکے بسر اوقات کرتے اور کبھی نوکری اور ملازمت اختیار کرتے۔ چنانچہ عرصہ تک مرزا سلیمان شکوہ و [illegible] اکبر شاہ ثانی کی سرکار میں مصاحبین کے زمرہ میں منسلک رہے۔

فن شعر کا شوق ابتدائے عمر سے تھا۔ شاہ حاتم سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ طبیعت ہمہ گیر واقع ہوئی تھی۔ میں عاشقانہ۔ ناصحانہ۔ ظریفانہ۔ سبھی قسم کا کلام موجود ہے۔ ریختی کا موجد بعض بعض لوگ انہیں کہتے ہیں مگر یہ بات تحقیق سے دور ہے۔ ان کی ریختی میں حقیقتاً عورتوں کی زبان اور روزمرہ محاورات وغیرہ موجود ہیں۔ جان صاحب کی طرح سراپا آورد نہیں۔ اور نہ فواحش سے بھرے پڑے ہیں۔ کلیات رنگین کا نام نورتن ہے جس میں چار دیوان موسوم بہ ریختہ۔ بیختہ۔ آمیختہ۔ انگیختہ اور دوسری کتابیں ایجاد رنگین۔ فرسنامہ رنگین۔ مجالس رنگین وغیرہ موجود ہیں اور انہیں کے ساتھ ایک مثنوی موسوم بہ دلپذیر بھی ہے۔ جو اس وقت کی شستہ زبان ہے۔ نہ صرف زبان بلکہ اس مثنوی کا طرز بیان۔ سلاست روانی۔ وغیرہ سب باتیں قابل داد ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے تمام باکمال شعرا نے متفق ہوکر اس کی تعریف کی ہے۔ بلکہ جرأت نے تو مصرع تاریخ یہ کہدیا ہے کہ ہے۔ بدر منیر سے بہتر ایک دیوان انگیختہ سراپا ظرافت اور ریختی ہے۔ اسکی نسبت کوئی رائے دینا فضول ہے سب جانتے ہیں کہ رنگین کا درجہ اس بارہ میں اتنا ہے کہ لوگ ان کو موجد تک تسلیم کرتے ہیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ باوجود ریختی کہنے کے بھی حد اعتدال سے باہر قدم نہیں رکھتے۔ اور اس صنف خاص میں اپنے تمام معاصرین سے ممتاز رہیں۔ سید انشا نے بھی اگرچہ طبیعت ہمہ گیر پائی تھی مگر سچ یہ ہے کہ وہ ظرافت یا ریختی کے رنگ میں رنگین سے بڑھ نہیں سکے۔

واری مری جاؤں میں جالی ہو تو ملتان کا — کب مجھ سے بیاں ہو سکے [illegible] قدر کا

اب آگھڑی پہ بیٹھے لگا دوں [illegible] — مدی کو بیٹھے ہو کہ رنگین کی [illegible]

مجھ پہ طوفاں نہ رکھ جاہ کا چل دور ددا
جھوٹ سے منہ کا تری جائیگا اڑ نور ددا

ایک تو شکل ڈراؤنی سی تری بیجا سی
تس پہ یوں گھور کے بیٹھے مجھے مت گھور ددا

اس لگاوے سے ترے اور بچھاوے سے ترے
تیر سے تالو مرا آگئی پڑے ناسور ددا

ٹرٹراتی ہے تو کیا صبح کو کل رہ تو سہی
جھڑکی دلہن کی تری کرنی ہے مجھے جور ددا

دوستوں کو مرے دشمن تو کیا ہے تو نے
اور کیا چاہئے کیا ہے تجھے منظور ددا

رات باتوں میں یہاں تجھ سے گزاری آنا
صدقے تیرے کسی ڈھب سے اسے لاری آنا

سوچ اس کا ہو گر تجھ کو تو کیجیو کسی طرح
جانتی تو نہیں کیا یا تو ہے ہماری آنا

آٹھ آٹھ آنسو رلاتی ہے مجھے اس کی چاہ
رو رہے ہیں ان کے پیچھے ہماری آنا

ہوئی جو ہو سو ہو مدی ملے گی تیری
وصل کی آس سے زمانے کو میں ہاری آنا

اٹھتے ہی صبح کو اڑ جاتی ہے کس کس کے پاس
کہو خیال مرا ہے تجھے واری آنا

جیو چل کر قطب صاحب میں جھولا ڈالکے جھولیں
دگانا یہ رستا ہے سہ پہر پیا دل کا

کروں قرباں میں سوار کو جالی کو کرتی ہے
دگانا مجھ سے اٹھ سکتا ہے میرا جھولا

ہائے کس کر کیا کریں تو مجھے ہنس ہنس کر
رہا جی مارتا ہے مجھ کو دور اتنی گوری کا

جوانی ہے وہ کھیل ہے آگئی سب لطف بھری
وہ کون انسان ہے جو عشق میں نہ گرتا ڈوبا

کل جو معلالی سے سی دیکھے مروڑی آگیا
ہو گئی سانس تیرا دل سے گوڑی آگیا

لے گئی کھول کے تو تکے دگانا ساری
ایک کی ہی بیوٹ سے کو کچھ تھوڑی آگیا

ٹھیک کچھ لگا تھا یہ سب بیس کی معالی
تنگ اس سے کچھ اپنی دھتوڑی آگیا

پیدا آتی نہیں صحبت دوانی آج بوا | اپنی بیتی کوئی کہہ ایسی کہانی آجا
ہاتھ پر تیرے یہ کس کے ہے چھلے کا داغ | دی ہے یہ کس نے تجھے ایسی نشانی آجا
نال اسکے کے جو دو سے لئے ہیں تو نے | شکل لگتی ہے بری آج ڈرانی آجا
غم ہے رنگیں کو یہ میرا لو ہی آنکے پیچھے | مفت برباد ہوئی میری جوانی آجا

ڈگا ماکو اور تجھکو دیکھا جو لیٹے | تو پھر کیا گرج کر ہوا اکھوت جوجا
عصہ ہے کہ رنگیں کا دل پھاڑنے کو | پیار وہ کرتا ہے گر تو ست جوجا

دائی تھی چوٹی گھر آنکے میں کل چور پڑا | ہوئی باجی وہ محل چور کے گھر مور پڑا
دل دہلتے ہے جو چلی آئی تپیسے گھر میں | کل ڈگا ماسے آسے تڑا شور پڑا
کوٹھڑی میں سے جو دوا تو نے لگائی موری | لو ہتھیلی میں مری دیکھ لے یہ چور پڑا
تیری خاطر کروں کیونکہ چین گا پاری | پھر اس بات کا لیکا تجھے دڑکو پڑا

ہو سٹا کو اپنے دا توئے سایا ہے مونک | کیا مری میرٹھ ہے دھڑے کا رہا ماتیرا

تب کو اس حشتی کے یہ پیچھے سا لاگیا | جھپکے پیچھے مسو دگا ماکا مری کالا کیا
جب لطر کو کا جو میری ابی جوان جو تھی کے بعد | بیٹھا اُسے جست وہ گیا مٹی میں مرا لاکیا
کن ایسا ہے دوا جسیر کہ اترائی ہے تو | کوئی پیدا کیا نیا پھر چاہتے والا کیا
اے دوا کس سے کہوں رنگیں کی چمل رہا | پیر دو ڈالے ہیں اس نے اب ہگا لا کیا

مرے گھر میں دوا جی آئی کب | میں نگوڑی کھلا ساں کی کب

صدر بیر اسپتال ہے وہ — سب کو لولی تھی چارپائی کب
کل راختی تھی میرے پاس کدھر — اوڑھے بیٹھی تھی میں رضائی کب
وہ بھی تو گھر میں اپنے نہ تھی — پاس اُس کے گئی تھی دائی کب
دوڑی لینے کو میں اُسے کس دم — پاؤں میں میرے موچ آئی کب
کیا کھایا تھا میں نے اُس سے کہاں — اور منگوائی تھی ملائی کب
کی تھی تنہا میں نے کس جگہ کنگھی — آرسی اُسنے تھی دکھائی کب
ہرگز آئی نہیں ہے سانچ کو آنچ — پیش جاوے گی یہ بُرائی کب
گو مدد کر ہاتھ پاؤں میں رنگیں — اُسنے مہندی مرے لگائی کب

ٹکیے سے ملے کار وہ مجھے ارمان ہو لوچ — تو ہے بے دید تیرے گھر کوئی مہمان ہو لوچ
ایک ہی دم تھا جھگڑا یا ہے جدا ہے انا — عشق کے بند میں پھر بند مری جان ہو لوچ
انگلیاں ہے اُسنے سخت کڑا ہے رنگیں — اے دوا جان کوئی ایسے کے قربان ہو لوچ

کھاتا نہیں ہے مجھکو گنواری اراربند — جاکر دوا وہ بیچے کا لاری اراربند
ہمسائی پر یہ وقت پڑا ہے کہ تیز لہا — ٹُس ٹُس کے کھینچی ہے سحاری اراربند
ڈھیلی گرہ لگاؤں تو آتا یہ کہتی ہے — آیا رہا بندھا ہے تجھے واری اراربند
باندھوں جو کھینچ کر تو یہ کہتی ہے وہ مجھے — کیا کس کے باندھتی ہے تو پیاری اراربند

زہر کر دیتی ہے وہ کھانے کو لاکر مجھے ڈر — آج سے میں ساتھ اُسکے کھانا کھاؤں دوبار
کیا کئی گر دی ہوں میں ایسی کہ جاؤں دوڑ کر — اور جا کر ساتھ لیے اسکو لاؤں دوبار
جو وہ دلہن یا جیسن کھینچکر آئی وہاں — واسطے اپنے کچھ اس سے میں منگاؤں دوبار

اُس نے ہمسایے میں آکر گھر لیا تو کیا ہوا — اب اُسے آوار میں اپنی سناؤں دو پہار
دیکھ میرے دشمن ہیں گئیں کی سارتی جہاں — اُسکی سوا کی ہوئی مہدی لگاؤں دو پیار

کروں میں کہاں تک اشارات رور — تمہیں چاہئے ہے وہی بات رور
کہاں تک سنوں کان تو اڑ گئے — تری سنتے سنتے حکایات رور
گئے ہو بہ ہر گھر میں سب تجھکو تاڑ — کیا کرے رنگیں اشارات رور

کرتی حالی کی مجھے کھانی ہے ہلکی ہلکی — کیوں مرے واسطے ماحی ہے سلائی لیسوار
دو دو ایک ہی ہارنے سے اجرت بار — قادری آگئی کھی دو دو ٹکے لائی لیسوار
رسکات سدا پیسی گئی گھی پھول بستی — ہیں ابے رنگیں پہ بستی جو رنگائی لیتوار

اس صدی میں ہے چاہ سے جو حق — حتی گو نہاں کی ہے ساہ سے جو حق
تیس دل میں کسی سے ملی نہیں — ہوں ملاقات گاہ گاہ سے جو حق

وہ جو آئے مرے گھر میں تو مجھے جاوے لوٹ — جاؤں گھر اُسکے تو مجھے کیسے وہ یاں ریج
دل کا چاہ دی مجھی کہتا اُس سے آنا — کیا ہے تو مال و دل و ایمان دیج
آج رنگیں ہے ملائی ہول ہیں اور گھر میں مرے — کچھ مہیا کی بیٹھ ناش کا سامان دیج

ٹھکو اس بات کا ہیں ہو گا — مدی رکھتی ہے گاہ گاہ کا حق

اب ملے دنگا اکو مرا پیار ہے کیا جاک — انساں کی ادا سے عیاں ہو کیا جاک

کنگھی میں کیتی تیل کی اا اڈیل ڈال — سوکھے ہیں بال سر میں مرے آگے تیل ڈال
یارب تجھے خدائی کی ہو ہر گھڑی یہ مولے صیب — مدی کو یوں تو چاہیئے تو کولھو میں پیل ڈال

سوت مجھ کو صبح سے کہتی ہے اس بات سے کم — ولتی مجھ سے دگانا ہے بہت رات سے کم
مان کرتی ہے محبت اپنے وہ جوں یہ دوا — گات میری بھی دگانا کی نہیں گات سے کم
بھیجتا رہوے ہے رنگیں مجھے پیغام سلام — اور میں آگاہ ہوں اس حرف و حکایات سے کم

کوئی پیس کر جوت سی لال مرچیں — تے دونوں دیدوں میں بھر جائے آنسوں

گر کہے گی مجھ سے کچھ سو پھوڑ کر ماتھی تو پھر — ٹھڈی کر ڈالوں گی میں ہاتھوں کی ساری چوڑیاں
اے دوس باقی نہیں رنگیں کہ میں نے مارا — سہیلیاں سنگ کی ہیں پیاری ہماری چوڑیاں

تسقلیں یوں حرم میں لطر رحمیں تمہاری کہیاں — اور میں کوٹھے سے اسطرح اتاری جاؤں

یوں الجھتی ہوں دل پڑا خاک جا بٹا کر — گوئیاں کیطرح جھاڑو کی تیلی میں سہو گئیں
ہیں حسینتیں بھری مری رگ رگ گئیاں کوٹ کر — رنگیں تری طرح سے رنگیلی نہیں ہوں میں

اے تجھ سے جدا سمجھے تو ہے زہر کی اک گانٹھ — تجھ پر کہیں ٹکی ہے درگاہ کی گوئیاں
ہے دل میں یہ ہوس اپنے تو رنگیں کی ہوس ہے — خواہش ہے نہ دولت کی کچھ چاہ کی گوئیاں

لیسے چاہی ہے اس کو میری — کبھی اس سے بھلا کب تک ہوں میں

بیٹھتا ہے وہ سو سو بار آکر   یہی اس سے کھلا کہ تک تک ہوں میں

تو ہوئی تھی سو بات ہولی کہارو   چلو لے چلو میری ڈولی کہارو

بچھڑ جاؤ نگری سے مرجاؤ بابلے   لگے تم کو ایسی ہی گولی کہارو

لو ہولے ہولے دھمک سے مستی   کہیں سر [illegible] میری چولی کہارو

مرے [illegible] کے بس اڑا او [illegible]   ساور اپنا یہ [illegible] لی کہارو

الٰہی گرے نکلے نالہ میں کلی   یہ جیسی زبان تم نے کھولی کہارو

جو پیا اتری ڈولی سے مرو میں تیھے   پٹا ہی مری سب ٹٹولی کہارو

ذرا گھر کو رنگیں سے تحسق کرو   یہاں سے ہے کیسے ڈولی کہارو

لو تو [illegible] ہاتھ لگا جاتی کو   سخت بیرحم ہے لو اوہی مر جان گئی

بولے وہ آؤ گے کس لیے تم اُسے کہا   سدا ہی ہر گز بھی ستاکر کہیں جان گئی

ہنس [illegible] اٹھی اوہی مر جان گئی   مست [illegible] ہاتھ سے قربان گئی

[illegible] تک بھی مجھے کچھ کہ بیچ تھا   ہاتھ مستی ہوں [illegible] رات کو کروٹ گئی

[illegible] مجھ کو تری یہ [illegible]   یاں ترے آنے سے یاجی تجھے پہچان گئی

[illegible]   کچھ تو گھبرائی ہوئی بھرتی ہے انسان گئی

[illegible] یاد آتی ہے   راحی روح کل جاتی ہے

کو [illegible] مری آنکھوں کا   سدا کیوں [illegible] کو ہیں آتی ہے

آس [illegible] دارے یہ [illegible] دھوری جاتی ہے   پری کو کالی [illegible] جاتی ہے

میری چھوچھو کی بچی کوئی تڑپا دے بیتوار — لو چھوے اسکے سمجھی وہ مری جاتی ہے

سامنے سسری کو کہاں کے بیسے بہٹ دائی — تیری صورت سے وہ بار لوگ کٹی رہی جاتی ہے

میری پروا نہیں لگیں کو اری آ آ جا — اُسکے پاس ایک ہی اسد پڑی جاتی ہے

کل وہ لشکر کو سدہارے گا سنا ہے میں نے — جاکے لادے تو مجھے اسکی نشانی مادری

اور لو کیا کسی لڈھے سے تجھے دوں گی بیاہ — لائے گر اُس کا تو پیغام ربانی مادری

اسا ہڑا ہی سنا ہے اک اُسکی ناک پر — جاتی رہی وہ امری انگلی کی پور سے

جا پر کہ ہو گیا ترا اینٹھا رس شروع — کہ کا کچھ ان دنوں تری جا ہٹا شور ہے

یں لو وہ اوڑھے ہی بس کل رکی اوڑھی — نا جی مجھے اوڑھا [illegible] کی اوڑھی

کھیا ہے گوٹ کا وہ دوپٹہ مجھے چہ جوش — اور آپ اڑا وہ بیٹھیں ململ کی اوڑھی

گرمی کے مارے ناک میں آیا ہے دم مرا — آ آ اوڑھا دے لاکے کوئی ہلکی اوڑھنی

[illegible] اسکو گھنے ہوں [illegible] — سر پہ ہوا کے ہولی ہے اول کی اوڑھنی

[illegible] لوکو دوڑ [illegible] — کو [illegible] ہلکی اوڑھنی

کھاری [illegible] لگا [illegible] لگا کے — سر پر مرے لہرتی ہیں ہلکی اوڑھنی

سلسا دیا مجھے رنگیں کے دام میں احق — کیسے آگی گرے اک مری دانی کی

[illegible] روا اسکو کوئی — آ [illegible] پر داکس وہ لے

[illegible] رنگیں کی یہ ایجاد ہے — [illegible] آتا ہے [illegible] کس واسطے

نکلا عید کا چاند جو گھر سے شکر والا نکلا آج — کیوں نہ پھیروں میں اپنی گلی اوپر والا نکلا آج

مجھکو روتا دیکھکر بولی وہ واری نگر — تیرے صدقے ہو کے مر جاؤں میں بچاری نگر

ہر مہینے میں گزرتے تھے مجھے بھول کے دن — بارے اب کے تو مجھے ٹل گئے معمول کے دن

اب کے یہ عہد ہے کہ جو بارہ وفات ہو — تو میرے اور تیرے دوگانا وہ بات ہو

دل ہو جل اور جسا کو لگا آگ لگے — اس تری مصحفی کو آگ لگے

رونق سید محمد محسن نام ہے تکیہ ضلع رائے بریلی کے رہنے والے ہیں بچپن ہی سے شاعری کا شوق ہے چھ سات برس ہوئے بسلسلہ امتحان کے لکھنؤ آئے تھے تو مجھ سے ملے تھے اور کئی غزلیں اصلاح دکھائی تھیں اس عرصہ سے معلوم نہیں کہاں ہیں با استقامہ اور ریختہ دونوں رنگ کے شعر کہتے ہیں۔ طبیعت اس طرف متوجہ ہے۔ اگر اسی طرح کہتے رہے تو کسی وقت بہت اچھا کہنے لگیں گے۔ چند شعر ظریفانہ رنگ کے نمونتاً درج کرتا ہوں۔

مسد عمر کہاں ہے اگاڑی نہ پچھاڑی ہے — رہیں سو مکھے گا آگے چلکے اک کیسی جھاڑی ہے

حرم سے شیخ نکلے ہیں عمر بھر کی صدا دیتے — نگہ دار سے ہے سیدھی ہیں اور ہاتھوں میں داڑھی ہے

نگہ پٹے ہماری سعدوں کا آج سر گئے وہ سالے — ابھی آنا ہے بیٹھے ہیں ہاتھوں میں کلہاڑی ہے

وہ ڈیوڑھی پہ ڈھیروں کرتے ہیں گئے ہار میں آکے — محلہ والے کہتے ہیں گدھا کوئی پہاڑی ہے

لو وہ آتی ہیں لو آمال کی ٹھکانا کائی ہوئی — ہائے دنیا کیا کروں مری تو سودائی ہوئی

لے لو میں کیا کروں سنڈی رحیما کے لئے | میری جوتی سے جو وہ پھرتی ہو گدرائی ہوئی
لے در ایچلے تو میٹھو کوئی دیکھے گا اگر | رکھی رہ جائیگی پیا اڑ ہی جو رسائی ہوئی
دولہا بھائی آ رہے ہیں لکھنؤ سے شام کو | باجی آج آیا ہیں کچھ جھکی سی شرمائی ہوئی
میرٹھ سے کہنے لگے فرہاد کھتیا ایک دن | یہ تو بتلا دو کہ کیوں پھرتی ہو اٹھلائی ہوئی

کہیں کمرے کہیں ہیں کہیں مہمان بیٹھے ہیں | جدھر دیکھو ادھر ہی عاشق بیٹھے ہیں

ریاض منشی ریاض احمد نام ہے خیرآباد ضلع سیتاپور کے رہنے والے ہیں منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی کے شاگرد ہیں اسوقت ستر بہتر برس کی عمر ہے۔ راقم الحروف کے حال پر نہایت عنایت فرماتے ہیں اور میں بھی اُن کو بمنزلہ بزرگ مانتا ہوں۔ ریاض ایک زندہ دل بیباک طبیعت خوش وضع انسان ہیں۔ آپ کی شاعری رنگ قدیم میں نہایت اعلیٰ ہے بلکہ میرے نزدیک داغ کے رنگ کو ریاض سے اچھا کہنے والے مدتی امیر احمد کے شاگردوں میں بجز حضرت ریاض کے کوئی صاحب نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بات اُن کے لئے قابل افتخار نہ ہو مگر پھر بھی زمانہ اسکی قدر کرے گا۔ اور کرتا رہا ہے۔

زمانہ حال میں شاعری کی دنیا بدل گئی ہے۔ اور اب طبیعتوں کا رجحان الفاظ کی نراش خراش۔ ترکیبوں اور بندشوں۔ سوز وگداز غیر فطری کی طرف زیادہ ہے۔ مگر ریاض کے یہاں قدامت کے ساتھ وہ انبساط وہ شوخی وہ شگفتگی وہ دلکشی اور رندانہ مضامین میں جدت کی افراط ہے کہ زمانے اُن کی شاعری کو خمریات ریاض مطائبات ریاض کے نام سے شائع کرنا شروع کیا ہے۔ اور آج بھی اُن کے اشعار کی شوخی ظرافت آمیز دیکھکر اسے تذکرہ میں ان کا خمریاتی رندانہ۔ معاملہ بندی کا رنگ لکھے اور اس تذکرہ کے لئے انتخاب کرنے پر مجبور ہوں۔ ہر چند بعض حضرات کے لئے یہ ایک جرأت غیر معمولی سمجھی جائے گی مگر مطائبات ریاض

محرومی ہمیشہ سے ہی تذکرہ کی ناکامی کا باعث ہوگی۔ بعض تذکرہ نویسوں نے ریاض کی شاعری
پر یہ رائے قائم کی ہے اور یہ ضرور ہے کہ سچے عشق کی تصویریں اُن کے ہاں کم ملتی ہیں۔ بلکہ
اُس کے برخلاف بعض بعض شعر غزل میں ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو بداخلاقی کا محرک کہا
جا سکتا ہے اور یہ بات اصول شاعری کے خلاف ہے۔ یہ ایک معاصر تذکرہ نویس کی رائے
ہے مگر مجھے فرض نہیں کہ میں اُس کا اتباع کروں۔ میں ریاض پر یہ کوئی الزام نہیں رکھتا۔ البتہ
البتہ جو شعروں میں ان کی فطرتی شوخی نے اعتدال سے باہر قدم رکھا ہے اُن کے مہذب اور
مستند ظرافت کے دائرہ میں لاتا ہوں۔ وہو ہذا۔

نہ آیا ہمیں عشق کرنا نہ آیا
مرے عمر بھر اور مرنا نہ آیا

[illegible] ہمیں یہ دکھلائی کیسا
ہم اڑا لائے سواح اچھوتا کیسا

جا کے رہ جائیں گے ہم حشر میں سینے کے ساتھ
آئیے آئیے [illegible] وعدہ فردا کیسا

رقص لاتا ہے کوئی [illegible] رنگ شاید
میکدہ والوں کا ہے واعظ سے تقاضا کیسا

[illegible] کلیجے سے لگا لیں ان کو
اِن حسینوں سے کسی بات کا شکوہ کیسا

شوق [illegible] عشق بتاں نہیں [illegible]
کہ کبھی ہم تو ہوس [illegible] مردود رہا تھا

[illegible] وصل کے شکوہ [illegible] جاتا رہا
اُن کا شکوہ [illegible] میرا گلا جاتا رہا

دست وحشت اس طرح اک مدت سے پھرا ریاض
سینہ کو [illegible] میں جھومتا جاتا رہا

یہاں [illegible] ہوئی آ کر کہ آئی لو
ہم سمجھتے تھے کہ محشر میں تماشا ہوگا

یہ دل [illegible] ہوگا [illegible]
ایسے [illegible] قول و قسم سے نہیں سکتا

[illegible] ان کو [illegible] آئیں گے
[illegible] آپ کا روش کیسا

[illegible] تو بھی ملا
[illegible] دیکھی [illegible] نرگس کا [illegible] کا تھا

یہی [illegible] اور [illegible] فردوس
[illegible] یہ مرا [illegible] کا تھا

[illegible] سچ [illegible] رکھا لئے
[illegible] رہا ہے [illegible] کا قاتل نکل گیا

میرے گھر تیل ترک کے یہ ساماں نکلا ۔۔۔ آستیں قیس کی فرہاد کا داماں نکلا

یہی داڑھی سے آبرو رکھ لی ۔۔۔ قرض پی آئے اک دکاں سے آج

کوئی منہ چوم لے گا اس نہیں پر ۔۔۔ شکن رہ جائے گی یونہی جبیں پر

حباب شیشے سے جب پی تو منہ بنا کے کہا ۔۔۔ مزا بھی تلخ ہے کچھ بو بھی خوشگوار نہیں

حنا لگا کے بہو بیٹے ہیں گھر جو ہیں پاس ۔۔۔ کچھ ان کی رسم بہار کا اعتبار نہیں

یہ اچھے ہیں رندوں سے کیوں شیخ صاحب ۔۔۔ بڑھاپے میں کیوں داڑھی رنگواتے ہیں

اک میخواری رندوں سے زاہد کے لیے رہا ۔۔۔ اس ہاتھ مل کے پیتے ہیں کہ اچھی پڑی ہیں

تو تل کا کاگ رندوں تو یہ کوسے اڑا ۔۔۔ ہم گل جلا رہے کے ہاتھ کی آگ کی رکی ہیں

کریں گے کیا کریں گے جو منہ سے ہم توبہ ۔۔۔ کہ اس دکاں سے ملتی ادھار بھی تو نہیں

شیخ صاحب کیا چھپا کے چلے رواں ہیں ۔۔۔ کچھ نہ کچھ حصہ رہنے پائے کا کوئی رہا ہے

نہ ریاض آ سیاہی پیتے ہیں ہاں ریش سفید ۔۔۔ ہائے یہ نور کی مشکل اور سیہ کاروں میں

ہم سا کہے آنکھ قصور میں پڑے ہیں ۔۔۔ ایسے میں کوئی حکیم سے جو آ جائے تو کیا ہے

اٹھو او مہ سے نو ساغر یاس جلد ۔۔۔ آتے ہیں اک رنگ لیے پیالہ کے

دلائے یاد جو وعدے تو بولے جھنجھلا کر ۔۔۔ یہ اور حشر میں لینے کو آئے رو رہا ہے

ریاض آئے تو لوگوں نے میکدے میں کہا ۔۔۔ کہاں سے آج پرانگ برستے ہوئے آئے

ہماری نظر حشر میں شیخ پہ تھی ۔۔۔ وہ سر پر لیے حوض کوثر کے کھڑے

اہل حرم میں جا کے سنا آج شیخ وقت ۔۔۔ کافر ریاض پیر کلیسا کہیں نہ ہو

آئے مسجد سے ہیں جب سجدہ جامعے پاس ۔۔۔ ساتھ ہی آپ کے قبلے سے گھٹا [illegible]

عمر کیا ڈھلی کم سن ہی تھا لیکن ۔۔۔ سو برس ماس کے جو اس [illegible]

سم مستی میں سے ماں کھڑی جاڑوں میں ۔۔۔ ٹھنڈے پانی سے دختر رز [illegible]

واعظ نگوڑیں ہے دختر رز رو نقاب ۔۔۔ آنکھیں پھوٹیں جو ادھر تاک لگائے کوئی

ہمارا عیب کھلتا ہے کھلتی ہے چھپی تو بل — ہمارے کام کیا کیا جامۂ احرام آتا ہے

عادت وہ بری تھے ہے جو کھانے کو ملا بھی — لے مے کدے میں حلق سے اترے ہے نوالے

شیخ صاحب بڑا ایمان ہے کی — اور جو کوئی جیت کی آجائے

کاتب اعمال نکلے کام کے — مل گئے دو دو شریک الزام کے

پاس آداب رہ گیا ہے یہ ہاں شیخ جیوں — جب چلے ہاں صبح جھکے ہم سدگی کے واسطے

اتر گئی سر بارا شیخ کی پگڑی — گرہ میں دام ہو گئے ادھاری ہو گی

شیخ جی گر گئے تھے حوض میں مخانہ کے — ڈوب کر چشمۂ کوثر کے کنارے نکلے

پاس بر میکدہ میں تجھ کو جو پالا شیخ — پھر کبھی اونچے تری مسجد کے مینارے نکلے

یہ کیا مذاق فرشتوں کو آج سوجھا ہے — ہجوم حشر میں لے آئے ہیں اٹھا کے مجھے

چھیڑ کر شیخ رہا دکو ڈرتا ہوں ریاض — کہہ مسجد کے عوض ہو یہ مرمت میری

شیخ سے لے آگئی ہے ایسی عمر کی — میکدے سے اب بڑائی جائیگی



حرف ذ

زاغ - تخلص تھا جناب منشی محمد حسین صاحب ناطق بداونی کا۔ ابتدائے شباب
میں کچھ ایسے جوش کچھ احساس کی فرمائش کچھ ضرورت رہا۔ کچھ امرا کے حق گوئی کے لئے ظرافت
کے رنگ میں بھی شعر کہتے تھے۔ اور بعض شعر اس رنگ میں بے مثل اور لاجواب ہوتے تھے۔ اب
ظرافت گوئی بالکل ترک کر دی ہے۔ مگر متین اشعار میں ان پرانی سوجھیوں کی جھلک باقی ہے
ناطق ایک پختہ مشق زود گو اور پُرگو شاعر ہیں لیاقت اردو فارسی بقدر ضرورت ہے شعر [illegible]
کا [illegible] ہے۔ [illegible] کی کافی مہارت ہے۔ حتیٰ کہ بعض اخبارات اور رسالے کے آپ
اڈیٹر بھی رہ چکے ہیں اور ادبی مشغلہ جاری ہے آپ کی تصنیف [illegible] ایک [illegible]
[illegible] ترک کیا [illegible] ہیں۔ ایک دیوان [illegible] تھا [illegible] اتفاق سے دلی
کے غدر میں گم ہو گیا مگر [illegible] حافظہ کی مدد سے کام لیکر دوبارہ اس کو جمع کر لیا
[illegible] ایک قسم کی [illegible] گئی ہے۔ اور [illegible] گئی ہیں۔ [illegible] زیادہ ہے حتیٰ کہ بعض
اوقات معمولی [illegible] انجمن جلسے [illegible] اور پھر [illegible] اس [illegible] سے [illegible] نہیں ہوتے
دہلی میں زیادہ تر قیام ہے [illegible] لکھنؤ میں قیام [illegible] مگر کبھی کبھی [illegible] جیسا ہوتا ہے دہلی
[illegible] دہلی چلے جاتے ہیں اور مہینوں واپسی کا نام بھی نہیں لیتے [illegible]
اور [illegible] شاگرد حضرت [illegible] کی مرحوم [illegible] کرتے ہیں [illegible]
ملازمت ہے۔ [illegible] اکثر [illegible] پڑھا ہو جاتے ہیں [illegible]
سا [illegible] ہوتا ہے۔ کلام ظرافت کے لئے [illegible] کچھ [illegible] کس طرح کلام
[illegible] آخر کار [illegible] تھا اچھا ہوگیا

جو ایک وقت میں ان کے سر لیے ظریف رہے ہیں تھوڑا سا کلام مل گیا جو درج کرتا ہوں —
[illegible] کی عمر اس وقت تھا پچاس برس کی ہوگی - مگر طبیعت میں جوانی کی شوخی اور دل میں اولکا
[illegible] کی امنگیں باقی ہیں تاہل اور خانہ داری کے جھگڑوں سے بالکل آزاد تھا گوشہ عافیت
میں زندگی بسر کرتے ہیں نمونہ کلام یہ ہے —

مٹی ہے [illegible] ظلمت سے لیلیٰ شب ہے ... ار ار صبح کی ریالی اُدھر گئی ہوگی
ریب [illegible] کا لکڑی کے ہل [illegible] ... جو آن سے کے دست مبارک [illegible] گئی ہوگی

[illegible] کی [illegible] کا بیاں [illegible] اڑ آئے ... مالوں میں مرے نکہت گو رشتہ آئے
وہ [illegible] یہ کہتے ہیں کہ کیوں [illegible] آئے ... جو [illegible] لوں کا ہوا کے ادھر آئے
[illegible] طبیعت [illegible] ... اے حسرت دل آپ کے دشمن کدھر آئے
گرگٹ کو جو یاروں نے [illegible] دیکھا ... سر گی عالم کے کرشمے [illegible] آئے
دکاں دل عاشق سر [illegible] ... دینے کے لئے مرہم داغ جگر آئے
[illegible] ان مٹھائی ہی دکھلا دے ... [illegible] میں [illegible] عاشق [illegible]
وہ مانگتے ہیں داغ کے آ [illegible] ... اڑتا ہوا [illegible] مارا ادھر آئے

[illegible] ... ان کلاس گیا [illegible]
پاکر [illegible] ... [illegible] معلوم ہے

[illegible] ... واہ [illegible] مہاروں کا
[illegible] شمشیر [illegible] ... [illegible] سارن کا
[illegible] ... [illegible] بیارم [illegible] آج [illegible] کا

میرٹھی مُلا سے یہ پوچھے کوئی   کیا رہا پانِ زراعت کا سالی نہیں

زانیؔ۔ دکن کے ایک مشہور شاعر تھے۔ میر غلام حسین اسحٰق برہانپوری انھیں کے شاگرد تھے۔ گیارہویں صدی ہجری کے شاعر تھے۔ کلام باوجود تلاش بھی دستیاب ہوسکا ایک مرتبہ ایک شخص سے کچھ شعر سُنے تھے اب وہ شخص بھی نہیں۔ مجبوراً خاموش ہوتا ہوں۔

زبیرؔ۔ سید باقر حسین نام ہے۔ سنا ہے کہ مشتاق گنج لکھنؤ میں قیام ہے۔ نہایت قابل اور فاضل شخص ہیں گو مجھ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ مگر سنا ہے کہ پچاس پچپن سال کی عمر ہے۔ ایک غزل مطبوعہ نقل کرتا ہوں باقی کلام ایک صاحب سے زبانی سنا تھا اور لکھ لیا تھا۔ زیادہ حالات معلوم نہیں۔

ہے جگر پہ زخم کے سینہ پہ گِن دل کے پاس   سنگ خارا کی ہے آ رکھی ہوئی سل دل کے پاس

بیٹھے پاس میں کیوں بیٹھے اگر جاتے ہیں ہم   ہو گئے ہیں اوچھلے آتے ہیں سب بسمل کے پاس

ناک کے ہلا میں پستہ گال پر ہے پان کے   اک پہاڑی میں رکھا ہے سیب نقل کے پاس

کیا تایش حسن کس کر کنگھی ہیں جا گریں   دل کے دیر دل کے پیچھے دل کے اندر آ کے پاس

بولے کہ آئے چودھویں رات کو ہاں اُن کا ملاق   آ گیا مہتاب ہے گویا یہ مائل کے پاس

گر طلسم انفتاح قلب انکا لوسے وہ   یہ سلیپ پیری انگا لے تو اپنے دل کے پاس

ہے حسین پریشاں کے پیچھے یہ مٹھی سی ناک   یا کھرل کا، کھدیا پیچھے ہے بٹہ سل کے پاس

پھرتا ہے اس وقت ریشہ اس کے رخ کے ارد گرد   گھومتا ہے جا بجا پراسرار مہ کامل کے پاس

حسن تاک ان دست نازک کی ہو کھائی تھی   گرد گاہ شیخ بھی مستانہ ساقی تھی

یہ سب کس واسطے پھیلا مرا پائے نظر   سبزۂ خط عارض جانانہ بھی کائی تھی

کون کہتا ہے کہ غالب کی نہ ہیری قبر میں | کاوکاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ تھی

سر میں جوئیں ہیں اُن کے آہو ہیں یا ختن میں | یا کہ جیسے ہاتھی پھرتے ہیں گھنے بن میں

زیرک - گوبند رام نام تھا ایک کشمیری پنڈت تھے جو لکھنؤ میں رہتے تھے - شعر و شاعری سے اچھا ذوق تھا اور فن شعر کے نہایت اچھے جاننے والوں میں تھے - ایک مرتبہ محمد علی حزیں نے کشمیریوں کی ہجو میں ایک قطعہ کہا تھا اتفاق سے وہ قطعہ زیرک کی نظر سے بھی گزرا انھوں نے اس کے جواب میں بہت سے قطعے کہے چند شعر حزیں کے قطعہ کے اور کچھ شعر زیرک کے قطعے کے تفریح طبع ناظرین کے لیے نمونتاً لکھے جاتے ہیں

اشعار قطعہ حزیں

شرح قومی سوار من که ندارند | از شرم و حیا غیر سار الیتان مطلب
همه حامی و دلاک لو ا علا لس | مابقی دله و شاد و دگر ارباب طرب
دیدیم با مه ستان رهزن حلق حذا | در نجاست لعرا ادیل رسا ندسب
کس نه دیده لوطی ز را کشمیری ها | در جهان چو لوطی زید وال الله طلب
یک از این قوم ندیدیم که ست ولو بر کیسه | دیگرده چو رسر اح را به تقرب
بی نکته دوا ندیشان شوق | مرد السل ال دود ام را دلو د تا طلب
بی حیب عیب اگر به تم اظهار کرد | لعد اوت چو در آید همه گویند سبب
در ثبت جو در است و مروت ز یلور | سخاوت بو عزاتش شجاعت ز ربا
حرف بلیلی کرد کند خامه آنها تحریر | هرج و سالم آمد اینه هیی احرب
گر کسی دارن زارت بیوش حول دیره | در برابر گفتم یابان حصه عجیب

کفش و پاجامه بماند به یکی از عجمی | لنگ و عمامه تمامی برد از اهل عرب
تا می زاد ز دیبائے دنی کشمیری | کاش این تحفه بستروں بدی المین عرب

جواب زیرک

شیخ سیطان که حزیں نام و حطالس آمد | در سخن یافتی ریں بحر و زمان منصب
بیحیا آب نه در چشم و نه مردو دارد | حاک و ساخت مگر بے خجلت رب
قلتبان چون به دیدق عروسان ماں | میهمان خفته را سد نحو السن هر شب
همچو پیکان دلش عیبر دل آزاری هست | چون کمان خم بشود پیش کسے حرمطلب
خانه اش بے به فلک هست بر دے زمیں | سر بسر جامه اندار چو ابن الوقت است
ساکن دیر سه و رائر تحانه هسد | غور کن بود دل اورا سا ایں حبه سیب
کست در سلطنت لے شیخ نگو استادت | که عزازیل بود پیش تو طفل مکتب
فتنه یار اده ایران ز وجود ت سار | مادر ب ام خبائث شده چون بت عنب
چون تو مودی سر و راه دگر ره لوطی | ریشے سوراخ به و پیداست و لوت عقرب
مرده مادحر ه رسان دلسب مرکے آید | مدا گر و رحق پیکان تو گوئی چه عجب



حرف سین

سب رنگ ۔ قاضی عبد الغنی نام تھا بدایوں کے رہنے والے تھے قمر صاحب کے شاگردوں میں تھے ظرافت گوئی کا شوق تھا اور نہایت اچھے شعر اس رنگ میں نکال لیتے تھے چند شعر یہاں لکھے دیا ۔

فضول کس لئے تکلیف ہو پکانے کی
لگاؤ تاک کہیں روٹیاں چرانے کی

اسی سے تجھ سے مرے دل میں پھیر دی جھاڑو
تری نظر نہیں کچھ بھی ہے مال جانے کی

اگرچہ کچھ تو باقی نہیں ہے اب لیکن
ابھی تک آپ کو عادت ہے سر کھجانے کی

وہ دلگی میں پرائے گئے ہیں دل میرا
اب اُن کو فکر ہے میرا کفن چرانے کی

سنا ہیں ہے تم ہیں اُلّو کاٹ کھاتے ہیں
یہی سزا ہے بیسوں کے منہ لگانے کی

سنا ہے بیٹھے ہیں آج اُن کے در پہ اٹھا کر
ابھی انہیں ہے ترنگ کے سنانے کی

سجاد حسین ۔ یہی مشہور و معروف ذات تھی جنکی ادارت میں ہندوستان کا ہر دلعزیز ظریف اخبار اودھ پنچ سالہا سال ۱۸۷۷ء سے ۱۹۱۲ء تک نہایت شان اور آن بان سے نکلتا رہا منشی محمد سجاد حسین مرحوم کے والد منصور علی صاحب ڈپٹی کلکٹر اپنے جوہنِ لینے کے بعد اک عرصہ دراز تک حیدر آباد میں مول رحج کے عہدہ پر ممتاز رہے ۔ منشی صاحب موصوف ۱۸۵۶ء میں بمقام کاکوری ضلع لکھنؤ پیدا ہوئے اوائل عمر میں ریرگا الی نواب واحسین صاحب لڑکوں میں تعلیم پاتے رہے اور ۱۸۷۳ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کرکے کچھ دنوں کیننگ کالج لکھنؤ میں ایف اے میں تعلیم پائی ۔ مگر تعلیم سے دل اچاٹ ہو گیا اسی لئے امتحان میں شریک ہ

تلاش معاش فیض آباد گئے۔ اور وہاں فوج میں اردو پڑھانے پر مقرر ہو گئے۔ لیکن طبیعت کو
اس کام سے بھی کوئی خاص لگاؤ اور مناسبت نہ تھی۔ اس لئے جلد ہی [illegible] اس شغل کو
ترک کر کے منشی محفوظ علی صاحب کے مشورہ سے اودھ پنچ نکالنا شروع کیا۔ اور اس میں اپنی
خداداد ذہانت سے وہ طباعی دکھائی کہ جلد ہی دور میں یہ اخبار نہایت مقبول ہوا اور ایسے
ایسے نامہ نگار آپ کو مل گئے جنھیں صاحب ظرافت کہنا کسی طرح سے بیجا نہیں ہے۔ مرزا
مچھو بیگ ستم ظریف۔ تربھون ناتھ ہجر۔ نواب سید محمد خاں آزاد۔ سید اکبر حسین اکبر الٰہ آبادی
منشی احمد علی شوق۔ منشی جوالا پرشاد برق۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار۔ منشی احمد علی کسمنڈوی
ابو الکلام مولانا سید الیٹھوی وغیرہ وغیرہ ان مضمون نگاروں نے اور بھی اخبار کو چار چاند
لگا دیئے۔ اور انہیں کی بدولت آسمان شہرت پر آفتاب بن کر چمکا۔ اودھ پنچ نے زبان اور لٹریچر
کی وہ گرانقدر خدمات انجام دیں کہ آج تک یادگار ہیں۔

اخبار کے علاوہ منشی صاحب موصوف نے چند ظریفانہ ناول بھی تصنیف کئے جو آج بھی
دنیائے ظرافت کے لئے مایۂ صد ناز ہیں۔ جن میں سے حاجی بغلول۔ احمق الدین۔ پیاری دنیا
میٹھی چھری۔ قابل ذکر ہیں۔ رینالڈ کے ایک انگریزی ناول کا ترجمہ نہایت سلیس اور
دلکش اردو میں کیا جس کا نام طلسمی فانوس ہے۔ گو یہ ناول ایک ترجمہ ہے۔ مگر لطافت
اور ذہانت نے اس کو طبع زاد بنا دیا ہے۔ ایک کتاب سیاحت شیخ چلی بھی نہایت دلچسپ
آپ نے تصنیف فرمائی جسے ظریفانہ تاریخ میں ایک درجہ امتیاز حاصل ہے۔

منشی صاحب موصوف کو ایک مستقل شاعر کہنا زیادتی ہے۔ مگر اکثر جگہ اُن کی [illegible]
طبیعت سے نظم کے جواہر بھی نکل گئے ہیں جو یقیناً ادب کے تاج کے لئے سجا ہوا
موتی ہونے سے کم نہیں۔

آپ کی نثر کے نمونے یہاں بھی شعر سے کم نہیں ہیں۔ مگر ہم یہاں ان کو نظر انداز
کرتے ہیں اور صرف چند اشعار جو آپ کی تصانیف سے چنے ہیں درج کرتے ہیں۔

حیات شیخ چلی تمام ہوئی تو آپ نے یہ تاریخ لکھی ۔

چھپے ہیں قصے جو شوخیاں ہیں طرف | ہے جو ہر سو فی المثل فرخندگی خندیدگی
سال تاریخ جو ڈھونڈا ہاتف غیبی نے کہا | شیخ چلی آ گئے دنیا میں ما شخیدگی
١٣١٩

حاجی بہلول جب کنڈے والی پر عاشق ہوئے ہیں تو ہجر میں کچھ اشتیاقیہ شعر بہلول کی زبانی آپ نے لکھے ہیں ۔ ملاحظہ کیجئے ۔

مرے دل کے مونڈھے پہ بیٹھو صنم تم | قرار گھنگر ٹھٹھرا ہوا ہے

یاروں کو کیوں ہے واقعہ کھیل ہو گیا | کیا امتحان عشق میں یہ فیل ہو گیا
تن ہو گیا ہے سوکھ کے کانٹا مول کا | اپنے تو حق میں عشق امر بیل ہو گیا
اشتیں عدم کو چلے ہم فراق میں | حالی تمہارا ہجر میں ریل ہو گیا
دیوانی تو صداری سے چھڑا کہتے ہیں عشق | بہلول کیا ڈرے گا اگر جیل ہو گیا

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند | دو ایک ہاتھ چاہ پہ جب ڈول رہ گیا
ہے دیا جب اس نے گالوں پہ بوسہ | منہ کھولے غم سے ہائے یہ بہلول رہ گیا

الدلوں ہم سے لطرر ، کر انکار لیا | ساتھ سا ئس لوسے گا ڈیمپ یاد کیا

بہلول کے مختار ، سام کا ایک شعر

تیر دم انکھیں ما نہ حویس را | دہ جا ش سار سا کم و ۔ ر ا

حاجی صاحب جب عدم کی طرف رجوع کرتے ہیں تو فرماتے ہیں ۔

عمر یہ وقت لعادل کمر ا سے | تمر پ س نے مدالسا کو دیا ہے

حاجی صاحب جب گڑھیا میں خو جاتے ہو جا سہر اور لیتے ہیں

ہوئے تجھ سے ہم جو رسوا مجھ سے کیوں دل کڑھ گیا — وہیں تہمت قتل عاشق کی ہیں غائب کرتے

سخی۔ تخلص سید پیر حسن علی نام۔ آپ کڑا ضلع الہ آباد کے باشندے اور سید جلال بخاری کی اولاد سے تھے۔ درویش مشرب۔ آزاد مزاج۔ یار باش خوش خلق۔ پابند وضع آدمی تھے نماز روزہ کے پابند تھے۔ بھاکا اور دونوں زبانوں کے شاعر تھے۔ بھاکا میں اور تخلص تھا اردو کے کلام میں نہایت شستہ اور رنگ ظرافت ہوتی تھی ۱۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور چونسٹھ برس کی عمر پاکر ۱۲۹۳ھ میں وفات پائی۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

بوسہ بندہ سخی مانگتا ہے — ایک دیجئے گا تو دس پائیے گا
اتنا کہا تھا کہ بوسہ دو کہہ — گالیاں دیں سو ہزار یہ کیا
کہاں دل کو گھر سے نکل جائیگا — ابھی جھٹ پٹے میں نکل جائیے گا
مرے دل پر آئیے یہ فائدہ ہے — ذرا اور سانچے میں ڈھل جائیگا
شیخ جی کہتے ہیں عصا کو سرام — ایسے پوچھو تو ہیں یہ گاتے کیا
سر جو ٹکراتا ہوں تو کہتے ہیں — میرے دیوار کا خدا حافظ
ایسا ہیں جس کا نامہ اعمال — دو فرشتے سیاہ کرتے ہیں
توبہ سے شیخ جی ڈرا نہ کہو — دیکھو وہ مست کہیں خدا ہی ہو
دل کو لو ہاں جو کہتے ہو — ہم ہی لیں گے ہم ہی لینگے

سحر مولوی۔ اودھ پنچ سابق کے ایک مضمون نگار ہیں جن کا نام اور حال معلوم نہیں غزل یہ ہے صنعت عرائس المعنی میں کہی گئی ہے۔

ما سیر سحر عکس بیاض رخ جاناں ہے — چمک خورشید عالمتاب کی تنویر جاناں ہے
الٹی زلف لیلیٰ نام ہے شب دیر محبوب پر — کہ ناقہ کو خیال لیلی ہمسر خراماں ہے

نجات میری پروردہ ہے کسی انداز عصا کی | کہ مجھکو خواہش بیجا اہل کیش ہراساں ہے
زوال کش ہوا ہے کب تہلکہ نہانی کا | مرا دل بھی گدر گا تجلی ہا سے جاناں ہے
سر مست کش تیغ ادائے یار عاشق کو | کہ ہر اک لخت دل پروردہ آغوش پیکاں ہے
تمنائے مصیبت آزما کچھ اور کہتی ہے | کہ وقف سادگی ہائے دل بیدرد حرماں ہے
بہ ربط الفت کسی حور قصر وشیناں ہے | کہ ہر اک تار ہر اک تار اک زلف پنہاں ہے
میں احساں کش ہوں کیونکر تیرے لطف ہائے بیجا کا | غم آوارگی ہائے صبا مجھکو فراواں ہے
وا ہے حسرت نگہ ہی یہاں صحبت ارادت کا | تعجب کیا ہو گر جا بجا ہم نکتہ سنجاں ہے

سرشار شیخ رمضان علی نام ہے سندیلہ کے رہنے والے ہیں سید مصیب علی صاحب مصیب کے تلمذ ہے۔ انہوں کے متوالے ہیں اور اکثر اُسی کی طرح میں شعر فرماتے ہیں۔ اس عمر تقریباً پچاس برس کی ہو گی تلاش کے بعد صرف دو شعر مل سکے وہ یہ ہیں۔

ایسوں ہی کے کھائیں جو سیر کی ریوڑیاں | کیا مکھیوں کے چھتے ہیں مجھ ناتواں پر
ہمارے سامنے بھی سامان کیا کیا تھے تیرے | ادھر تھیلا ہے کوڑوں کا ادھر سیاہی ایوں کی

سرشار یعنی پنڈت رتن ناتھ سرشار مصنف فسانہ آزاد۔ و سیر کہسار و جام سرشار وغیرہ
آپ کے والد کا نام پنڈت بیجا ناتھ تھا۔ جو لکھنؤ کے ایک معزز کشمیری خاندان کے رکن تھے۔
سرشار مرحوم ظریف شاعر تھے صرف نثار ظریف تھے۔ مگر روانی طبع میں اپنی نظموں میں وہ وہ چلبلے اور چٹکیلے شعر کہہ جاتے ہیں جو دوسروں سے بالارادہ کہنا بھی مشکل ہیں۔
اول اول یہ اودھ پنچ میں ظریفانہ مضامین لکھتے تھے۔ اس اخبار سے بہت کچھ ان کی ظرافت نگاری کو ترقی ہوئی اور ایک عمدہ نثار ظریف کی قابلیت اس میں پیدا ہو گئی مگر چند روز کے بعد اودھ پنچ کے نامہ نگاروں سے علٰحدہ ہو گئے اور اودھ اخبار کی اڈیٹری کر لی۔ چونکہ

سجاد حسین مرحوم ایڈیٹر اودھ پنچ اودھ اخبار پر ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے اور سرشار کو
جواب دینا پڑتا تھا اس لئے آخر میں دونوں صاحبوں کے تعلقات کچھ اچھے نہیں رہے تھے۔
مگر انصاف اور حقیقت یہ ہے کہ سرشار نے جو کچھ سیکھا وہ اودھ پنچ ہی سے سیکھا اور یاد رہے
اس کے کہ وہ شگفتہ بامحاورہ نثر لکھنے میں مشاق تھے۔ ہر طبقہ ہر فرقہ کے حالات اور محاورات
سے باخبر تھے۔ ظرافت نگاری ان کا جزو طبیعت ہوگئی تھی۔ مگر سجاد حسین مرحوم کی ظرافت سے
اسکو ذرہ و آفتاب کی بھی نسبت نہیں ہے۔ رتن ناتھ سرشار جب ظرافت لکھتے ہیں۔ تو کچھ رسوم
و رواج کے نقشے کھینچکر کچھ محاکات پیدا کرتے ہیں کچھ اس فرقہ کے حالات لکھتے ہیں اور ان کے محاورات
کو داخل کرتے ہیں۔ کچھ اصطلاحات خاص لاتے ہیں۔ کچھ ضرب الامثال سے زینت کلام بڑھا
لیتے ہیں۔ کچھ ہنسنے ہنسانے والے الفاظ استعمال کرتے۔ کچھ کلام کو طول دیتے ہیں۔ کچھ
مشاہیر کے تڑپانے والے اشعار موقع بموقع لکھتے ہیں تب کہیں جا کر عبارت میں ایک لطف
پیدا ہوتا ہے۔ اس میں بھی ایک نقاد کی پہلی نظر نکتہ چیں کو اردو کا عیب صاف اور کھلا
ہوا نظر آتا ہے۔ اور دوسری نگاہ خوردہ بیں طوالت کلام کی وجہ سے ہر داستان کو بعد از
ختم ہونے کی داستان خیال کر لیتی ہے رنگین الفاظ کے قالب ظرافت کے نقش و نگار سے مزین اور
مرصع معلوم ہوتے ہیں۔ مگر وہ نقش چیں سے زیادہ نہیں ہوتے۔ ان میں کوئی روح
یا جان نہیں ہے۔ عام نظروں کو دھوکہ دینے میں البتہ مدد کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ پر
سجاد حسین مرحوم کی عبارت کو دیکھئے تو وہ عربی فارسی کے ملیح اور دوربی الفاظ کی ثقالت
کے باوجود بھی اتنی رنگین ظرافت میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔ کہ دیکھنے والے کو کوئی حصہ اور
کوئی بیرونی اور اندرونی پردہ اس سے خالی نظر نہیں آتا۔ غور کرنے پر اس کے لطف میں
برابر اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک ایک سادہ فقرہ بھی ان تمام فرائض کو ادا کرتا ہے جنہیں
سرشار ایک ایک کر کے جمع کرتے ہیں۔ ایجاد۔ ایجاز۔ اختصار۔ فصاحت۔ بلاغت۔ ہر جگہ
دوش بدوش نظر آتی ہیں۔ ایک ایک پھبتی ظرافت کے ایک ایک دفتر کا جواب ہے

ہر فقرہ پکارتا ہے کہ جس جگہ میں ہوں اس کے لئے وضع ہوا ہوں۔ ہر جملہ بتاتا ہے کہ اس
رنگ خاص کا میں ہی آمادہ ہوں اور مجھی پر اس رنگ کا احسان ہے۔ سجاد حسین مرحوم کی عبارت
کا دیکھنے والا بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ ع در یار جواں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری —
راقم الحروف جب سجاد حسین کی کسی عبارت کو دیکھتا ہے تو نعمت خاں عالی یاد آتا ہے۔ صرف زبان
کا فرق رہتا ہے باقی کچھ نہیں۔ ہاں اس میں کلام نہیں کہ ان جواہرات کو جوہری ہی پرکھ سکتے ہیں
ناشناسان ظاہر بیں اسکی بلاغتوں کو دیکھ نہیں سکتے۔ اسی لئے کہیں سجاد حسین کے
مقابلہ پر سرشار کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور کہیں کسی دوسرے کو اس کے سوا کہ وہ اپنی پسند
کے مختار ہیں عقل رسا ذہن نقاد۔ ذوق سلیم۔ ان کو بے شعور محض ہی کہہ سکتا ہے۔ ایڈیٹر
اودھ پنچ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کا تبسم قہقہے کی حدود میں پہونچ جاتا ہے۔ مگر وہ
یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ یہ تبسم اگر قہقہہ ہے تو اس سے طرارتوں پر دوسرے خرمنوں پر بجلی
گر جاتی ہے اور اگر تبسم ہے تو مزاج و مذاق کے ہر طرے تمیزدار کو بھی ایک
عجیب تیر مار دیتا ہے۔

سرشار مرحوم نے پچپن چھپن برس کی عمر پا کر ۱۹۰۲ء میں بمقام حیدرآباد انتقال کیا
شاعری میں منشی مظفر علی اسیر مرحوم کے شاگرد تھے اور نہایت عقیدت رکھتے تھے۔ کوئی دیوان
کلام نہیں ملتا۔ مگر ان کے متفرق کلام سے جو اشعار منتخب کرکے لکھتا ہوں۔

۱۔ مثنوی تحفۂ سرشار

لبدل کی بیلا دو آتشہ سا　　　اے پیر مغاں کدھر چھپا ہے
داتا بلوا سرا سا اچھوتی　　　جو سنو ہو نرگس بہر جو ٹھی
کہ سر کی لہری ہوتی ہے مطہر　　　لہٹی وہ آں جیسے سے ہے حید
دوسرے ہوں پی گیا اک سطر　　　زاہد کو ایک ہو یہ آ

نوری کا تی کا کوں ماسے   لاکھوں میں پٹے کھلے ہرالے

اے شیخ تجھے خدا کی سوگند   رندوں کی گرہ میں باندھ دے سد

ہے موسم سے لگا لے جام بادہ   اک لوٹ دھیا پی میری زیادہ

کیوں شیخ کو احتساب ہے یہ   کچھ زہر نہیں شراب ہے یہ

کیوں تھلہ اگر کوئی پری چھم   با ناز و کرشمہ و خشم و چیم

بحر دو پی ریاست تا رق   ہنستی کھلتی ہوئی اما البرق

کھڑکاتی ہوئی وہ بوٹی بوٹی   ابھرا سینہ کھچوری چوٹی

یاریما کو خوب چھم چھماتی   پیاری پیاری گھیں دکھاتی

لٹا کے گلے کہے مری جاں   جو کچھ کہوں مال لو میں قرباں

پی لو یہ شراب پرتگالی   اٹھتی ہیں گھٹائیں کالی کالی

گورے ہاتھوں سے پی علی جاں   میں صدقے لگا دو مجھکو اک ماں

اس یاں کو سے کے ایک کھا دیں   میٹھے میٹھے مزے اوڑا دیں

ادہرم مودہرم ہوئی ہو یا بیپ   جو کچھ کہے سب وہ کیجیے آپ

اور میں بھی کہوں اٹھا کے شکل   تسلیم جناب قبلہ مس

لے کے یہ کلام رو درم ہو   تب کو کھٹکے سے وہ کرم ہو

کھٹکا نہیں ہے درم کو کھٹکا   سیکھا اچھا ہے تم نے لٹکا

اردو دیا ہے دوں ہے کس کی   میڈم کی یہ میم کی ہے کس کی

جنٹل مینوں کو دے تو دسکی   کسکی رہی اور رہے گی کس کی

نیچرل شاعری کا بہترین نمونہ سرشار نے اس انداز سے دکھایا ہے کہ اُن میاں
لے جو کوشش ما چاہئے جو خواہ مخواہ ہر ایک کی شعر کو شاعری سمجھ کر اُسے نیچر کی
داد سو سو بار کرتے ہیں۔

اے انجن ریل رہ نوردی | دے جبینہ جھکڑہ دوردی
اے کاگ جہد و لیمونیڈ | دے برق جہندۂ برگیڈ
اے رشک حرام ریل گاڑی | دے رونق ٹانگن پہاڑی
اے درتگ و پو برگ دلدل | دے گولہ توپ خنگ کابل
اے پیر گماں ملک ایراں | دے برش خنجر صفاہاں
اے جوشش ابال گرم ہانڈی | دے قلقل بوتل برانڈی
اے ریگ رواں دشت چقماق | دے چنگاری سنگ چقماق

ایک اور ساقی نامہ ہے جو سرشار نے اپنے سب سے زیادہ دلچسپ ہیرو خوجی کے نام سے فسانہ آزاد کی جلد چہارم میں لکھا ہے۔ خوجی فسانہ آزاد میں وہی درجہ رکھتا ہے جو سجاد حسین مرحوم کے ناول حاجی بغلول میں خود بغلول اور حرفہ ریوڑی یا احمق الدین میں کھوسے لال، آپ ایک حماقت کی سربستہ پوٹ ہیں۔ جن کے کھولے یا کھلنے پر انواع انواع کی غیر ضروری اور ضروری حماقتیں برآمد ہوتی ہیں اور جب خوجی کی ذات سے خوجی کی حماقتوں کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو وہ ایک حماقت بھرا کی دل خوشکن اور مضحک تصویر بنکر رہ جاتے ہیں۔ ساقی نامہ کی نقل یہ ہے۔

اے ساقیٔ مشک رنگ شب فام | دے بھر کے افیم ناب کا جام
دستک ہے مدام جاں باقی | ٹپکا منہ میں افیم ساقی
جیسا بیگم کا عاشق زار | یعنی خواجہ بدیع بیمار
رسوں سے ترس رہا ہے ساقی | رہ جائے یہ آرزو نہ ساقی (خوجی)
ساقی قدح افیم دیدے | اور اس میں ملا کے سم دیدے
لیتے ہی پینک خوب چڑھائیں | اور کڑوے کریلے نیم چڑھ جائیں
لیتے ہی جو کہنے لگوں اشعار | پینک کا ہو دیو مجھ پہ اسوار

کاغذ کا ورق سیاہ ہو جائے دشمن میرا تباہ ہو جائے

سطریں ہوں رشک زلف خوباں اور رشک کاکل حسیناں

ہر لفظ سے حسن کی دلہن اور خواجہ بدیع شوہر ان

ساقی چینی کی پیالیاں لا آب اسود کا جلوہ دکھلا

کر رحم پلا افیم چینی نادست بہ کشتم کہ تار بینی

ہونٹوں پہ آگئی مری جاں ر نجم معز اسے مادادان

تو ہے مرا اور میں ہوں رنجور اس ملک کا کیا یہی ہے دستور

ہے میری دعا کہ خالق کن رسا ہے تری دکاں پہ ہر سن

مجمع رہے وہاں افیمیوں کا دل شاد رہے سدا ٹکھیوں کا

یاری موت نہ ملا ہے بس اس کی افیم ہی دوا ہے

مر جاؤں گا گر نہ دے گا افیون سوگند بذات پاک بیچون

پیاری ہے افیم جان و دل سے پیاری ہے افیم تیرے تل سے

(دوسرا ساقی نامہ بزبان جوگی دخواجہ بدیع)

پلا ساقیا مالوے کی افیم کہ ہے شوق گلگشت باغ نعیم

کرم کر حقیروں پہ مائی ڈیر میں قربان جاؤں ذرا لکم ہیر

پیاسا کئی دن کا ہوں ساقیا جھلک آب اسود کی مجھکو دکھا

نہ مطرب نہ ساقی نہ پیالہ نہ چنگ نہ چانڈو نہ افیموں کا مجا ہے رنگ

جلا دے دم واپسیں اے کریم سرہانے یہ کہہ قم باذن الافیم

نہ تاخیر کر ساقی مشک رنگ پلا جام افیوں ابھی بے درنگ

دم بیک دو پیش ہے رنج و غم پڑا ہوں یہ کلام فصیح عجم

کر پائے رحم بر حال سقیم کہ ہستم اسیر کمند افیم

جو ٹھکے مرے منہ میں افیون یار — تو کم ہو ذرا جوشش اضطراب

سجیاں ذا ئیون پہ مچورنہ — سجیاں نبات و شکر می خورند

نگہدار مارا ز راہ خطا — خطا در گذارد ادیم بسا

ندارم بجز از تو فریاد رس — بدہ جام افیوں ساقی ہوس

خراب و سیہ مست و ترو اہم — بدہ ادیہم ادیہم ادیہم

مدیا لس اسد وکلی می رمال — دم صبح ہوتا ہے بینک کا دمیاں

ایک جگہ خواسہ مدیح (الرما) مدیا معروف ہے جو جی ایک ڈاکٹر سے دعا ہیں تو فرماتے ہیں ۔۔

خدا کی قسم شکر کر شکر کر — قرولی سے خالی ہے میری کمر

ذرا بیچ پاس ہوتا اگر — تو جی کرکے میں بھونک دیتا جگر

جو بیک میں ہوا ہیں بیٹے جبر — تڑپتے کی صورت اڑا دیتا سر

دو چار جگہ خواجہ ریحا یعنی خوجی صاحب حلوائیوں کے ایسے پیچھے پڑے ہیں کہ اپنے تصور میں تمام حلوائی کی دوکان میٹھا کر گئے ہیں اور ڈکار بھی نہیں لی ۔ اس رنگ کے شعر بھی دیکھئے ۔

خواہش ہے حلوہ کی ہے سہ خواہاں شکر ہیں — سپیلے پڑے ہوئے تو ہی کی بھٹی بطر ہیں

کھٹیاں رہ گئیں رات تو تڑپ ٹل گئے — آنسو بن چلی میرے اور ڈھل گئے

ہم اسے یار کرو گو ہیں گنہگار ہیں — ہم بھی اس عیب تیرے پیش فنا اردیں

کیا ہی کل بچیاں کا ان دوارہ — سوکس واسطے مل کرتے ہیں انکار ہیں

بیچ حلوا کو گاڑ سب ہوسار — ڈالوا کر پوہ ہاتھ مرے ہا کر

بوسہ مانیں یوں گے گال کو اتنے پر — قند گل شاہ تہ کر جو دیکھو قند یا

کیوں زمانے میں مٹھائی ہوئی مہنگی اتنی   جا بجا ہوتے ہیں مولود ہزاروں میں

کیوں نہ عشاق رہیں چیونٹیوں کی صورت گرد   بدلے لولی کے ہے شکر تری دیواروں میں

عرق آلودہ وہ ابرو ہیں مزا ہے اے دل   ہے عوض آب کے شربت ابھی تلواروں میں

لب شیریں کی ترے یوسف مصری کی طرح   دھوم ہے چاروں طرف مصر کے بازاروں میں

کیوں نہ باتوں میں حلاوت ہی حلاوت ہو یار   صاف مصری کا مزا ہے تری گفتاروں میں

امتحاں کو نہ کاری میں رہیں ثابت قدم   جوتیاں حسدوں لگا کر چاہئے تاں دیکھ لے

امیدوں کی کلیں یاں سے نکلے   توقیر و گناہ دیکھئے گا

مزار کی ایچ انسیم کا رنگ   سبحان اللہ دیکھئے گا

حلقہ کہ نہ دل کی بے کلی ساسے   او واڑھیے والے گٹ چلی جائے

در پہ جب آئی نظر حسن تو یہ عاشق نے کہا   لتہ لحموں کا لگا رہا ہے یہ عمارت میری

کیوں سر کہیں ہے گر دہر اک دولی   ڈھیر گندوں کا رہیں یہ ہے کہ تربت میری

کہتا ہے جو اچھے دہی کا کر دیئے کام طاش   ورق نقرہ سے کرے کوئی زینت میری

لوٹ سکتا نہیں افسوس تماشا مجھ سے   ٹھہر گئی کھا کے مٹھائی یہ مراکت میری

میں یہ سمجھا حلوہ یہی دیکھ کے حلوا سوہن   حلوہ دکھلاتی ہے تماشا تربت صورت میری

مصری کی ڈلیا چلکے صنم ہیں نسیم   ہے جانے لطف کیت ہاں آتی گرے ہیں

سرپٹ ۔ محمد عباس نام ہے بدایوں کے رہنے والے ہیں جناب قمر بدایونی سے اصلاح لیتے ہیں ۔ ثقہ ظریف (جو قمر صاحب کے ظرافت گو شاگردوں کے کلام کا مجموعہ ہے) سے کلام کا انتخاب کیا گیا ہے ۔ بجز نام کے دوسرے حالات سے اطلاع نہ ہو سکی ۔

میں نے اس زمانے سے اُس شوخ کو اکثر دیکھا
ڈگڈگی ہاتھ میں اور ساتھ میں بندر دیکھا

چونکے کاٹتے اب تک نہیں دیکھا لیکن
موتتے ہیں یہ انھیں ٹانگ اٹھا کر دیکھا

آشنا ہیں یہ کبھی نیم کی ڈنڈی کے سوا
ہاتھ میں اُن کے یہ شمشیر یہ خنجر دیکھا

کس طرح پار کرانے ڈھونڈنے جاؤں سرپٹ
ہم پولیس میں [illegible] کئی رور [illegible] دیکھا

خط لکھ کے کیا کرے کوئی آنکھ سمات میں
لاحول کھتے ہیں وہ خط کے جواب میں

[illegible]
ہڑتال آپ کیوں نہ ملا لیں جواب میں

[illegible] روشنی کیا کیجیے
ماچس [illegible] آگ لگا دوں نقاب میں

[illegible] کالے تل رُخ پر [illegible]
کچھ کھیاں کھسکتی ہیں چلپی کی قاب میں

[illegible]
[illegible] مانگتے ہیں وہ [illegible] میں

آتا ہے دل [illegible] کبھی پڑھتا ہوں کیا عجب
[illegible]

پڑ بیتا ہے دل [illegible] مرا [illegible] کی [illegible] میں
کر [illegible] کوئی بیتاں میں

تجھے [illegible] کا [illegible] کیوں کر دوں [illegible]
گرا دوں [illegible] کسی [illegible] میں

کوا [illegible] لکھتے تو ہم کہتے
[illegible] لکھ دیا اپنی [illegible] میں

[illegible]
[illegible] میں

[illegible] ساتھ لائے ہیں
[illegible] حسین [illegible] میں

[illegible] طرح اک [illegible] دل میں [illegible]
[illegible] میں

ملا دل ڈھونڈھنے کا خوب موقع آ سر بیٹھا کو — وہ کہتے ہیں کہ ڈھونڈیو ہماری زلف پیچاں میں

پڑھا کر نام لیتا ہے تو بہ کو مرد کہ جنتر ہو — یہ کیا کہتے ہو تم ہر وقت دشمن سے ڈرے رہو
پرانے پر ہو مرگھٹ پہ ہو چکی کی مڑک پر ہو — کہیں تو دید اس الو کے پٹھے کی میسر ہو
کسی کم عمر سے قدر محبت ہو نہیں سکتی — اگر ڈھڈر پل ہو دلبر تو کہہ دے کہ مجھ سے بڑھ کر ہو
الٰہی یوں کالا جائے دشمن کو یہ جانا ہے — لعل ہیرا بستر ا ہوا دیکھیا اُس کے سر پر ہو
تمہاری گول آنکھیں لال ہو اسٹول کی ٹھک — یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ تم دراصل بندر ہو
یہ کیا بندر کی صورت میں لا منہ ہو لایا ہے — ارے مرد خدا تم آدمی ہو یا قلندر ہو
عدو کے پیچھے پیچھے کیوں پھرا کرتے ہو ہر پہر — ہم اسے سمجھیں معشوق یا اس کے نوکر ہو
ستانے کا مرہم بھی دکھا دو انکو اے بیٹھ — جو میرے ہاتھ میں حق ہو اور ان کا گھر ہو
وہ بیگے ماؤں آئی ہی انگوان بانیے پیکر — ہمارے سالے کا کان آئیں تو کہٹ پیٹا تو جیجر

سر کوب ... موجودہ کے ایک خوش مذاق شاعر ہیں اور ہی رسالہ کے گنواروں کی
بولی میں شعر کہنے کی مہارت ہے چنانچہ اشعار ذیل انہیں کا نتیجہ ہیں۔

ہم کا سالی بات ہے کا ہمرے یار ہاں — بارہ دو برس ایسے ہی مٹی ہوا مار ہاں
کیا سانس ... — ا ا،
سیاں کا گنگا سے دیتا ہے سر پر جیا سکے — لیٹا کر سر آج سہ سالے سیار ہاں
بوڑھے پر اُسبکار کو کہہ ٹیری در بھاگ گا — لگا جو کو تو ، درج اکیلا نحا ہاں
گردن پر اسکو — لگتا جو کر بدل
سر اپنے رنگ ایس سے اسکے ارکا — ہری جائے رات دل کا جو نکلے گا ہاں
کلا ایسا — دل کر

دو دل سے ہکا دیکھ کے وہ ٹرٹرا سالاگ — چلا سے دیہہ تسکو جو چھیڑ پیچھا رہاں
چلا سے دیہہ ہیں تھوڑا سا

دوی دانت گھس گئے ہکسا ہوٹے یاپے — داتن سے ایسے جو رہاں کاٹس یارہاں
سکلا — رور کاٹا

مارے ڈرن کے بھاگ گیوں لیکے ہی جاں — دیکھوں لہو بھرا جو میں اُسکی کٹاریاں

کرمیں سے جہ کا ڈیل ملا ہے تاڑسا — وہ یار چھپ سکے نہ ہیچ ہلاک کٹاریاں

کھیتر ادھری گٹھڑ داماں ہکا لشکرکے — گھونٹ سے لاگ ہے سر کریں سنگاریاں

سر کو پتا راٹو ٹا کرت ہے سکار تاسا — موتی پروتا ہے جو وہ موڑے کے باریاں
شمع — سر کے بال میں

سعدی - آپ کا اسم گرامی مصلح الدین تھا - مگر تحقیقات جدید کے مطابق معلوم ہوا ہے کہ شمس الدین آپ کا اصل نام تھا - بہرصورت آپ نام کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے تخلص کے ساتھ اسقدر مشہور ہوئے کہ آج دنیا کا بچہ بچہ آپ کو جانتا ہے یا کم از کم آپ کے تخلص سے آشنا ہے - بہت سے بزرگوں کا قول ہے کہ جو مقبولیت اور جو شہرت آپ کے کلام کو ہوئی وہ دنیا میں کم کسی کو نصیب ہوئی - آپ کی تعریف - اور آپ کے احوال کا لکھنا تحصیل حاصل ہے ہر شخص آپ سے کما حقہٗ واقف ہے - آپ جسطرح ہر صنف اور ہر رنگ کلام کے بادشاہ تھے اسی طرح ظرافت کے استاد کامل تھے - اگرچہ ہزل یا ظرافت سعدی کے نام کے ساتھ اچھی نہیں معلوم ہوتیں مگر میں نے ایک قدیم نسخہ میں یہ عبارت دیکھی کہ حضرت نے خود فرمایا ہے کہ مجھے بعض امرا ملوک نے دھمکی دی کہ تم ظرافت لکھو - مگر میں نے انکار کیا - یہاں تک کہ میرے قتل پر آمادہ ہو گئے تب میں نے یہ ظرافت اور ہزل لکھی ہے - اگر سعدی یہ نہ لکھتے تو داخل الزام رہتے کیونکہ بہت سے لوگوں کے نزدیک اُن کے کمال کو کامل اور مسلم کرنے والی یہی دو چیزیں ہیں

باب پنجم گلستاں در عشق و جوانی - اور ہزلیات

اس کی ہزلیات رنگ زمانہ کے موافق سیکڑوں جگہ درجہ فحش تک پہونچ گئی ہیں - مگر
اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ جس رنگ میں ہیں منتخب الجواب ہیں - بہت سی ظرافت ایسی ہے
جسکی تہ میں ظرافت کے ساتھ نصیحت کے پہلو چھپا ہوا نظر آتے ہیں - بہت سی جگہ الفاظ فحش
ہیں مگر ایک ایک لفظ میں سینکڑوں زعفران زار پوشیدہ ہیں اور ایک ایک سطر دیوار قہقہہ کا
سواد ہے - میں کوشش کروں گا کہ اُن کی ہر رنگ کی ظرافت سے کچھ کچھ انتخاب کر کے
لکھ دوں - ملاحظہ فرمائیے -

زمانہ کے رجحان طبیعت کو دیکھتے ہوئے انھوں نے نوکر اور غلام کے لئے یہ قید لگا دی ہے

غلام آبکش باید و خشت زن　　بود بندۂ نازنیں مشت زن

لطیفہ - ایک مرتبہ رات کے وقت آپ کا معشوق آیا - گھبراے ہوئے اُٹھے چراغ
آستیں سے بجھ گیا - وہ بگڑ گیا - اور چراغ بجھا سخت بُرا معلوم ہوا - کہا کہ سعدی تم نے یہ کیا
حرکت کی کہ میرے آتے ہی چراغ بجھا دیا - آپ نے فی البدیہہ یہ قطعہ پڑھکر سنایا -

چوں گرانے بہ پیش شمع آید　　خیزش اندر میاں جمع بکش
ور شکر خندہ ایست شیریں لب　　آستینش بگیر و شمع بکش

ی ۔ ۔ کوئی ایسا شخص شمع کے سامنے آئے کہ اسکا دیکھنا دل پر ایک گرانی کرے تو
ممکن ہو تو اٹھکر اس کو مار ڈال اور اگر کوئی معشوق ہے تو اُسکی آستین پکڑ اور شمع کو مار ڈال -
یعنی بجھا دے -

لطیفہ - ایک مرتبہ آپ کا ایک محبوب معشوق سے کچھ جھگڑا ہو گیا - اور یہاں تک
سوچی کہ وہ ان کو چھوڑ کر چلدیا جدائی کے مصائب نے انھیں بہت پریشاں کیا - مگر کیا کرتے مجبور ہو گئے
مدت کے بعد ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ وہ واپس آ گیا - مگر اب وہ زمانہ حسن و شباب کا باقی نہ رہا تھا
داڑھی مونچھیں نکل آئی تھیں اور وہ بہار کا زمانہ خزاں سے مبدل ہو گیا تھا - اب وہ عمر سے

اور کرتیمے مار واملاز رخصت ہوگئے۔ وہ جسا دستور ان کے پاس بھی ملنے کے لئے آیا اول
ناخواستہ یہ بغلگیر ہوئے۔ اور ہنسکر یہ قطعہ پڑھا۔

آمد و رکہ خط شاہدست بود — صاحب نظر انتظر راندی
امرود ماندی بملاحت — کس محسم دحمہ برشاندی

تا بہار تو گندل زردو شد — دیگ مہ کاتش ماسرد شد
سہ خسرامی و نکر کی — دولت یار سیہ تصور کی
بیس کسے رد کہ خریدارتست — مار بران کس کہ طلبگارتست

ستوں کے سرہ لہ بیہ پر آوار ہ کستے ہیں۔ اور کہے ہیں۔

سرہ وداع گفتہ از چو ش آمد — واندم آنکس کہ اس سی گوید
پسی از روئے نیکوان خط سر — دل عشاق ملسیتر جوید
بوستان تو گر ہ ارا سبتہ — لسکہ سرسیکی و ہرد پلہ

ور کہتے ہیں

گرد ست محال داغی ربجو بو رریش — نگہ داشتی تا ہ ھیام تا کہ برآید

یہ کھلکہ کبھی جو سر ہیں ہوتا تو ایک ملیتی کو کہہ ڈالے ہیں ہم اردو میں یوں کہی جاتی

جا بیکو کسوٹے تمیٹ ہیں

سوال کردم و گستم سال رشتہ ترا — چہ شد کہ موی رگرد اہ توچیدا

ایک تنا کہر کی مارتے لکھتے ہیں

امرو آکہ خو ادھیرپا سا — لمح گمار و سہ خوسے اور
ابرلسی آ و ملا عتا حد — ہر دم ا سبزد مہ خوسے بود

ا ملکہ بڈھوں کی مدمت میں کتے ۲ ا۔ آں اسا ہوان میں یاں دستور

نہیں رہ سکتیں۔

پیرے کہ ز جائے خویش نتواند خاست   الا بعصا کیست کش عصا گیرد

لطیفہ۔ ایک بڈھے نے ایک نوجوان عورت گوہر نامی سے شادی کی مگر بوجہ ضعف کے یہ اپنی بیوی کو خوش نہیں رکھ سکتے تھے۔ آخرکار دونوں میں جنگ ہوئی۔ اور دن رات لڑائی جھگڑا رہنے لگا۔ عورت نے علیحدگی اور طلاق کی عرضی قاضی کے یہاں دی۔ بڈھے نے سرعدالت عورت کی بڑی مذمت کی۔ اتفاق سے سعدی بھی وہاں موجود تھے آپ نے ایک بات کہکر فیصلہ کردیا۔ پوری حکایت یہ ہے۔

شنیدہ ام کہ در ایام کہن پیر   خیال بست بہ پیرانہ سر کہ گیرد جفت

بخواست دخترکے خوبروی گوہر نام   چو درج گوہرش از چشم مردمان بنہفت

چنانکہ رسم عروسی بود تماشا کرد   ولے بحملۂ اول عصاے شیخ بخفت

کمان کشید و نزد بر ہدف کہ نتوان دوخت   مگر بخامۂ پولاد جامۂ ہنگفت

بدوستان گلہ آغاز کرد و حجت ساخت   کہ خان و مان من این شوخ دیدہ پاک برفت

میان شوہر و زن جنگ و فتنہ خاست چنان   کہ سر بشحنہ و قاضی کشید و سعدی گفت

پس از ملامت و شنعت گناہ دختر نیست   ترا کہ دست بلرزد گہر چہ دانی سفت

مترجمین [illegible] ان کے کلام نظم [illegible] زیادہ مانی جاتی ہیں مگر یہ ایسا [illegible] ہوتی ہیں ان میں حد سے گزر کر اکثر [illegible] کی حدود میں پہونچ گئی ہیں اس لئے انتخاب بھی نہایت دشوار ہوگا ہے پھر بھی چند شعر انتخاب کرکے پیش کرتا ہوں۔

[illegible] را چو با دو رفیق افتاد   آن [illegible] رنگ [illegible] در [illegible]

از ہر ستارہ زاویہ وقفہ نکرد   [illegible] در حدیث کس راہ باد

آن عہد یاد داری و دولت شاد   کز عاشق بیچارہ نمی کردی یاد

آں روزگریختی کہ کس چو تو بود — دامروز بیامدی کہ کس چو تو مباد

اں ریش تو سخت دیر بر می آید — موے رخت زیر بر می آید

ما ہمہ چوں ں توی آرم یاد — آکم ۔ دہاں سرمی آید

مردکے غرقہ بود در جیحوں — از سمرقند بود بیسدارم

بانگ میکرد دور از بیالیسہ — کاسے وریغا کلاہ و دستارم

ایک مرتبہ ایک کریہ الصورت حافظ کو قرآن پڑھتے دیکھا تو فوراً یہ شعر پڑھے

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی — ببری رونق مسلمانی

صداے حافظان باخوش آواز — بیا مرزد اگر سالے بخواند

قلم بیاد تو درشکس می گنجد — کہ پر تیر کہ بدیدا سایرو امید

ترا دوات سیہ کرد روزگار ہور — مرا ریستم قلم میرود مداد سفید

حریف عمر بسر بردہ در فسوق و فجور — بوقت عمر پشیماں ہمی خورد سوگند

کہ توبہ کردم دو دیگر گنہ نخواہم کرد — تو خود دگر نتوانی ریش خویش مجند

دلو گر صومعہ داری کہ اندر ملکوت — ہمچو ابلیس ہماں طینت ناصی دارد

ناکس است آنکہ بہ عمامہ و دستار کس است — ورود در داست اگر جامہ قاضی دارد

امردے کا نزا یلاے در براست   خوش بود از دختر دریاے

بس قامت خوش که زیر چادر باشد   چون بار کنی مادر مادر باشد

رربام دکسے ده ه گراں   که ندانند شریعت رردشت

دو سطور موافق روے درهم   چه خوش است هم را او درهم
هر ایچه آنرا بود این را هیبا   هر ایچه این را بود آنرا مسلم
رفیق و حجرهٔ و گرمابه و کوے   بصحرا باهم و در خانه درهم
مقدم در موخر رده تا باب   دگر بار این موخر آں مقدم
گر این حرفه نگهداری همه عمر   ه دینارت ریان باشد ه درهم
من این پاکیزه رویان دوستدارم   اگر دشمن شوید م خلق عالم
عروسان مقنع سبے شمارند   عروسے را نه بستا آور معمم
که گر پیروں کنی شلوارش از پاے   تو پنداری که حرواریست شلغم
محابے نام و ننگ از پیش بردار   که محرم ں ه پوشاند ز محرم
اگر حکم به سعدی عهد ست لوار   هوریت عقد صحت نیست محکم
وصال دوستان صبح است دیدار   حدیث دشمنان باد است و دیجم
هرآں کو نیست آدم زاد ناچار   رود زشت و فرزندان آدم
طریقت خواهی از سعدی بیاموز   ره این است لے برادر تا جهنم

مدام امردے سی ساله چو بود ریلام   که فقیهاے چنیں آخر ازاں باشد

اگر دو دست تو یک ہفتہ تھامد | ہمہ دگر ستہ ریش تا میاں باشد

اے خواجہ اگر با فرد تکلیفی | حر جلق زدن کار دگر نگیری
چہ خوشتر ازاں بود کہ ہنگام جماع | تا جایہ فرو بری سرش را بینی

مرکب از بہر راحت باشد | بندہ را اسپ خویش در رنج است
گوشت قطعاً بر استخوانش نیست | راست مانند اسپ شطرنج است

سگ - ایک شخص قزوینی کا تخلص ہے جو شاہ عباس صفوی کے دربار میں ظریفوں کے زمرہ میں ملازم تھا نہایت بے ادب گستاخ اور شوخ مزاج واقع ہوا تھا۔ ایک مرتبہ عیسی خاں قورچی باشی اُس کے دروازہ سے گزر رہا تھا۔ اس کے ٹھاٹھ سے تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گیا۔ اتفاق سے میاں سگ کے دروازہ پر ایک کتا سوتا تھا۔ عیسی خاں نے پوچھا کہ یہ آپ کے یہاں کس عہدہ پر ملازم ہے۔ جواب دیا کہ قورچی باشی ہے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتا تھا۔ اور اس کا دیوان رنگ کے اشعار ... کے صرف ایک شعر سادہ ملا

شعر آمدم کہ بینا تیکار رفتہ بودی | تو کہ سگ ... بودی بچہ کار رفتہ بودی

سگ کے متعلق بہت سے لطائف و ظرائف درج کیے گئے ہیں مگر اکثر ان میں غیر مہذب ہیں اور بعض ہمارے تذکرہ کے منافی ہیں لہذا قلم انداز کر دیئے گئے

سوختہ آپ کا نام میر حسین کشمیری الاصل ہیں اور دور زد ... کے ایک خوش مذاق خوش فکر ظرافت گو ہیں۔ علاوہ شاعری کے آپ ایک ... اور ... قرآن ... بھی

چنانچہ ضیافت پنچ لاہور مدتوں تک آپ کی ایڈیٹری میں نکلتا رہا آپ نے اپنی ظریفانہ تلونی کا ایک دائرہ مقرر کر لیا ہے اشتہا کی طرح کسی کلو واشر ولے سے باہر قدم نہیں رکھتے۔ ایک ایک شعر اشتہا انگیز اور آتش معدہ کو تیز کرنے والا ہوتا ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے

بحر قلزم جو ہے چائے کا دریا ہو کر — عکس خورشید نظر آتا ہے کلیجا ہو کر

اترے مٹکا سا ریسما بر جو پراٹھا ہو کر — انجم چرخ پہ آئے پکوڑا ہو کر

تورما تاب میں ہتا ہو جو درا ہو کر — حلق لیا سے کے کول یکتا دا ہو کر

لطف کھانے کا جو آیا بھی تو بھوکا ہو کر — سوکھی روٹی بھی گئی حلق میں حلوا ہو کر

اے طبیبو کوئی تم سرتا دوا ایسی — چائے نسخہ میں لکھی جائے بھتا ہو کر

کوفتے جو اسپاہیں کی جو تو ہم کیا لے — توڑ دیں تپ کو نری آلو بخارا ہو کر

عہد پیانی کا جو وقت طلوعی سے ہوا — کٹ گئے مفت وہاں سیخ چھوارا ہو کر

فرست قاب میں کی پر نے اتنی راہی — کھل گئی ریش بچارے کی بتاشا ہو کر

نوع انسان کو حاصل ہوا پہلو تجا — پیلو سے بیگ میں حل حل کے ہریسا ہو کر

اسی ہستی سے گزر جائے جو دنیا میں شیخ — قدر تا ہم کی ہوئی دیگ پستا ہو کر

ہو سرد سرد اتر پر ڈھکے معصور — چڑھ گئے سیکڑوں ماں سیخ تیا ہو کر

[illegible] — پس گئے سیکڑوں امن آہن دلیا ہو کر

سفلی — عنایت، جان نام کالے جان عرف تھا۔ نہایت بذلہ سنج اور لطیفہ گو تھے آگرے کے رہنے والے تھے ہزل گوئی کا شوق تھا۔ اور اسی میں کافی مشہور ہو چکے تھے — ہوا کرتی ویسی سے اوقات بسر کرتے تھے نہایت حاضر جواب [illegible] دل لگی میں تھے۔ بات کرتے تو معلوم ہوتا کہ منہ سے پھول جھڑتے ہیں اپنی ظرافت کی بدولت راجہ لال سنگھ کاشی کے دربار تک رسا ہو چکے۔ [illegible] آگرہ میں ۱۲۷۸ھ

میں مشاعرے کئے اُن میں شرکت کرتے تھے اور اُس وقت اُن کی عمر چالیس برس کی تھی تنگدست تھے مگر زندہ دلی اور ان باتوں میں کبھی فرق نہ آنے دیتے تھے۔ مرزا مہر اکبرآبادی کے شرف تلمذ سے بہرہ یاب تھے ظرافت میں وہ وہ باتیں نکالتے تھے کہ بے اختیار داد دینا پڑتی تھی مختلف اخباروں میں کلام شائع ہوتا رہتا تھا آخرکار ۱۹۰۸ء میں دنیائے فانی کو خیرباد کہا۔ دیوان مرتب ہو چکا تھا۔ مگر وہ شاید طبع نہیں ہوا اس لئے کلام کمیاب بلکہ نایاب ہو گیا جو شعر مل سکے وہ درج کئے جاتے ہیں۔

راہ وا رے ملک الموت تری باریکی ۔۔۔ گھس گیا ناک میں نمرود کی مچھر ہو کر

معشوق بچہ یار دستے سے علیحدہ لیجائے ۔۔۔ کیا انتشار ہوتا ہے کل مل کو دیکھ کر

میں ایسی ناتوانی پہ روتا ہوں بیٹھے ۔۔۔ اب لوگ دیکھتے مجھے عینک لگا کے ہیں

بادہ پیوں کہاں سے میں فصل بہار میں ۔۔۔ نقدی تھی جس قدر وہ گئی سب آئے ہار میں

انگور تک نہیں ہے نہ وہ لذت انار میں ۔۔۔ تخم مرا ہے جو مری مٹھی جوار میں

اے گل ترے فراق میں کانٹا سا ہو گیا ۔۔۔ مجھ سے رہا وہ تو جو ہے پھولوں کے ہار میں

عرضی جو دہ گیر شاعراں ناصحا اٹھ کے ۔۔۔ وہاں جس طرح سے عیب جو سارا لیا اٹھ کے

کہا کرتے ہیں فاسق میکشو کو حضرت واعظ ۔۔۔ بڑی داڑھی بڑھا کر یہ تو ٹھٹے اک لیا اٹھ کے

کیا لو گھر آئے ایسی جو ٹٹی ماما کی کالا منہ ۔۔۔ کہ چھلکے پر یہ سلیپر اور یہ جو بھی پڑا اٹھ کے

کریں اسراف کیا فرمائیے اس قحط سالی میں ۔۔۔ نہیں شاید دل پر اور یا سید قبا اٹھ کے

چڑھا دو گل مرے مرقد پہ اے گل بدن ۔۔۔ یہ لیے گلگلا لیجاؤ رہیں جان کے لئے

تماشہ مجھکو گلگیر و کدھر گئے مکس ۔۔۔ بھٹکتا پھرتا ہوں میں اپنے کاروان کے لئے

آیا صاحب کے میم کے مس کے ۔۔۔ دل اٹھاؤں میں نار کس کس کے

سودا ۔ یعنی مرزا محمد رفیع سودا جن کی شیوا بیانی کی چار دانگ عالم میں دھوم ہے

جس کی ہجو نگاری نے اپنے معاصرین کا ناک میں دم کر دیا تھا۔ اُن کے والد کا نام مرزا محمد شفیع
تھا جو کابل سے دہلی میں آ بسے تھے۔ اور پیشہ تجارت سے بسر اوقات کرتے تھے ۱۱۲۵ھ میں
سودا کی ولادت ہوئی۔ اور زمانہ کے دستور کے موافق تعلیم حاصل کرنے کے بعد شعر و شاعری کا
شوق ہوا۔ شاہ حاتم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اپنے وقت کے مشاہیر اور اکابر شعراء سے
معرکہ آرائیاں ہوتی رہیں۔ اور دلی کے کوچہ کوچہ میں ان کی ہجویات مشہور ہو گئیں مگر چونکہ
خاندان تیموریہ کا چراغ اقبال برائے نام جل رہا تھا۔ اس میں روشنی بالکل باقی رہی
تھی۔ عروج کے درخت کی جڑ میں دیمک لگ گئی تھی۔ اس لئے قدر داں ناپید تھے۔
اہل کمال پریشان اور خستہ حال تھے۔ ادھر یہ عالم اور ادھر امرا اور وزرا کا یہ دستور
یہ رنگ تھا کہ سلطنت کے مالک بن بیٹھے تھے۔ چنانچہ لکھنؤ میں وزیر الممالک نواب
آصف الدولہ بہادر کا دور دورہ تھا۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے باکمال ادھر ہی
کھنچے چلے آ رہے تھے۔ میرزا سودا کو بھی مجبوراً ادھر کا رخ کرنا پڑا۔ فرخ آباد ہوتے ہوئے
یہاں آئے قدر دانوں اور اہل کمال نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور خوش قسمتی سے
چند روز کے بعد نواب کے دربار تک پہنچا دیا خطاب ملک الشعرائی جس کے صحیح طور پر
وہ مستحق تھے شاہ عالم کے دربار سے پا چکے تھے۔ یہاں اسی کے مطابق عزت افزائی ہوتی
رہی۔ انھوں نے بھی ایک ایسے قصیدے نواب بہادر کی تعریف میں لکھے جو آج تک گل
سر سبد معلوم پڑتے ہیں۔ ان کی معلومات شاعرانہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا ایک ایک اعتراض
کے سو سو جوابات دیتے تھے۔ جو آجتک ان کے دیوان میں موجود ہیں اور انھیں سے ان کی
ظریف المزاجی اور بذلہ سنجی کا پتہ چلتا ہے۔ جو آگے چلکر ہم درج کریں گے۔ سودا عالم شباب
سے پیری تک لکھنؤ میں رہے۔ اور ۱۱۹۵ھ میں یہیں پیوند خاک ہو گئے۔

میر ضاحک جو میر انیس کے پردادا تھے ان کے زبردست حریف تھے۔ خدا معلوم
کس بات پر چل گئی تھی کہ ادھر اور ادھر دونوں طرف سے ہجووں کی بھر مار رہتی تھی۔ مگر

زمانے نے میر ضاحک کی محنت کو خاک میں ملا دیا۔ سودا کی کہی ہوئی ہجویں ابتک موجود ہیں۔ چنانچہ یہ ترجیع بند میر ضاحک کی ہجو میں ہے ۔

جا صبا ضاحک سے کہہ پہلے سلام — کیوں کیا کرتا ہے ہجو خاص و عام

آپ کو کہتا ہے تو سید ہوں میں — جد مرا پوچھو تو ہے خیر الانام

پس دکھا تو اب کسیکی ہجو میں — ہو اگر ختم رسالت کا کلام

کون ہے تیری سیادت کا مقر — جانتے ہیں جانچ کے لے تا عوام

تیرے والد کو ہوئی تپ یکسال — سب حکیموں نے یہ تشخیص تمام

دق سمجھکر یہ دوا تجویز کی — شیر خر با قرص کافور اکدام

مول لے ایک مادہ خر پینے لگا — ہر سحر اس شیر خر کا بھر کے جام

آخر کار اس مرض سے بچ لئے — وہ جو مادہ خر تھی اسکی آئی کام

ریم سودا کی یاد رہے تو شہر یہ
رحم مادر سے اُلٹا نکلا ہو میر

سن تو ٹک اے بے صفت انساں صفت — ہے کیا سید ہیں دیکھے گر

عیش و کم تجھ میں نہ دیکھا عقل و فہم — والدہ کی ترکیب کا ہے یہ اثر

گھر سے اپنے کھا کے جاوے جسکے ہاں — جاتے ہی مانگے ہے اس سے ما حضر

عقل کہتی ہے کہ کھالے پر یہ کھا — حمق کہتا ہے کہ چیخے سے نہ ڈر

سید لے میر مثلث آپ کو — کھا گیا ہو کے بے خوف و خطر

ریم سودا کی یاد رہے تو شہر یہ
رحم مادر سے اُلٹا نکلا ہو میر

ایک دوسری ہجو جو میر ضاحک کے متعلق لکھی ہے، دیکھئے۔ تماشا یاد مانگی سے طراست انگشت، بدلنا ہے ۔

ضاحک کی اہلیہ نے ڈھول اپنے گھر دھروایا — سو جو رات ساری ہمسایوں کو جگایا

بیٹھک میں بیٹھ لوٹے جوٹے کو بسایا — تب شیخ سدو اسیر غصہ کو کھا کے آیا

بولا کہ کیوں ہے ضاحک کرا کوئی منگایا

ضاحک نے تب کہا یوں تم سے زبان نکالی — ہے آج گو کہا ہی کل دیوے گے تمکو گالی

مکرے کا شکل یا تو ہے گوری ہے یہ کالی — بی بی کو اور تم کو گھر دیوے ہے جالی

مکرا وہ دے گی تمکو جس سے کہ سر چڑھایا

میراں یہ سن کے بولے پھر کہیو کیا کہا جی — میں اس سوا نہیں کچھ اور مرد جاتا جی

کرا اگر یہ آیا چھوڑوں گا کر چیا جی — گالی تو اک طرف ہے یہ سن رکھو بچا جی

آگے ہے ڈھول دہیا میں تم کو کہہ سنایا

ضاحک نے تب کہا یوں مجھ پاس کب ہے کوڑی — گر ہے تو کہ لگے ہیں اک دو تیل کی پکوڑی

لیٹا کرو جو سدو کو دھیلے کی ہے گنڈیری — سن شیخ سدو بولا سنتا ہے اے نگوڑی

کیسا ہی لیکے چھوڑوں خاطر میں کیا تو لایا

دمڑی میں سدو کو میٹھا تجھ کو تیار کرنا — دو تیل کے پکوڑے آگے ہمارے دھرنا

گالے اپنی پر دیکھا گھس کا ہاتھ بھرنا — مکرا ہوں کیسا یہ جی ہیں لوں تو ارنا

تب جائے گا تو کہ پڑے پیر دل کو ہیں بنایا

بڈھاپے کی شادی پر ایک مخمس لکھا ہے جس سے ان کی انتہائی ظرافت کا پتہ چلتا ہے دیکھئے۔

مائی کیسے ہی ترم سے دولہا ہی سر گول — اب کیونکہ تیل دے مقدس کو ہی ملوں

شانہ کروں ہیں ریش کو یا وسمہ سے رنگوں — حق کی اماں یا دل ڈاکہ میں کہوں

سدو کو کلنگ اس سے لگاتے ہیں آج جی

القصہ شیخ جی کی جو حرمت جدا گنوائے — مادہ رن کی چھوکری ماجاتی لائے

آئے دلہن کے گھر سے جو برقع میں چھپائے — جیسا ہماتے گئے کو خاطر میں نہ لائے
ایسے گئے کو تیسا ہی پاتے ہیں شیخ جی

تجھے لسکر شیخ بات سے بیاکی پاک صاف — سو اک لیکے جورو سے کرنے لگے زفاف
اُن سے تو ایسی جورو سے بیکو نکر مصاف — مشکیں ابھوں کی جڑکے کہا کیجیے معاف
مجھکو تو کچھ ولی نظر آتے ہیں شیخ جی

ایا بعد سے ہیں شیخ کو گھر کا یہ بندوبست — مشکیں ہٹرا ایلچی گئے جورو سے کر کے جست
مال اسکے اس کے ہاتھ یہ رئیس ابکی یکدست — عہد ایسے یہ آئے تھے از ضعیف و سست
پاپوش تب سے جورو کی کھاتے ہیں شیخ جی

جورو سے شیخ جی کو یہ صحبت ہے اب مدام — کھڑا و مسخرا و مچھندر ہے ان کا نام
جلوت میں جب ملاتے ہیں اسکو وقت شام — دیتی ہے تب وہ جھڑکے لوگوں سے یہ پیام
بیٹی کو ایسی کیوں یہ ملاتے ہیں شیخ جی

یہ تو ہیں دور سے حرص وہ ہے سوچ اچھلی — ماری کھو تو دھول کبھی دی اٹھا لیج لی
اس کی تو جاتی ہے کہیں تجوں ہی پڑی — کھلتی ہے ان کی جورو کی تو اس طرح کلی
ہوئے ہیں مدل میں جاتے ہیں شیخ جی

جب دیکھتی کہ وہ کہ ہے سراست کی ہوا — دس میں وہ جھڑکی کہ اٹھے منہ بہی کھلا
آتی ہے اُن کے پاس لیے تیل اور توا — کہتی ہے یہ رمانئے گا آپ اسے ٹھرا
ہم تمکو شیخ د[illegible] ساتے ہیں شیخ جی

جب گھر مگر وہیں سے چلے ہی لنگتی چال — آتا ہے شیخ جی کے تئیں اس سے ابچال
عمامہ سر سے پھینک کے ہو جاتے بیٹھ بال — تب مر رہا گئی ہے یہ کہتی ہے وہ چھنال
اس بکواسی چال [illegible] تے ہیں شیخ جی

اک اور شیخ جو سے کو خوشبو سے جا اٹھے — کہنے لگی کہ ہم ہو ٹیڑوں کے [illegible] ٹھے

اس بس ڈاڑھی رکھو کہیں چونکا نہ گر پڑے　　ڈرتا ہوں ہائے مجھ سے تو اے جھڑ نہ پڑے

کہہ دو ابھی دوا سے ستاتے ہیں یا شیخ جی

ایسی ہوا ہے ادب حد سے بھی ڈرے　　آ کر کے شیخ جی کے مصلے پہ ہگ بھرے

شانہ کو آ کے ڈاڑھی کے بالوں میں کرے　　ارے کہ وہ چھال شتابی سے اس کے

ورنہ ہمارے ہاتھ سے جلتے ہیں شیخ جی

دو رو کیے ہیں شیخ سے لے شیخ تم سو　　کچھوے کو تم نے دی ہے دعا چنگے ہو

میں جانتی ہوں تم کو کہ تم فیلسوف ہو　　سو دار یادہ کیا کہے ہے ماننا کو مگو

جیسے ہیں تیسے جوتیاں کھاتے ہیں شیخ جی

کسی مولوی نے فتویٰ دیدیا کہ کوّا حلال ہے - سودا کو ظرافت کے لئے ایک مسالا ہاتھ آیا فوراً ایک ہجو لکھ ڈالی - اور وہ وہ ادکھیاں سنائیں کہ آج تک دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں -

لشکر کے بیچ آج یہی قیل و قال ہے　　کھانے کی جیر کھانے کا رکھتا خیال ہے

یوں دخل امروہی میں کرنا محال ہے　　جو نقد دال ہیں سکتے یہ اُن کا خیال ہے

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

عامی امروہے والا ہوئے بے حیا نداں　　اور دوسرے میں کیا کہوں اک بے مہرباں

کچھ شک نہ ہو کہ کی سلتے دریاں　　ہے جو کوئی پوچھے تو ہم بھی کہیں ہاں

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

یار و بسو ہو تم اسی دیر خراب میں　　بیٹھا اٹھا کرو سو سدا شیخ بتا میں

حلت رکھے ہے راغ کسو بھی کتاب میں　　حلتی کہتے ہیں ہمہ کی اُم کہو ابیں

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

گڑا ہے آج مھنڈں بیچ گیا بیل　　ملا لطیف لوٹے کہ کھا مارو اپنے بیل

کہتا ہے چاند خاں کیا کرے حرام فیل | ملت پہ مینڈکی کی میاں جی کی سو دلیل

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوا حلال ہے

فدوی اک پنجابی شاعر تھے رسمی معلومات شاعرانہ بھی اچھی حاصل تھی۔ اتفاق سے اُن سے اور سودا سے کچھ بحث ہوگئی۔ سودا نے اس غریب کی اتنی ہجو کی کہ عاجز آگیا۔ اُسے بھی مجبوراً ایک کُند تلوار ہاتھ میں لی یعنی سودا کی ہجو میں اشعار کہے مگر نہ وہ اس زمانہ میں مشہور ہوئے اور نہ کہیں آج اُن کا پتہ ہے۔ سودا کے دیوان میں وہ ہجو بھی موجود اور محفوظ ہے۔

جہاں میں کون سا تا ہے اُلو بیٹے کا | کسی سے سن کوئی آتا ہے اُلو بیٹے کا

ست ہی جاں کھپاتا ہے اُلو بیٹے کا | سا مجھی کو یہ آتا ہے اُلو بیٹے کا

کہ فدوی جگ میں کہاتا ہے اُلو بیٹے کا

کیا ہے خرچ بنانے میں اُسکے ہیں پیر | نہیں ہے اصلی و نقلی میں فرق ذرہ بھر

جو اور لوم ہو سو وہ یہ لگے ہے شر | جو راہ ناشیر آتا ہے صبح و شام نظر

کہے ہے خلق وہ جاتا ہے اُلو بیٹے کا

میں کاریگر ہوں اتا و کات ہو ظاہر | جو کچھ کہے کوئی کرتا ہوں بیٹے کی خاطر

وہ لوم سنے میں گر نقص ہے ہو کچھ ناہر | تو اُسکی شکل کروں اور جانور کی بھی

عجب شور مچاتا ہے الو بیٹے کا

غرض کہ اسی طرح ایک مولوی صاحب کشمیری کی ہجو میر طالب کی مدت مرزا فاخر مکیں کا تا کہ مولوی ندرت کشمیری کی لڑکی کی تذلیل اور تضحیک ان کے دیوان میں موجود ہے جو بوجہ طوالت کے نہیں لکھی جائیں۔

اگرچہ یہ کہنا زیادتی ہے کہ ہجو بھی داخل ظرافت ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ ہجو نگاری تمام مسخرا پن اور ٹھٹھول اور طنز و تشنیع کے ذرائع کا ... ہو

اور اُسی سے ایک صورت ظرافت کی پیدا ہو جاتی ہے یہی سبب ہے کہ ہم نے سودا یا دوسرے ہجو گویوں کو بھی ظریف تذکرہ کیا۔ ورنہ ظرافت اور ہجو کا ظاہری فرق کون نہیں جانتا

سوزنی۔ بابا سوزنی قزوین کے رہنے والے تھے۔ اگرچہ ایک زبردست شاعر تھے۔ مگر ظرافت ہجو کی طرف طبیعت بیحد مائل تھی۔ چنانچہ ایک قطعہ جو ایک شخص کی ہجو میں کہا تھا۔ یہ ہے۔

ای خیرہ سری تمیز بیدق لوندک   بے رزی و کاخ خوار و کلکد کونت تنک

کہ خوارہ چوں کلاغ و سیہ چو کلاب   عرملیہ گرچہ صوہ دسوں باکیاں کرک

ہر صبح باد گوہر پشت تشنوق سوں   ہر شام باد   پلاک پلاک

سوزؔ۔ تخلص۔ سید محمد میر نام تھا۔ میر درد۔ سودا۔ و میر کے معاصر تھے۔ دلی میں ایک محلہ قراول پورہ میں مکان تھا۔ ان کے بزرگوں کا اصلی وطن بخارا تھا۔ اور ان کے والد بڑا متقی بزرگ تھے۔ اور تیر اندازی کی مشق کمال کو پہنچائی تھی۔ میر سوز اپنے نام کے آخر جزو کی رعایت سے میر تخلص کرتے تھے۔ تاہم تقی میر کی خاطر ان کو وہ تخلص چھوڑ کر سوز اختیار کرنا پڑا اسی بات کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

کہتے تھے پہلے میر میر تب ہوئے ہزار حیف   اب جو کہیں ہیں سوز سوز یعنی سدا جلا کرو

دلی کی تباہی اور بربادی کے بعد لکھنؤ چلے گئے تھے مگر یہاں مدتوں قدر نہیں ہوئی پھر مرشد آباد چلے گئے۔ جب وہاں سے پھرے۔ تو نواب آصف الدولہ ان کے شاگرد ہوئے مگر زمانے نے زیادہ مہلت نہ دی۔ ۱۲۱۳ھ میں پیوند خاک ہوئے۔

درویش مزاج۔ عالی طبع۔ بلند حوصلہ۔ نیک طبیعت۔ خوش گفتار آدمی تھے

کلام میں سادگی۔ صفائی۔ روانی کو زیادہ ملحوظ رکھتے تھے۔ اور تخیل کے مقابلہ میں بھی یہی چیز زیادہ اُن کے یہاں پائی جاتی ہے۔

وہ ظریف المزاج تھے۔ طبیعت میں مذاق۔ اور دل میں ظرافت کا جوہر۔ دماغ میں بذلہ سنجی کی ہوا موجود تھی یہی وجہ تھی کہ وہ کبھی کبھی ظریفانہ شعر لکھ جاتے ہیں۔ لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ اُن کی سادگی اتنی بڑھ گئی ہے متانت کی حد میں نہیں رہتی۔ اور میں یہ کہتا ہوں کہ وہ بقول صاحب طبقات الشعرا ایک ظریف الطبع شخص تھے طبیعت کا رجحان اِدھر تھا۔ وقت بیوقت مختارانہ۔ یا بے اختیارانہ اُن کے قلم سے ایسے اشعار نکل جاتے تھے جنہیں اکثر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ درجۂ تہذیب یا متانت سے گرے ہوئے ہیں۔ اُن کی ظرافت دستور زمانہ کے موافق ہزلیات۔ اور فواحش کی حد تک کبھی نہیں پہونچی۔ زبان کی سادگی۔ اور انداز بیاں کی شگفتگی ایک ایک حرف سے ظاہر ہوتی ہے اور اس بات کی یہاں تک اُن کے یہاں پابندی ہے کہ میں جس کو ظریفانہ کہتا ہوں اگر کوئی میرا حریف ہو تو وہ آسی کلام کو عاشقانہ اور متین ثابت کر سکتا ہے۔

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے — سلام اللہ خاں صاحب کے ڈیرے
وہاں دیکھے کئی طفل پریرو — ارے رے رے ارے رے رے ارے رے

سنتے ہی سور کی خبر مرگ جوں ہوا — کہنے لگا کہ پنڈ تو چھوٹا بھلا ہوا

ہلہ رے عشق تیری شو کشتیاں — کھائی میرے تو اُڑ گئے اوسان

گیا ایک دن آسکو سیر باغ — لگا کہے چل بھاگ رے پھر آنا

دعا دی تو لگا کہنے کہ دُور ہو — بس بس رہنے دے تیری دعا کی

کہا میں نے کہ کچھ خاطر میں ہوگا — تمہارے ساتھ جو میں نے وفا کی
گریباں میں ذرا منہ ڈال دیکھو — کہ تم نے اس وفا پہ ہم سے کیا کی

تو کہتا ہے کہ بس بس جو بیچ سد کر   دکھا لایا ہے دستیاری دسا کی

کچھ کہہ تو قاصد آتا ہے وہ ماہ   الحمد للہ الحمد للہ
جھوٹے کے منہ میں آگئے کہوں کیا   استغفر اللہ استغفر اللہ

یار آتا ہے ترے یار کی ایسی تیسی   آ رہا ہے ترے بیمار کی ایسی تیسی

پھر آتی بات سنتے ہی رو کر کہا کہ چھیا   طوطا ہمارا مر گیا (اڑ گیا) کیوں بولتا ہوا
یار گر صاحب وفا ہوتا   کیوں میاں جان کیا مزا ہوتا
جانتے ہیں سب یا عشق کا رکا تو   [illegible] دستی مرا دل لے لیا ہے
چھپا مٹھی میں کہتا ہے کہ میاں   ہمارے ہاتھ میں بوجھو تو کیا ہے

جسقدر اشعار لکھے گئے وہ انتخاب ہیں ان انتخابوں کے جو اہل تذکرہ نے کئے ہیں
مجھے افسوس ہے کہ میرے پیش نظر ان کا دیوان نہیں ہے۔

[illegible] رالی) منشی شمس الدین نام تھا۔ خواجہ شمس الدین سہا۔ مودی کے مرید تھے۔ ابتدائے شباب ہی سے دل میں حسن پرستی کا مادہ پیدا ہوا اور سوز و گداز عاشقانہ طبیعت میں جوش زن ہو گیا۔ وطن کو چھوڑا دلی میں آئے اور مرزا غالب کے شاگرد ہوئے اور مرزا مرحوم کی حیات تک دلی ہی میں رہے۔ مگر اُن کے انتقال کے بعد یہاں جی نہ لگا اور پھر وطن مالوف چلے گئے۔ اگرچہ مفلوک الحال رہے۔ مگر افلاس میں بھی رنگ دلی رہ گئی وہی آن بان آخر وقت تک رہی جو اگلے میں تھی تا ایک ۱۸۸۹ء میں شمع حیات صرصر اجل کے جھونکوں سے خاموش ہو گئی۔

آپ صاحب تصنیف و تالیف ہیں چنانچہ تاریخ عجیب حالات حکماے یونان تریاق مسموم تاثیر القلوب۔ اور گنج شائگان مختلف علوم و فنون میں آپ کی تصنیف سے ہیں بعض کتب راقم تذکرہ نے بھی دیکھی ہیں جو سب لکھی ہیں۔

ایک مختصر دیوان شائع ہوا تھا۔ دوسرا تیار ہے وہ شائع نہیں ہوا۔ کلام اگرچہ متیں زیادہ ہے۔ مگر اسی متانت میں ظرافت بھی شامل کر دیتے تھے۔ چند شعر جو ملے کے جو ہدیۂ ارباب نظر کیے جاتے ہیں۔

دھو سکے تو اپنے دل کا داغ دھو — سیج مسجد کو ہر گھڑی دھو تو لیا ہے کیا
توبہ کا ارادہ تو ہمارا بھی ہے اے شیخ — لیکن ذرا آجاے بڑھاپا ابھی کچھ اور
آنکھیں کہیں ہیں ہاتھ کہیں جیسے ذیابیطس — جسم عشرہ رادکھی ماق نار میں بگڑی
سکے بیاری سوراں کی حرارہ درد — لگ گئی ہے کہ بڑھاپا ہے خدا خیر کرے
سرو ساماں نہیں ہے مہیا ہوتے — ورنہ فرعون تو کیا اُسکے بھی باوا ہوتے

مشتاق۔ مولوی محمد بخش نام تھا۔ قدما میں سے ہیں مولف تذکرہ گلزار جاوید نے ایک بیاض سے چند شعر لکھے ہیں۔ یہ پتہ نہیں چلا کہ کہاں کے رہنے والے تھے۔ اور کب تھے میں بھی صرف اشعار نقل کرتا ہوں۔

شاہ صاحب تم دعا مار دیتے ہم ڈرتے نہیں — دیکھکر حیران ہے اور بھولی آپ کی
ہم غریبوں پہ، والا ہے کہ آپ کا — کیا ہوا ظاہر ہے صورت بھولی بھالی آپ کی
کام کر چکے۔ تھے جو کچھ ہاتھ پر — کتنگ بھالی راہ راہوں گھولی آپ کی
جاتے آزادوں کے حلقے میں داخل ہیں میاں — بیکلی پیاری بات اور بولی آپ کی
گر کرم فرمایا ہے تیغ کی مت پوچھو — کل بہت سخت ہو گئی ان کی آپ کی

حرف شین معجمہ

شاہی گیلاں کی رہنے والی ایک واحشہ عورت تھی۔ شاعری کا شوق بہت زیادہ تھا۔ مگر افسوس کہ اپنے اعمال کی طرح اپنے اقوال کو بھی فواحش سے علیحدہ نہ رکھتی تھی حتیٰ کہ جسقدر کلام اُس کا میری نظر سے گذرا اُس میں سے ایک شعر بھی ایسا نہیں جو فحش نہ ہو اور انتخاب میں آسکے۔ لہذا صرف اسی نام پر اکتفا کرتا ہوں۔

شوخ۔ تخلص ہے منشی حسن جعفر صاحب لکھنوی کا۔ جب میں نے میم کی ردیف لکھی تھی اُس وقت آپ شوکت تخلص کرتے تھے لہذا وہیں آپ کا نام اور کلام لکھا گیا۔ اب چونکہ آپ شوخ تخلص کرتے ہیں اس لئے تذکرۃً یہاں نام لکھدیا گیا ہے۔

شرف۔ افسوس کہ پورے آپکے نام سے اطلاع نہیں شاید راے بریلی یا بارہ بنکی کے ضلع کے رہنے والے ہیں۔ پہلے کسی ریاست میں محرر تھے اب ہومیوپیتھک علاج کرتے ہیں اکثر لکھنؤ آتے رہتے ہیں۔ راقم الحروف کے جاننے والوں میں ہیں اکثر مشاعروں میں شریک ہوتے ہیں کلام دو طرح کا ہوتا ہے۔ ظرافت بھی اور عاشقانہ بھی۔ ظرافت میں نمک کم ہوتا ہے مگر پھر بھی [illegible] شریک آتے ہیں۔ آپ کی اس وقت عمر تخمیناً ۵۴ برس کی ہوگی میں نے دو چار مرتبہ آپ سے آپکے کلام کے لئے استدعا کی اور آپ نے بڑے وعدے کے ساتھ وعدہ بھی کیا۔ مگر افسوس کہ وہ وعدہ شاعرانہ وعدہ ہو کر رہ گیا۔ دو چار شعر جو ادھر اُدھر سے مل سکے وہ درج کرتا ہوں۔

ساغر لئے ہوئے کبھی مینا لئے ہوئے   آتا ہے دور ایک تماشا لئے ہوئے

آئے ہیں آج غیر کو لیکر وہ میرے گھر　　سامان انبساط ادہر اُدہر لئے ہوئے

شاکی سید اکبر حسین نام ہے ضلع الہ آباد کے رہنے والے ہیں۔ مدتوں سے بسلسلہ ملازمت لکھنؤ میں قیام ہے پہلے اودھ اخبار میں مترجم تھے۔ اب حقیقت اخبار میں کام کرتے ہیں۔ آپ شیعی المذہب ہیں مگر نہایت بے تعصب اور بیباک آدمی ہیں۔ فارسی قابلیت بھی کافی ہے۔ اور سخنگوئی کی مشق اپنے درجہ کمال کو پہنچ چکی ہے ظرافت اور عاشقانہ دونوں رنگوں میں طبع آزمائی فرماتے ہیں اور دونوں میں خوب خوب شعر کہتے ہیں۔ ظرافت میں اکبر الہ آبادی مرحوم کا اتباع کرتے ہیں۔ راقم الحروف کے شناسا ہیں۔ کلام عنایت فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ مگر شاید عدیم الفرصتی کی وجہ سے ایفا نہ فرما سکے۔ چونکہ اخبارات میں آپ کا ظریفانہ کلام اکثر شائع ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے دو ایک شعر نمونتاً اخبار حقیقت سے نقل کرتا ہوں۔ شاکی صاحب ایک پرگو شاعر ہیں۔ اسوقت عمر تخمیناً پچاس برس کی ہوگی

ہے تو اچھا قوم کی خدمت گوارا کیجئے　　اب یوہی درد کا دنیا میں چرچا کیجئے
قوم کے جلسوں میں جا کر کیجئے لکچر پرجوش　　پر اثر مضمون اخباروں میں چھپوایا کیجئے
اس سے جو فرصت ملے حل کیجئے قومی امور　　یا کوئی اسکیم جدیدہ کی مہیا کیجئے
ہاں مگر ہرگز نہیں ہے اتنا شرط لیڈری　　قوم کا بڑھتا ہوا افلاس دیکھا کیجئے
ہم ماما ہو گئے ہیں آپ سے بھی خاص قوم　　اس ہماری مفلسی کا تو مداوا کیجئے
یہ ہے بس تو شاکی دیسی سرکار کا حکم　　اس کو اوڑھ کے گھر میں بیٹھے رہا کیجئے

لالہ انگریزی میں جب فائق ہوئے　　مغربی تہذیب کے شائق ہوئے
باپ کو کہنے لگے مائی ڈیر　　واہ کیا لائق سے نالائق ہوئے

شیخ نے یکہ کیا لالہ نے بجا تیل گرٹ	وہ پھرے دردر تو یہ کرتے رہے دن رات پل
چھ مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ یہ پوشائی	ان کا یکہ بک گیا اور لے لیا لالہ نے مول

شہمشاد ۔ شاید غلام محمد نام ہے اٹاوہ کے رہنے والے ہیں ظرافت گوئی کا شوق ہے مگر ظرافت ہزل اور فحش کے درجہ پہنچ جاتی ہے حتیٰ کہ مجھے جسقدر کلام آپ کا ملا اس میں ایک شعر بھی ایسا نہیں تھا جو غیر مہذب الفاظ سے خالی ہو۔ مجبوراً نام پر اکتفا کی ۔

شوق حافظ غلام رسول نام تھا۔ دلی کے رہنے والے تھے۔ ویسے ہی شعر کہتے تھے جیسے پہلے لوگ کہا کرتے تھے یعنی غزل میں آدھے شعر عاشقانہ اور آدھے ایسے کہ جنھیں دیکھکر آج سامان تفریح مہیا ہوتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ظرافت کی طرف مائل ہوں۔ قلعہ سے کچھ تنخواہ مقرر تھی محلے کے شوقین نوجوان لڑکے اصلاح بھی لیتے تھے۔ اور کچھ نے دے کر غزلیں کہلوا لیا کرتے تھے۔ ذوق مرحوم کو انھیں کے یہاں سے شعر سن سن کر بچپنا میں شاعری کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ شاہ نصیر وغیرہ کے معاصر تھے۔ نمونہ کلام یہ ہے ۔

مزا انگور کا ہے رنگترے میں	عسل زنبور کا ہے رنگترے میں
ہر اک قاش ہلالی اس کی کیا کہیں	یہ معمول دور کا ہے رنگترے میں
نہیں ہے اسکی پھانکوں میں یہ پیا	یہ لشکر مور کا ہے رنگترے میں
ہے گلگوں مجسم یا اثر اجوں	کسی مخمور کا ہے رنگترے میں
مزاج اب جسکا صفراوی ہے اے شوق	دل اس رنجور کا ہے رنگترے میں

کر لکے فرقت کا لائے تم ستمگر آکے جگر میں کھونسا لگی	آہ کہ ہمدم ہاتھ ادھر سے جنگ سا
عہد کیا تھا نام کا جھٹ پٹ جھولے کل دن کو	آج نہ آئے پاس مرے

فاقہ مست عدم سے مرا ایسا ہی چھٹی کا رجا ہے	نانی حسن کی آئی چھٹی میں
شیخ تمہارے اسی چھٹی مست کے لڑکے کھاتا ہے	دودھ ملیدا

شوکت - مجدد السنہ مشرقیہ مولانا احمد حسن میرٹھی مرحوم کا تخلص ہے آپ کی قابلیت اور معلومات مسلم تھی اور ملک کے نہایت موقر شعراء و اہل قلم میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ عربی و فارسی میں فاضل بے بدل اور عالم بے مثل تھے۔ مدتوں تک ملک کے ظریفانہ اخبار طوطی ہند میرٹھ کے ایڈیٹر رہے۔ جس میں سیکڑوں مضمون ظریفانہ آپ کے قلم سے نکلے اور ملک میں مشہور ہوئے۔ غالب۔ مومن۔ خاقانی وغیرہ کے مشکل کلام کی شرح کی طرف پہلے آپ ہی نے توجہ مبذول فرمائی تھی۔ آپ کا عاشقانہ متصوفانہ ہر رنگ کا کلام موجود ہے اسی کے ساتھ ظرافت میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اور اس میں بھی آپ نے وہ گلکاریاں کی ہیں جو قابل دید ہیں۔ ہندستانی معاملات بھی نہایت کافی تھی۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

پادری تثلیث پر عاشق ہے یا عشق	تین میں سے دو نہیں ہیں کام کے

شہدا - دلی کا رہنے والا تھا۔ احسان کا شاگرد تھا۔ زیادہ حال معلوم نہیں ہوا چند غزل گئے۔ وہی درج کرتا ہوں۔

کیا ہی عاشق ہے بہت طرار یہ سانڈ	دوڑتا صاف چلا آتا ہے آوارہ یہ سانڈ
مالزادوں کی ترے سامنے کچھ قدر نہیں	کیا کوئی جانے ہے عاشق ترے اندازہ سانڈ
لے گیا دل کو بغل میں داب کر	ہے وہ ڈاکو نہیں ہے چور ہے
سگا ہی کر دو مجھے اپنی گلی میں	ایسا ہو جائے کہ کوئی گھس نہ کوئی چور
میں غم سے گھلا جاتا ہوں وہ ہنس دیتے ہیں لالا	کیا دیکھتے ہو اکو کہ وہ اسکا دل چور
اپنے دل مجروح کو میں کیونکر کہیں سے بچاؤں	ظالم کی نظر دوڑ کر ہو رہی چور

تہذیبِ قیس

لیلیٰ کے کہنے سننے سے آخر کو قیس نے | لکھوایا نام مدرسے کے انگلش اسکول میں
اے بی کے بعد پڑھنے لگا ایسی ریڈریں | تعلیم خوش معاشی ہے جن کے اصول میں
بیٹا مٹر میں دیکھتا تھا انبساط کو | پاتا تھا انقباض فجول بھول میں
ازبر تھے پولکاٹ کے تھیورم پر الم | اقلیم حافظہ تھی گرامر کے رول میں
تھا کیٹس کلام کی صورت زباں پر | کیا جانے کیا مزا تھا بھرا ڈیم فول میں
القصہ اٹرلس ہوا پھر ہوا ایف اے | بی اے ایم اے کے پاس کئی اپنے حصول میں
بہت ترقی کہ کہئے بیرسٹری بھی پاس | ہر عمر ہیں جنتیوں کے ہول تمول میں
لندن گیا تو اوک میں پالی لگا مرا | حاصل تھا وہ جو محمد کے اس کی مول میں
آئی نظر جو اوک کی کرسی پہ ایک مس | کھٹمل کی طرح تن گیا سادل کی چول میں
بال اس کے سر پہ صاف تھا عین بھیں مہر کی | ریشم کو جو تھا کریں جس اول میں
گردن تھی کہ سبت پی تھی طی الصلاۃ کو | قامت وہ ناکہ سرو کو اکھرا تھا طول میں
پھل بھی لگائے تھے قامت کی شاخ میں | رنگت بھری تھی رو درِ عارض کے پھول میں
دیکھا جو یہ بہار ہے قیس کے حواس | لگ تھی ہیں رہے دیر ملا کے سر دل میں
عنوں کو دیکھی کہ حلہ موں دہ کی ڈال | میری پڑی تدبیر ارد و قدول میں
میری سمجھ کو شست کا بڑا بار دو قت تھا | لیلیٰ کا عشق کہہ ملا جاکے دھول میں
سمجھا ہے کلام کا کیونکر کے جواب | لیکن بڑا ہے فرق فروع و اصول میں

قانون قسمت

ہم سے پوچھا یہ ایسی قسمت ہے | دور کیوں ہو کے مطلب ہیں
کالی رنگت ہے کہا ملائی میں | کالی رنگت ہے گر ہم شاہ میں

شب ہی کو ہے سدا چمکتا چاند — شب ہی کو جگمگاتے کوکب ہیں

کالی رنگت سے تل ہیں نقطۂ زیب — حسن سے روئے بتاں مہیب ہیں

کالی رنگت سے گیسو جیسا مال — لیلۃ القدر سے مخاطب ہیں

کالی رنگت سے ابروئے خمدار — تیغ و خنجر ہیں حسن عقرب ہیں

کالی رنگت سے پتلیاں دونو — چشم کے آسمان کے کوکب ہیں

رنگ کے ریب سے مسی کا حل — راحت چشم و ریت لب ہیں

کسطرح ہیں جگہ نہ آنکھوں میں — فائدے کحل کے مجرب ہیں

ریب دیتا ہے تن پہ کالا سوٹ — متفق اسپہ کل مہذب ہیں

حجر اسود کے مدعی لو سے — بوسہ لعل سے بھی اعذب ہیں

ماہ کعبے کے کالے کالے غلاف — سرمۂ چشم دین و مذہب ہیں

گوری رنگت پہ گر مدار اسکا — ہم ہیں کالی کالے کم ہیں سب ہیں

رنگ اس میں سدا ہیں مطبوع — ورنہ کیوں داڑھیاں مخضب ہیں

ڈرتے ہیں داغ برص سے یوں لوگ — جیسے مبروص کے معائب ہیں

شکل سے ہوگیا سکر کی اکیا — جتنے اسفید ہیں سب عذاب ہیں

[illegible] — دل کی حالی [illegible] ہیں

تلیاں گر سفید ہو جائیں — ہر قدم پر قدم مذبذب ہیں

پشتہ مسند دل ہیں حال اگر ہوں سفید — لاکھ اقربا ہوں [illegible] ہیں

رنگ لقمہ برا ہے گھوٹ میں — اسہ ستا ہد صفات کب ہیں

اجلے سے ہے سہاگیں سیرا — کوکہ رنگیں سہاگیں سا ہیں

سچ سا ہے کیوں تو دیکھی ہے — ہے عمر سے تر کیوں ہیں

بولی حسرت فضول سب تقریر — ایسی باتیں لکھا کیا کب ہیں

کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف — دل کے آئینے کے اور ہی ڈھب ہیں

معذرت انگریزی

ایک مرغے نے یہ مرغی سے کہا — لوٹتی ہے خاک پر کیوں بے تمیز
ہنسکے مرغی نے دیا اس کو جواب — جسم پر ملتی ہوں پوڈر اے عزیز
بولا مرغا ہے یہ پوڈر کیا بلا — بولی مرغی ہے یہ اک فیشن کی چیز
پوچھا مرغے نے کہ ہے فیشن یہ کیا — بولی مرغی بچہ مکھورسٹ وائز
ڈانٹا مرغے نے کہ انگریزی نہ بول — بولی مرغی مرغی تیرے سر پہ ڈیئر
مرغا جھلایا کہ پھر پھر وہی — مرغی بولی چپ بھی رہ اے بدتمیز
وہ زباں جو ہے رانوں کی کوئن — بولی وہ ہے جسکی ہر بولی کنیز
چھوڑ سکتی ہے بھلا اس کو کہیں — جبتلک ہے کوٹ پتلون اور کمیز
حبذا شہباز کا حسن کلام — مرحبا باغ فصاحت کی بریز

پادری ولیم نے احمد سے کہا — لو پڑھو انجیل سے سیکھو تمیز
بولا احمد اس کی اب حاجت نہیں — پڑھ چکا ہوں میں تو صاحب سٹیر

حرف صاد

صاحبقران تخلص امام علی نام تھا۔ باپ کا نام سید غلام حسین رضوی تھا بلگرام ضلع ہردوئی کے رہنے والے تھے۔ جرأت اور انشاء کے معاصر تھے۔ ریختی۔ ہزل ظرافت۔ ان کے کلام میں سب موجود ہیں۔ مگر افسوس کہ اعتدال کو مدنظر نہیں رکھتے تھے بلکہ اکثر جگہ کلام فحش کے درجہ تک پہونچ گیا ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ مولف تذکرہ گلشن بے خار نے ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "شرم و حجاب از دلش مراحل دور و طبعش از آداب و اخلاق مہجور۔ ہر چند داب جامع این اوراق نیست کہ سہادا ما اللہ کسے را بدی نام برد اما در خصوص اینکس بطرز فحش و ہزلش خلاف عنوان ناخواستہ حرفے چند از نوک خامہ بر صفحۂ نامہ ثبت گردید"۔ صاحبقران کے یہاں مضامین دلکش کی کمی نہیں مگر واہیات نے اس طرح ان کے کلام کے حصوں کو گھیر رکھا ہے جس طرح کہ کانٹے پھول کو گھیرے لیتے ہیں۔ گلچیں کی دسترس نہیں ہوتی کہ بے باکانہ اس کی طرف ہاتھ بڑھا سکے۔ دیوان ان کا غیر مطبوعہ نہایت تلاش سے کہیں کہیں ملجاتا ہے چنانچہ میں نے سخت محنت اور تلاش کے بعد اُن کا دیوان تلاش کرکے نہایت محنت سے چند اشعار منتخب کئے۔ جو درج کرتا ہوں۔

کملو یہ لگی کہنے مری دیکھ کے حالت　　شہوت سے یہ کر چاک گریباں ادھر آ

دیکھ عرق مکدہ کا پادا بدل لیا　　مسلک کا ریبا دیکھ برادا بدل لیا

یہ اور چال سیکھی ہے کملو نے ادنوں　　ماری جو دیکھی بات پیا وا بدل لیا

صاحبقراں وہ لعل سا دل لگا سرچ سے — کملو نے حال کر مجھے سادا بدل لیا

سنا جو بیکلے میں کہتی تھی ہر جو اسے ببیر — زمانہ چا ہا کیا جب ملا کسا حال رہا

رات دن سے ادہر سے کیا کچھ کر گیا — اس ہی گرمی کو سکریں ہنسی سے مر گیا

دمبدم لڑتی ہے کشتی مجھسے جو تم ٹھونک کر — پہنچ والا کیا کوئی تعلیم تجھکو کر گیا

چھکلے جو کرلی تھی اسکو ملا کرنے لگی — خوش ہوے مرتا سٹا اسکی سے شوہر گیا

میں تو چھکلے میں ڈر گیا جاکر — کوئی ماکھوسی کرلی بیچا

آج صاحبقراں کی آمد ہے — چوکیوں پہ بچھاؤ غالیچا

جہاں آیا کوئی مجلس کے گھر میں ملتجی ہوکر — سرا دوں مار رکھو اٹھتے پالی پائچلے ہیں

ڈھونڈ مالدار جو کھنیں پہ کھوری کے بیاہ ہیں — غیرت سے میل ڈوستے پھرتے ہیں جا ہیں

جوں کو نور تر کے یار دوستان لوٹو — آئی ہے حج پہ کرکے دوڑ و ثواب لوٹو

سنتے ہیں سکدے سے دور چلی ہے حج کو — اب تو سوچے کہا کے ملی چلی ہے حج کو

جیتوں مصیبت ہی کی ہے بے مال آنکھ — چھوٹے سے سن میں اسکی پڑی ہے چھپال آنکھ

کملو مجلس سے کوئی ٹلتی ہے — میری چھاتی پہ مونگ دلتی ہے

راہ سے کرتہ پیلا رنگا پاس ہیں — جو رو سیر ہیں کیا اڑ کہیں پڑا الست ہیں

ایکا سائیں کر ٹھا ہوا ہے یار جانی کیلیے — ورنہ ستے ہیں حالہ اور نانی کے لیے

یہ وڑدل میں دماں کٹتی ہے ابھی — کبھی تو بیا اور توبیا جاتا نہ جانا

جو پوچھا کہ صاحبقراں کیسے ہیں واں — تو بولی کہ ایسے کو جانا نہ جانا

کانوں کی لٹ بالی اد میری کھولی کھالی — ہاتھوں سے کیوں چھالی اد میری کھولی کھالی

باریک سا دوپٹہ لازم ہے گرمیوں میں — اوڑھا نہ کر یہ بالی اد میری کھولی کھالی

سر سے پڑا لوالہ کلہ کو پھاڑتا ہے — باتیں نہ کر رزالی اد میری کھولی کھالی

بس پیا کہ چپا دستے لو کھاتی ہو وال نت کا — ٹھری ہے یا سدھالی اد میری کھولی کھالی

جو دیکھتا ہے سر کو پتھر سے مارتا ہے — ہونٹوں کی تیرے لالی او مسی کی کالی
صاحبقراں کی خاطر لازم ہے جیسے ماما — راون کی ہے تو سالی اور سری بھولی بھالی

نہیں لگتی جو مفلسوں کے ہاتھ — سخت وہ قحبہ نامرادی ہے
وہ سبکو مکر سے جیسے عروس کی پیاں — جھڑوا شیطاں جسکا ہادی ہے
اس کو پالا ہے اک زمانے نے — نہ کوئی دادا ہے نہ دادی ہے

گر اسی کا نام گرمی ہے تو ہم ٹھنڈے ہوئے — دم بدم گالی ہے اور پیرا اٹھتے بیٹھتے
وہ ہاتھ میں نہ آئے احسان آپکا کیا — نکلا دلیل یار وکیلوں کے بات کا کیا
چکلا ہے کہتے ہیں اندر کا اکھاڑا ہے — پریوں نہ عاشق ہو جائے گا دیوانہ
میں نے صاحبقراں سے پوچھا کہ تمنے بوسہ — کس کے بوسہ کا نشاں ہے تو کہا تجھکو کیا
بے حرا اس کا گدا یہیں رہے گا — بیٹھے اور پیارے یہیں رہے گا
رات کہتی تھی گہا کسی سے — دل ہے صاحبقراں پہ میرا
وہ ستم دگی نہ رہی اب نہ سودا — حسن کی تیری میرا وبال آگیا
مجھے دکھاتے ہیں سنگلو کا ستمگر میاں — سنگ اٹھ کھسرانا اور مٹکنا
رنگ حسرت سے ہو گیا پیلا — دیکھ لوروں کا مکر اور چھیلا
اسکی کھٹی کو پکڑ میں نے لگا بیٹھ گیا — کھینچی اس طرح وہ کمر کہ گلا بیٹھ گیا
کل ہنستے ہنستے اسکے دامن پہ رنگ ڈالا — مطلب نکالے ہیں ہم باتوں باتوں میں
قدر کر جانے والوں کی بڑی سستی ہے — جب گیا حسن دوبارہ نہ پھر آئیگا
جوانی پہ اسکی جب ہاتھ ایسا جا پڑا ہے — دل میں درد ستم سا ہاں جو ارا
مجھکو نہ تی سوا کھلاتا نہیں کچھ — پڑ لے جسکے ان بیٹھوں سے پالا

آ گئے لونڈوں کے سبب پیمبر اچکا ہوا — اب جو رنڈی سے لگا ملنے تو موا اک ہوا

جفت سپٹے کا اسے طاق رہا — [illegible] ایسا طاق رہا

بونکوں کی طرح لو موہا کرتی ہے ذلت — مسد لال ترا کیوں ہوا بیجاں بچا کا

کھاتو میں بے کہ سلتو کہیں گھر میں ہے — وہ ہپلے لوی مجھ سے تہا ہوا تھوا

اگر ہاتھ آئے کبھی سہی سی چوہیا — میا کہ پلا آپ کھاتے نہی سی چوہیا

مرگا دوں مجھو مد راسے چھڑنے کو — الہیا اگر گائے سہی سی چوہیا

اچھل کر رکابی سے لیجائے لوٹی — جو کھانے کی لویائے سہی سی چوہیا

فقد دل ایسا لگے ہانگے عاشق بیارے — قدر جاتی رہی جسوقت ڈالا نکلا

رستم کی اگرچہ ہو نواسی — جب وقت پڑے تو دعا کیا

کسی کے ایک سے نہیں ہم تم — کیا عید وہاں اور آستا کیا

شیخ جی کھول کے جو بیٹھ گئے عایت کو — جب فراغت ہوئی کہنے لگے ہاں ہاں لوٹا

تراد شمس کر کے مرغی کی ہاسد — رہے ٹاپے میں غم کے تا قیامت

ہاتھ میں سے نہ لگا یا کھا اسے حلوہ سے — دھر دیا اسے رمر دستی پکڑ ہاتھ پہ ہاتھ

مت مجھکو ستا نا آج — صدقے جاؤں آنا آج

تجھکو میری قدر نہیں — آنا میں سے جانا آج

گدھے کو لیے دھوبن ہانکی جاتی ہے ٹخ ٹخ — وہاں سے لاد کر کپڑوں کو پھر آتی ہے ٹخ ٹخ

یہ دھرمٹ ہے یہ بیٹھ ہے کہ رواہے یہ ٹھکری ہے — کہیں جو سست ہوتی ہے تو کھڑکاتی ہے ٹخ ٹخ

اب تو صاحبقراں لڑا یا کر — گھوڑے سے گھوڑا اسا نڈ سے سانڈ

گو رہے یا کہ ہے صاحبقراں آئی ہمی کی — ایک پھسکی میں اڑا تے ہیں وہ پتھر

خیال الفت ہے شیریں لبوں کی — ملال ہوتے ہے کیا ناگڑ چبا کر

کہیں صاحبقراں تو عہد کرلے — نہیں [illegible] کی [illegible] مو ہر آجا کر

بیوفاؤں کے نام پر مایوس   اُن کے اخلاق خام پر مایوس

آشنا رسوا کیا محبت نے   آشنائی کے نام پر مایوس

کہا کملوے کچھ پکڑ کا کے ابھی   جو انو چھپتی ہوں میں نہ بیل

ہر گوش تیرا ہوش میں ہے ستم کم ہیں   ہر جا سے را دیترا مجھے درے کم ہیں

گو سوکھ سا گیا ظالم الجھو رہو کئی ہے   لیکن ہوے نہ ابتک تار دل کے دانت کھٹے

دیکھیو کھوری یہ موئی عاشق ہے   ہمی بھینس جو یا عاشق ہے

مرد کب چھوڑتے ہیں رنڈی کو   گھوڑی کیسی ہو گھوڑا عاشق ہے

روز لاتا ہے ماش کی بوری   کیا کروں میں یہ وڑا عاشق ہے

رات سگی دیکھکر میری طرف کہنے لگی   اس گوڑی کی تو کچھ صورت بھی چھپائی ہوئی

تھا ہی کا در کہ کل جسے ستایا تھا مجھے   خوش ہوئی ہیں آج میں اسکی سلمانی ہوئی

میکدے کے رہنے والوں سے ملا کیجئے   میکدے میں آپ بڑا بھیں گھولا کیجئے

سدہو جہاں کب امساک سے   سل ٹر سکتی نہیں خاماک سے

گھورتا عیب کا سے ہے صاحبقراں   کیا اٹھائے ہاتھ ابھی تاک سے

صاحبقراں سے ملکہتی تھی نہ خفا ہو   ہرگز ہیں الہی تیرے چھوڑنے کے

رہا جاتی تو دسہ تک بچا ہرگز   یہ ہیر دانت تیرے قابل ہیں توڑنے کے

کہا صاحبقراں بورل سے ہیں ہے   ہماری سمجھیو تو عیب بوستی

خفا ہو کر لگی کہنے کہ چپ رہ   جواب جاہلاں باشد خموشی

صاحبقراں کل گئے تھے چپکے ناگاہ   لیکن نہ کسی پہ ڈالی شہوت کی نگاہ

پر جب ہوا احتلام تو پڑھتے تھے   لاحول ولا قوۃ الا باللہ

صاحبقراں ابھی اوسط عمر لکھنے آگئے تھے اور یہاں نواب آصف الدولہ مرزا سلیمان شکوہ وغیرہ کی سرکار دربار میں ملازم رہے اور تاحین حیات بازار گی بفراغت

گزاری۔ جس کا حال بجا اُن کے کلام سے پتہ چلتا ہے۔ وہ ایک مرنجاں مرنج ہنس مکھ رنگیلے مزاج کے آدمی تھے اُن کے قال سے اُن کے حال کو کوئی نسبت قریبی نہیں تھی۔

صفدر۔ آپ نے اپنے نام کے جزو اول کو تخلص قرار دیا ہے۔ مرزاپور آپ کا مولد و مسکن تھا مگر بہت عرصہ سے لکھنؤ میں قیام ہے۔ اور یہیں شادی بھی کرلی ہے آپ ایک بیباک مزاج کھوسٹے مگر نہایت کہنہ مشق اور زود گو شاعر ہیں۔ بہت سے معرکوں میں آپ نے نہایت عمدہ عمدہ شعر کہے ہیں۔ اور حریفوں کو تاب مقابلہ سے عاجز کر دیا ہے۔ متین مہذب نیک دل ہیں معلومات شاعرانہ بقدر ضرورت کافی ہے۔ تین چار کتابیں مشاطۂ سخن۔ مرقع ادب وغیرہ آپ کی تالیفات سے ہیں جو نہایت مقبول ہیں ہر صنف سخن میں کلام موجود ہے۔ آپ کے معاصر آپ کی طبیعت خداداد سے ہمیشہ آپ سے جلتے رہتے ہیں مگر اس سے کچھ ہو نہیں سکتا آپ کی مشق سخن گوئی کو تقویت پہنچتی ہے۔ اگرچہ آپ کا کلام قدیم رنگ میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی وہ بجائے خود ایک چیز ہے۔ اور اگرچہ یہ دعوی دور از کار ہے کہ ہمیشہ ہر مشاعرہ میں آپ ہی کی غزل اچھی رہتی ہے یہ غلط اور بیکار ہے۔ مگر تاہم اکثر شعر اچھے ہوتے ہیں۔ منشی امیر احمد مرحوم کے شاگرد تھے اُن کے انتقال کے بعد جلیل صاحب اور ریاض صاحب خیرآبادی سے اصلاح لی اور اب بھی اکثر اپنی غزلیں ریاض صاحب کو دکھاتے ہیں راقم تذکرہ کے عنایت فرما ہیں کبھی کبھی [illegible] آپ کے کلام پر [illegible] نہیں ہوتی مگر کبھی کبھی اصلاح طبع کے طور پر کچھ نہ کچھ فرماتے ہیں۔ نموتاً چند شعر حاضر ہیں جو انہوں نے [illegible] عنایت فرمائے تھے۔

کوئی عاشق نہیں [illegible] والے ہیں — [illegible]
[illegible]

اے او پیر گردوں غیر کے ارماں نکالے ہیں
ہمیں جگر میں رکھتا ہے ہمیں ٹالے بالے ہیں

جو کھڑکی سے تمھاری دشمنی گردن نکالے ہیں
یہی لیلے کے بھائی ہیں یہی مجنوں کے سالے ہیں

بدر بکھلکی دکھائینگے رقیب رو سیہ ہم کو
سنا ہے آجکل تمسے نئے سندر یہ پالے ہیں

تماشا ہے کہ ٹیں ٹیں ٹلے یہ بھی ہے چاٹ طوطے کی
میاں مجنوں زباں جیسی نکالے تھے نکالے ہیں

خم ابروئے کسی کا دیکھ کر بدھو میاں بولے
ہجاڑ ول موڑا اس ہسیاسے لوہے کا ڈالے ہیں

سمجھ کر مٹی کا مو امرا دل توڑ ڈالا ہے
ٹھٹے ہی سے بنے ہیں ٹھٹے ہی کھولے کھالے ہیں

خدا رکھے طویل المرتبہ قارورے لمبی ہیں
جو تہمد باندھتے ہیں اور لمبی داڑھی والے ہیں

کوئی ڈھیا جو ملجاتا تو گل تکیہ میں ہوتا
تمھارے گال کیا ہیں جامن دو کے گالے ہیں

کہاں ہے موسم گل دھجیاں اڑتی تھیں دامن کی
کہاں اب کی بہار آئی ہیں اور وحشت کے لالے ہیں

تمھاری ناک بے طرح اب چوتی لگاتی ہے
ملا سے پٹ رہے ہیں ہاتھ تو گردن میں ڈالے ہیں

نقاہت سے مگر وعدہ کوئی سچا نہیں کرتے
جناب شیخ بھی شاید گیا کے رہنے والے ہیں

گل عارض لیے بیٹھے ہیں یار محبت ہیں
کروں کس کس کا میں سودا ہزاروں گل والے ہیں

کھلا دو چار خم میں حسرت عدد کا کیا ہوگا
پلائے جا انھیں ساقی اگر ہتھلیے والے ہیں

تہ [illegible] حال سر بستر نکلتے ہیں
لو بیبی کو کھٹمل کاٹنے مچھر نکلے ہیں

خدا محفوظ رکھے [illegible] کی محبت سے
اسی بڑھیا کے مارے نوجواں اکثر نکلتے ہیں

کیا ہے سدار انوں کو اپنے دل کی ٹھکری نے
تمھیں آکر نکالو دیکھوں تو کیونکر نکلتے ہیں

ملے بسمل مجھے وہ چاند گنجی کر کے چھوڑوں گا
گلی سے تمھی اعیار کیوں ہو کر نکلتے ہیں

دیار عشق میں لے رشک لیلیٰ ہوں وہ دیوانہ
میاں مجنوں کئی لیکر پاکڑ میں گھر نکلے ہیں

رہا دیکھتا ہے ہم گزر جاتے ہیں حیرت سے
جو تجھے پردہ نشیں [illegible] موڑ سے نکلے ہیں

[illegible] عشاق کو [illegible] دیکر
انھیں کے گھر سے [illegible] نکلے ہیں

[illegible] رقیبوں سے
[illegible]

کبھلا فیشن کا ہو پردہ نشینوں کا یہ عالم ہے ‏ سر بازار سینہ کھولکر بنکر نکلتے ہیں

یہ چیٹ ساٹن کی کہتی ہے اک کمسن کی باڈی ہے ‏ پری بننے کو ہیں نام خدا اب پر نکلتے ہیں

ریشا کتھالے میں لکھی ہے ملاتی ہے قیمو کی ‏ گلی میں شاہ چھڑا[1] کے آپکا زیور نکلتے ہیں

جناب شیخ اس پیرانہ سالی پر بھی اے صفدر

متوں سے گھوڑے کو ڈپٹے آلتر نکلتے ہیں

[1] شاہ چھڑا کی گلی لکھنؤ میں ایک محلہ ہے ۱۲



حرفِ ضاد معجمہ

ضاحک تخلص ہے مولانا میر غلام حسین کا جو میر حسن صاحب مثنوی سحر البیان کے
والد اور میر انیس مرحوم کے پردادا تھے۔ علم عربی و فارسی کے فاضل تھے ناظم و ناثر
نہایت اچھے تھے۔ درویش مزاج پاک و متوکل پیشہ شیعی المذہب بزرگ تھے۔ دنیا کے
تعلقات قطع کر کے تیس پینتیس برس تک آزادانہ زندگی بسر کی۔ موسیقی میں بھی مہارت
رکھتے تھے۔ شعر و شاعری کا شوق بدرجۂ اتم تھا اور نہایت عمدہ شعر کہتے تھے۔ مگر بادردان
زمانہ کے رنگ اور کس مپرسی نے دل توڑ دیا تھا۔ اسی وجہ سے قدیم رنگ عاشقانہ کو ترک
کر دیا تھا۔ اور ہزل گوئی اپنا شعار بنالیا تھا مگر اس میں بھی زبان عجیب و غریب ایجاد کی تھی
میر حسن مرحوم نے لکھا ہے کہ وہ زبان ہے جو آدم سے لے کر آج تک کسی شخص نے استعمال نہ
کی۔ مولوی ساجد کی ہجویں اور مرزا رفیع سودا کی ہجویں ایسی ایسی کہیں جسے اہل زمانہ
سنکر پھڑک پھڑک گئے۔ افسوس کہ اُن کا کلام ضائع ہو گیا۔ اور اب کہیں بھی نہیں ملتا
چالیس پچاس شعر کی غزل اور ہزل کہتے تھے اُس کے شروع میں تھوڑی سی نثر بھی
لکھتے تھے۔ ہزل کا صرف ایک مطلع ملتا ہے وہی نقل کرتا ہوں۔

یا ایہا التلا مکہ کرد حہلا مکہ   کل تو کی برامیہ فروسکا مسرہ

ضاحک نام و مقام معلوم نہیں اودھ پنچ سالق میں دو شعر کا ایک قطعہ
اس تخلص سے ملا وہی نقل کرتا ہوں۔ یہ اپریل ۱۸۹۶ء کے اودھ پنچ میں شائع ہوا تھا

اس زمانہ کی یادگار ہے جب لارڈ کرزن نے ہندوستانیوں کو جھوٹا کہا تھا۔ اور اسی مفہوم کے لئے اکبر مرحوم الہ آبادی نے یہ رباعی کہی تھی۔

چھوٹے ہیں ہم تو آپ بھی ہیں پیر مہرباں　　جھوٹے ہیں ہم تو آپ ہیں جھوٹوں کے بادشاہ

قطعۂ مذکورہ ضاحک یہ ہے۔

ہمارے لارڈ صاحب خیر خواہ ہند ہیں بے شک　　غلط کل مصلحاں سعدیت انگیز کہتے ہیں
برابر ہے ہماری پالیسی اور لارڈ صاحب کی　　کہ دونوں ہی دروغ مصلحت آمیز کہتے ہیں

اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا قطعہ بعنوان مصلحت انگیز کے نام سے لکھا ہوا ہے غالبًا وہ بھی انہیں ضاحک کا ہے۔

کل راہ چلتے چلتے سچ کو ملا جھوٹ راہ میں　　قلعی شدہ ہو جیسے کوئی دھات مسی
پوچھا کہ انڈیا ہی میں کیا ہے ترا رواج　　میری طرف سے کیا ہے بہت صاف دل جسی
کہنے لگا کہ ہاں تو یہ سچا معاملہ　　دربار میں جا کے دیکھئے کوئی میری آئی

ضیغم۔ اودھ پنچ سالانہ کے ایک نامعلوم الاسم نامہ نگار کا تخلص ہے جس کے یہ دو شعر مل سکے۔ غالبًا شیر خاں نام تھا۔

آں شیر شیر اسد اللہ ساں منم　　روباہ را حریف غضنفری کنم
کو مرغ مردہ کو رستم ناصیتی　　طوطی ہندستان سر برابری کنم

حرف طاء مہملہ

ظریف - منشی حسین الدین نام تھا۔ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے۔ صرف ظرافت کے شعر کہتے تھے جن میں پھکڑپن بہت زیادہ شامل ہوتا تھا۔ ایک بیاض سے چند شعر مل گئے۔ لیکن اس کے علاوہ نہ حال معلوم ہوا۔ نہ مقام و مسکن کا صحیح پتہ لگا

آج ہی گھر کا رقیبوں کے مٹاؤں آثار
ان کی دیوار پہ جا بیٹھوں جو الّو ہو کر

ہمہ تن جوشِ ناصح سے تیرے بھی
رہ گیا سارا جہاں جج سنبھالا ہو کر

نیکیاں بھی کبھی ہو جاتی ہیں یارو مجھ سے
کام تیشے کا بھی کر لیتا ہوں کدو ہو کر

سٹ رہا ان کی قسمت کا زمانہ ہے طرح
جو غذا اس میں گئی نکلی وہی گو ہو کر

نوچ کر وہ رہزنِ دل لوٹی لے گیا
پہلے ٹوپی لے گیا تھا اب لنگوٹی لے گیا

کر دیا قلاش القصہ تمہارے عشق نے
انتہا یہ ہے کہ بعد آ کے روٹی لے گیا

دل کی حاجت کو بھی اک زخم سا جاتے ہیں
جب وہ آتے ہیں نمک مرچ لگا جاتے ہیں

مرا بستر ہے سرِ رہگذر ہے
نہ چھپر کا غم ہے نہ کھٹمل کا ڈر ہے

مرے طائرِ دل کو کیا غم ہوگا
فقط جو کچھ ہے آنکھیں پھیرنے کا ڈر ہے

طرزی - ان کی ظریفانہ شاعری کا بہترین جوہر ظرافت یہ ہے کہ انہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ زبان فارسی بھی اس قابل ہے کہ عربی زبان کا مقابلہ کر سکے اس کے اسما کو بھی مصادر قرار دیا جا سکتا ہے اور اس سے مختلف صیغوں کا اشتقاق بوجہ احسن ہو سکتا ہے۔ اسی خیال کی بنا پر انہوں نے اپنی زبان اور شاعری کو اس خیال

اور صنعت پر بھی کر دیا تھا۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کمالات اور خیالات ارباب ادب کے نزدیک ظرافت بن گئے اور اُن کی شاعری سے ظریف شاعروں میں ایک فرد کا اضافہ ہو گیا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ہوا کہ طرزی ایک خوش طبع ظریف المزاج بذلہ سنج شاعر تھے رندان بادہ نوش اور مستان امارد پرست کے لیے شعر کہے تھے۔ اور اسی مذاق کے لوگ اس کو گلی گلی اور کوچے کوچے شہر میں گاتے پھرتے تھے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

در دیدہ من آگہی ارتقلیبا | پر کردہ ام از مہر تو جیب و بغلیبا
حد و حسن تو مطلع نہ علم ہیئت نگارا | گرد سیاد شتی دیدہ ہیم فی المثلیبا
ای دلخسہ لے دلدار گندل چرا | تو عزال کلشن مستی پلنگیدل چرا
با مسلمانان مسکین کافریدل ہر چہ | اگر قباران متتعصب شرنگیدل چرا
تا آفتاب چہرہ عیا۔۔ ۔۔ دمرا | اے نو بہار حسن چرا سیہ دہرا
الا اے کہ رلعت می کمندد | دل من در کمت می مستمند
بمرغ چشم اعدا اے تو طرزی | دل خود را در آتش می سپندد
ما از پئے تو دیدہ جنونیدہ ایم ما | تا حشر حلق کہ چو بنیدہ ایم ما
قامت خمیدہ و دل چو نقطہ سیاہ داغ | از عین و شین و قاف تو بہ نیدہ ایم ما
گر در فراق روے تو نا پیدہ ایم ا | کہ جوں کتان زحسن تو ماہیدہ ایم ما
استادہ دل جاہ زنج ساقیار لطف | حبل المتین زلف کہ چاہیدہ ایم ما
در سر رحمت لولو و رحسار سا ہیچ | ہر چیدہ سے تہار کما ہیدہ ایم ما
اگر بے تو ہر گہ سر امیدہ باشم | نکاتوں ہبرت کما ییدہ باشم
خور و خواب مرثی سر امیدہ باشد | اگر در گمت جور و وجوا بیدہ باشم
کزر حملہ جا کرا کم شماری | رانے تو مر را آ۔ مدہ باشم

حرف ظاء معجمہ

ظراف شیخ نور محمد نام ہے۔ شاید محلہ حسین گنج لکھنؤ میں قیام ہے۔ معمولی سے پڑھے لکھے آدمی ہیں اور ایک مرتبہ حسین گنج کے تذکروں میں پتا دیکھا ہے۔ مرزا محمد ذکی سے جن کا اسی تذکرہ میں ذکر آچکا ہے تلمذ رکھتے ہیں۔ بعض بعض شعر اچھے کہہ لیتے ہیں۔

صدا یہ دیتے ہیں وہ تم سے آج آئی ہے ۔۔۔ خرید لو گا ہکو سودا دکان بڑھانی ہے
تلاش دل جو گئی تھی لیے پھرا ہوں ۔۔۔ تمھارے کوچہ کی اک عمر خاک چھانی ہے
ہم اس لوٹے کے پاس کو موسم بہار ۔۔۔ ہم عشق میں مجنوں تن ترالی ہے
محاورہ ہے کتنا سچ ہے گا ۔۔۔ ذرا سا کیوں میاں اتنا ستک بڑھا لیا ہے
کھوں میں جد در ہے لیے پاس بیٹھ کر تو لیا ۔۔۔ سنا ہے جیتے کہ دنیا یہ دار فانی ہے
کٹھا گھٹا کہ مر آتا ہے عید دا ہے شوق ۔۔۔ ہی جو پیار سے کہ وہ سر کا مالی ہے
ہے کیسی ہے وفاقت نہ کوئی اپنا ہے ۔۔۔ مر جسپہ تا ہو دم اس سا اک گرانی ہے
ادھر حسینہ بیٹھے کوئی دکاں سے کدلی ۔۔۔ صدا وہ دیتے ہیں تم رنگ شاعرانی ہے
دہائی دیتے ہو آ کر اسے مہتا کا ۔۔۔ صرف تیج جی جو تمہاری کہانی ہے
تمام لے گئے سرکار لا کر عشق ۔۔۔ تکلم میں آپ کے گھر میں مرے گرانی ہے
کہیں نہ آپ کو اس دل لگی میں خجلت ۔۔۔ نہ کیجیے کہ لنگوٹی بڑی پرانی ہے
ہے صدقہ آپ پہ آپ کیوں ہیں روتے ۔۔۔ غضب کی آپ کے طرف پہ جوانی ہے

ظریف ۔ میر امان اللہ نام تھا لاہور کے رہنے والے تھے لکھنؤ چالیس برس تک

وطن سے علیحدہ رہے اور دلی یا بنارس میں قیام رہا۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ نہایت عمدہ ظرافت گو تھے۔ مگر افسوس کہ ظریفانہ رنگ کا کلام نہ مل سکا۔ ترتیب تذکرہ گلستان سخن کے وقت زندہ و بخیریت تھے۔

ظریف۔ سید ظریف حسین نام ہے ظریف تخلص ہے قصبہ تسہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے ہیں ۱۹۱۵ء میں دلی میں تھے۔ اب کا حال معلوم نہیں۔ چند شعر ظریفانہ ان کے دستیاب ہوئے وہ درج تذکرہ کئے جاتے ہیں۔

تمھاری چاہ مبارک ہے عید کے لئے
اگر یہ چاہنے والے ہیں آج تو سکے لئے

پڑھی نماز تم سے ہم نے دلی میں
گلے کو آتی ہے مدہی بیان و صو کے لئے

بتائیں کیا تمہیں صرف کتنا شوق جمال
ہزار چوڑیاں ٹوٹیں ک آرزو کے لئے

ازل سے تم نے رکی ہے بانٹ یہ نظر
کہ جتنے چاہنے والے لئے وہ ہو کے لئے

ملو جو غیر سے تو اس سے پوچھا یہ بات
حلال ہے جو کہ کیسے لئے تما کے لئے

تمہارے لال کا دامن نکل گیا مریم
منگا سکے سوزن عیسیٰ رفو کے لئے

ظریف ہے تمنا ظریف کو دیکھیں
تڑپتا رہتا ہے دل یا لکھنؤ کے لئے

محبت ہی ہوئی ہے یہ دروازہ ہے ایماں کا
ٹھکانا چار سو اچھا نہیں ہے تا ہی انساں کا

جتنے مارتی ہے اسے جیسے پیار کرتے ہیں
تعلق کس قدر گہرا ہے ٹی اور انساں کا

سنتا ہی ہے سایہ پردہ کے اندر میری آنکھ
ڈیٹی ہے اگر دیوار سے بچے بھی جھانکا

جہاں بھی کیا ہی سائے دامن محبت کے
لگا دو آگ بھی پانی تم گریباں ہے بھی اک ٹانکا

کھلا مٹھی سے کہو کہ سب دل ہیں گھر گرے
اطاعت آں کی دیکھو اور عبادت ایماں کا

ظریف - سید مقبول حسین نام ہے مولوی گنج لکھنؤ میں رہتے ہیں جناب صفی لکھنوی
کے چھوٹے بھائی اور محمد جعفر صاحب بہار سکریٹری معین الادب کے ساڑھو ہیں -
بقدر ضرورت فارسی اور ترکی سے آشنا ہیں - نہایت خلیق نیک مزاج ہیں اس سے
پہلے شیعہ یتیم خانہ کے سکریٹری تھے - مگر دو تین سال سے اب کوئی تعلق اس سے
نہیں ہے - جناب ظریف کی عمر اب تخمیناً ۵۵ یا ۶۰ برس کی ہوگی حقیقت یہ ہے کہ
آپ کی ظرافت وہ ظرافت ہے جس کا نشان بڑے بڑے پختہ کاروں کے کلام میں بھی
نہیں ملتا - اس میں شک نہیں کہ بہ نسبت آمد کے ان کے کلام میں آورد بہت زیادہ
ہے - اور لفظ لفظ سے بناوٹ اور تصنع ظاہر ہوتا ہے - قدیم تشبیہیں اور استعارات
جا بجا موجود ہیں اور کہیں کہیں دائرہ ظرافت سے علیحدہ ہو کر کلام ہزل سے
بھی متماثل ہو جاتا ہے - مگر با ایں ہمہ ان کی پختہ کاری مسلّم - بذلہ اور خلقی ظرافت
کا مجموعی حیثیت سے اسقدر بہتر نمونہ ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی - ان کے یہاں کے
ادبی اور پیش پا افتادہ مضامین لیے ہیں جن کا مقابلہ بڑے بڑے ظریف نہیں کر سکتے
اور بلا شک ظرافت گوئی میں وہ ہندوستان کے تمام ظرفاء میں ایک بڑا اور خاص
امتیازی درجہ رکھتے ہیں - ظرافت کے رنگ میں ہر مذہب میں ان کا کلام موجود ہے - اور
ان کی نظموں میں بعض بلکہ اکثر نظمیں ایسی ہیں جن کا جواب نہیں ہو سکتا - نہایت خلیق
اعلیٰ درجہ کے سخن فہم ہیں - زبان اردو کے سچے بہی خواہ ہیں - چنانچہ زمانہ حال میں بعض
بعض جدید نگاروں نے جو ایک جدید روش اختیار کر کے اردو کو خراب کرنے پر کمر باندھ
لی ہے آپ ان کے خلاف ہمیشہ اخبارات میں نظمیں لکھکر صدائے احتجاج بلند کرتے
رہتے ہیں - میں چاہتا تھا کہ جناب موصوف کا نیا کلام بھی درج کروں - مگر اب
اتفاق نہ ہوا کہ اسے حاصل کر سکتا - مجبوراً رنگ قدیم ہی سے کچھ اشعار
درج کرتا ہوں -

جنوں میں سر کیوں ہلاؤں [illegible] کھڑا ہو قدم میرا — حماقت کی نشانی ننگ با نقش قدم میرا

شمیم زلف مشکیں سونگھ کر [illegible] پھوٹی ہے — تمہارے لونگ کی بو سے ناک میں آیا ہے دم میرا

دل رشتوں میں معشوق کو شہ [illegible] ہوں — کوئی خلوت سرائے ناز میں دیکھے ادھم میرا

ضعیف و ناتواں ہوں مجھکو اللہ ہی بچانا ہے — [illegible] کا ذریعہ ہے قدم میرا

یہ دو دوں جانور [illegible] کھا ہی گئے — نشتر گریہ کے ڈر سے آ نہیں سکتا ہے غم میرا

یہاں مرادِ دو محصول [illegible] ہو گئے ہیں — وہ کہتے ہیں عرس میرا وہ کہتے ہیں چہلم میرا

ارے داتا اسے بھر یا [illegible] کام ہی تیرا — مگر کشکول سائل سے مشابہ ہے شکم میرا

فلک سا ہے بلندی پر [illegible] دل کا — جوانی شیش محل ہے دوسرا دل کا

ستارے ہیں جو اس کے معاملات دل کا — پڑا ہوا ہے کھٹائی میں فیصلہ دل کا

علم کسی کم [illegible] دار وست در دلجا ہے — کہیں تو حال [illegible] سے کچھ للا دل کا

علم میں چھپ گیا ہے [illegible] کا مرا کوئی نہیں — جاٹ جاتا ہے کتا من امتحاں کوئی نہیں

[illegible] ہیں کہ [illegible] انکو کہا چاہئے — [illegible] سلک [illegible] ان کوئی نہیں

حضرت [illegible] سے کم کچھ حضرت عیسیٰ ہوتے — [illegible] گراں کی [illegible] کوئی نہیں

لکھو [illegible] کیا موقوف ہے — ہر جگہ اہل [illegible] ہیں بے زباں کوئی نہیں

مستقبوں کے پیٹ آتی ہے یہ صدا — میں اک قرابہ ہوں عرق جامہ [illegible] کا

شیطاں کی جو آنت سے ہوتا مقابلہ — کھل جاتا حال آپ کی [illegible] کا

کچھ ایسی غم و رنج کی ہے کسمسائی — اپنا اگر اکھڑ آتا تو بستر اٹھے گا

اعیار کی حرکت اٹھانی تو گراں ہے — مجھ سے ترے احسان کا چھپر اٹھے گا

تا حشر [illegible] میں تو ہی سا رہے گا — مردے سے اگر قبر کا پتھر اٹھے گا

پیش کہ پوچھ رہا تھا کل سے اک آغا | چرا کھڑا ہے یہاں تو جہ کا رواہے
نئی ادا سے نکالی ہے طرہ استنجا | کہ خود کھڑا ہے لب بام ہار رہا ہے
ترا جواب نہیں اوسرا کی بھٹیاری | کہ وال جو بیٹھے یہ ہوا اور نگھار رہا ہے
ظریف ہے، وہ مت شوخ کسقدر آزاد | جو سر گھٹا ہے لئے لیتے جا رہا ہے

خیالی ہجر میں فرضی مریض غم کا مرجانا | یہ سب کیا ہے سلامت جیسے آپکا ایسے اترجانا
دولتی سے سمند ناز کی عید دل کا مرجانا | یہی تو ہے طویلہ کی بلا بندر کے سر جانا
رخ روشن کی جھری حسن کا گو یا ٹھٹھر جانا | قیامت ہے کسی معشوق کا سن سے اتر جانا
مری آہوں کی تڑپ سکا وہ جانا خوبی سر ہونا | وہ آنکھ لاٹ صاحب کی طرح پھیر کے گھر جانا
منہ چوٹا ہیں ہی یہ معشوق خیالی کا | کہ دروپیڑ نگہ سے دل کا لیا اور کر جانا
مریض ہجر پہ جالج کا اگر یا سرد مہری سے | وہ آخر تجھ تہ مشق اطبا کا بر رجانا
کنگا دیکھ کر انکو وہ سر پٹک لیے ناقہ کا | میاں مجنوں کا جلانا کہ لیلی ٹھہر جانا
ہوا مارتے تکے میں گل پھنگے مضموں کے لیکر | ظریف اچھا ہو اور وہ ساعر کی ظرافت جانا
بیٹ پالے ہیں جو مشتاق کا وہاں ہونا | اور وہ نالہ و فریاد کا جوڑ رواں ہونا
گھر تمھارا ہے کچھ باپ کا اسکے گھر ہے | غیر کے ساتھ مرے گھر میں مہماں ہونا
خوب لقدر دل عشاق کو لوٹا تو نے | شہد پیاسہ ہے اسے کہتے ہیں سیاں ہونا
یا تو کیڑے بھی ہیں کر کبھی دکھلا دیں یا | یا تو باندھا نہ کرو شمع کا عریاں ہونا
نامیقیاں وہ دریا یہ میرا اڑھنا | ان کے تیر کا وہ غصہ گلستاں ہونا
صاف لفظوں میں ہے ملتی ہوئی داد ونکا شو | وہیں یار کا درج در خاطر ہونا
درد دلا رہے کیوں کا ہے میں تو گھر | کیا مرے گھر میں گھس آنا پریشاں ہونا
وہ کفن میں شہیدان وفا دینے لگے | نا بیٹا کر پھر اس کو دو گز کھا دا دینے لگے

جھوٹے عاشق اس سے ٹکرا کر کیا تیشہ ہو — ہو گئے گندہ دہن لوسے وفا دینے لگے

پیٹ شبط آہ سے عشاق کا پھولا جالا — دھونکنی کی طرح سے نتھنے ہوا دینے لگے

سکھیاں لیں مغرور اماشق کے سامنے — وہ کھپا کر داد کو داد وفا دینے لگے

اس کے بہار کا گمنگا دل ساتھ — جلدی جلدی تال مسٹر کا لگا دینے لگے

جب مسیحا سے نہ اچھے ہو سکے بیمار غم — ہو کے کھسیانے سکھونا کو سکھیا دینے لگے

ترے کپڑو کی لادی لا دیا جب یاد کرتے ہیں — تو اکثر شیخ کے دعوی کے گدھے یاد کرتے ہیں

ستم ایجاد کہتے ہیں یہ کیوں معشوق کو تم — ستم بھی کیا کوئی کل ہے جسے ایجاد کرتے ہیں

بگولہ ہیں کوئی معشوق آندھی ہیں کہ جھکڑ ہیں — کہ چلکر عاشقوں کی خاک کو برباد کرتے ہیں

سیہ مستوں کی شادی جب رکھا ہو عرق — مبارک حضرت شیطان آباد کرتے ہیں

نہ واٹر لس کوئی بلی گرام ایسی لگا یا ہو — کہ ہم کو ہچکیاں آتی ہیں جب تم یاد کرتے ہیں

حسینو کیا تمہارے ساتھ ہیں ہم غلام آخر — جو کہتے ہو خطابات ہم تمہیں آزاد کرتے ہیں

دلیل کمسنی اس سے بڑھ کر کیا ہو گی — کہ جوڑا یاد ہیں اس شوخ کے بچکانہ آتا ہے

صدقے تو دیکھئے ہر چند بہت خوش خوب ہے — زنانہ پہنکر جامہ مردانہ آتا ہے

پیمانہ بالا رخ پہ کچل کے ادا کے — گلابی میں لگا رطل بھر انہ آتا ہے

ادا سے دیتے ہوئے مرغوں کے آگے ہو ٹیکتے ہیں — بتوں کے ہاتھ میں جب سبحہ صد دانہ آتا ہے

رقیب کو اس سے جھوٹا لڑنے کا ارادہ — یٹا آتا ہے بانکا آنی رحمکو بار آتا ہے

مسیحا دیکھ جا بیٹا ہے بیمار محبت کا — آ اسے بیٹا آتا ہے اسا یا آتا ہے

کوئی دل بتا سکو ڈالے کہ ٹھہر کشتی — ادھر ہی کے سکتی تو ادھر بھی آ دو دی

حوالہ لگے کوئی تو ادا سے سدا — دمدہ ہو دہی جوا گر تمہی ہو گر بھی

ہے جو کسی کا مارا ہے وہ ادھر ان کا چوکا   دلال زمان ہے جو ادھر بھی ہے ادھر بھی
کہہ رہی ہے یہ لقا سا کہ ہم کہہ رہا تھا بالواد   ست وفا وہ معشوق جو علوہ بھی ہو سر بکا
حسن لیے سیر اس کے ہو تسبیح بھی مارک   عیسیٰ ہیں اگر آپ تو اک پالیے خر بھی
تحریر کا عنوان ہی تمہید سے ملا   معشوق کے القاب ہیں جو مانی ڈریکی
جس نرالا ہے کہ دو عقد و مدارد   معشوق وہ ہے جسکے دہن بھی ہو کمر بھی
گی ہے سدا صاحب مقدور کی ولا   ترکہ ملے جو اسے جلدی کہیں مر بھی
بلبل کہو تم شوق سے ایسے شعر ار کو   ایک یہ بیچ بھی جسکے ہو طرف اڑ بھی

گو وہ ہر وقت ہے ملتی نہیں ہم پر کھلا   نامہ لاتا ہے ڈاک سے نامہ بر کھلا
آپنے الٹی رخ ادس سے حالی کی لقا   ہے یہ سمجھا حسن کی دکان کا منظر کھلا
استقدر ہے مختصر جادر معیشت کی طرف   پاؤں پھیلاسے فراغت کیلئے جس کھلا

وال ہوئی بات کی کمائی نازک ہے دوست   یاں دستر سے مجھکو آرہی ہے لیے دوست
کی رکھا جگر کی ہیں صاف جارہے دوست   رہ وفا کا جا بجا مٹ گیا ایسے دوست
بار بار وہ دو کے طائر دل ہیں مقیم   رو سکے جو رخ ہیں الجھے ہو گیسوئے دوست
ڈھونڈتے پھرتے رہا شوق نشان ہاہس   آگئی چوٹی میں ترک ہیں ستایا کوئے دوست
حسن کے دلکش طلوع ہیں سد رشتہ دوست   ہر سہ مار یار اٹھی کوئی مٹھی روست
کم حقیقت لیس رل اعیار ہیں بیٹھے ہوئے   دیکھ لو پیچھے ہوں تمہیں اگر دوست

دور تک آہ رقیبوں کی کھٹکا آتی ہے   پھر اڑ جاتے ہیں جس وقت ہوا آتی ہے
محدسے ناقہ لیلیٰ کی صدا آتی ہے   ساتھ آتی ہوئی محملوں کی دعا آتی ہے

وہی کام آتے ہیں جو مستو تو کو دنیا میں فقط — احمقا آتی ہے یا اُن کو وفا آتی ہے
نش آجاتا ہے اُس میڈیکل کالج سے — تیرے بیمار کے بیٹے کو دوا آتی ہے
رنگ عصہ میں بدلتے ہیں وہ گرگٹ کی طرح — سی کی اپنے دکھاتے ہیں کرامات مجھے

ظ۔ ح۔ اودھ پنچ سالن کے ایک نامہ نگار ہیں۔ جو کاکوری کے رہنے والے ہیں۔ نہایت شوخ ظریف ہیں۔ بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں چندہ کا جیسا دور دورہ رہا ہے اسکو وہی لوگ جانتے ہیں جن کو بار بار اپنی بھری ہوئی جیبیں خالی کردینا پڑی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھیں مصیبت زدوں میں شاعر مذکور بھی ہیں۔ ایک غزل فارسی ملتی ہے جس کے ساتھ یہ عبارت بھی انھیں کے قلم سے نکلی ہے۔

یا ایہا القوم ہوت۔ کون سے وقت عمل مچا رہا ہے ارے میاں تمھیں جاگ رہے ہو یا کوئی اور بھی ہے۔ میں جاگتا ہوا سوتا ہوں اور لوگ خراٹے لے رہے ہیں سلو کھی شش ہو۔

ما ڈہل در گردن و خر در خلاب افگندہ ایم

بہت اچھا کیا ترقی یونہی کرتے ہیں عاداً اگر اس کیچڑ اتفاق سے مسلمان نکل گئے ہوتے تو کام بنا لیا تھا۔ مگر کمبخت گدہا پھسل پڑا اور ہم لنڈھک گئے۔ ذرا ہاتھ تو تھام لو۔ خیریت ہے ڈھول الامت قوم کے لئے سلامت ہے۔ آؤ جلدی آؤ اٹھیں تو تمھیں کچھ سنائیں بھائی یہیں رونے کا لطف ہے۔ گانے کا ایک تان تم اڑاؤ تو ایک نالہ ہم کریں۔ صدائے زنجاست شاید سمجھے کوئی چندہ مانگنے والا ہے۔ قریب تھی دے رہا ہے کچھ اور نہ لے مرے جوں توں خود ہی آ اٹھے۔ رہوار کو بھی اٹھایا۔ پھر سوار ہوئے۔ سوار کیا ہوئے حماقت سوار ہوئی وہ یہ کہ قوم پر غصہ آگیا پھر کیا تھا۔ کھلا سخد حلی زبان۔ بجے ڈھول۔ بکھم۔ پکایکم۔ ڈہم۔ دہم۔ دہم۔ خلق خدا کی۔ ملک شہنشاہ

مجازی ایڈورڈ ہفتم کا - حال ، قتال رعا رمروں کا - دھوکا -

کوتہ اصلاح را در تیغ و تاب افگندہ ایم ‏ ‏ ‏ ما دل در گرد لب و حرف در حلاب افگندہ ایم
کار دنیا ہرج گرد دار سار ہیچ وقت ‏ ‏ ‏ ما امید از طاعت و چشم از صواب افگندہ ایم
از زکوٰۃ و حج صلوٰۃ و صوم فارغ گشتہ ایم ‏ ‏ ‏ تا بہ آمد قصر ایوان در سراب افگندہ ایم
لکھنؤ رسید ہ آباد ماست تا آب ‏ ‏ ‏ سایہ ہمت بر حرا سا افگندہ ایم
مرد حرر بجر سودا را سامد حسب قوم ‏ ‏ ‏ دل در دریا و سیر برشت لب افگندہ ایم
تا قیامت ما دلبر لعل قتال سو سال ‏ ‏ ‏ بارش لو سمند و بار آفتاب افگندہ ایم
پہلوان علم معرب در علیگڈہ آمدہ ‏ ‏ ‏ گر ز و نقاب شویم از اسباب افگندہ ایم
آفرین حضرت سعدی چہ خوش فرمودہ است ‏ ‏ ‏ ما دل در گرد لب و حرف در حلاب افگندہ ایم

حرف عین

عالی۔ یعنی نعمت خاں عالی شیرازی۔ ان کا نام اصل میں میرزا محمد تھا۔ اور نعمت خاں خطاب تھا۔ مگر یہ اپنے خطاب کے ساتھ ایسے مشہور و معروف ہوئے کہ اصل نام سے بے خبر ہو گئے۔ ان کے والد کا نام فتح الدین تھا۔ جو اپنے زمانہ کے ایک زبردست حکیم تھے۔ میرزا محمد ہندوستان ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پائی۔ مگر کمسنی کے زمانہ میں اپنے باپ کے ساتھ شیراز چلے گئے۔ مروجہ اور ضروری علوم رسمی وہیں حاصل کئے۔ شاعری بھی وہیں شروع کی جس میں ملا شیدائے یزدی کے شاگرد ہوئے۔ ہندوستان واپس ہوئے تو عالمگیر بادشاہ ہندوستان کے زمرہ ملازماں میں داخل ہوئے۔ حیدرآباد کی فتح پر ان کو زمرۂ مصاحبین میں جگہ دیدی گئی۔ اور سنہ [illegible]ھ میں بکاول یعنی داروغہ باورچی خانہ کی خدمت پر مامور ہوئے اور نعمت خاں خطاب عطا ہوا۔

عالی کا مرتبہ شاعری میں بہت بلند ہے۔ اور کسی طرح متقدمین سے کم درجہ پر نہیں ہے۔ مگر سب سے زیادہ کمال ان کو ہجو گوئی اور ظرافت نگاری میں ہے۔ ان کی ہجو گوئی کی ایک خاص وجہ ہے۔ عالمگیر ایک راسخ العقیدہ سنی المذہب بادشاہ تھا اور نعمت خاں عالی شیعہ مذہب رکھتے تھے۔ اور اسی کے ساتھ اپنے مذہب کے نہایت پکے تھے۔ اس واسطے یہ ہمیشہ دربردہ ہجو کیا کرتے تھے۔ عالمگیر کچھ نا سمجھ تھا وہ سب کچھ سمجھتا تھا۔ مگر نعمت خاں کی لیاقت کا سکہ اتنا اس کے دل پر بیٹھا ہوا تھا کہ وہ ہمیشہ ٹال جاتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ بادشاہ کی تعریف میں یہ قطعہ کہہ کر گزرانا۔

اے عمر صورت و عثماں سیرت — کہ ابوبکر نگہبان تو باد
روز محشر کہ بخود رسانی — پسر بوسفیان یار تو باد

بادشاہ اس قطعہ کو سمجھ گئے۔ مگر یہ کہا (اگرچہ ایں کشتہ قرم ساق بدالست خود ہجو کردہ است لیکن سعادت است نویسد در بیاض خاص)

ایک مرتبہ بادشاہ نے ایک خصی بکرے کو جسکی داڑھی بہت بڑھی ہوئی تھی اور عمر بھی زیادہ تھی دیکھکر کہا کہ اس کا کوئی نام رکھنا چاہیئے۔ نعمت خاں عالی نے کہا کہ حضور ابوبکر نام رکھدیجئے اگرچہ بادشاہ کو یہ بات نہایت ناگوار گزری مگر ہنسکر ٹال دیا۔

غرضکہ اسی طرح بادشاہ۔ اور امرائے دولت پر برابر طعن و تشنیع کی بھرمار کرتے رہتے تھے۔ اور سب لوگ اس کی باتوں کو مسخرگی سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انکی ہجویں بقول مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے تیغ تیز سے کم نہیں ہیں۔ اس کی ظرافت نہایت عمیق ہوتی ہے۔ جس قانونی پہلوؤں کو بچاتے ہوئے مشہور ضرب الامثال اور آیات سے صریح گلکاری کرتے ہیں کہ قابل دید ہوتی ہے۔

ان کی تصانیف میں سے دیوان فارسی۔ وقائع۔ جنگنامہ حسن و عشق اور مضحکات بہت مشہور ہیں کچھ رقعات بھی ہیں جو کہیں نہیں ملتے۔

عالی پہلے اپنے پیشہ کی مناسبت سے حکیم تخلص کرتے تھے مگر کسی شخص نے ایک دن کہا کہ حکیم۔ اور حکیم ایک ہی طرح لکھا جاتا ہے اسی لئے انھوں نے اس تخلص کو چھوڑکر عالی تخلص اختیار کیا۔

ایک مرتبہ نعمت خاں عالی نے اپنا ایک صفحہ مرصع گرو رکھنے کیلئے نواب زیب النساء بیگم دختر عالمگیر بادشاہ کے پاس بھیجا مدتوں تک نہ وہ صفحہ واپس آیا اور نہ روپیہ آیا۔ تو نعمت خاں عالی نے یہ رباعی لکھکر بھیجی۔ بیگم نے پڑھی اور

اے بندگیت سعادت اختر من | در خدمت تو عیاں شدہ جوہر من
گر جنبہ خریدنی است بس کو زر من | ور نیست خریدلی رسا بر سر من

عالی کی ہجووں کا پایہ اسقدر بلند ہے کہ اُن کا جواب اُن کے معاصرین یا پاستقدمین کے یہاں نہیں ملتا۔ اسمیں شک نہیں کہ ایران میں سیکڑوں ہجو گو اور ہزال گزرے مگر نعمت خان عالی نے جو طرز خاص ایجاد کیا اسکا کسی دوسرے شاعر کے یہاں نشان بھی نہیں ہے۔ لطف یہ ہے کہ اگر اُن ہجووں کو متانت کے لحاظ سے دیکھئے تو بھی اُن کا پایہ اسا ہی بلند ہے اور اگر مسخرگی اور ہزل کی نوعیت سے ان پر نگاہ ڈالیئے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا مسخرہ بھانڈ بھی ان کا مقابل نہیں ہے۔ وہ ظرافت یا ہجو میں صرف ہزل اور مسخرگی اور الفاظ سے کام نہیں لیتے بلکہ ہمیشہ اس میں انتہائی معنی آفرینی کا خیال رکھتے ہیں چنانچہ انہوں نے ایک قطعہ ہجو کا مگار خان پسر جعفر خان وزیر کی کتخدائی کے موقع پر کہا ہے دیوان میں موجود ہے جس نے بڑے بڑے ہجویہ قصیدوں کو شرما دیا بلکہ اسے پانی پھیر دیا ہے۔ یہ ہجو ظرافت ہزل کو نظر انداز کرتے ہوے جب اسکی بلاغت پر نظر ڈالتے ہیں تو علوم کا ایک دخار دریا موجزن نظر آتا ہے۔ ایک ایک لفظ کو فصاحت و بلاغت کا خزانہ کہا جا سکتا ہے ملاحظہ ہو۔

بار دیگر کہ خدا شد خان عالی مرتبت | با کمال عز و تمکیں با وقار و زیب و زیں
مہرہ در مسند سعید گر کشادی رود لہ | میر بند بر تحسہ از ترس حریفان کعبتیں
راہ را ہے دیو سر بردست از ساقی عروس | ماند آسم ہمچنان بر گردنش مانند رسن
سقفہ کسوت انسر افتاد دگر رشتہ جہار | قدر حمع من جا۔ للسلدہ عجبی ایحنیں
ان سدہ از حسر آورد ایں سدا از احتیاط | ایں سخن ہم درمیان بد استار میاں

زاں طرف خفتن بباشد بر طریق بر خاش | شہر طہا شد ز قسمت ایجاب قبول رجائیں
گفت سہر مس جہاز اور دہ کاید بکار | گفت آئے ہم جکش اور دام ہم کلیتیں
گفت خان البصر مفتاح الفرج را ساکن آست | کرت استعمال عقو حق کسدالے تو عیں
گفت ان شد چہرم بیشم بیست شد و مذ خرز | در محالات است فتح الیاس حذر الرحمتیں
گفت دہلے میکم شو و تقسیم آمد حلول | ہست سرپائی و طرپائی سنا ز بدیں
گفت تو شکل عروسی ہندسہ گر خواندہ | صح عمود اگی للمثلث قائما بالقطتیں
گفت مس در انتظار ساعتم معدود دار | شمس طالع سہو راجع ماہ باید در بطین
از طبیبے ہم دوائے خواستم با دیدہ گفت | از مرود تہاۓ تو پیدا ست نبض ملکتیں
ساحت در عوفی رخولحان خور ور تخسیل | تو دری و دار فلس عدقسیط و ہمیں
گفت ہے ابہا می آید بکار از مس سو | حارہ ات فصد و حمیوم کی عذ علقیں
محلہ ام را مدرسہ کردی تو اے جاں خبر آ | ہم زباں آمد مدد ار گفتگو ہم بوقتیں
دحلہا در موسیقائی کار ملا رادہ است | تو تحت اللفظ و اعنذ کتہ چوں بالحسیں

یہ پورا قطعہ نہیں ہے۔ بعض اشعار اس سے نظر انداز کر دیئے گئے ہیں۔ اسکی شرح بھی ایک مرتبہ میری نظر سے گزری تھی۔

شیخ در خواب دید شیطاں را | رہزن دیں و دزد ایماں را
از صفا لیک دل چو آئینہ باخت | آں لعیں را ہمیں کہ دید شناخت
ملامت عتاب پیش گرفت | ریش ش روئے دریش گرفت
کہ چہا میکنی تو اے مردود | شدہ از درگہ خدا مطرود
ہم دیگر چو شیخ در دکار | شد از اں سرزنش سخود بیدار
چوں ترش ز خواب شد بیج بست | دید ریش خود تش بدست خود است

قلعہ گولکنڈہ کے محاصرہ کے وقت عالمگیر کو سخت دقتیں پڑیں اور طرح طرح

کے نقصان اٹھائے یہاں تک کہ لشکر بے سر و سامان ہو گیا۔ تو نعمت خاں عالی کے لئے ایک سامان تفریح ہاتھ آگیا اور اس نے طرح طرح کے قصیدے لکھے جن میں سے بعض اشعار منتخب کر کے لکھے جاتے ہیں۔

الہ است اللہ و رحمان خدایے — مگر او کند رحم بر فوج شاہ
رحیم است و غفار آمرزگار — ندانم چہ سستی گرفتہ ایں سپاہ
رجل مرد و مرأۃ زن زوج جفت — جدا گشتہ از کید گرسال ماہ
ملک پادشاہ جند لشکر بود — زاں ضحک و خندہ بریں قاہ قاہ

جیست عقار و چہ کبریت احمر اشرفی — کیمیا نوکر شدن یک ہفتہ بیش از ثمن
فقر و فاقہ عیالہ عسرت صوری انتظار — ایں ہمہ باشد نوکراں بادشہ را در دکن
ممتنع مد دم دیں ہر دو لطر لعت و بستر — داء کاہ دوا سہ دلعفہ عزیز بد و دل
الثقیل و العائذ آں بہ کہ دریں لشکر است — از اجل حکم طبیباں المرض احوال تن
لم یقع جیح قلعہ لم یکن یعنی یورش — ہو سینہ لہو سہ لغو لوب اندا ختن
صدق آں حرفے کہ ہرگز گفتہ باشد ما — کذب گفتارے کہ ساز در دایہ دارو موش
فلصی آنکس کہ میگوید خلا باشد محال — در حراسہ گر رود ہرگز نگوید ایں سخن
بادلادل اں دل چوں لم حروف نالی اند — میکند ایں عمل در دفر تحسی تن
من وعن باد الی احمق دلی حرمیکند — لیک الو ہے کہ کا اند بدیواں دکن
کاں صار اسبح داسی اعمال ناقص اند — ہیچ تدبیرات و تیرات در ملک دکن

دریں ملک حیراں در کسر انیست سامانے — جو گیج استادہ اند اہل ہنر در کیچ ویرانہ
بہ سر حدے رسیدہ خلق را افراط ناداری — کہ معنی ہم ندارد ایں زماں حرف سحر ائیہ

سپاہی ہم سپاہاں قناعت میکند جولاں | ز شمشیر و سپر دارد دم آبے لب نانے
طبیب از علم طب دریا دمیدار دہمیں معنی | نباشد خوش تر از شربت دیبار در نانے
منجم را نشد غیر از فلاکت از فلک حاصل | ز ضعف جوع بیند قرص مہ را گردہ نانے
درین عطار خناق است قوت لا یموتی را | بچشمش آش و ناں آید چو بنویسد اسانے
نباشد آنقدر سرمایہ ہم جراح مسکیں را | کہ بہر مرہم دل خود سرنگوں سازد دکانے
چو طفل نے سوار از بہر روزی میدود کاتب | ز کاغذ خود کشیدہ دار و دار صفحہ میدانے
محاسب سال را سوخت ماہ رو رہ در دفتر | برائے اینکہ معلومش نشد شوال و شعبانے
ز حیرت گفت قاری من کلو میخواندہ ام یارب | نخواندم ہیچگہ لا تاکلوا در ہیچ قرآنے
درین لشکر بمانم یار دم را خویش می بخشد | بماندہ در دکان بقال را حرسنگ و میزانے
ز گرشیالی یکے پرسید از ورثت چہ ماند آیا | بگفت احوال گراں است بہر ساعتے آسانے
صدائے ماتمے از خانہ رجاست پرسیدم | چہ شد گفتند دریں خانہ دارد گشتہ مہمانے
ز جائے علماء شادی شنیدم گفت ہمسایہ | کہ شخصے دید شب در واقعہ پر آرد انبانے

اسی طرح قصائد اور نظموں میں جابجا شاہ عالمگیر کی تدبیروں اور اُس کے لشکر وغیرہ پر پھبتیاں کہی گئی ہیں نثر میں بھی اُن کی ظرافت قابل داد ہے نعمت خاں عالی نے ۱۱۲۱ھ میں حیدرآباد میں انتقال کیا۔

عارف محمد عارف نام تھا۔ دلی کے رہنے والے کشمیری الاصل میر درد و میر کے معاصر شاہ مبارک آبرو کے شاگرد تھے۔ رنگ زمانہ کے موافق کبھی کبھی ظرافت میں بھی شعر کہتے تھے ایک شعر مل سکا۔

درخت رستے کھو کہ آں سے
ورنہ عارف انیم کھاتا ہے

عاجز۔ کمترین کے شاگرد تھے اور میر تقی میر کے معاصر۔ اسی زمانہ میں ایک شخص حافظ عبدالحلیم نامی تھے جنکی شاعری بو اسحاق اطعمہ کی طرح صرف کھانوں کی تعریف میں ہوتی تھی اور اسمیں ظرافت کا نمک مرچ لگا دیا کرتے تھے کبھی ظرافت گویوں کو ملا کر مشاعرہ بھی کرتے تھے۔ ان کے یہاں عاجز بھی شریک ہوتے تھے۔ چونکہ عاجز خود ایک اوباش مزاج رند لاابالی تھے۔ اس لئے حافظ حلیم سے خوب بنتی تھی میر تقی میر نے نکات الشعراء میں لکھا ہے کہ کبھی کبھی کوئی مصرع اچھا بھی کہہ لیتا ہے۔ ایک شعر بطور ظرافت مل سکا۔

دل لعل ہارے لئے جاتے ہیں سیالکوٹ کے طفل شیخ سعدی تم بھی اس لیکر گلستاں دوڑیو

عبید زاکانی۔ قزوین کے نواح زاکان کا رہنے والا آٹھویں صدی ہجری کا نہایت مشہور و معروف خوش مذاق نقاد ظریف۔ شاعر۔ ادیب بلکہ مورخ۔ نظام الدین عبید اللہ نام تھا۔ عبید زاکانی کے نام مشہور تھے۔ شاہ ابو اسحق انجو کے زمانہ میں شیراز میں تعلیم پائی۔ اور ضروریات زمانہ کے موافق تمام درسیات سے فراغت حاصل کی۔ ازاں بعد زاکان میں آئے اور عہدہ قضا پر مامور ہوئے۔ چونکہ اس زمانہ میں ترکوں کا بڑا عروج تھا۔ اور تمام ایران انھیں کی حکومت سے متاثر تھا دل کی خواہش کے مطابق کسی سر دلشیر کو آزادی نصیب نہ تھی۔ اسی حالت نے عبید زاکانی کے دل میں درد پیدا کیا۔ اور ایک کتاب موسوم بہ اخلاق الاشراف لکھی۔ جو ایک ست کے طریقہ پر تھی۔ اور اس کے الفاظ لغات سے اس پرآشوب عہد کے تمام حالات ناظرین کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ چنانچہ نمونہ کے طریق پر چند لغات درج کئے جاتے ہیں"

العالم۔ بیدولت + الجاہل۔ دولتیار + الجواد۔ درویش + الخسیس مالدار النامراد۔ طالب علم + المحتسب۔ دوزخی + الشاعر۔ طامع خودپسند + العطار

حوس کو بیمار دیکھنا چاہتے + المحروم - وہ ہوشیار جو مستوں کی مجلس میں بیٹھے +
القلتبان - سسر + البکارت - اسم بامسمّٰی + الحلق - دستگیر مفلساں + المترف -
چو ر + الکلب الاکبر - وہ مولوی جو کسی امیر کبیر کا ملازم ہو + العس - جو رات کو ڈاکہ مارے
اوروں کو لوگوں سے پہرہ داری کی اجرت مانگے + القاضی + حوس پر لعنت بھیجے + الوکیل -
حق کو باطل کر دینے والا + الرشوت - بیچارہ لوگوں کی کارساز + الخطیب - تقریر کرنیوالا
گدھا + الواعظ - اوروں کو نصیحت آپ کو فضیحت کی مصداق + السیم - جو شادی +
الطبیب - جلاد + المنجم - کذاب + الملک الموت - ساقی ریق دار + الہادم اللذات
ماہ رمضان + الحدو القرنین - دو جوروں کا شوہر + بدبخت - بڈھی عورت کا جوان
شوہر + الدیوث - جوان عورت کا بڈھا شوہر + الذات الجنب - ہمسایہ + الیتیم -
غریبوں کی دستاویز + الشیخ ابلیس + صوفی دوسروں کی کمائی کھانے والا کاہل +
الحاجی - کعبہ کی جھوٹی قسم کھانے والا + العیاشی و شیخی + شریفوں کی تجارت کا سرمایہ +
الیچ و پوچ شریفوں کا وجود + المیسر - شرفاء کے آداب و تہذیب - الغرور و
الحماقت - شریفوں کی گفتگو + الدوکان دار - جھوٹے - ڈرنے والا آدمی + الالا
بازار کا مستند چور + الشراب - بیچینی اور اضطراب کا چشمہ + بھنگ - صوفیوں کو
حال میں لانے والی دوا + البیرہ دال - شراب اور بھنگ، دونوں کا استعمال کرنے والا +
السوال - بڈھوں کی ڈاڑھی رنگنے والا + اللاابعی - صاحب خانہ کی زندگی + المدیسا
آوارہ لڑکی کا باپ + الحریف - صاحب خانہ کا بھائی + الحوشی بعد العم - طلاق ثلاثہ +
الخاتم - بہت سے عاشقوں کی معشوقہ + البیگم - صرف دو سے چند عاشقوں کی چہیتی +
السکانہ - ایک عاشق پر اکتفا کرنے والی عورت -

غرض کہ یہ تمام لغت اسی قسم کے لغات پر مشتمل ہے مذاق کے پیرایہ اور ظرافت
کے پردہ میں قوم کی بگڑی ہوئی حالت مظلومی اور بدعملیوں بدقماشیوں کی

تصویر کھینچی ہے اور اس کو تاریخ کی صورت میں لے آئے ہیں۔ اور بہت سے مورخوں نے اس کو پسند کیا ہے۔ یہ طرز غالباً عبید زاکانی ہی کی ایجاد ہے۔ جس کا اتباع ملا دوپیازہ۔ اور جعفر زٹلی نے بھی کیا۔ نعمت خان عالی اسی طرز کے ساتھ ہیں۔ ملا راقم الحروف نے بھی ایک کتاب لغات الظرفا نامی اسی انداز میں لکھی ہے۔ مگر اس سے دراصل چوک ہوئی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے عبید زاکانی کی اس کتاب کو میں نے دیکھا تھا اس وقت لغات الظرفا میں اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ انشاء اللہ آئندہ اضافہ کردوں گا۔

عبید زاکانی نے اس قسم کی کئی کتابیں لکھیں۔ جو اب اکثر نہیں ملتی ہیں۔ اُس کے ظریفوں کے زمرہ میں شامل ہونے کے وجوہات مورخوں نے جو کچھ بیان کئے ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے۔ کہ عبید نے ایک رسالہ علم معانی و بیان میں لکھا تھا اور خواہش تھی کہ بادشاہ وقت کی نظر سے گزرے۔ مگر عیش پرست بادشاہوں کے یہاں سوائے مسخروں کے علم و دانش کی باتوں کا کیا کام ہے اسی لئے وزرا اور امرا نے عبید کی سعی اور کوشش کو بادشاہ تک نہ پہنچنے دیا۔ یا ہوئی تو بیکار رہی اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ عبید نے زمانہ کی ہوا کا رخ دیکھ لیا اور نہایت افسوس کے ساتھ یہ قطعہ کہا۔

اے خواجہ مکن تا بتوانی طلب علم | کاندر طلب راتب ہر روزہ بمانی
رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز | تا داد خود از مہتر و کہتر بستانی

اس کے بعد ظرافت اور ہزل کی طرف جھک پڑے اور ایسے جھکے کہ اسی میں عمر گزار دی۔ اب اُن کا کلام شائع ہو گیا ہے۔ چند شعر نمونتاً درج کرتا ہوں۔

در علم و ہنر چو من مشو صاحب فن | تا نزد عزیزاں نشوی خوار چو من
خواہی کہ شوی مقبول ارباب زمن | کنگ آور و کنگری کن و کنگرہ زن

شاہ ابو اسحق انجو کے مشہور دربار میں ایران نے ایک عورت جہاں خاتون نامے

سے شادی کی تو عبید زاکانی نے یہ قطعہ کہا ۔

در بیابان احسان قحبہ ہو فاست · تر از چنیں قحبہ منگ ہے بہ
مرا خی دگر را نکواہ · خدائے جہاں را جہانی نگ نیست

لطیفہ ۔ ایک مرتبہ خواجہ سلمان کو عبید زاکانی کی شہرت اور خوش طبعی پر رشک ہوا تو ایک قطعہ نظم کیا ۔

جہنمی و ہجاگو عبید زاکانی · مقرر است بہ بیدولتی و بیدینی
اگرچہ نیست ز قزوین و روستازاست · ولیک میشود اندر حدیث قزوینی

شدہ شدہ یہ خبر عبید کو بھی پہونچ گئی زمانہ مساعد نہ تھا مجبوراً خاموش رہا ۔ ایک مرتبہ اتفاق ہوا کہ عبید کہیں جارہا تھا ایک دربار پہونچا ۔ جہاں جیسے بڑے بڑے ہوتے تھے ۔ نوکر چاکر ادھر اُدھر اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے ۔ کنیزاں ماہروایاں اپنی خدمات میں سرگرم دوادوش تھیں ۔ غریب عبید نے ترک و احتشام دیکھکر دریافت کیا کہ کون یہاں اترا ہوا ہے معلوم ہوا کہ خواجہ سلمان ہیں ۔ یہ تو سُن ہی چکے تھے کہ خواجہ صاحب کے حالات میری طرف سے اچھے نہیں ہیں ۔ مگر پھر بھی ہمت کی اور خواجہ صاحب کی بزم سرور میں ہو ہی گئے ۔ خواجہ نے پوچھا کہ کیوں بھئی کون ہو کہاں سے آئے ہو ۔ انہوں نے کہا کہ قزوین سے آتا ہوں ۔ کہا کہ خواجہ سلمان کا نام تم نے سنا ہے ۔ جواب دیا کہ جی ہاں ۔ کہا کہ کچھ اسکا کلام یاد ہے ۔ کہنے لگے ہاں کہا کہ سناؤ ۔ عبید نے یہ دو شعر پڑھے ۔

من خراباتیم و بادہ پرست · در خرابات مغاں عاشق و مست
می کشندم چو سبو دوش بدوش · می برندم چو قدح دست بدست

یہ شعر پڑھکر کہا کہ میرے سامنے خواجہ سلمان ایک واقعی شخص ہے ۔ لیکن اسکے

شعر کیوں کہے ہوں گے میرا خیال ہے کہ یہ شعر اسکی بیوی نے کہے ہیں۔ خواجہ سلمان
نے یہ سنتے ہی پہچان لیا۔ کہ ہو نہ ہو یہ عبید زاکانی ہے۔ پہلے تو یونہی پوچھا کہ کیا تم
عبید ہو پھر قسم دلائی۔ جب بہت مصر ہوا تو عبید نے اقرار کیا۔ اور نہایت خندہ ہو کر
کہا کہ بغیر دیکھے کسی کی ہجو کرنا علما کا شیوہ نہیں ہے۔ واللہ صرف آپ ہی کے ملنے
اور آپ کے کیفر کردار کی سزا دینے کے لئے میں بغداد جا رہا تھا اچھا ہوا کہ آپ یہاں
مل گئے۔ خواجہ سلمان نے بہت معذرت کی۔ اور بات گئی گزری ہو گئی۔ اس کے
بعد دونوں پکے دوست بن کر رہے۔

مردم بعیش خوش‌دل و ما مبتلای قرض ہر روز عیش شعلہ دمن در بلای قرض

قرض خدا و قرض خلائق بگردنم آیا ادای فرض کنم یا ادای قرض

دکان چہ قرض دارم و اندر محلہ قرض در شہر قرض دارم و اندر سرای قرض

برهم زد آتش گدایان بباد شد اندر پی‌ام چو اشتر در پی گدای قرض

گر خواجہ ترتیب کند عبید را مسکین بگو بیاد برای ادای قرض

افسوس کہ زیادہ اشعار زیادہ تر دستبرد زمانہ کی نذر ہو چکے ہیں لہذا قلم انداز
کرتا ہوں۔

فتحی۔ نام فتح اللہ تھا۔ ہرات کے رہنے والے تھے۔ ہزل اور ہجو کی طرف
طبیعت کا میلان بہت زیادہ تھا۔ ملا شوقی کی ہجو میں یہ رباعی کہی تھی۔

اے شوقی که سا قول تو پرداختہ ایم ما از سر خود ترا قرین ساختہ ایم

اگر تو ہمیشہ نو میگوئی شعر اما همه در سینه انداختہ ایم

سوزنی۔ کاشان کے رہنے والے تھے نام میر الدین تھا ایران اللہ سلیم مرحوم کے بھانجے

مشہور و معروف اور ممتاز شاگرد ول میں ہیں۔ عربی فارسی کی لیاقت بقدر ضرورت شعر کافی ہے۔ اکثر غزلیں رسالوں وغیرہ میں چھپتی رہتی ہیں عرش صاحب کی عمر اب پچاس پچپن برس کی ہوگی۔ گو مجھکو یہ معلوم تھا کہ آپ ظرافت کی طرف بھی توجہ کرتے ہیں۔ مگر ایک غزل مطبوعہ اسی رنگ میں اودھ پنچ سابق سے دستیاب ہوئی جن کے ساتھ کچھ ظریفانہ عبارت بھی ہے۔ بجنسہ نقل کرتا ہوں۔ وہو ہذا۔

مریا اودھ پنچ۔ روایت صحیح ہے کہ ایک روز پنچ ان صبح دم بعد فراغت نماز سحری بیٹھا محو دعائے اصلاح قوم تھا کہ حجرہ کی جانب سے ایک لمبا چوڑا اینڈا بینڈا ڈھیلا ڈھالا قوال ہاتھ میں سہری سہانی چوڑیاں پہنے لباس زنانے میں ستارے معہ اک طاہر مرد طرحدار کے جو فی الحقیقت زن مکارہ و عیار دکھی آدھمکا اک عبرت سی ہوگئی تسبیح شریفہ پھینک کر قریب تھا کہ پاجامہ سے باہر ہو جاتا۔ کہ یا شیخ المدد کہکر بڑی زور سے مٹھی میں دل کو مٹکر سہ کر لیا وحشت دور ہوگئی اب اس قوال ورلن چھبیلے نے یوں الاپنے اور مٹاسٹانے ٹنٹیانے توڑ ہی ڈالا۔ عرضیہ

شرافت تو ہے گئی بدکار بیوی
کہاں کہنا ہے شوہر کی کیوں مانے بیوی

نہیں اب جہاں میں وفادار بیوی
کہاں سے کوئی لائے خوددار بیوی

کرے لاکھ تاکید پردے کی شوہر
نکلنے کو ہر دم ہے تیار بیوی

اگر اس زمانے میں عاشق بھی ہو
نہیں عیش خالق گنہگار بیوی

نہ کیونکر دعا موت کی مانگے شوہر
بہت آجکل مہر پہ ہے بار بیوی

اگر کھائے کپڑے کی تکلیف کچھ دو
لگادے وہیں جوتیاں چار بیوی

نیا گل کھلا ہے یہ باغ جہاں میں
کہ شوہر جو گل ہے تو ہے خار بیوی

اگر دیکھے بل ابرو سر میاں کے
تو دوڑے وہیں لیکے تلوار بیوی

مہذب گھروں کی یہ تعلیم سنیئے
بنایا ہے شوہر کو رہوار بیوی

کہا ایک ٹھٹھیار سے بیگم نے ہنس کر — شریفوں کے گھر کی ہیں عیار بیوی
یقیں کے ہے لائق فقط اسکی عصمت — گلے کی ہو شوہر کے جو ہار بیوی
طرحدار عیدو کی تعریف جب ہے — نہ دے ساتھ شوہر کا زنہار بیوی
مبارک مبارک بلا ٹالی سر سے — حواری جو سے ہیں گئے ہار بیوی
اگر میلے ٹھیلے میں جانے دو بیدل — تو سو بار تمکو کرے پیار بیوی
کمانے کی حاجت نہیں ہے میاں کو — بلا سے جہاں ہیں ہو بیکار بیوی
جہالت کا دریا رواں بیچ میں ہے — ہیں اس پار شوہر تو اس پار بیوی
کرے گا اگر تیل پانی کی خاطر — رہیگی ترے گھر نہ زنہار بیوی
نہیں نوکری ملتی جب مردوں کو — نہ ہو کیوں کمانے کو تیار بیوی
ادہر تھک کے کاموں کو کیوں لٹ رہے ہیں — اُدھر جام پی کر ہے سرشار بیوی
خصم کی اطاعت نہیں فرض ہرگز — خبردار بیوی خبردار بیوی
میں عاشق ہوں سو جاں سے تیری — ملی ہے مجھے اک طرحدار بیوی
سر اس ذات کا تو نہ اٹھ دلیس پا — ہے دکھتا بہت ہی تو زار بیوی
تری پیٹھ پر سیکڑوں لوٹ جوتے — ترے سر پہ لاکھوں ہی پھٹکار بیوی

عرشی - یعقوب خاں نام تھا۔ قصبہ بدکی ضلع فتحپور میں سنہ ۱۸۴۲ء میں پیدا ہوے آبائی وطن دہلی میں تھا۔ ان کے والد محمد زماں خاں اور ان کے دادا دارالسلطنت دہلی میں شاہ عالم بادشاہ کے توپخانہ کے گولہ انداز تھے۔ جب بادشاہ موصوف کی آنکھیں نکال لی گئیں۔ تو اُن کے والد ترک سکونت کرکے اس قصبہ میں آرہے۔ عرشی مرحوم کی ابتدائی تعلیم و تربیت بدکی میں ہوئی۔ مگر جب ان کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ تو یہ ضلع باندا چلے گئے۔ اور وہیں علوم رسمی کی تکمیل کی۔

بعد تعلیم پھر سندیلہ کی واپس آئے اور شاعری کا شوق ہوا۔ منشی جمیل الدین صاحب وکیل فتحپور کے شاگرد ہوئے۔ چونکہ بہت نازک خیال اور خوش گو تھے۔ تمام معزز لوگ ان کی تعظیم کرتے اور اس کو مانتے تھے۔ عاشقانہ شاعری بھی کرتے تھے مگر زیادہ تر نعت گوئی کا شوق تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن شاہ گنج مرادآباد کے مریدوں میں تھے اور نہایت عسرت و تنگ حالی سے بسر کرتے تھے تفنن طبع کے طور پر کبھی ظرافت کے شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے۔ ہجوگوئی میں بھی کمال حاصل تھا کلام میں استادانہ بندشیں۔ نازک خیالیاں۔ خوبی اسلوب بیان مدرجۂ اتم ملحوظ رکھتے تھے۔ آخر وقت تک شعر گوئی کا سلسلہ جاری رہا۔ اور ۱۹۱۷ء میں سندیلہ میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام ظرافت و ہجو یہ ہے۔

میں بدقضا کو کمر بستہ سمجھا | عجب بے تکا ہوں جا جاتا ہوں
دورنگی زمانہ سے ہم آشنا ہیں | مونچھیں سفید ہوگئیں سیاہ ہیں

ایک مرتبہ کلکٹر صاحب فتحپور کو ایک ظریفانہ عرضداشت اپنی عزت و بیکسی کے اظہار کے واسطے لکھی ہے جس کے چند شعر یہ ہیں۔

اس ضلع کے حضور حاکم ہیں | عرض کیونکر کروں نہ اپنا حال
چھ مہینے گذر گئے کھاتے | خشک روٹی و مِس گھاری دال
نہیں ہوتی شبیب سرکاری | وہ مٹری کی مولیاں تلک ہیں محال
نیند کیا خاک آئے راتوں کو | چارپائی کا ہے شکستہ حال
سوراخ میری تشنہ کامی کا | پانی میں سے گیا ہے مثل تال
پان کی یاد جبکہ آتی ہے | مارکر اینٹ کرتا ہوں منہ لال
جو یاں تک نہیں مقدر میں | دونوں تلوؤں کی اڑ گئی ہے کھال
پیسے جڑتے نہیں حجامت کو | بال بھی سر کے ہوگئے ہیں وبال

چہرے کا خط بنا ہے اک دفتر
مونچھ داڑھی ہے صورت تمثال

سینہ تنگی سے پھٹ گیا وہ بھی
تھا جو کسل مرا ہما سے شال

دود آہ جگر نکلتا ہے
دل کو آتا ہے حقہ کا جو خیال

گھر جو بدلی میں ہے سکوت کا
اس کی بگڑی ہوئی ہے صورت حال

ٹوٹی پھوٹی کھڑی ہیں دیواریں
بیٹھ جائیگی غالباً امسال

دن کو چھنتی ہے دھوپ تک اوس
ہیں چھپیں گھر کی صورت غربال

آندھیاں ہر در سے آئیں
اڑ کے چھپر ہو گیا بیپال

مانگتا ہوں گھڑی گھڑی کی خیر
ہر گھڑی ہے مرے لئے گھڑیال

عرشی مرحوم کو اتفاقاً کسی وکسینیٹر سے کچھ صدمہ پہنچا - پھر ان کو تاب کہاں تھی وہ وہ ہجویں لکھیں کہ توبہ ہی توبہ -

وکسینیٹر ہے قوم کا حجام
مائیوں سے کراتا ہے

مارے جونوں کے ہو گیا گنجا
جھڑ گئے سر کے موئے عنبر فام

باندھتا ہے عمامہ کامل
فرقۂ بدمعاش کا ہے امام

آ کے سدکی میں سگیا ہے شریف
باپ دادا تھے مائیوں کے غلام

اے میاں جاتے ہو جو تم گھر کو
اپنی ماں سے ہمارا کہنا سلام

نانی تیری ہے آنکھ کی کانی
حسن ماس ہو سکے ہیں تو دے رام

اکہ والوں کی رہ کے صحبت میں
تو بھی چلنے لگا قدم ستم گام

اپنی رنڈی کو کہتا ہے مادر
کرتا ہے اس سے دور سے مدام

اگر دعوی ہے کسی شٹری کا
ہمارے آگے آئے کا

پڑے ہیں جوتے سر پہ جھڑ گئے بال
یہی ہے ہم دیکھی کھوپڑی کا

مزا زردے کا کیا جانے کمینہ   وہ کھانے والا ہے روٹی مٹر کی کا

عرشی کی ہجویں اور بھی موجود ہیں مگر وہ فحش سے قریب اور ظرافت سے دور ہیں اس لیے اور کیا انتخاب کریں مجبور ہیں۔

یکتا۔ میرزا عرب مشہدی نام ہزل و تمسخر میں جواب نہ رکھتے تھے۔ شعرائے ایران کے دور متوسط کے شاعر ہیں۔

حیوان پرستی حال من بین اسپ دانستیم   یکشت مدام عوضِ تہیدۂ خرسستم

عزیزی۔ سید قلندر کاشی کا تخلص ہے۔ شاہ طہماسپ صفوی کے زمانہ کے ایک زبردست ہزال اور ظریف تھے۔ اتفاق سے بیوی بھی شاعرہ تھی ایک مرتبہ عزیزی نے یہ شعر کہا ؎

زنم را قحبہ می گفتند من باور نمی کردم   بحمد اللہ نمردم تا بچشم خویشتن دیدم

عورت نے فوراً جواب دیا

زنے را قحبہ می گفتند و دیدی   مرد ما را ستر دیدی ندیدی

عکس۔ مرزا الہی نام تھا۔ شاہ محل دلی میں رہتے تھے۔ نہایت بے وقوف اور مسخرے آدمی تھے اسیر آپ کی ہیئت کذائی اور کیفی ترکیب ناطق تھی فلینظر الی الابل کیف خلقت کی سی سائی تصویر تھے۔ بدقسمتی سے شعر و شاعری کا بھی ذوق و شوق تھا۔ اس میں بھی ایک نئی بات نکالی تھی جب غزل کہتے تھے تو اس کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے تھے۔ نر مادہ۔ استادہ تذکرہ گلستان سخن کی ترتیب سے پہلے روپوش فنا ہو چکے تھے۔ ایک شعر ملاحظہ

مگر منتخبہ نمونہ از خروارے سمجھکر اسی پر تمام و کمال کلام کو قیاس کر لیجئے ۔

کیوں بے اوکھٹّے چلا تھا کیا یہ جھگڑا نکو ‌ ‌ ‌ ‌ کس لئے آیا تھا تیرے گھر وہ مکڑا نکو

عشاق ۔ ایک قدیم ہندوستانی شاعر کا تخلص ہے زیادہ حال معلوم نہیں صرف ایک شعر مل سکا ۔

سر بسر خط سے اور ہوا حسن یار کا ‌ ‌ ‌ ‌ آخر حیراں ہے کچھ نہ اکھاڑ ابھار کا

عشرت کسی ریختی گو کا تخلص ہے جس کے دو ایک شعر تو ملے مگر تذکروں میں نہ نام ملا اور نہ حالات کا پتہ چلا ۔

خدا نے دی ہے کیا طاقت تو اپنی جوانی میں ‌ ‌ ‌ ‌ ترے سر کی قسم ہوتی ہے کل بیٹھیں ہر انی میں

مجھے ایسی پڑی ہے میں مری جاتی ہوں جل جل کے ‌ ‌ ‌ ‌ موئے سلما ہیں کیا تیل ڈال آیا ہے کالے میں

جبیں کھلی ہیں کیٹے کھلی ہیں مگر کچھ جوش ہوتے ہیں ‌ ‌ ‌ ‌ بہا تک عشق ہے عشرت یہ کامل کے پھڑا لو میں

عصمت ۔ تخلص ہے امجد علی خاں کا جو ریختی نہایت عمدہ کہتے تھے اور حسن علی خاں لکھنوی شاگرد محمد علی خاں مسیحا کے فرزند تھے جو شعر ملے جو درج کرتا ہوں ۔

جو کمسنی میں دیکھ چکی مہر ہار کے ‌ ‌ ‌ ‌ بیٹھے گی کب وہ اپنے دل سے یہ داغ پیار کے

لی تم نے کیوں کنوار پنے میں چھپائیاں ‌ ‌ ‌ ‌ ہولی سے دانت میں گئے دانتے اتار کے

نرگس کی چھوکری کا دیدہ ہوائی ہے ‌ ‌ ‌ ‌ گردن کو سارا دیدیا گویا اتار کے

بیوہ اے بوا اچھا ہس دو دنکی صحبت کا ‌ ‌ ‌ ‌ کیسا کیا تو جو منہ ہمدگی اس عشق میں عشرت کا

پہنچی بام تک ہرگز گھونگھٹ کا کبھی ناما	مگر کچھ پاس ہے گھونگھٹ تو ڈر ہو کی عزت کا
نگوڑے شیخ نے پھر آج افیوں لیکے کھائی ہے	میں ڈرتی ہوں تو اچھو سا ما ہو گا قیامت کا
تری چادر میں گھسے سے دوپٹے آتی ہوں یہ	کسی نے آ تک آنچل ہیں دیکھا ہی عصمت کا

عطا ۔ عطاء اللہ نام تھا عطا تخلص تھا ۔ عالمگیر کے زمانے میں خوش وخرم دلی میں زندگی بسر کرتے تھے ۔ دلّی ہی زادبوم تھی اور دلی ہی میں پیوند خاک ہوئے ۔ اپنے زمانہ کے بانکوں میں تھے ۔ اور تمام وضع قطع وہی تھی ۔ ٹیڑھی ٹوپی لٹکا ٹکا ہوا پیچی پیچی ڈھیلی ڈھیلی آستینیں ۔ کرتے کا دامن بہت نیچا اور سر پہ بل لگی ہوئی ۔ ڈاڑھی چڑھی ہوئی مونچھیں بل دی ہوئی کندھے پر ایک رومال ۔ انگلیوں میں کئی کئی انگوٹھیاں اور چھلے ہاتھ میں ایک سونٹا ۔ میر جعفر زٹلی سے ہمیشہ نوک جھونک رہتی تھی نہایت بیباک اور شوخ دست تھے ۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے ناراض ہو کر قید کر دیا اور مدتوں تک زندان مصیبت میں اسیر بلا رہے ۔ اتفاقاً ایک روز بادشاہ نے ایک مصرع کہا ۔

ع بسترم خاک وشب بالینم است

اس کا دوسرا مصرع حسب دلخواہ نہ لکھا گیا ۔ بہت سے لوگوں نے مصرع لگائے مگر ناکام رہے ۔ سب ہتدہ ۔ خبر عطا کو قید میں پہونچ گئی ۔ کہا کہ اگر بادشاہ مجھے آزاد کریں اور اس بلا سے رہائی دیں تو ایسا ہی مصرع کہہ دوں گا ۔ بادشاہ نے یہ شرط منظور کر لی عطا نے مصرع کہا ع تکیہ ام سنگ است من اینم اسیر ۔ بادشاہ نے بھی وعدہ وفا کیا ۔ ان کا کلام بالکل جعفر زٹلی کے رنگ میں ہے ۔ میر تقی میر اور میر حسن نے ان کو اوباش وضع لکھا ہے ۔ نمونۂ کلام یہ ہے ۔

اے در سر حسن تو گشتہ ۔ جہاں تیم	زیں مژدہ ہفتہ جو آ ہو جہاں تیم
زلفاں کے ستی طلسید انکم	دل رست تم رسے ہم ہی دھڑکہ

دست و پا میں ہے مرے عادو دردل — ہجو یہ تڑپی کہ در قفس پھڑکا

عقاب جناب فرید ایوبی کے ایک شاگرد ہیں عمدہ شعر کہتے ہیں ظرافت بھی شائستہ ہوتی ہے ۔

کہتا تھا میں کہ پردے کی بیٹی ہوں ہرا — لے غیر نے یہ کہہ کے دیا مجھکو یہ جواب
شرم و حیا کے ساتھ وہ دن اپنے گئے جناب — اتنی سی بات پر کہ ہوئی شمع بے حجاب
پروانہ جان دینے کو تیار ہو گیا

وہ عورتیں کہ جن کی حیا کا یہ تھا جواب — کوستی ہیں اسکو پردے کی ہٹی کرے جو آ
اتنا خیال ان کو نہیں ہے لے انقلاب — اتنی سی بات پر کہ ہوئی شمع بے حجاب
پروانہ جان دینے کو تیار ہو گیا

اس پری سے میرے عشق کا کہتے کیوں نہیں — غیر سے بولے یہ وہ ہوا یہ بھی کوئی راز ہے
چپکے بولی لے میاں اس بات کا افسوس کیا — تم کیا سمجھو کہ وہ اک آلۂ پرواز ہے

اب دیر کیا ہے آئیے مونچھیں منڈا لیجئے — داڑھی کی گھاس پھوس کو بھی لو لگا دیجئے
ڈبے کی مچھلی کھائیے مسکی اڑائیے — القصہ جس طرح بھی ہو فیشن بنائیے
جو بات اس صدی میں ہے اس جوں میں نہ ہو
اک بانکپن بھی آ گئے کو بالوں میں نہ ہو
چھوڑی ہے ابھی دُم تو ہر بات چھوڑ دیجئے — ہو گیسو کی طرح ناک سے بھی جی کو موڑ دیجئے
جوڑے ہیں پہلے بالوں تو اب ٹھٹھول جوڑ لیجئے — ہونٹوں کی لالی ہے گواہ کہ دانتوں کو توڑ دیجئے
پلکیں بصورت جو برہیں انکو بھی موڑ لیجئے

ناحق کھوئیں عمر یہ ہیں انکو بھی موڑ لیجیے

حضرت کا عشق میں دخل نہ ہو چھوڑیے وہ کام — گھوڑے کے منہ میں بھی ہو دم میں ہے لگام

ہاتھوں سے قطع راہ ہو ٹھوکر سے ہو سلام — اس عہد میں تو لیتے ہیں یہ طریق عام

جو چیز اس سے قبل تھی رائج وہ چھوڑ دیجیے

عینک سے کام لیجیے آنکھوں کو پھوڑ لیجیے

عمر - دکن کے رہنے والے تھے معتبر خاں نام تھا - منصب داران شاہی میں کسی عہدہ پر سرفراز تھے - شعر و شاعری کا ذوق تھا اور زیادہ تر ظریفانہ رنگ کے شعر کہتے تھے - ولی کے زمانہ میں تھے اور انہیں کو اپنا کلام دکھاتے تھے - آج تذکروں میں صرف دو شعر ان کے نام سے ملتے ہیں جن میں ظرافت کا ہلکا ہلکا رنگ ہے -

بس کر زلف کو اینٹ رکھو — کیا اسیروں کو مار ڈالو گے

ایک رسوا ہے شہر کا — رنگ کیا اخبار ڈالو گے

علی - قلیجاق - اوباشان اصفہان کا سرگروہ تھا - اسی مذاق کے شعر کہتا تھا - ایک شعر یہ ہے -

تعلیم تجھ پہ مشت گرہ کس بود — رتبہ و منصب ما سے علی قلیجاق ما

عماد گر - ایران کا ایک زبردست ہزال تھا - کلام جو ملتا ہے وہ تہذیب سے معرا ہے لہذا نظر انداز کرتا ہوں

حرف غین معجمہ

غازی الدین یعنی نواب عماد الملک غازی الدین خاں بہادر وزیر عالمگیر ثانی - ان کا ایک شعر اس رنگ میں ملتا ہے - گماں ہوتا ہے کہ شاید مستقلاً طرز اس کے اشعار کہے ہوں بہرحال شعر یہ ہے -

سر سے پاؤں تک سفیدی آ گئی تسخیر حال　　　شمع سی ہے یہ دیکھی کوئی بوڑھی چھنال

غمگین مولوی عبد القادر مرحوم متوطن رام پور کا تخلص ہے نہایت جید نہایت عالم و فاضل تھے - مراد آباد میں عہدہ جلیلہ صدر الصدوری پر ممتاز رہے تذکرہ صابر میں لکھا ہے کہ باوجود پیرانہ سری کے ظرافت پسند تھے مگر افسوس کہ انکا کچھ کلام ظریفانہ درج نہیں کیا صرف دو تین شعر جن میں شوخی بیان پائی جاتی ہے درج کئے ہیں -

خدمتیں ساری فراموش شکایت اک یاد　　　شبہ ہیں اک خطا کے ہمہ نیکی برباد
بندگی صاحب میں جائیے نیکی آباد　　　گر عبادت ہمہ اس است رہے بیک بنیاد
در شریعت ہمہ این است رہے بیک بنیاد
خوب رہی نہ تو شیشہ محدکا کے ساقی　　　کہا یہ رندوں سے لیجئے سلام شیشہ کا
بندہ کی طلب ہاتھ لو سرکار میں آئے　　　خلوت میں ہو حکم تو دربار میں آوے

غیاث الملک - افسوس ہے کہ آپ کا نام معلوم ہو سکا - ورنہ حالات کا پتہ چلا صرف (علامہ غیاث الملک کے معنی سر خیالات) کے عنوان عظیم الشان سے ایک غزل مل سکی - جو مرزا غالب کی غزل پڑھی گئی ہے بعضا معنی سے بالکل معرا معلوم ہوتی ہے - مگر اُن لوگوں کے لئے سامان عبرت ہے جو عظیم الشان عربی اور سنگین الفاظ لکھ کر شعر کے مقصود اصلی تک پہونچنا چاہتے ہیں - اگر ایسا ہے (غالباً اس صدی میں علامہ غیاث الملک سے ایسے شاعر ایک ہی دو پیدا ہو کر پیدا ہو گئی ہوگی اور یہ مصرع ترا کشیدہ دولت از قلم کشید خدا - والا معاملہ پیش آیا ہوگا - بہرصورت غزل یہ ہے -

شب سراج عقل تصدیق خم نالوس تھا — کسوت شمعون کا رخ غیرت ناموس تھا

ابر آذر ہوس عشق ناقوس تھا — لائح لامع لعوق زاہد سالوس تھا

رہ رو دانتِ ریغ آسودہ ناموس تھا — روزی رو ملاک تحتہ کابوس تھا

بی ابداع ایراد حالع عسار لود — قسوت قرطاس قرطاس ناموس تھا

قلقل صولے ترح کرو بال — محیط مخروط کعب تستہ قاموس تھا

مرل سحاب کا رس حیلہ نماس حوع — قلع رنگار قسط قصر کیکاوس تھا

شمسہ حوع السلاریم منا کی قعر سیفر — صفر ہت نفوس سیر بادس تھا

سلع کلع حتوان سرل کہ دیب اللوس — مسمر نس نایس قطرب جاسوس تھا

سمر صاقرس قاع خاط ماق لیف — مجلس قطبی فصال لصح بطلیموس تھا

حرف محرق قسطاس غرتی جاوید — تیول سیح حل گورمم گیجوس تھا

سوبت نارست مودت فلسطین مستقیم — سوسمار سو سنیاب طائر محسوس تھا

سہ ماتوسن خجاب سوات رقود — سم سلحوق حمار قطرجا لیسوں تھا

لحمہ من نکسا قمر مہیجا روف — قصہ تیرتیں حمار عبث طاؤس تھا

لب وبشر حریہ شیا دحناس شیل — سیر جھے بازو مکاڈ ڈینگ دلی رروس تھا
قاقم ارجلع تھا قرطاس ہمن انعماس — طارم فقدان لب جب ضو شمس لوس تھا
طمطراق نسر طائر قدعن سنتا آتشیں — فیلسوف اسم شیوع شعشعہ معکوس تھا
سنعف شرح طا سطا ما صغیرہ الحدید — حفت یقین ہتق ہزج حسرتا یوس تھا

غنٹ غوں — ایک پختہ مشق شاعر ہیں جو تفنن طبع کے طور پر کبھی کبھی ظریفانہ رنگ میں بھی شعر کہہ لیتے ہیں۔ میرے بے تکلف دوست ہیں۔ مگر وقار ذاتی کی وجہ سے اجازت نہیں دیتے کہ ظریفوں کے ساتھ اُن کا نام بھی اس تذکرہ میں آئے۔ چند شعر بہت تقاضوں کے بعد مرحمت فرمائے ہیں وہی درج کرتا ہوں۔

ہوا ہے گھر ہمارا جس سے برباد — وہ کہتے ہیں ہمیں بندر کی اولاد
یہ جوہر حکمت اللہ اکبر — کہ جیسے آپ کا دادا تھا شداد
لباس اچھے ہی شہر بھر کی رہب — بیاتینہ حریریں کھائی فرہاد

وصل کی دھن میں یہ مجنوں کی پٹی آئی سر بازار — آجکل مجنوں کے چوتڑ پہ لنگوٹا بھی نہیں
کھسک گئے گھوڑے ایوبی بیچا مارکٹ سوتے ہیں ہم — کوئی کونڈی ہے نہ ڈنڈا ہے کوئی مٹکا بھی نہیں
کون سی رات لیلیٰ کے وہ گھر ٹھہرے — کھائی مجنوں نے نو من ہی غیر مرچ مصالحہ بھی نہیں
ماریں مجھے بیچے پھرتے ہیں ماجو عشق کی — کچھ بھد لسّی ہی نہیں ہے کوئی مٹکا بھی نہیں

دنیا میں نظارۂ حشر کی دکھلائے — ہے جسے اگر اک کا کمر سے نکل جائے

حرف فا

فتحی - نام فتح اللہ تھا۔ ہرات کے رہنے والے تھے۔ ہزل اور ہجو کی طرف طبیعت کا میلان بہت زیادہ تھا۔ ملا شفقی کی ہجو میں رباعی کہی تھی۔

اے شفقی یک جو لباقوی برداختہ ایم   ما اشتر خود ترا قرین ساختہ ایم
دو گوز ہمیشہ بر تو مبگوئی شعر   او را ملو در پدید انداختہ ایم

فدا - مولوی عبد الوحید نام ہے۔ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر کے رہنے والے ہیں مگر بسلسلۂ ملازمت عرصے سے مسوری میں قیام ہے۔ مرزا داغ مرحوم کے ایک خوش فکر خوش مذاق شاگردوں میں ہیں۔ نہایت عمدہ شعر کہتے ہیں۔ کبھی کبھی فارسی شعر کہہ لیتے ہیں۔ دو شعر جو ان کے ہمارے احباب سے بہت عرصہ ہوا سنے تھے وہ آج تک دماغ میں محفوظ ہیں۔ فدا صاحب کی عمر اس وقت تقریباً ساٹھ پینسٹھ برس کی ہوگی۔ سنا ہے کہ اب بوجہ ضعف بصارت مشاعروں میں بھی شریک نہیں ہوتے

کوئی بیٹھے گر لاکھ مشر ہو نہیں سکتا   مقابل لوٹ کے ہرگز سلیم ہو نہیں سکتا
نہ دوا اچھا نہ دوا اچھا دلکا تیرے کرپو   مسیحا کو کیا تکرار میں ہو نہیں سکتا

فدا - سید محمد علی نام تھا۔ مگر لوگ ان کو ان کے عرف فدا شاہ کے ساتھ یاد کرتے تھے۔ لوہاری متعلقات سہارنپور کے باشندے۔ سپاہی پیشہ ہر شخص سے اختلاط

نیک مزاج پسندیدہ خو تھے - مگر اول اول ان کے کلام میں شوخی زیادہ رہتی
تھی اور لوگ آپکی تعریف کرتے تھے - آخر کار غزل گوئی ترک کرکے آخر عمر میں مرثیہ گوئی
پر مائل ہو گئے - مگر کلام عنقا ہے - ایک ہی شعر مل سکا -

جسنے کھایا ہے تیر مژگاں کا | اس کے ہر [illegible] ہے بھالا

فدائے سخن - اودھ پنچ سابق کے ایک نامہ نگار تھے - جن کا اب
باوجود تلاش کوئی حال نہیں ملتا - انداز بیان سے ابوالکمال مولانا [illegible] کا کلام
معلوم ہوتا ہے -

لونڈے کہتے ہیں یہ دھڑلے سے | شوق ہے ہمکو [illegible] سے
سچ تو ہے مدۂ ضلالت کر | کیا [illegible] سے
ہاں للا ہیں وہی مدایوں کے | کل ملے تھے جو اک ملانے سے
دیکھئے آج میر صاحب کو | لوگ آئے ہیں ہر محلے سے
غیر کو یہ میاں سمجھائیں | ہم گئے [illegible] سمجھانے سے
رنڈیاں چوک کی الجھتی ہیں | ایک عالم [illegible] سے
شاعری ہند کی ہے وابستہ | آجکل جاہلوں [illegible] سے

فرد - تخلص مولوی وحید الدین خاں نام تھا [illegible]
ضلع مظفرپور کے رہنے والے تھے - اشعار عاشقانہ [illegible]
آمیز کہتے تھے -

سدا انگنا کے منہ ہولے کبھی | [illegible]
سچے سینہ پہ تیرے لیے [illegible] | [illegible]

وہاں جوانی ہے گدرائی بیوی کو بہاں کھٹکا — درخشب مارو میں مدعا ہو لوساں کھٹکا

فصاد ۔ موحکام دہلوی شاگرد شاہ نصیر کا تخلص تھا۔ صاحب تذکرہ گلستان سخن
اس کی بابت لکھتے ہیں کہ "نہایت ظریف خوش طبع کشادہ رو نیک خو تھا۔ شاید
شعر گوئی سے غرض یہ تھی کہ موحراتی کے ساتھ موشگافی کو جمع کرے۔ چونکہ اس کے
اشعار تذکرہ میں لکھنے کی قابلیت نہیں رکھتے تھے صرف ایک شعر پر اکتفا کرتا ہوں"

بادہ کے ہمیں پینے سے کیا کام ہے ساقی — ہے خون جگر آلہ ہے جام ہمارا

افسوس ہے کہ اس شعر کے علاوہ اس کی ظرافت کا کوئی شعر مجھے کبھی نہ مل سکا۔

فغان ۔ اشرف علیخاں نام تھا فغاں تخلص احمد شاہ بادشاہ کے برادر رضاعی
تھے۔ تمام تذکرہ نویس ان کی بذلہ سنجی اور ظرافت گوئی کے مقر ہیں۔ میر صاحب نے
لکھا ہے کہ ان کی دلچسپیاں بہت مشہور ہیں۔ ماگر مل دیوان تن کو کبھی کی منڈی
کا ساھنڈا اور حکیم معصوم کو گا گھر الی کہتے تھے۔

[illegible] آزاد تذکرہ آب حیات میں ان کی نسبت یہ لطیفہ لکھتے ہیں۔
خدا معلوم سچ ہے یا ایسی عادت کے موافق صرف دل لگی کے لئے بات کا تنکڑ بنا دیا
ہے بہر حال لطیفہ یہ ہے کہ

راجہ شتاب رائے کے دربار میں انھوں نے ایک غزل پڑھی جس کا قافیہ تھا
لالیاں تالیاں وغیرہ۔ سب سامعین نے بہت تعریف کی۔ راجہ صاحب کی
صحبت میں جگنو میاں ایک مسخرے تھے ان کی زبان سے نکلا کہ نواب صاحب
سب قافیے آپ نے باندھے مگر تالیاں رہ گئیں۔ انھوں نے ٹال دیا۔ اور کچھ
جواب نہ دیا۔ راجہ صاحب نے خود فرمایا کہ نواب صاحب سنتے ہو جگنو میاں

کیا کہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مہاراج اس قافیہ کو مشکل سمجھ کر چھوڑ دیا تھا اور حضور فرمائیں تو اب بھی ہو سکتا ہے۔ مہاراج نے کہا کہ ہاں کچھ تو کہنا چاہئے۔ انھوں نے اسوقت پڑھا۔

جگنو میاں کی دم جو چمکتی ہے رات کو سب دیکھ دیکھ اسکو بجاتے ہیں تالیاں

تمام دربار چمک اٹھا اور جگنو میاں مدہم ہو کر رہ گئے۔

اسی طرح ہر تذکرہ سے یہی پتہ چلتا ہے مگر افسوس کہ اُن کا ظرافت کا کلام تھوڑا سا بھی بہم نہ پہونچ سکا۔

فنا تخلص تھا شیخ باقر نام تھا کالپی کے رہنے والے تھے۔ حافظ غنیم مولوی عبدالکریم خاں آشنا اور مولوی محمد منظہر وصل وغیرہ بہت سے شاعروں سے اصلاح لی تھی کلکتہ میں پیشۂ تجارت سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ ریختی گوئی کا شوق تھا۔ بارہ سو اکاسی ہجری میں زندہ تھے۔ ایک شعر مل سکا۔

کل رُپے سونا کو ملکہ کرتے ٹکسال سے اشرفی خانم کہو گی جا کے کہنا لال سے



حرفِ قاف

قاآنی - حبیب نام تھا - اور مدت تک یہی تخلص تھا ایران کے شاعر تھے - نہایت مشہور و معروف تھے بلکہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے اور غالباً نہایت صحیح ہے کہ دورِ آخر میں قاآنی سے بہتر ایراں میں کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا - ان کی زبان نہایت صاف تھی - کلام میں جوش روانی بدرجۂ اتم تھا مگر خیالات زیادہ تر سطحی تھے - جب ان کی شعر و شاعری کا چرچا ہوا تو حسن علی مرزا گورنر خراسان نے ان کا تخلص قاآنی قرار دیا - اور انھیں کے ساتھ مرزا عباس مسکیں کا تخلص بھی بدلوایا اور فروغی تخلص رکھا - قاآنی اگرچہ مستقلاً ظرافت نہ کہتے تھے مگر تفنن طبع کے طور پر مختلف رنگوں میں شعر کہہ لیا کرتے ۱۲۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۷۰ھ میں انتقال کیا ایک قطعہ کے چند شعر دستیاب ہوئے جو ہکلوں کی زبان میں کہے ہیں - بقیہ اشعار ان کی گلستاں سے منتخب کرتا ہوں -

پیرکے لال سحرگاہ بطفل الکن | می شنیدم کہ بدیں لحن ہمی راند سخن
کاے ز زلفت صصصبحم ششششام تاریک | وائے ز چہرت ششامم صصصبح روشن
تتتریاکیم واز شششہد لبت | صصصبر و تتتابم ررررفت از تتتن
طفل گفتا مممن را تقلید مکن | گگگم شو ز برے کککمتر از زن
ممی خواہی مممشتے بہ کلہ ات بزنم | کہ بیفتد مممغزت ممیان دو دہن

پیر گفتا دو دانشم معلوم است ایں	گگر ادم من بیچارہ نادر الکن
دوہ ہفتا دو دہ ہشتا دو سہ لست یوں	گہ گگنا گے ل ل لا لم بہ حلاق زمن
مم من ہم گگ گنگم م مثل تا تا تو	تو تو تو ہم گگ گگی م مسل مم من

قائم - میر صاحب اور میر حسن نے اپنے تذکروں میں ان کا نام محمد قائم لکھا ہے مگر تذکرہ گلشن بے خار اور تذکرہ نساخ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قیام الدین نام تھا۔ بہرحال چاندپور مدینہ ضلع مرادآباد کے رہنے والے تھے۔ اول میں میر درد کے شاگرد رہے بعد ازاں سودا کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ نہایت قادر الکلام اور خوشگو تھے۔ تمام اصناف سخن پر قدرت تامہ حاصل تھی مثنویاں کہنے میں بڑی مہارت تھی۔ تفنن طبع یا رنگ زمانہ کی ضرورت سے ظرافت میں بھی شعر کہتے تھے۔ بلکہ اس میں بعض اوقات اتنے بڑھ جاتے تھے کہ فحاشی تک نوبت پہنچی تھی۔ ایک بڑا کلیات ہے جو اصناف سخن طرح طرح کی ظرافتوں ہجووں غزلوں قصیدوں رباعیوں وغیرہ سے مالا مال ہے اور عنقریب ایک مطبع سے شائع ہو کر نکلے گا۔ بعض تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ ان کا لکھا ہوا ایک تذکرہ بھی ہے۔ مگر وہ مفقود ہے۔ قائم کی عمر کا زیادہ حصہ دہلی میں بسر ہوا اسی وجہ سے تمام اہل تذکرہ اور استادان زمانہ باوجود چاندپوری ہونے کے ان کو مسلم الثبوت استاد جانتے اور ان کی استادی کو مانتے ہیں۔ چنانچہ میر حسن نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ "چوں از ابتدائے جوانی در شاہجہان آباد بسر بردہ بنا بر آں محاورہ او درست گشتہ" سنہ ۱۲۱ھ میں انتقال کیا۔ ان کا کلیات ترتیب تذکرہ کے وقت مجھکو مل سکا اس لئے کہیں کہیں سے اس رنگ کے اشعار انتخاب کر کے لکھتا ہوں۔ ورنہ ان کی کلیات میں بہت کچھ موجود ہے خصوصاً گوری نامہ عجیب چیز ہے۔

کیا پشم ہیں دنیا کے یہ سب اہل نعیم / بیقدر کریں ہم کو جو دیکھیں زر و سیم
مسجد میں خدا کو بھی نہ کیجے سجدہ / محراب جو خم نہ ہو برائے تعظیم

گندی رنگت ہے جو دسیا میں / میری چھاتی یہ مونگ دلتا ہے
کبھی دکھا کے کمر اور کبھی دہاں مجھکو / پیٹ تھپک کیا تو نے اے میاں مجھکو
قایم یہ جی میں ہے کہ تقیہ ہے تیغ کی / اٹھ کے جو میں نماز کروں بے وضو کروں

قمر ریختی کے انداز میں پانچ سات شعر ملتے ہیں لیکن نام وغیرہ کا کوئی پتہ نہیں مجبوراً صرف شعر ہی نقل کرتا ہوں۔ گر شعروں میں صرف ریختی ہی کا انداز نہیں ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والا اپنے تخلص کو مانتا ہے اور اسم بامسمّیٰ ہونے کی برابر کوشش کرتا ہے۔ انداز کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دور حاضرہ سے کچھ پہلے کے کہنے والے کوئی صاحب ہیں۔

چار آنے جو تجھے دو تو میاں تم کو ابھی / جا کے اڈے میں حسینوں کے دکھا لاتا ہوں

کس نگوڑی کلموہی نے مڑ ہا دی گتی آنے / تہر کے چیکوں میں قمر کا پتہ ملتا نہیں
کیا نحوست چھا گئی ہے الٰہی یہ ریلوا / ڈھونڈتی پھرتی ہوں کوئی مرد ملتا نہیں
بیٹھ کر ٹھوسے ہاؤ یا کہو مجھکو برا / مجھکو تو بیگم کوئی آتا ملتا نہیں

مروا یا لی مرے ملنے اسکے بیگم / ٹیسو راج جوں جلا کر جو کھلا دے کوئی

ڈولی کے پیسے دینے پڑینگے میاں ہر دو / کیا گھورتے ہو تم مجھے دیدے نکال کے
مردوں کے سامنے نہیں آتے ہیں یوں بوا / اوڑھا کرو ذرا تو دوپٹہ سنبھال کے

ایسے ٹھکانے آ کر دکھلائے کیا کروں / مجلس ہو تم یہاں تو میں جا کے کیا کروں
دو چار آئے ہوں تو جھاڑوں کسی طرح / قرق اک خدائی کا ہے تو سمجھا کے کیا کروں

دردو زہجی تو یہاں رہتی ہو جسے پیاسے	بیگم تمہیں بتاؤ کہ ہیں رہا کے کیا کروں
بیزار اسے مری ہو مسے گھر نہ آسے وہ	طوطے چشم ہیں دو دیکھتا کے کیا کروں

قفقنس مجھے افسوس ہے کہ اس عدیم المثال بدیع الرمال شاعر کا نام نہ معلوم ہو سکا۔ ایک پرانی کتاب میں ایک قصیدہ اس عنوان سے لکھا ہوا نظر آیا تھا "قصیدہ کہ در مدح معتمد الدولہ بہ صنعتے کہ بجز تخلص لفظے ہم معنی بدار دگفتہ شد وبجائزہ اش ازبارگاہ فلک استشتاہ تخلعت وانعام سرفراز گردید" مجھے اب افسوس آتا ہے کہ پورا قصیدہ جسمیں بلامبالغہ دوسو ڈھائی سو شعر تھے کیوں نہ نقل کرلیا۔ ممکن ہے کہ بعض طبائع اس کو پسند نہ کریں مگر میرے نزدیک یہ ایک کمال ہے۔ اور اس صنعت والتزام سے عہدہ برائی ہر شخص کا کام نہیں ہے۔

مقمل وطلاں وفلام تناطر قاد	تقفیل وام ولاعد قردم قامل قیم
قریم قوع قرام قرعقرم قرومش	مقسمو ق قریقم درستم قالیم
مقو۔ قورچہ قسد ریح قاقل قیق	قرق قامرقا قاقلال قوع قیم
لقوق مقمقۂ ماقذال موق مقاق	مقیر مقاسہ مقسماق ماقلفیم
قمام مقمۂ صدشیں تو قل قبر	حقوق قففۂ ولاتوق قفنس حقدیم

قمر باجان۔ باہاف ۔ حالات و نام معلوم نہیں ہو سکے۔ یہ غزل تین ناموں سے ملتی ہے۔ معلوم نہیں کہ اصل مصنف کون ہیں ۱ قمر ۲ جان صاحب۔ ۳ ہاف صاحب۔ بہرحال میں اول الذکر کے نام سے لکھتا ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ یہی صحیح ہو۔

بہت نام جسکا کام کھا کافر کا مارا | وہ آج مارے ہیں تمنا الم کستم

لنڈن سے ہوکے پسند میں جب آسے مانگتا
ہم جورو لوگ گاڑی میں ٹہلانے مانگتا

ہم مانگتا منگا ولایت کا سگرٹ
اور بہرہ لوگ دیسی چرٹ لانے مانگتا

ہم دیسی حقہ دیکھ لیا گسہ کر لیا
یو فول کہہ کے بہرہ کو ہم کھانے مانگتا

کھانے کا کپڑا ڈالنا نیچے نہیں پسند
کانٹا چھری سے منہ پہ ہم کھانے مانگتا

مٹ بولو ایسا بات کہ ہم کالا لوگ ہے
صاحب کا نام ہمکو بہت کھلے مانگتا

گنگا جلی کھراب ہے جمجم پھول ہے
ٹملر میں شام ہیں کو پلوا لے مانگتا

مسٹر کھدا کا نام نہیں جیج میں ہیں
ہم گھوڑا گاڑی کرنے کلٹ جانے مانگتا

مسٹر فلپ جو آتا تو کھس ہوتا ہم بہت
جب باپ ملنے آئے تو سرمانے مانگتا

ہم دیسی لوگ کی طرح ہکٹا نہیں پھول
تمندوک اب بکھانے کا نزلانے مانگتا

کرتا بہت سا گسہ ہوں ہوتا ہوں پھر کراب
جب ڈیسی کھائی ملتے ہیں آنے مانگتا

جاہل پہنے مانگتا پاجامہ لوگ کو
ہم برجس اور سوٹ کو سلوا لے مانگتا

سر پہ نہیں لپیٹا لمبا سا کپڑا ہم
ہم ہیٹ ایک گھاس کا بنوانے مانگتا

بیٹا ہے دودھ پہ ماؤں کا یہ بیوکوف لوگ
ہم دودھ گھر کا بچہ کو پلوا لے مانگتا

ایک جگہ یہ مقطع ہے

ڈیل ہاف صاحب لڈ یا کھوب یہ گجل
سب لیڈی لوگ باجے پہ گا لے مانگتا

—— ❊ ——

حرف کاف

کافر محمد طاہر نام تھا اصفہان کے رہنے والے تھے۔ نہایت علم دوست اور نیک طینت تھے مگر ظرافت اور ہزل کا طبیعت پر اسقدر غلبہ تھا۔ کہ بعض بعض کفر کے کلمے بھی ان کی زبان سے اسی ظرافت میں نکل جایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو حاجی کافر کے نام سے یاد کرتے تھے۔ نمونہ ظرافت

نوشتم نامۂ سوئے ہمسائی — کہ عیدار ساز اُن کس بہ داند
میانِ من و او در مزی است پنہاں — کسے داند کہ استغنا میچر اند

کافر ٹکلہ۔ میر علی نقی نام تھا۔ قوم سے سید اور نہایت صحیح النسب تھے۔ سپاہی پیشہ تھے زمرہ ملازمین میں دربار شاہی میں عمر بسر کرتے تھے۔ جب شعر کہتے تو ہزل اور ظرافت کی چاشنی ضرور دیتے۔ اور جب سناتے تو کہتے کہ جناب یہ شعر نہیں ہے ٹکلہ ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان کا تخلص ٹکلہ مشہور ہو گیا تھا۔ میر صاحب کے ولی دوست تھے۔ عجیب خوش مذاق تھے پہلے جب فارسی شعر کہتے تھے تو تسکین تخلص فرماتے تھے۔ پھر اسکو چھوڑ کر جنوں کرنے لگے اس کے بعد جاوید لب نواحی سراکی سرکار کے ملازم ہوئے تو کافر تخلص اختیار کیا۔ ایک روز میر صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میر صاحب کہنے لگے کہ تم فارسی اور ہندی تو کہہ چکے اب مزا تو یہ ہے کہ عربی کہا کرو اور کافر کو چھوڑ کر ملعون تخلص رکھو۔ یہ سنکر

بہت جیسے ایک رباعی بطور نمونہ کلام درج کرتا ہوں ۔

کیا پھرتی ہے سیکنڈ میں مٹکی مٹکی ۔۔۔ زاہد عابد سے دور بھٹکی بھٹکی
قاضی کا نہ ڈر یہ محتسب کا کافر ۔۔۔ یہ دختر رز بھی حس سے اٹکی اٹکی

کافر کا نام جلال الدین بہادر الدین لودی کے بیٹے تھے۔ ایک زبردست ظریف اور ہزل دوست تھے۔ اشعار میں بھی وہی رنگ ہوتا تھا۔ ایک شخص جو نہایت کنجوس تھا اس کی ہجو میں یہ شعر کہے تھے۔

پدرش گر نالش دست زد ۔۔۔ پسرش گر نخوالش در نگرد
نہ ترد رود دست ہائے یار ۔۔۔ نکند جیب چشمہا ئے پسر

کاسے صاحب تلہر ضلع شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے لطیف اکبر آبادی کو کلام دکھایا تھا۔ کم اوقات غریب آدمی تھے مگر ظرافت کے شائق تھے ظریفانہ غزلیں نظمیں بہت سی کہی تھیں مگر چونکہ زمانہ نے قدر نہ کی وہ سب ضائع ہو گئیں کچھ شعر جو ایک دوست کے حافظہ میں محفوظ تھے مجھ تک بھی پہونچ گئے ۔

میں کہا پاس تو آ میرے تو لے ماہ جبیں ۔۔۔ تو کہوا حال دل اپنے کا میں الحق بیں
لیکے دل تو نے نہ رکھا یہ مرا حال حزیں ۔۔۔ ہنسکے کہنے لگی دل لونے دیا کس کے تئیں

میں کہا کھا تو قسم کہنے لگی چل جھوٹے

میں کہا چل نہ گھر کہنے لگی کتنی دور ۔۔۔ میں کہا چار قدم کہنے لگی چل جھوٹے

میں کہا ردیا بہت لولی کوئی شاہد ۔۔۔ میں کہا جیتم ہے کم کہنے لگی چل جھوٹے

حی میں مرے بیٹھے بیٹھے آیا　　چل یار کے گھر کسی بہانے
زنار پہن کے قشقہ کھینچا　　لے ہاتھ میں پوتھی کوئی جانے
کاشی سے ابھی نئے ہیں آئے　　جو کہنے کسی سے سو وہ جانے
القصہ میں اس گلی میں جا کر　　آواز بلند لگا اگا نے
پنڈت ہوں شگن بچارتا ہوں　　اشلوک کے یاد ہیں فسانے
یا پاس کھڑا اٹھ ہو کے دیتا　　یا آپ لگا مجھے بلانے
تب ہاتھ میں ہاتھ لیکے بولا　　سچ جھوٹ اُسے لگا بتانے
روٹھا ہے جو یار وہ تمہارا　　تم جاؤ اگر اُسے منانے
وہ آئے اگر تمہارے گھر پر　　دولت سے لگے آپکے سمانے آئے
یہ کہہ مری بات کو وہ چالاک　　معشوق تو ہوئے ہیں سانے
کہنے لگا پھر وہ مجھ سے ہنسکر　　بھیجا ہے مجھے آج بے حیا نے
کھٹکا دبے پاؤں پھر تو بولا　　جی صاف بچا لیا خدا نے
سمجھا تھا اگر وہ مجھکو قاتل　　تو آج لگی تھی جان ٹھکانے
یہ سچ کی باتیں من سے کاہے　　کیوں لہریں آئے ہو دوانے

ظرافت کے ساتھ ساتھ فحش گوئی کا بھی چسکا تھا مگر وہ ایسی نہیں ہیں کہ ان کو پڑھا جائے اور اس سے بعض کی بجائے تفریح ہو لہذا ظرانداز کرتا ہوں۔

کٹر - عزت محمود - اور وہ بیچ سالک کے ایک نامہ نگار ہیں - ایک غزل نمونہ کلام کے لئے لکھی جاتی ہے اور نہ نام معلوم ہے نہ کسی تفصیلی حال سے اطلاع ہے -

سنا دیا مجھکو قسم ہے کالئے استاد کی　　ایک کجی سے جو لے اس دل لپتا کی

کالی بوتل سے پلادے جلد اک جام شراب — کیوں خبر لینا سجھی ہے مجھے حساد کی
گنڈیاں پیچھے لگی ہیں قفل ہے آگے پڑا — پائجامہ کی وضع تم نے نئی ایجاد کی
اسقدر کافی نصیحت ہے یہ کٹر کی سنو — چھوڑ دیا اب وش اس نقض بنیاد کی

کٹ کٹار۔ غازی پور کے رہنے والے تھے اور ظرافت کا رنگ نہایت بہترین کہتے تھے مگر افسوس کہ کسی طرح کلام دستیاب نہ ہو سکا۔ مکرمی شاہ مدیر صاحب ہاشمی نے وعدہ بھی فرمایا۔ مدتوں منتظر بھی رکھا مگر وہ وعدہ وعدہ ہی رہا تا اینکہ آج مجھے تذکرہ میں صرف ان کے نام پر قناعت کرنا پڑی۔

کشٹیمر۔ بدایوں کے رہنے والے اور میر کشٹمر کے نام سے موسوم ہیں۔ مگر دراصل واقعہ یہ ہے کہ اس نام سے ایک فرضی دیوان طبع کرایا گیا ہے۔ اس کے مصنف غالباً ایک اور صاحب ہیں جنھیں میں جانتا ہوں مگر چونکہ کسی مصلحت سے انھوں نے دیوان کو اپنے نام سے مدوّن نہیں کیا۔ اس لئے میں اُن کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ بہر حال انتخاب دیوان یہ ہے۔

تیری قدرت ہی سے پانی بھی ہوا دو ٹکڑے — پشت پر نیل کے موسیٰ نے جو سوٹا مارا
ہنہناتا ہوا بھاگے گا رسن تڑا کر روح — موت کا جب ملک الموت نے کوڑا مارا
توڑ دی پشت عدو میں لے پکڑ کر گردن — کہہ کے یا قادر و قیوم جو گھونسا مارا
بال گر جائیں گے اڑ جائیگی طبلی کشٹمر — ملک الموت نے جب چاند پہ جوتا مارا

ہم نے محفل سے تری غیر کو ٹلتے دیکھا — یعنی شیطاں کو جنت سے نکلتے دیکھا
اے جاناں وہ کھٹمل تھے کہ دل کے ٹکڑے — جو تلے اپنے کبھی تم نے مسلتے دیکھا

وعدۂ وصل کبھی یار کا پورا نہ ہوا ۔۔۔ روز گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے دیکھا

غیرت لالٹین، رشک چراغ ۔۔۔ یار کیا خوش جمال ہے میرا
میں نے بوسہ لیا تو رُٹ کے کہا ۔۔۔ تم بھی چومو یہ گال ہے میرا
ان کو میں نے چھوا تو بولا غیر ۔۔۔ اے میاں اسے یہ مال ہے میرا
اُن کو لڑوا دیا رقیبوں سے ۔۔۔ اک یہ ادنیٰ کمال ہے میرا
سب خمیری چپاتیاں میری ۔۔۔ پر یہ اک شیرمال ہے میرا
دیکھ پر دیں کو وہ یہ کہتے ہیں ۔۔۔ منھ کا لقو کا اگال ہے میرا

ایک دن کا ذکر ہے یہ ایک دن کا ماجرا ۔۔۔ اک رقیب روسیہ نے مجھ سے آکر یہ کہا
کون سامنے کیا ہے حُرم عشق کی وجہ ہے ۔۔۔ وہ پیے آزار ہے دنیا کا ہر چھوٹا اٹھا
کوئی بتلاتا ہے مجھکو بدخصال بدمعاش ۔۔۔ کوئی ہلاتا ہے الو کوئی کہتا ہے گدھا
کوئی بتلاتا ہے عطا کوئی کہتا ہے نولیل ۔۔۔ کوئی تملاتا ہے تھدرا اور کوئی چرکٹا
کسکو کیا میں نے کہا ہے کب ہوا کسکے خلاف ۔۔۔ کسکا میں نے کیا بگاڑا ہے لیا کسکا ہے کیا
میں یہ بولا ہیں تو سب اچھائیاں تم میں مگر ۔۔۔ بات اتنی ہے کہ ہو مو سکے

کچھ خبر بھی ہے تجھے او مست خواب ۔۔۔ غیر بوسے لے رہا ہے بے حساب
یہ حرمردگی تو اُن کی دیکھئے ۔۔۔ خط لکھا ہیں لکھا خط کا جواب

کبھی نخرے کی چڑھائی ہے کبھی غمزہ کی ۔۔۔ وصل کی رات ہے یا رستم سہرا کی رات
لیں بلائیں کبھی سر کی تو کبھی قدمونکی ۔۔۔ لیلۃ الاول بنی رو بلا ۔۔ کی رات

جا کے کھتانے میں قیمو نے لکھائی ہے رپٹ　　کہ ستاتا ہے ہمیں یار بہت ہے نٹ کھٹ
اپنے چہرہ سے اٹھایا جو ہی اُس نے گھونگھٹ　　بھتیاں لینے لگیں سر کی بلائیں چٹ چٹ
جل رہے ہیں طپش عشق سے لاکھوں عاشق　　یہ گلی ہے تری ظالم کہ کوئی ہے مرگھٹ
رہ الفت کی خرابی ہے میں سمجھا کیونکر　　کھا کے ٹھوکر جو ہی سنبھلا تو گیا پاؤں رپٹ
کسقدر حضرت کشمیر بھی ہیں شوخ مزاج　　نام معشوق کا رکھا ہے میاں چاپٹ

مٹیا باس ہے جو رقیبوں کا　　ہے یہی اس لڑائی کا باعث
ہے وہی قفل اور وہی کنجی　　پھر نہ کھلنے کا کیا ہوا باعث
ہوتے پڑتے ہیں کیوں تڑاق پڑاق　　کوئی موجب سبب خدا باعث

کہتے ہیں کیا یار نے دیا سے خراج　　ہے کہ لڑائی ہے رقیبوں سے جو آج
دیا ہی جو استانی دیدہ دہی کا　　کرتا ہے جسے دل کو مجھے تہ بدر آج
ہوتی ہے سرٹپی ہے پھر کے لئے مدیر　　لی حضرت کشمیر کی لونڈوں نے خبر آج

کیوں بیٹھے آتے ہو دم حرص بابا ان کی طرح　　ناتا کرتا ہے کر دو سے انساں کی طرح
آپ کا حسن چپ چلے جہد سے پتو شٹ اٹھلا　　بیٹھے دیکھو ور داسے پہ درباں کی طرح
ڈورے ڈالے ہیں رقیبوں نے مٹھائی بکر　　پیچ در پیچ ہیں وہ سنبل پیچاں کی طرح
سنکے اشعار وہ کشمیر کے فرماتے ہیں　　کھیت میں نظم کے ہل جوتا ہو دہقاں کی طرح

دالو میں طبیعت ارہے یہ ہو نہیں سکتا　　جب ایک ہی جاتا نہیں ہیں بادہ و رہد
گھیرے ہوئے بیٹھے ہیں نکیرین لحد میں　　جاؤں تو کہاں جاؤں ادھر خدا ادھر بد

کہتے ہیں شب وصل وہ تبریلی ادا سے — لادو مجھے پنجاب سے ریشم کا کمر بند

قیمت تار ہے ہیں وہ بوسے کی دو ٹکے — کیا کہنا ہے اُن کا اپنے خریدار گھوڑ
کستیر ہمکو ابھی ٹھیا یہ نار ہے — اس شہسوار کو جو ہے رہوار گھوڑا

کیسے سیطرح آکے وہ میرے گھر — نہ رہنے کا موقع رہا نہ صدر
اسی دھن میں رہتے ہیں شام و سحر — کہ چڑھتا سے رہتے کوئی سہمر
گئے میر کستیر جب اُن کے گھر — مٹھائی کے بدلے کھلائی شکر
بیٹا میرے دھو گئے ہیں کل رقیب — ملا لوہے کی طویلے کے سر
حسینوں کے بوسے ٹکے سیر ہیں — اسی پر وہ کرتے ہیں اپنی گزر
مزے سے گزرتی ہے قلاش کی — نہ چور دل کا کھٹکا نہ رہزن کا ڈر
مرا بر جے بوسے میں آلو کا ہے — نہ کچھ اس میں گرتا ہے دام میں شکر
طلاق انڈیں لیڈیوں کو دیا — کہ اک میم کستیر ڈالی ہے گھر

ملا ہے دسمبر میں خوب جوڑا اٹیر تیری مرا کبوتر — بیا تعلق سا ہے بستا اٹیر تیری مرا کبوتر
ابھی تو نام خدا ہے کمسن ابھی ہیں ہمدم وحجاب شوخی — نگر کیا تماشا کریگے پردا اٹیر تیری مرا کبوتر
یہ اسکی پیاری وہ اسکا پیارا یہ اسکی عاشق وہ اسکا شیدا — وہ آنکھ مچولی نہ شان اس کی اٹیر تیری مرا کبوتر

اُسکے گانے کی سنتے ہی آواز — سرم میں سما لگے بجانے ستار
کبھی اوپر ہیں ہم کبھی نیچے — خوب ہیں اُس ہر کے شعر قرار
تھام کر رکھیا ہیں دل اپنا — لا آیا جو وہ مست طرار

یعنی اندر سبھا کے ناٹک کے　　بار اول کا ہو گیا آغاز
ہم نے دل بدر کیا و ناقو برا آ　　اُسسے حسن کا ٹیے کو مانگی پیار
اسی صندوق ایک تالی سے　　میر کسیر بار لاسے تار

کل جسنے جو بیوں سے حجامت بنائی تھی　　پھر لیجیلا ہے دل اسی بیان شکل کے پاس
دیسیوں میں بیاہ مری دولت ہی ہوئی　　کچھ اس دلہن کے پاس ہے کچھ اس کے پاس
تسنیم اسکی ہے وہی یہ ہے جا بیٹو　　گر بچہ کی الگ بال ہوا سے دلہن کے پاس

نہر میں کہنے لگے سب مجھے مسٹر تنسیر　　دی بھی اسپیچ جو کل ہال میں بیئے پر جوش

ان کو اگر ملال ہے میرے وصال کا　　تربت پہ میری ڈھول بجانے سے کیا غرض
ساقی بس کلال میں بیر ہے نہیں　　ان کو شراب وصل پلانے سے کیا غرض
کچھ لام لام یہ سمجھتے ہو تم مجھے　　آخر مرا مذاق اڑانے سے کیا غرض
وہ چاہتے ہیں کہ گھر کا پورا اسرار کاٹ　　اندھے سے کام ہے انہیں کام سے کیا غرض

دشمن جو دوست ہیں کچھ فرق سمجھے تو نہیں　　انکی نظر دیکھیں تو سڑک ایک ہے کھائی خندق
ہم میں جو دیکھا تو کسنیر کو بیٹھے دیکھا　　کیسا سڑک کی طرح بیٹھا ہے الو احمق

مروڑے ہاتھ دشمن نے بہانہ تک　　کہ جھکا جو کر دیں چوڑیاں تک
رقیبوں نے کیا پٹ چھاڑ انکو　　چرا کر بیچ آئے پائدان تک

وہ یہ کہتے ہیں ترے گھر میں چلوں گا تیرے سنگ
اور مرے گھر چٹائی نہ تپائی نہ پلنگ
دونوں رخساروں پہ جم آئے بال
ہو گیا ختم اُن کا حسن و جمال
رکھ کے موٹا سا دوش پہ ڈنڈا
میر کشنبز چلے ہیں سسرال

یار کی گالیاں دورنگی ہیں
بعض میٹھی ہیں بعض کھٹی ہیں
کہیں فقروں میں آ بیوالی ہیں
وہ بھی ستیاناس کی چٹکی ہیں
ہے بڑھاپے میں شوق حوروں کا
شیخ جی کیا ہیں شیخ چلی ہیں
اللہ اللہ ایسی باتیں کی
جیسے ہم دودھ میں کی مکھی ہیں

نہ مرا ہے نہ مرتا ہے نہ جیتا ہے نہ اٹھتا ہے
تمھارے پاس ہے ہی کیا فقط دعا چاہی جاتی ہے

مرا شیشہ کٹہرے کے گھٹنے مرجاں
کہ آدھی ہوئی ہے سیاہی کھاری

ذرا یہ کہتے سر پگڑی سنبھالو
کہ اس سر پہ جوتا پڑا چاہتا ہے

وصل کی رات انکھیں حسین سوئے دیا
دست را آنکھ لگی ناک میں بتی کر دی
وصل کی رات بھی شوخی سے وہ باز آئے
پیٹتے پیٹتے کشمیر کی چٹنی کر دی

جب چلے دنیا سے دامن جھاڑ کر
شیخ کی داڑھی ادھر ہی رہ گئی
عشق میں صورت ترے کشمیر کی
گھستے گھستے تل سدا رہ گئی

خون عصمت کا ہوا شیشۂ عصمت ٹوٹا — آپ نے غیب سے کر سلے کا نتیجا دیکھا
چھپا چاہا تھی ہی اگر رہتی تو چنداں غم نہ تھا — رنج اسکا ہے آنکھیں دشمن نے کھٹا کر دیا
جام وصال کے عوض بوسۂ لب عطا کیا — موت کا تھا مقدمہ ڈگری ہوئی بحال

کمترین - ان کا نام معلوم نہ ہو سکا - میر حسن اور میر تقی میر دونوں نے اپنے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے - مگر نام نہ انھوں نے لکھا نہ انھوں نے - میر حسن نے لکھا ہے کہ ایک شخص نوکری پیشہ نواب عماد الملک کی سرکار میں ملازم تھا - اور اپنی استعداد کی موافق شعر خوب کہتا تھا - میر تقی میر لکھتے ہیں کہ ہزل کی طرف اسکے مزاج کا میلان بہت زیادہ تھا - کمترین نے ایک شہر آشوب بھی لکھا ہے حسن کے یہ چند شعر تذکرہ میر تقی میں درج ہیں -

نو خصم کن کر منتظر نے کئے — تو بھی نہیں ہٹتی دیتا جرمانے
پلائیں مفت نصرانی کو تاڑی — اگاڑی اصطبل کے جا کھاڑی
منصدی نہیں ملتے اگر بھاڑ دیسے رات میں — تو کیوں پیسے کماتے ہیں پتلیں کر رات میں
دیکھو یکوال دالی کی مراحیں — حصم کے رو رو دیتی ہے تماشیں
تم بادشاہ پسند ہو ہم کمترین ہیں — کے سر پھوڑو گے ارک بدن ہیں

گمن ایک بھٹیارن کا تخلص یا نام ہے جو بازار بھرتپور میں پھٹک گئی تھی اور شب و روز مست رہتی تھی قدرت کی فیاضی نے طبیعت موزوں عطا کردی تھی جو کچھ کہتی تھی خوب کہتی تھی - ایک شعر اس کا ملتا ہے -

[illegible] ہوئی حضرت میر کے ساتھ — رہ سر و پنچی ہے تیرے کسر کے ساتھ

کوثر۔ سید محمد حسین نام ہے لکھنؤ وطن ہے۔ ابتدائے عمر سے شعر و شاعری کا شوق دامنگیر رہا۔ اول اول کچھ غزلیں منشی الکرشن صاحب قمر لکھنوی تلمیذ امیر مرحوم کو دکھائیں اس کے بعد راقم الحروف سے مشورہ سخن کرتے رہے اور اب تک جو کوئی غزل کہتے ہیں اصلاح لیتے ہیں اوائل میں نہایت خوش طبع رنگین مزاج تھے۔ ظرافت سے طبیعت کو ایک خاص قسم کا لگاؤ تھا۔ اسی لئے ظرافت کے شعر بھی کہتے تھے عطاری کی دوکان کرتے تھے۔ جہاں شہر کے اچھے اچھے نامی گرامی شعراء کا مجمع رہتا تھا ہر وقت شعر گوئی اور شعر خوانی ہی کا مشغلہ تھا۔ بڑے شوق سے ادبی جلسوں اور مشاعروں میں شریک ہوتے تھے۔ اور خود بھی طرحی مشاعرے کیا کرتے تھے اردو ادب سے خاص دلچسپی تھی۔ اگرچہ علمی تحصیل بہت معمولی تھی مگر شاعروں کی صحبت نے فہم و رسا شعر سے باخبر کر دیا تھا۔ ایک دیوان بہت ضخیم کہہ کر جمع کر لیا تھا۔ مگر افسوس کہ عین شباب کے عالم میں مہیب سکتہ بیماری کا صدمہ پڑا جس نے تمام طاقتوں سے محروم کر دیا۔ کچھ امراض پیدا ہوئے۔ اسی میں آنکھ چشم ہوا بصارت نے جواب دیدیا۔ اور تمام عیش و سرور پر پانی پھر گیا۔ کوئی حکیم ڈاکٹر باقی نہ رہا کہ علاج نہ کیا ہو۔ مگر بالاتفاق سب نے جواب دیدیا کہ رجوع الی اللہ ہے اب گھر بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کرتے ہیں۔ اور زندگی گذار رہے ہیں ترتیب دیکر کے وقت جو اشعار ہوئے تھے جو درج کرتا ہوں۔ روزانہ شام کو میرے پاس آ بیٹھتے ہیں اور تھوڑی دیر غم تراشی کرکے چلے جاتے ہیں عمر تقریباً ۳۰-۳۵ سال ہوگی

ہو گا ہی نہ دل ہاری الہی [illegible]   ہم کدھر ہے ہو حوصلہ [illegible] ہے

انکھوں کو سارے سکھالی آخر [illegible]   وہاں بارک [illegible] ہے اور یہاں ایک سگا ہے

ہمارا اے [illegible] کیا ہوگا بھلا دامنا ‌ ‌ ‌ ترے قدح میں [illegible] ہوگ کنھٹ میں اڑ گی

ہوس سے آج خالی کوئی بھی سینہ نہیں ملتا ‌ ‌ ‌ وہ کیا ڈھونڈھتا ہے اب جسے کچھ بھی نہیں ملتا
ہوں [illegible] ہاتھوں کے اکدن لذت [illegible] ‌ ‌ ‌ وہ مکھی ہوں جسے بازار میں شیرا نہیں ملتا

جلاتے ہیں ستم کے تیر سب پر [illegible] ہوکر ‌ ‌ ‌ [illegible] وہ جراں ہوکر
چھری ہی ہے تری شمشیر جفا اے قاتل ‌ ‌ ‌ اس جہاں میں ملک الموت کی اماں ہوکر
طائر دل نے بہت رنگ دکھائے اسکو ‌ ‌ ‌ کبھی الّو کبھی مرغا کبھی شیطاں ہوکر
نقد دل ہار دیا ہم نے جوئے خانے میں ‌ ‌ ‌ پھر گئی آنکھ وصول [illegible] ہوکر

اللہ نے [illegible] حکم کیا [illegible] ‌ ‌ ‌ [illegible] قفس میں
سچ ستم کا [illegible] ‌ ‌ ‌ [illegible] روپیٹا
رہتا ہے اسکی دم میں کانٹا چبھتا ‌ ‌ ‌ [illegible] آپ کا
دیا [illegible] آہ ‌ ‌ ‌ [illegible] آپ کا

کوئی دن شیخ عبدالعلیم نامی [illegible] راقم الحروف [illegible]
رہتا تھا تو [illegible] ملاقات ہوئی تھی ایک [illegible]
سلف کے ہزاروں ظریفانہ اور عاشقانہ شعر یاد تھے [illegible]
شعر تھا کہ میرے [illegible] کبھی [illegible]
کہتے تھے مگر مزاج میں شوخی [illegible] اختیار کر لیا جائے
[illegible] یاد ہیں درج کرتا ہوں ۔

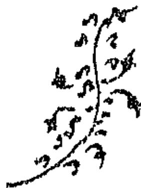
مست ہوئے قلندر اور چاند کو گہنائی — حسن جو برشنے دیکھا اُسے چھپت چھائی
یہ لیلیٰ اور شیریں دونوں بہن بہن ہیں — فرہاد اور مجنوں دونوں ہیں بھائی بھائی
کل ہم میں کچھ آئے کی اس طرح دکھائی — جب ہم کو چین آیا جب جاکے کچھ کھائی

کیا جاگے ہے مصور کھنچیں لکھی کھائی نہیں — اس لئے تصویر جاناں ہم نے کھچوائی نہیں

سب شہر میں تمہارے نام سے ہیں یا مشہور ہم — بلی کی میاؤں میاؤں کتے کی وؤں کی قاؤں قاؤں
گھر میں بلا کے مجھکو وہ پہرے رہتے ہیں — سب دوستاں بتاؤں میں کھاؤں یا نہ کھاؤں

گھونٹا — مجھے ان کا نام اور پتہ معلوم نہیں۔ مگر مرزا واحد حسین صاحب پاس سے اُن کے ایک دو شعر ملے اور بتایا کہ یہ میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ یا ہیں۔ بہرحال میں نے سخت کوشش کی کہ اور کلام ملے یا نہ ملے کم سے کم ان کا پتہ ہی معلوم ہو جائے۔ مگر ناکام رہا۔ بلکہ معلوم ہوا تو یہ معلوم ہوا کہ یہ میرٹھ کے رہنے والے ہی نہ تھے۔ بہرحال یہ تخلص ہے اور یہ اُن کے کلام کا نمونہ ہے۔

ہائے تجھ بن چارپائی کھٹی ہے جیسا — آج وہ آوارہ چرخ چوں نہیں
ہم سمجھتے تھے کہ ہرگز اُن قید سے کل — لے کمانے کھانے کا بھی پھیرا جاتا رہا



حرف گاف فارسی

گرم۔ مظفر علی خاں نام تھا رام پور کے رہنے والے تھے صاحب تذکرہ گلستان سخن نے ان کو ظریف لکھا ہے۔ ایک شعر بھی ظرافت کے رنگ کا ملتا ہے ممکن ہے کہ اور کلام بھی اس رنگ کا ہو۔

حال عاشق کبھی پوچھے نہ ملا سے پتھم　　آنکھیں کیا جیسے نرگس ہیں تری لے آپ ستم

گمنام۔ شیخ احسان علی نام تھا ہاپوڑ ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے عجیب آدمی تھے مرحوم عمر بھر ایک ممتاز عہدہ سرکاری پر متعین رہے جب پنشن لیکر آئے تو ہاپوڑ میں منشی احسن علی مرحوم کے دم سے شعر و شاعری کا چرچا تھا اور انھیں کی مساعی جمیلہ سے شعر و سخن کا بازار گرم تھا۔ مقامی شعراء کے علاوہ میرٹھ اور دوسری دوسری جگہوں سے بھی شعرا آتے اور یہاں کے مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔ شیخ احسان بھی بعض بعض صحبتوں میں شریک ہوتے اور للچائی ہوئی نظروں سے شاعروں کو دیکھتے تا اینکہ ایک دن حرارت کی شدت سے سورج بھی افق مشرق میں کانپ رہا تھا۔ شیخ صاحب ایک لوئی اوڑھے ہوئے منشی احسن علی مرحوم کے مکان پر پہونچے اور سب سے پہلے آغاز کلام اسی جملہ سے کیا کہ جبھی رہیں میں تو سمجھتا تھا کہ شاعری بھی ایک دشوار اور مشکل الحصول فن ہے مگر آج تو یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں رفیق مرحوم نے کہا کہ چچا بھلا آپ کی قابلیت کے سامنے شاعری کیا چیز ہے کیا آپ نے

شعر آج کچھ نظم فرمایا - رفیق مرحوم نے یہ پہلے اسود سے کہے کہ شہر کے شعراء میں ایک
کہنہ مشق شصت سالہ مشکو کا اور اضافہ ہوا - چنانچہ شیخ صاحب نے کہا کہ لو ہاتھ
کنگن کو آرسی کیا - فوراً اپنی رات کی کہی ہوئی غزل سنادی جس کا ایک مصرع مشرق
اور ایک مغرب کی خبر لا رہا تھا - ایک مصرع ایک عٹا کا تھا تو ایک ایک انچ کا -
سراپا درد ول - رفیق مرحوم نے ہنسی کو ضبط کیا دل میں خوش ہوئے کہ ایک
سامان تفریح ہاتھ آیا داد دی - اور ایسی داد دی کہ شیخ صاحب بھی خوش ہو گئے
بس کیا تھا دوپہر تک قصبہ بھر میں شہرت ہوگئی - دنیا غزل سننے کے لئے چلی آرہی ہے
اور شیخ صاحب کو داد اور مبارکباد دے رہی ہے شیخ صاحب ہیں کہ اس افتخار
پر پھولے نہیں سماتے - سلام کے لئے ہاتھ تک نہیں اٹھاتے - کہتے ہیں تو یہی
کہتے ہیں کہ ہم تو سمجھے تھے شاعری بڑی مشکل چیز ہے مگر لاحول ولا - واللہ
کچھ بھی نہیں آخر یہ فکر ہوئی کہ آپ کا تخلص کیا رکھا جائے عجیب وغریب
شاعر کے لئے ایسے ہی کئی تخلص بھی تجویز کئے گئے - مگر قرعہ اندازیاں بھی نکلتی رہیں
اور مسترد ہوتی رہیں - لفظ (گمنام) کی قسمت میں یہ شرف لکھا ہوا تھا کہ اس
ہیچ کس و ناکارہ عاشق کا تخلص قرار پائے - اب کیا تھا غزلوں کا تانتا بندھ گیا
اور دیکھتے ہی دیکھتے گر ہی آید کی مصداق بالکل صادق آگئی - احباب کے
مجمع میں تجویز ہوئی کہ دنیا ( ) کا کلام ضائع نہ ہونے پائے چنانچہ کلام کے جمع
کرنے کی تاکید اور امید کی نوبت آئی گمنام صاحب جو (چچا) کے بزرگ خطاب
شہر بھر کے محاورہ تھے ہر ایک چھوٹے بڑے مشاعروں میں شریک ہوتے رہے -
راقم الحروف کبھی سب ہاں پہنچ جاتا اور خوش نصیبی سے ملاقات ہو جاتی تو اس دور
پر دل کلام سنا جاتا - بڑے عظیم الشان مشاعرے کا زمانہ آیا اور چچا صاحب
نے بھی تیاریاں کیں چنانچہ عین مشاعرے میں انجان شاعر آپ کی شاہد اسعید ارشی

کو دیکھکر حدا جانے اپنے دل میں کیا کیا کہہ رہے تھے کہ آپ نے غزل پڑھنی شروع کی اتنو مشاعرے کی رنگت ہی بدل گئی۔ سب لوگوں نے کسی نہ کسی طرح سننے کو رنگا اور ہمہ تن داد دینے میں مشغول ہو گئے۔ اور جن سے ہنسی ضبط نہ ہوئی انھوں نے ظریفانہ داد دینے میں دل کی بھڑاس نکالی۔ چونکہ لوگ اکثر ساموتی تھے مجمع احساس کا نگار۔ آپ ہاتھ میں رومال لئے دونوں ہاتھوں سے دورویہ سلام لیتے ہوئے چلے جا رہے تھے چار پانچ سال کا عرصہ ہوا کہ انتقال کیا۔ اور صحیح گمنام ہو گئے

آپ کے کلام کی ظرافت یہی ہے کہ اُس کے مصرعوں کو دیکھئے اور اس کی ناہمواری سے لطف اٹھائیے اور بے پروائی الابل کیسی حلقت پڑھتے جائیے نمونہ کلام میں وہ غزل لکھی جاتی ہے جو پاپوڑ کے سنہ ۱۵ یا ۱۴ - کے عظیم الشان مشاعرے میں پڑھی گئی تھی -

اے نبی تاج خلافت تمھارے لورے سر پہ عرش محلل ہو گیا

اسم اعظم دافع رنج و محن شرک و بدعت کا قائل ہو گیا

ازل سے دل ہمارا برج الورید مفتوں و مائل ہو گیا

اس مصحف گوشت کو کواکب پر رشتہ ورنی العوق حاصل ہو گیا

صفحۂ مردمک سیتم مضموں رخسار کی منزل ہو گیا

اے جبیں سائی جا سیاراں کا اکلیل مکلل ہو گیا

ہے نقد جان و مال و تن مسطر کر دیا اخلاص کا مل ہو گیا

لطف و کرم سے مرتبہ الفقر فخری کا جو حاصل ہو گیا

ہماری تپ مفارقت کے معالجہ کو یہ نسخہ مکمل ہے گیا
رخ پر نور کی طبابت وحسینِ کا تل دانہ بیل عمل ہو گیا

تنگدستی سے ہمارا حال بطرز حلقت مستعمل ہو گیا
اے رحمت عالم اتو مکافات رشتی عمل ہو گیا

حاصل ہو لیا قناعت کی دیر جیج کو غیر ممکن ہے
یہ نحر ازل سے گمنام مارک خیال کو حاصل ہو گیا

حرف لام

لاا علم ۔ اس گوشۂ گمنامی میں رہنے کے باوجود بھی آپ اتنے مشہور معروف ہیں کہ ہر شخص آپ کو جانتا پہچانتا ہے اور دل سے آپ کے کمالات کا معترف ہے آپ کے چند شعر درج کرتا ہوں۔ سب سے پہلے ایک واکھوسٹ (واسوخت) سنئے جو ورت کے گنوار اور دیہاتیوں کی زبان میں کسی نے کہا ہے اور اس عمدگی سے کہا ہے کہ جواب نہیں ہے افسوس کہ باوجود تلاش بھی یہ پتہ نہ چل سکا کہ اس کے لکھنے والے کون صاحب ہیں ۔

کاکہیں کہو لالا کے کار کہت اچھیت رہے
گاؤں ماں جائے کے کلکوت کھیت رہے

آپ بیٹھ ہم اسامیں کا سدا دیت رہے
لیے مہتوں سے تم کھیت کبھی لیت رہے

کاہے حرجائے کرت اب نہ ہما کو ہوئے کے
نیہہ کی جوتھ ماں تم بیٹھے ہیں الو ہوئے کے

جو کہی ہم تے وہی ست تجو دھرم جا یئو
ہم کا مسی نہ کبھیو مسی کا ماکھسر جانیو

ہم کا نائب کیا آپن تم ایں گھر جا بیٹو
اس کبھو کام نہ اس آپ کا لوکر جانیو

کبھو پیچ کی اور سنگی نہ دیکھو تم انکا
ہم کا سوجھت ہے رکھیو چین سے ٹھکرائن کا

جیو تو بیا کل ہے بہت کا کہیں اب اپنی کتھا
پیٹ تو ہوت ہمار و گ ہے بس مہی کا

کبھو خبر پرواماں جو دن تے سنا صاحب کا
کھوب مال ماں ملائیل کا جلیمن اچا

دھر کے موڑے پہ چمکدار یٹھر یا نکسن
جیسے تنجات ہے پھن کاڑھ کے کرناس

کالھ دوئی کوس پہ ان کا جو ساتب کا مکام — جیو ماں آوا کہ کرن جائے صاحب کا سلام
چڑھ کے گھوڑے پہ بٹے ٹھاٹو سے تھام لگام — گھوڑ کس ہینگ دھرس کاکہی تم تے کا نام

پاؤں دھر دیں رکابن میں جو ٹھیلا ایسے
ہم چلے جات رہے راہ میں چھیلا ایسے

ایک بگیا ماں پڑی یال رہی کیس لورت — بیٹھی اوہاں ہی اک کامنی سدر مورت
راتے اب کاکہی لیو رام ڈھیواس کھل صورت — ہم جو دیکھا تو رہی دور تے ہمکا گھورت

دھر کے کس پیچ دھیں ہمرا کریجن جیسے
میکوا کاہے یہی ہے ماکہت ہیں جیسے

پھر کہاں تاپ ہی گھوڑے سے کودن جھم سے — من ماں یہ سوچ کہوا کیسے ملن جا جم سے
ہاے دیدی کہا اور بھوئیں ماں گرل لوٹ سا ہم جیسے — ہوئے گئیں گست تحب لوڑ گوا جیو کم سے

سیکوا حال یہ دیکھیس تو بہت گھبرا دا
لولا دوڑ بے کوئی ٹھاکر کو بٹے مرچھا آوا

ہمری چھاتی ماں لگی سانس چلے جب گھر گھر — دوڑے گگراج مہا یال بھوں بلبھدر
گور میں چیس کوتو اور کو سنگھاوا استر — اور کو ئو یہ کہس چیت ماں آو ٹھاکر

ہم مدا کو و جتن سے نہ جگائے جاگن
گر پڑا واجو بہت پیٹ تلاے بھاگن

ہم تلاے جو گئن جب تو وہ چنچل بدکھاو — میکوا تے یہ کہس کہ ہمکا ہے ماری ات آو
پال تے کھینچ کے پلگا تنی باہر تو بچھاو — تو ہمرے ٹھاکر کا تو ہم پوچھ گئیں سب بھیناو

یہی پلگا پہ جب ایہیں تو بٹھائے بالکا

اُن سے کہین کا مجا کھوب پیچھے با اُنکا

ہم تلاسے سے پھرن لاگ ماں بلکا پاوا ۔ تب تو ادی جھیل جھیلی کا تھاک بلواوا
پاس بیٹھال کے اوسے یہ ہم کہلاوا ۔ تم تو لگیا ماں ہوا کھوب کرت ہو کھاوا

ہم کہا اُنسے کہن آنکھو سے لگی نہ کرو
میکوا کا ہے کہن ہیکے د لگی ہ کرد

دوس تو بیت گوا ہمکا ہوئین باتن بات ۔ جب گئے سورج اتھے اور تنک آئی رات
ہم کہا اُن تے کہ ہتو ہن اب گھر کا جات ۔ لولی رہ جاتے کی کچھ ہوت نہیں ہے بلکات

ان نہ تم ہیکی ٹھاک کوؤ کا جیو جاکے جاؤ
جی کے اب کا کرہیے جات ہو تو مارے کے جاوٗ

اُن کی آنکھن سے لگے آنس بہے جب جھر جھر ۔ پھر تو تھامے نہ تھما جیو کا سو سادھر دھر
ہم کہا رو ونہ جیو اپنا رہت ہے پھر پھر ۔ ہاتھ چھاتی پہ رکھ آرہے ہے کسمت کھرکھر

ہو سکت اب تو ہے اٹھتے ہے جاوٗ کیسے
بن گئے تم سے بھلا گر اٹھاو جا کیسے

پھر تو بس رکھ گئین بیٹھ مال مکا مارن ۔ اُٹھ کے بلکا سی گئیں پال ماں دنیا مارن
مانگ کے ہے سے انگوٹھا کا کچھو باجھارن ۔ اور اسو کس کی مہاگا نہ ایسے ہم پڑارن

ہم کہا اُن تے کبھو کام نہ ایسا دیکھیو
گھر پہنچ آپن نہ کہیو ساتھو ہے سیدھا دیکھیو

بولے تم روح ہیاں کا ہے کا آوا کرہیو ۔ اور کھڑرو ج نہ تم آئے سہ کہ کھاوا کرہیو
ہتو جا مٹھی ہیا کبھو منھو نہ دکھاوا کرہیو ۔ میٹھو ابن تم کبھی بکواس مچاوا کرہیو

میکو اپٹر نہلے جاسے کے جیو کا دیدے
دیدی کھٹیا ترسے جیرا ٹپیا تو ادا کا دیدے

میکوا کھیر کے منہ ہمری نرکھن دیکھنے لاگ ہم کہا ہمری یہ مرجات ہی ساری بھاگ
جیولو آین تو الاگت باہر کے اورلاسے کے آگ جا کر رہیا ہیں جو کا نڈل کا لے بھرنے ساگ

ہم چہت انکا کوئی بات کی مکلیپہ نہ ہوسے
اس کی وپدی ہے۔ ڈر دیا ہی کوئی جینہ نہ ہوے

سانجھ تو دے گئی اب جاکے کریں اسنان آگے ٹھنڈا ہے یہی ہم کا سنت ہیں ویسان
آج کرمن مارتم پوری کی لکھت ہیں بھگوان سیر آٹھ ایک بھن کا ڈھونے ٹھیلا لیسان

ہم اور تو ہم دی ممی کھوکتے کم ہوئے جیسے
پس پیا وے کے لیے اتنی رکم ہوسے جیسے

اٹ پھیر ساتھ کے میہیں کا دیا ہم جیٹھا اور کہا گاؤں ہاں تم جاکے سینکو بھونرا
گھوڑے کا پیر تے باگ ہاں سدھولے دیہا آپ کو ٹیاں گئیں جاکے نہا دھوا

بستر سے پرچو پھر سے کھوب لگا واہیرا
ہم اور اوی دونوں جنے بیٹھ کے کھا واہیرا

میکوا اتنے میں جو کا سے کہس ہے پکار آئے بھوجن کرو ٹھا کر ہے رسوئیں تیار
ہمتو جو کا مال گئے اور دیہا پھینک آتا گوڑ کا دھوسے کے پھر بیٹھ گئے پلتھی مار

میکوا ایس ڈہس ساگ و پوری جھٹ سے
ایک گھنٹے میں تو سر پیٹ گئی سب پٹ سے

پھر تو جو کا سے کھٹن جھاڑ کے جوتر باہر پیٹ پر پھیر کے ہاتھن کا ڈکارن ادار
پال ماں جاکے اڑاین تنی اسٹا شایر گوڑ ھو پھیلا سے کے پھر پوڑھو رہیں پلکا پر

اوی کہس آسے کے لیٹ جو نے سے رہی
ڑ چلو ٹھوڑ کر دہم بھی تنی سو ئی رہی

ٹھوڑ پائن تو گرسے لاگ کے پھر سے رہن پھر تو اس سوئین کہ دو پہر جگا سے جاگس

ادی ملا ہوت گھوڑے جو دراجیت بھیں — ٹیٹ ماں بھری روپیا بہتے ٹودں لاگی

ہم کہا کا کریہو بولیں جو بیتن بیتیم
گوٹ لہنگا میں گرنٹے کی لگاتن ہیتم

دس روپیہ رہیں لس ٹینٹ میں ہم کھو دیا — اور کہا لیو پران آج سیا دَ لہنگا

پھر کہا اُن سے کہ ایہو جو بلیبا تم سکا — بولیں ہم کا جنین یہ حال تو جانے دیا

سن کے یو آنس تو آنکھن ماں تنک بھر آئے
ہم ملا گھوڑے پہ اسوار بھئے گھر آئے

متفرقات لا اعلم

دختر کو توال ظالم ہے — بیگنا ہوں کو ٹانگ دیتی ہے
انگوٹھی تو یوں عنایت پائی ہوگی — سارے دل کو حسب تاکتے کھائی ہوگی
کنجڑن کی ایک چھوکری میں اسکو دیکھ جھکا — وہ اسکو دیکھ بولی سر کی آتار لوگی
مالن کی تھی وہ بیٹی بیچے تھی ساگ بیٹھی — سویا تھا پاس اسکے جو جیا ہتی سو ہوئی
دھوبن کی دوستی سے دل گھاٹ لگ رہا ہے — لینگے کو جاتا ہوں کہ جیا کا مار رہا ہے
دم دیکے دم کو لے لیا اسلام کو بیچیے — دو آنہ پیسے دیکھیے اور سب کو دیجیے
ہ ہ ہجر میں تمہارے پہ پہ پھٹ گیا کلیجہ — م م مدتیں گزر گئیں یہ یہ ی یا د تم آئے

س س سر دے کے چ چ پیٹ پر ق ق قمر بال ق ق قول کریں
پ پ یاد ستم کے مرار یہ ززز رنڈیاں ا ا رو رو کرتیں

یہ میری حیرت ہے کیوں دل تم نے چھوڑ دیا — تمہارے ماہیا کی ہے حال تلاہیری
یہ دختر رحرام زادی مردار — بیا بازار کی ہے رہنے والی

ایک گھونسا ایک مکا ایک جوتا ایک لات — ہا علاس ہا علاس ہا علاس ہا علاس

لے موئے میاں وصت سی موٹی کمر کا — ہاتھی کی کمر پر ٹٹم لٹھے سے لکھا ہے

مجھے دیکھو کہ میں بھی آدمی ہوں — جوانی کیا تمہیں بڑھیا بڑی ہے

سمجھا کہ سر پہ رکھ کے مرا چاک پا چلے — دوڑا کمہار شیخ کی دستار دیکھ کر

چاندنی رات صبح چاند سرالا نکلا — رنڈیاں گھر سے کٹوروں کا دوالا نکلا

شنیدم شیخ جی در صعف پیری — بہت سی کھا گئے روٹی خمیری

صدائے گوز آمد چوں نفیری — ندانستم کہ مشکی یا عبیری

کہ اے بوسہ دلاویز تو مستم

تری الفت میں تو ہم نے لٹایا جان و مال اپنا — تری الفت میں ہم مارے آئے اٹھا لے یار مال اپنا

دختر در رز کا سبو پاکر — جی میں آتا ہے کہ ململ دیکھئے

اب تو لے درزن ہمارے جامہ کو تیار کر — کام ہے کچھ تابی آدرا سینے تا لگ

دھوبن کی چھوکری نے کس کو یہ جا اتارا — دیکھ کر کی ہو کسی نے تپھیے دل ہمارا

لڑکی کمہار کی نے لڑکا کچے چشم وار — دل چاک کردیا ہے پھر بار ہو لی مار لٹا

گڑوں کی چھوکری نے مس کے کہا یہ کیا — کمری کیا محبت یہ کس سے کھیر ماری

جب سے دیکھا دختر تیلی کا تل — تل پہ جون جسم کا پیا ہوا

تا تم تو سنگدل ہو پس صبر کیسے — رحم ہیچ جاہ میں تمہاری ڈھونڈھتا ہے یہ دل

دونوں رسار عنایت کر یا ایک بوسہ — اس کے واسطے سرکار سے چند ہوتا ہے

سو بوسے گر دیتے ہیں تمہاری ریشمے — تسبیح میں ضرور ہیں لے تمہارے

دیکھا کے وسہ لیجے رخ رنگ ماہ کا — چند وصل ہوتا ہو صاحب داتے

کھکر طالب سر پکڑ کر بولے دربان سے — یہ کیوں آتا ہے کہہ دو کیا یہاں حیات طلب ہے

حال کو چوم کے بوسہ گل عارض کا لیا — میں حبشی تھا سیہ جو چلا جا میان لی نکلا

جب سے کہ اس کی جوانی کی عمر پہنچی ہے — سینے کی چھاتیاں ابھری ہیں [illegible]

سر محرم کے کھلے ہیں آئس سے مغرور کے — اڑ گئی سوئی کی جگہ مار کر کے ٹانکے ٹوٹ کے

قدرت خدا کی دیکھئے پستاں یار میں — پیوند لگائے [illegible] انار میں

چھوا سینہ تو بولے مسکرا کر — کہ پاؤں انگلیاں ہیں یا سو گھی میں

جون ترا مار ہے انگیا میں اس طرح — جس طرح ایک سانپ [illegible] اندر بیٹھا ہے

رخ اور یہ آن کہ ہے عیاں خال — [illegible] دو [illegible] لکھی ہوئی ہے

[illegible] ادا کی مرچ [illegible] — [illegible] میں اس کی [illegible] پڑی ہے

پھر اس ہوگم سنوں کی [illegible] — [illegible] بالی [illegible]

ہے شب وصل زلف آج [illegible] — جو بالی کھٹی کان رکھتی ہے

[illegible] پائی ہے ہم نے شب وصال — دو چار سو برس لڑائی [illegible]

یاد آتی ہے [illegible] کیسی متوالی کی — گو سلمان ہوں پہ دیتا ہوں [illegible] کالی کی

تم کو لازم ہے پکڑوا دینا میرا — ہاتھ میں ہاتھ یا محبت [illegible] پیار

خوب کر دایا اب تو سرت کر دو — [illegible] سوار [illegible] بار بار

حکم ہو وے تو آج مار ڈالوں میں — کھینچ کر بیٹھیں عدو [illegible] کٹار

ہے پیچ آن کہ ہم بھی لگیں — تیرے [illegible] تیل [illegible] جیسا

[illegible] پکڑا حضور سے سر نیم — عبیر کا ہار [illegible] سمجھا کر

کھولا جھکتے ہوئے پٹا الٹا ہو — ہاتھ [illegible] دل میں [illegible] آکر

جی میں آتا ہے کہ رکھ دوں [illegible] — عطر کا پھاہا لگا کر کان پر

ہولی [illegible] — [illegible] کالی

سائیں کو یاد کرکے بیٹھے ہیں سب رند   بل آسنے یہ دیدہ ہیں پائی پائی

ٹری بھنسا ہوئی کی جو کھیا ہمرے شن پائی   ملوا کھینچ کے لو آکے ہاتھن ہمکا بلوائن
ٹہری خاطر سے دست ہمرا پکڑکے لیگئے کھیتر   کچھونا دہ رسوئیاں والے کے کمرہ میں بچھوائن
گلوری وال چاندی کا کھوا بھگوا سے لیے آوہ   دساوری پان بھی منگوائے کے بھوجی سے لگوائن
کچوری پوری - رٹری دال ہوکٹ اور بہن تیکونے   وہ بھوجی لوک ناتھن سے دہی چکوا کے منگوائن
گزک چٹنی اچار ادرک کھی دکھیا بھوجی تیار   ٹرکیا اور بیٹریا گھر میں اپنے خوب بنوائن
غرض ہم کہہ سکت ناہیں ٹری خاطر کھی ہمری   ہمیں تو پیٹ بھر کے خوب اچھا کھانا کھلوائن
بدل لہنگا دوپٹہ بھوجی گاوں ہاری ملوائن   ہمارے قرمال کھلا کے گانا خوب سنوائن
عبیر اور بکاسہ کھا رہا بھر بھر کے کھترپائیں   ملن ہٹی ہمرے گلوا ماں اور پوخوب لگوائن
مگانس دارد ہوا کی بہت ہمدہ سی اک ترکی   ٹرے ہی شوق سے بھر بھر کے کٹورین پلوائن

دیہات تمہرے عشق کے آزار کی ایسی تیسی   کون جھٹ ہیں کہ ایسے یار کی ایسی تیسی
جو کہ جیرو نہ سکے اسکی محبت کیسی   ایسے بیہودہ دل زار کی ایسی تیسی
گھورنے کے لیے اچھے ہیں کھانے کو بلبل   یار کی نرگس بیمار کی ایسی تیسی
سوکھی روٹی یہ قناعت ہے مجھے ایجالی   تم لعل بہاں ہو تو زردار کی ایسی تیسی
بات کرتے ہی وہ چپ یا جیت دیتا ہے   ایسے معشوق بداطوار کی ایسی تیسی

ہوا اتنا میں لاغر لیٹے لیٹے مجھکو غش آئی   اکٹھانے کو جو لوگ آئے ملا مردہ بہ بستر
لاغر ہوں میرا تنا کہ انگلی سے جو چھوٹی   اٹکے نہ گلے میں یہ تن زار بھی میرا

جب میں کہتا ہوں کہ کیوں کس ڈھب پر — ہنس کے فرماتا ہے یوں ہی ٹھیک ہے پر

عزیزو نہیں ہے ستم ظلم کر اسے ڈیر — میں قربان جاؤں اگر کم ہے پیر

بتا ئیں تمہیں لالہ صاحب کہاں گیا — یاپ و ہم میں بیٹھے ہوئے سنا ہے کہنچا

حسن کے سب بندطا وسنی شد (دوہری) — کہ انگن میں بہوت ہیں پانی کے پیالا (ڈلو تری) (کلی)

رسوتن میں کیت ہیں کمانے مدیں (ذا الفقرود) — نکریں کے قلیا مچھرن کے شہر دا

للن کے ذرا بخت عالن تو دیکھو — حسر نوت شد اور حسر با لقا یا

لاآبالی مرزا لاآبالی کے تخلص سے اودھ پنچ سالوں میں واقعات حاضرہ پر ظریفانہ شعر لکھتے تھے نہایت مشتاق معلوم ہوتے ہیں ہر رنگ کے شعر آپ کے یہاں ملتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۰۲ء کے ستمبر میں بارش زیادہ ہوئی اور ایک طوفانی سی صورت پیدا ہو گئی تو آپ نے ایک بڑا مسدس لکھا جس کے چند بند لکھتا ہوں۔

دریا الٰہی ابر سے کیونکا ٹھیل پڑا — کیوں ابر بھی نہ اسکی برابر ٹھیل پڑا

بجلی گری ہے یا کوئی جوہر پھیل پڑا — اس شوخ سیمبر کا جو جوہر پھیل پڑا

سہ چار کی کمرے تمہر پھیل پڑا

مرکو نیہ دیکھیے تو گدھا کہیں پھسا — جیگھاڑتا ہے ہاتھی اونٹ کہیں پر پڑا پڑا

گھوڑے کا دم ہے ناک تک پانی چڑھا — ہاتھی بھی پھیل جانے کے اندر ہی آ رہا

چوہا بھی اپنے بل سے نکل کر پھیل پڑا

گر چھپکلی کواڑ سے نکلی پھیل پڑی — بلی کہیں جو آڑ سے نکلی پھیل پڑی

ہرنی کہیں پہاڑ سے نکلی پھیل پڑی — چیونٹی بھی جب دراڑ سے نکلی پھیل پڑی

لنگور گر پڑا کہیں بندر پھیل پڑا

سبحان سا کے کیچ میں مرعا اڑ رہا — ٹڈی رہیں یہ آ رہی ٹڈا پھیل پڑا

ہڈی تو لٹ پٹا گئی پہ اڑ لیک رہا   چیلا ای چیل پالی میں کو اڑ رہا
چھتری پہ بیٹھے بیٹھے کبوتر پھسل پڑا

تیزی میں ڈاکیہ کوئی چیت پٹ سے آ رہا   صاحب بھی آتے جاتے میں کھٹ پٹ سے آ رہا
اچھا ہوا بازار میں وہ جھٹ سے آ رہا   کوئی تو چپت گرا کوئی کروٹ سے آ رہا
نالو کہیں ڈھلک کے پڑا ماسٹر پھسل پڑا

کل ہم شریک ہونے گئے اک برات میں   پھسلن مذاق کرنے لگی بات بات میں
سمدھی لڑکھڑائے بڑی سمدھی کے ساتھ میں   سارے سلیح کی گٹھڑی گئی لات لات میں
دولہا دولہن کو لیکے سراسر پھسل پڑا

پلٹن پھر ایک ناچ سجانے میں آ رہی   بھانڈوں کی صف بھی ناچ جمانے میں آ رہی
یہاں ڈومنی جو راگ سنانے میں آ رہی   کسبی وہاں وہ بھاؤ بتانے میں آ رہی
باہر کوئی گرا کوئی اندر پھسل پڑا

کل شب جو بزم عیش پری در ستار تھا   ساقی تھا ماہتاب قدح آفتاب تھا
بدمستوں میں کوشش شوق شباب تھا   پامال بھی حباب خیال حجاب تھا
اسپر گرا جو عیرہ تکبیر پھسل پڑا

پہلے تو ڈگمگا کے ساقی نے ٹانگ لی   کھا کا جو ادا کے لوٹی تو ٹانگ لی
کیا بد میگسار کی جھول نے ٹانگ لی   کچھ ہوش اور حواس کی اس نے ٹانگ لی
کل شیخ میکدہ سے نکل کر پھسل پڑا

شرارت کے متعلق اک بڑی نظم ہے اس کے بعض بند یہ ہیں —

کیا شور ہے جہان میں کیسا ہجوم ہے   چل پھر کے گھر گھر کی دھوم ہے
حلوا پراٹھا پکا ہوا بالعموم ہے   جاری ہر اک سمت انہیں رسوم ہے
اس کھل کھلی میں پڑتے ہیں اطفال ہر گھڑی

آئی شب برات بہو ساس سے لڑی

پھرتے ہیں لڑکے آج نکھن پہنے ہوئے — کرتب عجب دکھاتے ہیں بندر بنے ہوئے

شعلے لگا رہے ہیں قلندر بنے ہوئے — دریا میں آگ کے ہیں سمندر بنے ہوئے

چڑھ کر سماں پہ ہوائی ہے یہ بڑی

آئی شب برات بہو ساس سے لڑی

شوخی ہے چھیڑ دست تصرف کا راج ہے — رو رو دل لگی ہے حماقت کا راج ہے

پاتا نہیں مزاج جہالت کا راج ہے — آفت کا راج ہے یہ لیاقت کا راج ہے

غوغا یہ کر رہی ہے چھچھوندر پڑی پڑی

آئی شب برات بہو ساس سے لڑی

"مذہب کا سفر در وطن" ایک نظم ہے جو نہایت ہی خوب لکھی ہے۔

شور و غوغا کیا ہے یہ ہنگامہ بپا کیا ہو گیا — کیوں گیا کیونکر گیا کس جا گیا اور کب گیا

گر گیا لندن کو تو وہ معدن تہذیب ہے — سمجھو یوں شرح شریعت میں پڑھانے کو گیا

حاشیہ حضرت کو مرکب ہیں ہزاروں کیا حرج — الحاد کا گر کوئی یورپ کو بھی مرکب گیا

ساعت سعد کو تر لیٹیاں ہیں لقا حور — کھل گئی جنت کی کھڑکی راستہ گر کب گیا

ہم نہیں ہمدرد کہ جائے کھانے پینے میں ہم — جائے دو گر چھوٹ دیس سہری و سب گیا

کیک کا ٹکڑا کوئی اترا گر پیٹ میں — ہے یہ ارشاد زباں اعلیٰ گیا اعدب گیا

کو شیطان ہے لطافہ سر لوٹتی بدعا — یہ کہا کس نے لطافت سے بدل مطلب گیا

آئی گر تہذیب ہم میں کچھ جوش آمد خوشند — گر لیا ساحل دیا ادنیٰ گیا السب گیا

بڑھ گیا ہے جوش قومی ہے ترقی کی سبیل — یہ بھی اچھا جوش ہے گو جوش مذہب کا گیا

گرچہ ہاتھوں میں نہیں وہ لمبی لمبی تسبیاں — دل سے کبھی گرچہ خیال خرقہ و احسن گیا

داڑھیاں منڈتی ہیں پھر بھی اس میں ہے اک فائدہ — شاہد و کیجئے قلب سے اندیشۂ عقرب گیا

ہر جگہ کا عذر کا استعمال ہے بے پیش و پس
تھا کڈھب ڈھیلوں کا ڈھیلا اچھا ہوا اڑ ہی گیا

اب کہیئے تو کیا نہیں یہ پاسی سید
موجود ہیں سقا ہی نواسی سید
کیوں شیخ مغل پٹھان سمجھیں صاحب
حجام ہوں میر اور مراسی سید
کیا خوش ہو کوئی شریف بہتر مسٹر
پھرتے ہوں جہاں ہیں جب کمتر سید
مسٹر ہے گا اُن سے بہتر کوئی
صاحب ہیں چمار اور مہتر سید

کہتے ہیں کہ کاٹے ہیں بڑے ہی بے شرم
یہ بات تو سچی ہے عجب ناک بھی ہے
ہوتے ہیں بڑوں سے بھی مقابل چھوٹے
اس میں تو حیا کھلی ہے اور ناک بھی ہے
ہشیار رہو آئینے میں اسکو کیا لاج
جاپان کو جو شرم ہو کہیں خاک بھی ہے
کٹ جائیگی ناک کیا جو ہوگی بھی شکست
منہ پر تو ذرا دیکھیے کوئی ناک بھی ہے
جاپان کی روس سے یہی ہے تشبیہ
نمرود کے اپنے کا قدم ناک میں ہے
گر ناک بھی ہوتی تو قیامت ہوتی
خیر جو نہیں ناک تو دم ناک میں ہے

لافر - اودھ پنچ سابق کے ایک بے مثل ظرافت نگار ہیں حالات باوجود تلاش دستیاب نہیں ہوسکے۔

ایک چڑیا وہ یوں اڑے پھر سے
بال صیاد کٹ گئے ڈر سے
ساتھ چھوٹے تار و پود سنو جی کو
ہل گئی کہ جو تھا تر سے
وہ جفا ہیں تو کیوں سناؤں میں
میرزا جو ولی سے جوتی کے گھر سے
بلبلیں باغ میں چہک اٹھیں
میرے بالوں کی دستیں سر سے
مر گیا ہائے ہائے دل بسمل
لوگ آ آ کے دیتے ہیں پُرسے

[illegible]

لاکھوں پہ پڑ چلے سے عبیر اکثیں — ہم لگا لائیں گے کسی گرٹ سے
واہ رے ہم کہ عاشق نادار ہیں — وہ چلے آئیں یا ئیگے گھر سے

ایک تو ہم مزاج کے کڑے — اس پہ غصہ مرے یہ سو دڑے
ایسا سمجھا کر تم بھی یاد کرو — رو رہیتے تو ہو بہت عزت سے
دعوئ پارسائی اور یہ شعر — واہ شاباش مرحبا ہیرے
کیا انوکھی غزل لکھی لاکر — شاعری میں بھی لگ گئے گجرے

کبھی بیں نہ آسے کسی سیل کی — سناتا ہوں وہ نظم میں دل کی
مری شاعری کی بڑی دھوم ہے — یہ سمجھے جو کوئی مرا کم ہے
بڑا ہے جہاں میں مرا غلغلہ — ہماسے جو الّو کی دم فاختہ
ہزار و جہاں ہم جو بن دیگر — لقم اللہ شریکم وسعۃ الشی جرے
سال الف راجو شعر دیگر شم — تلا را یہ دوزم شہر بہ گشتم
تا بہ چو در جنگ دیکھ گر داؤ — گر نزالہ شود مولوی کھانڈے اڑ
تگلہ از معنی جوم بلبلم — چرا پس نہ صد بلبلہ بلبلم
مرے کام عبدالسے میں یہ بات ہے — کہیں بات ہے اور کہیں لات ہے

یہ چھوڑا کھا لسے میں شیخ جی ہے تم لڑکا — یہ حال لب کبھی یار وہ ٹپے رسالوں سے پر گیا
کر جا صبح یہ نشا کھر کی تو بھی ہو ڈھیر لوچی — نگر یار شاعروں کو یہ تو ناشوس ہیں گویا
دوائیں ان کی یہ اعجاز مرا کسیر ہر ناگل — اطبا اشتہاری سب عاملوں ہیں گویا

زباں جو کچھ بھی کہتی ہے یہ انشؔ کو سناتے ہیں — کھڑے دونوں طرف کانوں کے دو فانوس ہیں گویا
یہ لو یاد شب ہجر آ ہی گئے وہ حضرت اثر — یہی ہے شمع تو عارض گر فانوس ہیں گویا

پھول لگے گھات دلدار میں قہ قہ قہ — معدن لعل لب یار میں قہ قہ قہ
بلبلیں کرتی ہیں کیا باغ میں چہ چہ چہ — خندۂ کبک ہے کہسار میں قہ قہ قہ
کلیاں کھلتی ہیں ترے ہاتھ سے کھل کھل کھل — چھل بل ہنسنے میں ترے ہاتھوں میں قہ قہ قہ
ہائے وہ شوخ حسینوں کی شرارت باہم — ہی ہی آگے وہ پیچھے دو چار ہیں قہ قہ قہ
کچھ لگی ہو دل زار و راہ سے دنیا — گر خوشی گنبد دوار میں قہ قہ قہ
شوق شوخی میں اب رند وہ کی وہ ہا ہو ہو — بط مے کی بھی وہ ہر بار ہے قہ قہ قہ
قہقہے ساقی و ساغر سے صراحی کے کہیں — قلقل و مینا بھی اب ہیں قہ قہ قہ
کہ یہاں ڈھونڈھتی ہیں سرو کو کوکو کوکو — پا شگل قید وہ گلزار میں قہ قہ قہ
درد اندوہ میں بیتاب بڑی اوٹھی ہے — کیسے حق دی ہے یہ دیوار میں قہ قہ قہ
لپٹتے پیچ یہ مصحف میں آتی ہے — بادہ نوا ہے شیخ سے دستار میں قہ قہ قہ
گرد گردا دنیا سے وہ رہ گر پھر استاد — دور حاقی ہے خدا ہر تار میں قہ قہ قہ
کھیلتی کیسی مگر شوخ لو سیر سے ہنسی — کیا ہی وہ غنچہ گلزار میں قہ قہ قہ

حرف م

ماجد - ان کی ایک غزل نظر پڑی جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کوئی مشق گو ہیں۔ اسی غزل میں سے میں ۸ صاف صاف اشعار نقل کرتا ہوں۔ جو الفاظ غیر مہذب ہیں اون پر نقطے دے دیئے گئے۔

لطف دیتا ہے مرا [illegible] آوا [illegible] — اور اس شوخ کا رہ رہ کے پشیماں ہونا

لطف آتا ہے [illegible] دل کی — چاہیے تنگ [illegible] ساتھ مری جاں ہونا

[illegible] — آنکھ [illegible] کی واری سے پشیماں ہونا

[illegible] — چاہیے [illegible] نگہباں ہونا

[illegible] — کسی [illegible] کسی میں مہماں ہونا

[illegible] — اپنے موقع پہ ضروری [illegible] ہونا

[illegible] — ورنہ ممکن نہیں ماجد [illegible] ہونا

مبتلا - حافظ [illegible] دہلوی کے صاحبزادہ تھے ان کی شوخی کلام بعض اوقات ان کے کلام کو خطرہ [illegible] میں لے آتی تھی۔ [illegible] آدمی تھے [illegible] کی ترتیب کے وقت [illegible] اور [illegible] تھے مگر کلام بہت کم ہے۔ زیادہ کلام اس [illegible] کا دستیاب نہیں ہوا۔

صبح کے وقت جو دو [illegible] — [illegible] شامل آیا

ہے شیشۂ دل گریہ سر اندہ قدح کش کا — میخانہ میں ماتم ہے ماہ رمضان آیا

مجرد۔ محمد یار نام تھا۔ دہلی کا رہنے والا نہایت خوش فکر خوش مزاج تھا۔ فکر مضمون عالی تھی مگر کچھ طبیعت کا اقتضا اور کچھ لوگوں کا تقاضہ دونوں مل کر ہزل کہنے پر مجبور کرتے تھے عموماً سب شعر ظرافت کے رنگ میں ہوتے تھے۔ اور کبھی کبھی پوری غزل اسی رنگ میں کہہ جاتا تھا۔ اور اسپر طرہ یہ کہ اخیر میں ڈاڑھی منڈے ہو کر بھی نہ جھجکتا تھا۔ خود کو ذرا بھی ہنسی نہ آتی اوروں کو ہنساتے ہنساتے لٹا دیتا تھا۔ نمونتاً ایک قطعہ ملاحظہ ہو۔

اس چاند میں فلک کا مجرد سے گھر بڑا — اس ماہ سے نکاح کیا جو سیم وراہ کا

محسن۔ نواب محمد محسن نام [illegible]

پڑھنا بسم اللہ سے اب تو ہے دولہن کا ۔۔۔ راز سربستہ ہے باجی وہ در قرآن کا

ہے یاد بندی کو کبھی وہ اسکا بکا پھرنا کھٹکا ۔۔۔ نہیں گوٹے بکا کچھ بھی کہ سکا ہوکر بھی دشمن ہزار اپنا

بگاڑ دنگی میں بھی حال گھر کا وہ ڈالیں مجھپر یا گھر کا ۔۔۔ کھلا اسکے رنڈی کو حال گھر کا کہا لیں مجھپر بچا دینا

ہے ساس کا بیکو سونپنے وہ آری ہر طرح تو وہ ۔۔۔ سہیں ہوئی ہو تو خوش ہو وہ بگاڑا دشمن نے یار اپنا

کھیل سمجھا ہے سفر حشر و اعدم آنا کا ۔۔۔ حوصلہ دیکھو تو گوئیاں اس دل ناشاد کا

کسی کے گھر سے لگا کر بیٹھے ہو پال تم ۔۔۔ واہ کیا کہنا ہے مزا آ گیا اس باد کا

سدکی جا لونیہ چلکر آگئی ہیں ہمال یا ۔۔۔ کہا اسنے گم لیا یہ رنج کی بنیاد کا

بات تو تیری کی رکھلا لی تھی ہزار و بی بوا ۔۔۔ گو ملاست پھٹ گیا سر بھی یہاں فرہاد کا

بیٹھے پائے نہ تھے جو تیرا اٹھا لے چلیے ۔۔۔ خاک نکلے حوصلہ شوق دل ناشاد کا

حقہ کی لت بھی لگا دی تم نے اداس کر دی ۔۔۔ زندہ در گور رہو باجی مرا دشمن اسکا

یکھا یسا دل ہی رکھے سوتے گھر پہ دولہا ۔۔۔ دیکھئے اب کہاں ہو لوا ماول آسکا

دولہا بھائی سہو گی ہو آئی ہو عاشق ۔۔۔ گو بدھتی ہار ہیں کیوں نام ہے الون آسکا

پھر گیا طبلہ بجانے آج گو ہر جان کا ۔۔۔ کیسا لگا ہی بگوڑا یہ حیدر جہاں کا

ہوئے ڈھول حالی شیخ جی تم ۔۔۔ خوب ہم نے بجا بجا دیکھا

گھر والے یوں تو بہت دیکھ ڈالے سگرے ۔۔۔ مزا ملا نہ مگر شیخ جی کے گھر کا سا

نگوڑی وصل کی حسرت بھی ہوا نہ چین نصیب ۔۔۔ لگا رہا ہوا کھٹکا دی ستر کا سا

روٹی ممکن نہیں بھرتے ہیں تو کپڑا کیسا ۔۔۔ چھوڑو دیگر بہ کواری رہ کا جھگڑا کیسا

کالا منہ تو نج ہوا ایسا کسی بندی کو نصیبا ۔۔۔ داڑھی منڈا ہوا لگتا ہے تعجب کا کیسا

توق سے آئین وہ جب چاہیں تکلف کیا ہے ۔۔۔ دولہا بھائی سے مجھے لیے اوا پردا کیسا

کسبیوں کی سی سہیں وضع تو ہے باجی ۔۔۔ ارہی باجا مہ کی گوٹ ہیں لچکا کیسا

جس سر میں یہ دلسے ہے آسمان کے سبب ۔۔۔ گوئیاں رہی آیک ساہی بہار اور شگل

حاملہ ہے یہ اودھ بیرن گھسیاں — چھوٹتی ہے یہ ڈیاں ان سے کیسی کب

آج داروغہ کی کل ڈپٹی کی — رہتی گھر گھر سے ہے بیگار بہت

لگائی جو بوسہ کی مرزا نے رٹ — کہا باجی نے دت موئے دور ہٹ

اوا آیا ہے کوری نہیں گوری نہیں رنڈیا — اسیر بھی ہے سرکار کی منظور نظر آج

در بدر ایک ہی مانگے گا بوا بوسے کے بعد — یاد رکھنا یہ مری بات [illegible] کے بعد

سایہ مرزا کا پڑ گیا جو کہیں — ہو گئیں دیکھتے ہی اماں [illegible]

جیتے جی تم سے نحس کو جب آئی [illegible] — جاگ آئے گی مگر [illegible] کو جیا میرے بعد

کیوں نہیں کہتے ہو مطلب کیا — میری سر ہیں مگر [illegible] پیارے کے لاڈ

ایک دو [illegible] اوں بوا [illegible] — کس طرح اٹھیں چار چار کے لاڈ

ایسا نہ جائیگے [illegible] اوں کی گلی میں مرزا — قسمیں کھاتے ہیں لوا رکھتے ہیں قرآں سر پر

یہ رسیلا یہ رنگیلا [illegible] بھلا ہر کہ — کھلکی والی یہ موا مرتا ہے مرزا ہو کر

روٹی کپڑے کو بھی اے بیگم ہوا احتیاج ہو — آگئی تھی چال میں ڈپٹی کا [illegible] دیکھ کر

کر [illegible] کہا [illegible] موا [illegible] کا لحاظ — [illegible] بوڑھی اماں کی ہو [illegible] کا لحاظ

رنڈی [illegible] کی شرط کیا [illegible] لحاظ — دن کا لحاظ ہے نہ انھیں رات کا لحاظ

یا الٰہی ہم سے سوتن [illegible] دیا [illegible] — تو بتاؤ کس نے جھگڑا کیا شروع

ایک کو نوکر رکھا یا ایک کو بیٹھا دیا — ہیں سدا [illegible] ان کے [illegible] مردار

[illegible] رنگیلی ترا [illegible] سیاں اللہ کی شان — پوپلے [illegible] کا [illegible] موا [illegible] عشق [illegible]

جس میں [illegible] رنڈیوں [illegible] [illegible] — کیا [illegible] کیسے [illegible] تم کر دو گے [illegible]

اجی وہ بالا [illegible] تم [illegible] بتادو گے تم — کبھی آکر سے [illegible] گے تم [illegible] ایک [illegible]

موا نشے میں بے خبر ہے پڑی پاؤں پیچھے سر کو — سہ روپی کپڑا نہ گرے [illegible]
بیٹھے رہے ہائے وہی چھیل ملکی ماتھے — سہ لو سہی آگا توں تھے پاکیں [illegible]
بولی بجو شرابی یاد آیا — اری لپٹا لو اُگو برچھیلا دل
سہ جھوٹا دلی گئے یار میں ہم [illegible] کیا بار ابھی — ہیں مرقع طلے ستاریں ہم [illegible] باتیں
بیٹھیں کیا کیا کیے لو اچھے ہوئے بیٹھے ہیں — آج وہ سوتا ہے مسکرا ہوئے بیٹھے ہیں
لوا موالی نے لیا خوب حقہ نہ چھوڑا — مری بیگم کو [illegible] پلا لیتے ہیں
رنڈی کے چھوڑنے کو جو کہتی ہیں جھگڑ کر — دیتے ہیں گالیاں [illegible] دا بیٹھیا
ماول میں سرشتا کیے اگر دیں لو طلاق — یہ سوچا وہ [illegible] ہائے اگر ڈری جہاں کی ہیں

دل کو ترایا موا تجھے ہر ادا [illegible] کو — ڈھونڈتا [illegible] کا سہارا رات کو
[illegible] لگی کا گجرا چوری کی [illegible] — دیکھ [illegible] چہرہ نکھارا رات کو
چھوڑ کر زلف [illegible] پر لو [illegible] — وہ کھایا [illegible] ایسا [illegible] سارا رات کو
رکھا جب مرزا نے ساغر کو [illegible] — پی گئی [illegible] سارا رات کا

کھروا [illegible] آج سے لگ آکے آنسو — دیکھو تو کالوں کو لو اسکو آکے آئینہ

کوشش کرو کہ مرزا سے بیگم کا ہو ملاپ — گوئیاں ملا دو [illegible] دولہ کا [illegible]
دم الجھتا ہے لو [illegible] کی باتوں سے مرا — مجھکو تو [illegible] نہیں [illegible]
[illegible] آگے [illegible] نے ماری [illegible] — سو سو قدم [illegible]
مرے ہی [illegible] دل لگی — بس بس نکل [illegible] ارمان [illegible]
مجھے [illegible] دا مارتا ہے — [illegible]

دل اسکی تیغ ابرو پر فدا ہے / وہ گورا لونڈا جو کپتان کا ہے
نہ مارو تیغ کو بے موت ماچی / نگوڑا آپ ہی وہ مر رہا ہے
نہ نکلے گھر میں ڈولی کے بھی بیچے / بڑا نواب کا سالا سا ہے
سگی نگوڑی باتیں بھی اور سب کے سامنے / کچھ تو حجاب پیارے میاں و میاں سے ہے
ساتھ لونڈے لئے پھرتے ہو یہ صحبت کیا ہے / لت بس ہے تو میاں ان کی یہ گت کیا ہے
وار دوں میں تجھے جب لیٹے وہ / بڑی چاہتی نگوڑی ماما ہے
ہما ما ہے موا دل سب کی باتیں / بڑا محسن نگوڑا مسخرا ہے

محشر۔ سید اللہ خاں نام۔ رام پور کے رہنے والے تھے ریختی کہتے اور اسکے پڑھنے میں کمال حاصل تھا۔ ریختی میں حاکم ساں تخلص کرتے تھے۔ ہم نے اصل تخلص ہی یہاں لکھنا مناسب سمجھا۔ مولوی عبدالغفور صاحب نساخ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان میں ایک بڑا عیب ہے کہ اوروں کے شعر اپنے نام سے پڑھتے ہیں۔ مگر افسوس کہ کوئی شعر ان کا نہیں ملا۔

کہیں ہم جو چلے ہیں کھیلنے کچھ آئے کو ہیا / مری اچھی بوا یہ مرتے مر ملانے کو کھڑے ہیں

مشتاق۔ اشتیاق احمد نام ہے۔ سلون ضلع رائے بریلی کے رہنے والے ہیں۔ گل باغ مراد مادۂ تاریخ پیدائش ہے آپ کے والد حافظ سردار احمد ایک نامی وکیل تھے۔ مرنے کے بعد کافی جائداد چھوڑی جو تخمیناً ڈھائی ہزار روپیہ سالانہ منافع کی ہے۔ اسی سے نہایت خوشحالی کے ساتھ بسر اوقات کرتے ہیں۔ اور محض اسی جائداد کی وجہ سے اس قصبہ میں قیام ہے۔ ورنہ آپ کا آبائی وطن بارہ ضلع الہ آباد ہے۔ فارسی عربی کے علاوہ انگریزی کی تعلیم ایف اے تک

حاصل کی۔ ۱۸۹۶ء سے شعر کہنا شروع کیا۔ جناب شیر مچھلی شہری سے مشورہ
سخن کرتے ہیں۔ آپ کی تصانیف بھی بہت سی ہیں جن میں سے بعض نہایت قابل
قدر ہیں۔ دو دیوان عاشقانہ۔ ایک نعتیہ دو مثنویاں ایک تاریخ سلون۔ افتخار
الکلام دیوان قصائد قابل ذکر ہیں نعتیہ کلام میں اکثر کا رنگ پسند فرماتے ہیں اور
انکہیں کا تتبع کرتے ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ہو چکی اندر سبھا اب کسانوں کی سبھا — کیا [illegible] کی قسمت پر الٰہی ہے لکھا

دکھلایا اہل ترک سوالات نے مجھے — لیڈر [illegible] مری سوالات سے مجھے

اس چال ہونگے آپ کا [illegible] — لیڈر و سرکار [illegible]

اس ہو رخصت اگر وادی کسی کہیں — [illegible]

آپکے دل میں اگر وقعت ہے میری [illegible] کی — [illegible] اس کے حافظ [illegible] کی

[illegible] — [illegible]

حسن [illegible] مقصد [illegible] موتی لال — ق — اک محب [illegible] [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — کس میں [illegible] [illegible]

[illegible] اس [illegible] — انکل [illegible] کا سمجھانا بہت آسان ہے

[illegible] — [illegible] راج کے لیے [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — بتاؤ [illegible]

ملی ہے گرجا کی [illegible] ہم وہاں جاتے ہیں — [illegible]

مال میں پٹواری صاحب [illegible] اصول — [illegible] کلام [illegible]

باپ کی ساری کمائی ہوگئی نذر لوٹ سوٹ — بھوت کالج میں چڑھا فیشن کا پر خوردار پر

مولوی صاحب نے اپنا الٹی میٹم دیدیا — ڈٹتے ہی لڑتے مسلمانوں نے بھی دم دیدیا

اس کرنے اب لگی ہیں عورتیں بیرسٹری — مسے مادہ کی عدالت میں ہے جنگ زرگری

اتنا کہ یہ خواتین لکھتی ہیں تم رول کا — دشوار بیٹھا ہے مگر اس کی چول کا

رانڈ کہہ رہی ہیں کچھ سوراج کا منتر ہے — یہ مرے ردیا کہ دلی ابھی تک دور ہے

مراسیہ بھی پالٹیکس کا اسوقت مخزن ہے — ادائیں آہیں سمارک کی ہیں اور تیاں ولسن کے

ٹھہرے ہوٹل میں چھوڑ دمکر سرائے — کبھی قہوہ پیو کبھی تم چائے

یہ ترقی لارڈ کرزن کی بدولت ہوگئی — موچھ کس گنتی میں ہے ڈاڑھی بھی رخصت ہوگئی

آنکھوں کی روشنی کا یہاں بگڑا کھیل ہے — ان کو پسند پھر بھی مٹی کا تیل ہے

عورتوں سے ہمدمیں اب پردہ کیجئے ق — خوب ہے ان کو کھلے بندوں پھرایا کیجئے

آپکے ہاتھوں ترقی جو سہ حاصل ہوسکی — اب دے عورتوں کی اسکو پورا کیجئے

آپ اور ہم سے مانتی ہیں عذر کا دخل کیا — کودتا ہے کیوں کرایہ کا یہ ٹٹو بیچ میں

ساتھ عمروں کے ہیں بیاں نانی دیتی ہیں آج — ساتھ کود کر اٹھے جسطرح مٹو بیچ میں

لگ گئے گھوڑے تو ٹوٹا تسمہ موچی کا حساب — بیٹھا ہے پس گیا بیچارہ مذہب بیچ میں

یوں عذر منگا دھڑ لگا رم میں ہے بچا — جمع باگہ میں بیٹھے جیسے سادھو بیچ میں

اک طرف انگلش یہاں ہے اکطرف ہے ناگری — پس رہی ہے سب بیچاری اردو بیچ میں

سمجھیں آپ مجھکو میں ججی کا اب سیسر ہوں — حقیقت یہ ہے میں بھی حاجی بجا کے کار کو کرتا ہوں

ترکوں نے بیشک کیا ہے یہ کمال — جو دیا اسلام سے پردہ نکال

ترجمہ خطبوں کا کرکے اسکو رخصت کیجئے — ہے عربی زبان بھی حج کرنے کو چلی

مجنوں — شاہ مجنوں کے عرف یا لقب سے مشہور تھے۔ لشن ماتھر محمد شاہ کے

دیوان کے نواسے تھے خود بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ زندگی نہایت عسرت اور شوریدگی میں گزرتی تھی ننگے پاؤں ننگے سر پھرا کرتے تھے۔ شعر گوئی کا شوق تھا اول اول میں حسرت تخلص کرتے تھے پھر حاتی تخلص کیا۔ اور اس کے بعد میر انشاء اللہ خاں کی صحبت میں رہنے لگے اور مجنوں تخلص اختیار کیا۔ اپنے آپ کو میر تقی میر کا شاگرد بتاتے تھے۔ مگر بقول میر حسن کہ خر عیسی اگر بمکہ رود نمونہ کلام یہ ہے۔

پھر اس پہ جو چلا ہے کل وہ دل قرار ٹھہرا   کہتا ہے مجھ سے چل بے تو کب کا یار ٹھہرا
بوسے کے بدلے گالی دے بیٹھا مجھ کو جھٹ سے   تو اپنے منہ سے آپ بے اعتبار ٹھہرا

مجید۔ یعنی منشی عبدالمجید صاحب مجید۔ ناگپور کی مشہور و معروف دی ماڈرن تھیٹریکل کمپنی کے چیف ایکٹر ہیں۔ ایک غزل ریختی کی ملی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفنن طبع کے طور پر کبھی کبھی اس رنگ کی طرف بھی توجہ کرتے ہیں۔

سو بس یہ تجھے ملنے کو بھی لیجا ہی ملا شوخ   کیا تجھ کو بنائے گا ناگوڑا وہ موا شوخ
آیا مری لونڈی کو بھی کرتا تھا اشارے   کل وہ انھیں باتوں کی بدولت تو پٹا شوخ
ان دونوں میں رہتی ہے ہمیشہ سے لڑائی   کچھ پچھلی بوا شوخ ہیں کچھ چھوٹی بوا شوخ
یہ کس نے بتائی ہے تجھے چھوروں کی ملاقات   کھاتا ہیں اک آنکھ بھی تجھ کو تو بوا شوخ
بل سارے نکالوں گی جو ہن نکلے کہیں پھرتے   پاپس سے ماروں گی جو ہتھے وہ چڑھا شوخ
ہر ایک سے یوں آنکھ لڑا لیتی ہے نرگس   بے ہے نہیں آتی ہے ذرا تجھ کو حیا شوخ
الفت جو مجید آئے تو بات نہ کرنا   وہ ایک ہی چلتا ہوا لچا ہے موا شوخ

محب۔ منشی برج کشن لال نام ہے قصبہ دریاآباد ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے ہیں۔ منشی لوت رائے لکھنوی مرحوم کے شاگرد ہیں ابتدا سے شعر و شاعری کا

کا شوق تھا۔ مگر طبیعت کا رجحان زیادہ تر ظرافت کی طرف تھا۔ منشی دوست رائے صاحب کے انتقال کے بعد آپ ہی اپنے کلام پر نظر ثانی فرماتے رہے اور ۲۷ء میں ایسا دیوان بھی شائع کیا۔ آپ اکبر مرحوم کے رنگ میں شعر کہتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو اکبر کا رنگ دراصل ایسا تھا کہ اسکا اتباع دشوار تھا۔ مگر افتاد طبیعت سے مجبور تھے۔ اسی طرف متوجہ رہے۔ محب صاحب نہایت نیک نفس اور خلیق زندہ دل آدمی ہیں۔ اور کلام میں تا حد مقدور شوخی وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہیں۔ خود ہی فرمایا کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں اکبر نے یہ رنگ حسن کے ساتھ کہا اور ہندوؤں میں میں نے۔ ان کا یہ جملہ یقینی قریں صداقت ہے ایک مرتبہ راقم الحروف سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ اور خود جناب موصوف نے اپنا دیوان مرحمت فرمایا تھا۔ عرصہ سے آلام و مصیبت اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا رہتے ہیں اس مرض برص بھی شروع ہو گیا ہے عمر تقریباً ۵ برس ہوگی۔ دیوان کے علاوہ تاریخ دریا آباد بھی آپ کے نتائج افکار سے ہے یہ کتاب نہایت خوب لکھی ہے۔ دیوان کا انتخاب حاضر ہے ملاحظہ ہو۔

کہتا ہے شوق ہمسے ہوائی جہاز کا　　بیکار ہے خیال نشیب و فراز کا

ہو گیا سہل سفر ریل کے باعث اے خضر　　رہبر شوق ہوا عشق میں انجن اپنا
ہم غریبوں کے مقدر میں ہی پیدل لکھی　　اے محب تمکو مبارک ہے عیش اپنا

اُن سے باتیں کیں تصور میں تو یہ بھید کھلا　　کشور الفت میں ٹیلی فون کا دفتر کھلا

شوہر مفلس کی بیوی کا ہے اب بچنا محال　　ہو گیا ہے شوق بی صاحب کو لیڈی بننے کا
کوئی مس کہتا ہے ان کو کوئی سنڈرلے اے محب　　شغل جب سے ہو گیا جمناسٹک اور جمپ کا

تصور ہے مسوں کے مصحف رخسار زیبا کا | نسے ہے یاد قرآں کی بسے ہے شوق گیتا کا
نہیں ذوق عبادت شوق ہے راحت کے ساماں کا | خدا سے پھر گیا ہوں آجکل بندہ ہوں شیطاں کا
شگفتہ خاطری موقوف ہے ٹائپ کے حرفوں پر | کوئی شائق نہیں گلزار و نستعلیق و ریحاں کا
مسوں کے لب میں بھی لطف حیات جاودانی ہے | خضر ہوٹل میں بھی بہتا ہے چشمہ آب حیواں کا
کیا صفائی مغربی مسہل سے آنتوں کی ہوئی | منھ پہ رونق آگئی گو پیٹ خالی ہو گیا
پارکوں میں گھوم لو کھا لو ڈبل روٹی صحب | آخرش اک روز دنیا سے سفر ہو جائیگا
چلو جلسوں میں موٹر پر اڑو چندے دیے جاؤ | بغیر اس کے محب ملک میں ٹھہرا نہیں سکتا
پسی جاتی ہے اولاد آدم غم کی چکی میں | بڑھا ہے پیٹ کا نرخ اور گھٹا ہے نرخ گندم کا
لوٹا سے بڑھ کے نہیں دولت کوئی اس عہد میں | مل گیا جس کو یہ کاسہ کیمیاگر ہو گیا
گھلایا اسقدر اس شوخ کی بے اعتنائی نے | کہ اب مجھ سے وفاداری کا گٹھڑ اٹھ نہیں سکتا
زباں کا اب تو دعوی ہر کس و ناکس کو ہے بھائی | نہیں پابند کوئی لکھنؤ اور دلی کا

دیکھکر لعنت لسبسرٹی کو | طفل دل کیا ہی کھل کھلا اٹھا
وہ طمانچہ پڑا اگر ای کا | دل غریبوں کا تلملا اٹھا
بل کیا پیش کمیٹی نے جب | اے محب تیج بلبلا اٹھا

خوب ہے اتنو بلندی پہ ستارا اُن کا | چرخ پر اُڑ کے پہونچتا ہے غبار اُن کا
تیغ اصلاح سے کاٹیں جو گلا مذہب کا | میرے آگے نہ کرو ذکر خدارا اُن کا
طور پر حضرت موسی نے تجلی دیکھی | ہمکو لندن میں میسر ہے نظارا اُن کا

بابو صاحب ہیں مست ہوٹل میں | کون پرساں ہے بھائی دیبی کا

کیا جبر کیک کو کسی سے بلا — ہم سے پوچھو مزا جلیبی کا

اب اورکوٹ کا زمانہ ہے — نام صاحب نہ لو رزائی کا
ڈاٹتے ہیں جبیں لیڈی پیپ — کون خواہاں ہو پیرپائی کا

جز تنے ہے گراں جنس شرافت کے علاوہ — بازار میں سستا کوئی سودا نہیں ملتا
پھرتے کو تو شاگرد نظر آتے ہیں لاکھوں — ڈھونڈے سے کوئی دیں کا چیلا نہیں ملتا

جامہ زیبی ہے وضع مغرب میں — کیوں نہ ہو ہمکو شوق جیسٹر کا
کون پرساں بیاض نظم کا ہے — یہ زمانہ تو ہے نیسٹر کا

لاحول سے لعنت ہوئی اور بیٹے سے ہر اتنی — اب آپ سے ناحق کبھی شیطاں ہو گا
کر دیا بدحواس تیغ دل نے — دھیان کسکو ہے واں اوزن کا
کیا اعتبار زندگی مستعار کا — کچھ سیر جسکو لکھا ہے آٹا جوار کا
آسماں پر دماغ ہے اسکا — مر رہا ہے جو مغربی گٹھوں پہ

ملک و دولت کا کیا اس کو حد لے لفٹ — اور نہیں ہے کس مصیبت کا بنا یا ایکٹ
بے شہرت یہی کافی ہے نہیں مال سے بحث — ایک تختے پہ یہ لکھدیجئے جنرل مرچنٹ
قرض لے لے کے مئے عیش اڑائی ہے عجب — آج ہو آپکو ترقی کا مبارک وارنٹ

تیز کیا ہم سست دل ہوں اہل جرمن کیطرح — بھائی جھگڑا چل نہیں سکتا ہے انکی طرح

اب اسی میں سرخروئی آبرو داروں کی ہے
بس انھیں کے رنگ میں مل جائیں پانی کی طرح

جھولتی ٹائم پیس کا ہے دائرہ اُن کی کمر
ناچ میں جو لوچ کھاتی ہے کمانی کی طرح

یارِ من متفق من نہیں الفاس پسند
ہے فقط ہائی ڈیرک کل احباب پسند

کھب گئی ہے مری آنکھوں میں ولایت کی رزی
حضرت مجنوں کو بنارس کی ہے کمخواب پسند

چائے کے آگے پان ہے کیا چیز
چرٹ کے آگے دان ہے کیا چیز

گولڈ اسمتھ کی دیکھئے لائف
اس کے آگے پران ہے کیا چیز

عیش چاہو تو شادی بنجاؤ
زر کے لالچ میں آن ہے کیا چیز

سیکھو انگلش اسپیچ لیٹن اب
بھائی دیسی زبان ہے کیا چیز

کمیٹی وہسدہ کی کوشش مبارک
یہ جلسے مبارک یہ سپیچیں مبارک

ہوا شامل شیخ دھرم سبھا میں ناہم
یہ مضمون مبارک یہ مباحث مبارک

ہر اک کی شان میں کہتے ہیں ایسے ہیں ویسے ہیں
کوئی کاش اُن سے یہ پوچھے کہ حضرت آپ کیسے ہیں

تھیٹر میں وہ بیٹھے ہیں تو اسٹیج میں روتے ہیں
جزاک اللہ قومی درد الفت اسکو کہتے ہیں

یہ چھیڑیں بحث واعظ آجکل کے تیز طبعوں سے
کہ وہ ہیں اونٹ کے سر پتا کے یہ لوگ گھوڑے ہیں

تب سے مر گئے ہیں نئی روشنی پہ ہم
اتنک جلا ہے لیمپ ہمارے مزار میں

اس مفلسی و قحط کے قربان جائیے
گیہوں کے بدلے ملتا ہے لطف انتظار میں

دل ہے وہی جو آسروں کی تکلیف میں
دولت وہی جو سہے اور جائے پیٹ میں

وہی پہونچیں گے اب تو منزل تک
جو کہ انجن کو رہنما سمجھے

بے ریل دو قدم نہیں چل سکتے آپ سے
ہم لوگ اب تو کھینچتے ہیں انجن کی کھائیے

بجا اسکول کا گھنٹا جو ٹن سے
تو اچھی آگئی ڈولی میں رن سے

نہ کام آیا مرے پر مغربی بوٹ
بدن ڈھانکا گیا آخر کفن سے

مزا اپنا سہے گا پارک میں اب
ہمیں کیا کام ہے باغ عدن سے

ترقی رہے اب چندے کا آماس
مریض قوم کے دم پری ہے

اور اسیر مفلسی کی سخت گت گلٹی
کہ جس سے رگ شرافت کی تنی ہے

نام ہوتا ہر ماہ میں محب دو ہی طرح
چندہ دینے سے اور اخبار میں چھپ جانے سے

کیوں برا مانیں جو وہ کہتے ہیں ہمکو ڈیم فول
یہ تو معشوقانہ شوخی ہے کوئی گالی نہیں

تاکجا قدر سخن لی شاعری کے میٹ سے
اور ہوتے ہیں تو لیڈر اس تصور سیکڑوں

مدارس کا رجہاں اس سکنڈری ہے
گیا وہ وقت گھڑی اور ریل ہے کالج ہیں

وہ ورن کورس کے پہائی ہم ڈھول ہو گئے ہیں
پہلے کھٹے ہوں لیکن اب پول ہو گئے ہیں

دل احباب کو جھٹکا بڑا ہے وضعداری کا
مزا ملتا ہے اب گرجے، پادہ چلئیے میں

بھلا ان لڑکیوں کے حسن کیرکٹر کا کیا کہنا
جنہیں مس صاحبہ اسکول میں تعلیم دیتی ہیں

تھیٹر کے برابر سیں اعلیٰ سیسری دیکھو
نہ جاؤ گھر لکھ کر ہرگز یہاں پر رام لیلا ہو

مبارک ہو محب یہ آلتی سوں
گھر ایسا خوب دیکھو ہکو اور تالیو

تقریر پہ عمل جو نہیں خود آپ کا ہو
عینڈک کی طرح تبور بجانے سے فائدہ

کیوں رکھ کا ذکر عاشق انجن سے کیجئے
بھینسے کے آگے بین بجانے سے فائدہ

قیس کو دیوانگی میں تھا سگ لیلیٰ عزیز
عشق مس میں ہمکو پیارا آج اک گنڈاکٹ ہے

نئی ملت کا زاہد ہوں مرے جنت کے حاصل ہیں
کہ سوڈا اور بسکٹ کم نہیں کچھ آب کوثر سے

یہ نامہ بری اب پوسٹ آفس ہکو کافی ہے
نہ قاصد کی تمنا ہے۔ مطلب ہے کبوتر سے

ٹرخے خیرات سے ہے قوم کی حد میں تو آ — بھیک دینے سے توحید کا سوال اچھا ہے
مال آغاؤں سے وعدے پر خوشی سے لیجئے — جب تقاضا ہو تو کہہ دیجئے کہ مالش کیجئے
تعلیم مغربی سے بھی پیچھے نکلے ہم — لوٹے گئے جو نیچ وہ قسمت سے مر گئے
کیا تب نہیں پڑا تک کسی کے دماغ سے — محو رنج ہو گئے دم کے لگاؤ سے
گر لوٹ پاس ہو تو ملے ساحل مراد — اب بیڑا پار ہونا ہے کاغذ کی ناؤ سے

حقیقت یہ ہے کہ محمد دریا آبادی کا کلام سراسر اکبر مرحوم کا تتبع ہے۔ مگر افسوس کہ ان کے کلام میں وہ اثر اور درد دلی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے یہاں طمطراق کا ایسا بے محل استعمال ہوا ہے کہ وہ واقعہ معلوم ہوتے ہیں اور جن باتوں سے وہ اپنی کا کام نکالنا چاہتے ہیں ان سے اوہام معدوم ہوتے ہیں ان کے کلام میں قطعات، رباعیات، مثنوی وغیرہ بھی ہیں تاہم اسی قدر کافی سمجھتے ہیں اور اصناف کلام کا یہ تذکرہ متحمل نہیں ہو سکتا۔

م۔ ح۔ یعنی ماسٹر باسط صاحب۔ آپ بسواں ضلع سیتاپور کے رہنے والے ہیں اور دور موجودہ کے ایک نہایت خوش گو خستہ مذاق شاعر ہیں۔ غزل خصوصًا نہایت عمدہ اور زبان کی حدود میں کہتے ہیں جس سے صحیح صحیح رنگ تغزل کا لطف آتا ہے۔ دوسرے لوگوں کی طرح آپ اس میں فلسفہ اور تصوف کے مذاق کو شامل نہیں کرتے۔ جگر بسوانی سے اصلاح لیتے ہیں مگر اسکا کیا علاج ہے کہ جناب جگر سے یہ خود اچھا کہتے ہیں راقم الحروف جناب باسط صاحب سے بھی بخوبی واقف ہے۔ اور کبھی کبھی جناب جگر صاحب کی غزلیں بھی سنیں میرے نزدیک دو جدا جدا راستوں کے چلنے والے ہیں۔ اور ایک کا دوسرے سے کوئی تناسب نہیں۔ باسط صاحب نہایت خوب کہتے ہیں ان کی طبیعت

رنگینی - بیان میں آمد - بندش میں چستی برجستگی ہے اور اس کے برعکس جناب جگر کے یہاں خستگی - تعقید - پھیکاپن - بے مزگی - بہرصورت باسط نے ایسے اوستاد کی تربیت سے فائدہ اٹھایا اور خود نہایت عمدہ کہنے لگے - ذلک فضل اللہ الخ - آپ کبھی کبھی تفنن طبع کے لئے ظرافت کے اشعار بھی کہتے ہیں اور ظرافت میں ایک ہمہ گیری کی صورت پیدا کرتے ہیں - مگر افسوس ہے کہ باسط جس قدر رنگ عاشقانہ کو نہایت خوبی سے کہتے ہیں اوسی طرح ظرافت میں کامیاب نہیں ہیں - اسکی وجہ یہ ہے کہ دراصل وہ ایک متین اور مہذب آدمی ہیں - ظرافت کو ان کی طبیعت سے کوئی خاص نسبت نہیں ہے ماسٹر باسط کسی اسکول میں اردو ٹیچر ہیں - شاعری کے بیحد شائق ہیں اکثر رسالوں میں غزلیں طبع ہوتی رہتی ہیں آپکی عمر اسوقت تخمیناً ۳۵ - ۳۶ سال کی ہوگی - نمونہ کلام یہ ہے -

حضرت دل جو کسی مس کے حوالے ہوتے
جتنے گورے ہیں مقرر مرے سالے ہوتے

وہ مست تیغ نگہ سی سکڑوں کو مارا آتا ہے
نہ تحقیقات ہوتی ہے نہ تھانہ دار آتا ہے

کہاں جائیگا اڑ کر اے پریشانی عاشق
تری ٹم ٹم کے پیچھے میرا موٹر کا آتا ہے

خفا ہے اگر اپدل وہ بے تقصیر ہو جاتے
اکڑ کر بندہ درگاہ بھی شہتیر ہو جاتے

عدو کمبخت کو سودا ہے کچھ ایسا جدائی کا
لئے سر پر پھرا کرتا ہے ڈھیلا چارپائی کا

مرے دل دام میں گیسو کے پھنسا لیتا ہے
تجھکو دلدار کہیں ہم کہ چڑیمار کہیں

کیا فرق ہے بتا دو مسٹر میں مولوی میں
وہ شاخ ہیں قلم کی اٹھے ہیں یہ پرانے

جو دیکھیگا کوئی یوں بانکپن سے
پکڑ کر کھینچ ہی لونگا قلٹ سے

کھینچا تصویر کیونکر دیکھکر عریاں حالی
ہاتھ کا بیا مر گئی مانی وہیں بہزاد کی

رنگ لائیں نہ عشقیہ عمر کی چکنی باتیں
ہم تنبولی اسے سمجھے تھے وہ تیلی نکلا

بہ تنگ آمدم چوں شب ہجر اے دل
طپاں سوئے او چوں مہ پر یارسیدم

ہاتھ آیا ہے ستمگر تو بڑے گھات کے بعد — سب بتا دوں گا میں تجھکو بڑا کیا بات کے بعد
بوسہ چشم طلب میں نے کیا رد و کد — ہنس کے فرمایا کہ منظور ہے برسات کے بعد
جتوں کے عشق کا مجھکو پڑا ہے آجکل چسکا — قسم ہے تجھکو جانے دو نہیں یہ سلیج کے بس کا
ہم اپنی جاں سے لے بیٹھے ہیں بہتیرا بیٹھے ہیں — کھری برساتیں آ گرمی ہوا رب بیٹھے ہیں
پلٹ کر ہے ستوں سے یہ کہا اپنے پیر سنگی — سنا کچھ اور لیے بٹا وہ تیشہ مار بیٹھے ہیں

چھاتی سے منہ جدا اپنا سو لیا آرزو دارم — تجھے بھی کچھ دلکر لینا بجگلیا آرزو دارم
لپٹ کر مورے سینہ سے تجھے سوگند الشو کی — ترمی میں بو رطکر دھر دوں لپلیا آرزو دارم

زنخداں سیب ہے عناب لب ہیں — بہت میٹھے ہو تم تو خوردنی ہو
کمر سے تمکا لپٹا سے رہت ہے — رقیب روسیہ کی اکسرو ہنی ہو

بہت گھٹے بہت تنکے بہت اینٹھے بہت تالے — تماشا یو سر محفل میں آن کا چھیڑ کر دیدم

لٹالو پاس تم ہمکا تمھیں سوگند الیتور کی — نہیں تو اٹھ کر جاٹے ہیں سرکار ہر جانت
سے بیٹھے بیٹھے تبیت کا سو جھی گری کی جگھی — بڑا اکبرا ہمیں یو ہوی گوا آزار ہر جانت

تری الفت میں بھلا کون دوانہ ہوسے ہے — گھر میں بیٹھا رہے جو شخص سیانا ہووے

پان دشمن نہیں لیتا ہے تو دیتے کیوں ہو
منہ پھٹا ہوی ہے کوئی جیسا دانا ہووے

مخلوق ۔ تذکرۂ خوش معرکہ میں جو پٹنہ لائبریری میں محفوظ اور موجود ہے ان کا نام میر احسان علی لکھتا ہے مخلوق نواب تقی خاں ترقی کے یہاں قصہ گوئی کی خدمت پر مامور تھے ۔ میر خلیق کے چھوٹے بھائی یعنے میر انیس کے چچا تھے ۔ صرف دو شعر تذکرۂ انیس مصنفہ مرزا فدا علی خنجر لکھنوی سے دستیاب ہوئے ۔ جو ریختی میں ہیں اسی سے گمان ہوتا ہے کہ مخلوق کا رنگ یہی تھا ۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے لوگ بھی اس قسم کے شعر کہنے سے باک نہ کرتے تھے ۔

اے دوا دیکھو اب ہوگا بڑا شر پیدا — لوز ناحق نے کیا اور میا گھر پیدا
مردوں کو برس رنڈ یو نیر کیوں نہیں ہوتا — میں مر گئی کمبخت اثر کیوں نہیں ہوتا

مذاق ۔ مرزا غضنفر حسین نام ہے جونپور کے رہنے والے ہیں ۔ پچاس برس کی عمر کے آدمی ہیں ایک وقت میں مذاق اور ظرافت کے اشعار لکھنے کا بڑا شوق تھا ۔ اور صفدر مرزا پوری کو اپنا کلام دکھاتے تھے معاصرین سے چوٹیں چلا کرتی تھیں ۔ مگر اب عرصہ سے شاعری بالکل اس رنگ کو ترک کر دیا ۔ چنانچہ خود ایک خط میں لکھتے ہیں ۔ مجھکو تو اب شعر و شاعری سے چنداں شوق نہیں ہے ۔ بہر حال جو کچھ اشعار یاد ہیں وہ لکھتا ہوں مرزا صاحب نے اپنا مختصر حال بھی تحریر کیا ہے ۔ جس میں خاندانی حالات زیادہ تر ہیں شاعری کے واقعات سے کچھ علاقہ نہیں اسیواسطے ان کو قلم انداز کرتا ہوں ۔ صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ آپ کے مورث اعلی مرزا منور بیگ غازی خاں ایران سے بطلب شہنشاہ اکبر دہلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے تھے ۔ بعد چندے منعم خان خاناں کے ہمراہ جونپور آگر رہے اور صوبہ جونپور کے گورنر بنے

ناظم مقرر ہوئے۔ بہت سے مواضعات معافی میں پائے اور محمد شاہ رنگیلے کے عہد تک اسی طرح معافی میں رہے۔ مگر اب رفتہ رفتہ تمام علاقہ نکل گیا کچھ جاگیر او برائے نام باقی ہے۔ ان کے خاندان میں سوائے مرزا صاحب یا ان کے والد کے کسی نے ملازمت نہیں کی اور دربارداری کے جھگڑوں سے آزاد رہے اب انتخاب کلام ملاحظہ ہو۔

آتشک کے ہوئے یوں زخم بدن پر پیدا ‏ ‏ ‏ رات کو چرخ سے جس طرح ہوں اختر پیدا
لیس داغ ان کا ہے کرتے ہیں مزے کیا کیا ‏ ‏ ‏ خوش نصیب ایسے بھی ہونگے کہیں بد پیدا
شان اللہ کی ہے اسمیں اجارہ کس کا ‏ ‏ ‏ بیضہ زاغ سے نکلتے ہیں کبوتر پیدا
جھومنے لگتا ہے ہر شیخ و برہمن سنکر ‏ ‏ ‏ تانیں سارنگی سے ہوتی ہیں جو ہر سو پیدا

یہ ذوق عشق تو دیکھو کہ قیس کے سر پر ‏ ‏ ‏ ہمیشہ ناقۂ لیلےٰ سوار رہتا ہے
چلے ہیں وہ سوئے گنگا نہانے کے دن ہیں ‏ ‏ ‏ اٹھائے بار نزاکت کہار رہتا ہے
شب وصال وہ ضد کرکے ہے کیا لپٹے ‏ ‏ ‏ یہاں معاملہ اکثر ادھار رہتا ہے
ہمارا اونٹ بہت ہی شکستہ خاطر ہے ‏ ‏ ‏ گلی میں آپ کی کوئی چمار رہتا ہے

یہ رنڈیاں نہیں چمگادڑوں کی غالیاں ‏ ‏ ‏ انھیں کے واسطے یارو خراب ہم بھی ہیں

مزمل شاہ مزمل کے نام سے مشہور تھے ایک آزاد مزاج وارستہ حال فقیر تھے حافظ قرآن اور علوم ضروریہ سے آگاہ تھے شاہ آبرو کے معاصر تھے۔ نہایت عمدہ شعر کہتے تھے۔ اقتضائے زمانہ اور تفنن طبع کے لئے کبھی کبھی ظریفانہ شعر بھی ان کے قلم سے نکل جاتے تھے۔ اس رنگ میں

ایک شعر دستیاب ہوا جو لکھتا ہوں ۔

اُسے فرطِ ناز کا گھونٹ ڈالا کیا   شیخ بولا چل بے چل لگے سے چل

مست ۔ سرمست خاں نام تھا قوم افغان سے تھے کبھی کبھی شعر بھی کہا کرتے تھے حسین اکبر ظرافت علی جلی ہوتی تھی ایک شعر اسی اخبار کا ملا ہے درج تذکرہ کرتا ہوں ۔

نہ وہ بانکوں میں گنا جائے نہ شیر بنے نہ کہیں   جانہ جنگی نہیں ہی ہے سدا مست کے ساتھ

مشتر ۔ سید ضیاء الدین نام ہے بدایوں کے رہنے والے ہیں جناب قمر بدایونی کے شاگردوں میں ہیں ۔ تحفۂ ظریف میں آپ کا کلام چھپا ہے اسی سے چند اشعار منتخب کرکے نقل کرتا ہوں ۔

رات یہ اندھیر کیا بزمِ سے پر فن میں تھا   غیر تو دالان میں تھے اور میں آنگن میں تھا
ٹھان لی تھی میں نے میں بھی چلیا نے جاؤنگا   جب سنا میں نے کہ وہ رشتا خانۂ دشمن میں تھا
آج اسکی صوبہ داری کا معما کھل گیا   رولی کنٹر پہ ملازم وہ کسی پلٹن میں تھا
سالٹ انسپکٹر کی دعوت توبہ توبہ الاماں   ایک مٹھی بھر نمک اک طشتری سالن میں تھا
کھا گئے یہ کہہ کے وہ دیگچی دوپوری پگ کی   وہ مٹھن میں نہ تھا جو ذائقہ کھرچن میں تھا
ایک سی داڑھی تھی اور ایک ہی سی مونچھیں تو پھر   ظاہر اکیا فرق مولا حق و رگھنندن میں تھا

یار تھا لیکن دریعہ رسم کا حاصل نہ تھا   سائیکل اللہ نے دی تھی مگر پیڈل نہ تھا
کون سی ایسی برائی تھی جو دشمن میں نہ تھی   گر نہ تھا چوکھٹ نہ تھا بدوم نہ تھا بالانج تھا
گارڈ صاحب نے رکیں کھر کے چلتا کر دیا   یہ نہ سمجھے آدمی تھا میں کوئی بنڈل نہ تھا

کالی مرغی دیکھی ٹھاٹر میں تو مجنوں نے کہا — مجھ کو دھوکا ہو گیا لیلی یہ تھی محمل نہ تھا
باپ ماں سے یاد ہیں شادی کی بٹیر ٹی لڑی — ورنہ جورو کی قسم کھاتا ہوں میرا دل نہ تھا
ٹھاٹ سے چلتے وہ میرے ساتھ بزم غیر میں — نعل جوتے کا لگا دیتے اگر میڈل نہ تھا
داغ دل کی روشنی دیکھی تو فرمانے لگے — گیس کا ہنڈا تھا مسٹر یہ تمہارا دل نہ تھا

مسٹر نے اپنے کسی دوست کے لیے سہرا بھی لکھا ہے جس کے بعض بعض شعر بہت خوب ہیں ۔

شیخ صاحب نے جو باندھا ہے مکرر سہرا — ایک گز چھوڑ کے ہے دو گز کی برابر سہرا
تجربہ کار کو امداد کی حاجت کیا ہے — کہہ دو نوشاہ سے خود باندھ لے اٹھا کر سہرا
کون کہتا ہے گیا وقت نہیں آتا ہے — پھر بندھا لوٹ کے نوشاہ کے سر پر سہرا
عمر کو دیکھ کے نوشہ کا ادب کرتا ہے — ہے سبب پاؤں پکڑتا ہے جھکا کے سہرا
کہہ دو مالن سے کہ کاٹے رہے لڑیاں مسٹر — رہ نہ جائے کہیں داڑھی میں الجھ کر سہرا

مصحفی شیخ غلام ہمدانی نام تھا ۔ امروہہ کے رہنے والے تھے مگر عمر کا بیشتر حصہ لکھنؤ اور دلی میں صرف ہوا ۔ شاعرانہ کمال اور علم و فضل میں معاصرین حتی کہ میر اور سودا سے ہرگز کم نہ تھے ۔ بلکہ اگر بعض باتوں میں ان کو ان کے مشہور معاصرین پر ترجیح دی جائے تو قباحت نہیں ہے ۔ تمام اصناف سخن پر قادر تھے ۔ نہایت ذکی قوی الحافظہ ، زود گو تھے یہاں تک کہ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ غزلیں کہہ کہہ فروخت کرتے تھے اور یہ دستور تھا کہ جہاں کوئی مشاعرہ ہوتا یہ بہت سے شعر اسی زمین میں کہہ کر رکھ لیا کرتے اور پھر گاہکوں کے ہاتھ حسب حیثیت شعر فروخت کر دیتے ۔ دو تذکرے اردو و فارسی سوا کے ۔ اور چھ دیوان اردو ایک دیوان فارسی ان سے یادگار ہیں ۔

اور ضروری کی تکمیل۔ مشاعروں اور شعر و سخن کے جلسوں میں شرکت کرتے رہے مگر جب دلی کے عروج کا زمانہ روبہ زوال ہوا اور اہل کمال ایک ایک کرکے اس کے در و دیوار کو الوداع کہتے ہوئے ادھر ادھر چل دیئے۔ تو مصحفی کا بھی جی اکھڑ گیا اور لکھنؤ چلے آئے۔ یہاں اگرچہ چند روز نہایت عسرت اور پریشان حالی میں گزارے آخر کار مرزا سلیمان شکوہ کی سرکار میں ملازم ہوگئے اور کچھ درماہہ بھی مقرر ہوگیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ لکھنؤ میں ان کی شاعری کا سکہ جما اور دوسرے باکمالوں کے ساتھ لوگوں کی زبانوں پر ان کا نام بھی آنے لگا۔ پھر تو وہ مشہور ہوا کہ نامی معاصرین ان پر رشک کرنے لگے۔ حسد اور نفاق کی آگ لوگوں کے دلوں میں بھڑک اٹھی۔ چنانچہ جہاں تک معلوم ہوسکا واقعہ یہ ہے کہ مصحفی کبھی کبھی ظرافت کے اشعار کہتے تھے مگر ہجو کے ناپاک اور گندے مضامین سے اپنی زبان اور بیان کو آلودہ کرنا نہ چاہتے تھے۔ لیکن زمانہ کے مشہور زمانہ شاعر انشا کی بیجا شوخیوں۔ اور بد رنگیوں نے ان کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ اور وہ وہ گل کھلا کر چھوڑا جس سے آج ان کو بھی ایک ہجو گوئی کا مشاق شاعر ماننا پڑتا ہے۔

جیسا کہ بیان ہوا مرزا سلیمان شکوہ کی غزلیں ہمیشہ مصحفی بنایا کرتے تھے۔ اتنے میں وہ زمانہ آیا کہ انشا بھی لکھنؤ پہونچے انشا کو سب جانتے ہیں کہ وہ صرف شاعر ہی تھے ورنہ مسخرہ پن اور بیہودگی میں بھی اپنا جواب نہ رکھتے تھے حسب ضرورت نقالی کرنے میں بھی ان کو کوئی عار نہ تھا۔ رنگیلے۔ دنیا بھر کے جلسوں میں شریک ہونے والے تھے رفتہ رفتہ مرزا سلیمان شکوہ کی محفل میں بھی ان کا گزر ہوا۔ کون نہیں جانتا کہ عیش و مسرت کے جذبات اس کلام سے اور بھی ابھرتے ہیں جس میں رنگینی۔ مستہدپن فواحش۔ رذالت کی چاشنی ہو۔ انشا کے یہاں اسکی کیا کمی تھی انھوں نے مرزا

سلیمان شکوہ کو دقت یہ تھی کہ ایسی سریلی آواز میں اُسی لب و لہجہ کے ساتھ مختلف قسم کی شاعری کے انداز دکھائے۔ کچھ وجاہت ظاہری کچھ انشا کی خوبصورتی کچھ نواب کی مصاحبت کی عزت کچھ بذلہ سنجی ظرافت آمیز کچھ مزاج شناسی وغیرہ یہی چیزیں تھیں جن سے شاہزادۂ مذکور کو ان کی طرف زیادہ متوجہ کیا۔ غریب ثقہ متین، مہذب۔ جذبات حزن و انقباض ادا کرنے والے، عسیر الحال، تنگدستی فقر و فاقہ میں بسر کرنے والے۔ متین اور مہذب سنجیدہ بزرگوں کی آنکھیں دیکھے والے بڈھے مصحفی کے یہاں یہ چیزیں اول تو تھیں کہاں اور اگر تھیں تو متانت علم، متانت کے تودے کے نیچے دبی پڑی تھیں۔ نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا۔ سلیمان شکوہ ان سے پھر گئے یا پھرے نہیں تو انشا کی چلبلی چھیڑ و تماشا آمیز باتوں کی طرف زیادہ مائل ہو گئے، کچھ تنخواہ بھی کم کر دی۔ مصحفی غریب بڈھے نے جل کر یہ شعر کہے

چالیس برس کا ہے جو چالیس ٹکے کا لائق — تھا مرد مسلم کہیں اور سیس کے لائق
اے وائے کہ پچیس سے اب پانچ ہوئے ہیں — ہم بھی تھے کبھی پانچ پچیس کے لائق
استاد کا کرتے ہیں امیر اب کے مقرر — ہوتا ہے جو درماہہ کہ سائیس کے لائق

اسی واقعہ کے بعد سے انشا اور مصحفی میں ایک بار رنجش کی بنا پڑ گئی۔ مگر ابھی یہ رنجش دلوں سے زبانوں تک نہ آئی تھی اتنے میں ایک اور واقعہ یہ ہوا۔ کہ انھوں نے ایک غزل کہی۔

زہرہ کی جو آئی کف دلدار میں انگلی — کی رشک نے تا دیدۂ ہاروت میں انگلی

اسی غزل میں بعض بعض شعر ایسے تھے کہ سید انشا کو ایک حملہ کا موقع مل گیا۔ اور شعر کو خوب بنایا گیا مثلاً ان کا مقطع تھا

کہتا مصحفی یہ مائل کرم ہے پیار ادھر تک — ہے اس کی دو ہر کا ہم، تابوت میں انگلی

انشاء نے اسکو یوں بنا دیا

تھا مصحفی کا ناچ چھپانے کو ایک گھر	رکھے جتنے تو آ گئے تیار دنیا میں انگلی

پھر کیا تھا۔ بات کا بتنگڑ بن گیا ہجووں کا لنڈورا تانتا لگ گیا کہ توبہ ہی توبہ۔ مگر ان سب کو نہ ہمارے تذکرے کے لئے کوئی بڑا علاقہ ہے اور نہ لکھنا چاہتے ہیں یا دیگر تذکروں میں موجود ہیں وہیں سے دیکھ لیجئے۔ میں کچھ ظریفانہ رنگ کے شعر لکھتا ہوں۔

دیکھا میں نے ہند میں جب کی پشاوری	نئے برنج اے مصحفی وہ ایسی پشاور گئی
کیوں نہ دل لطارگی کا جائے لوٹ	لکھنؤ میں حسن کی ندی ہی لوٹ

آزاد نے لکھا ہے کہ ایک سقنی کو دیکھ کر شیخ صاحب کی شوخی طبع کے منہ میں پانی بھر آیا ہے۔ اس غزل کے چند ظریفانہ شعر ملاحظہ فرمائیے۔

پانی بھرے ہے یار دیہاں قرمزی دوشالا	لنگی کی سج دکھا کر سقنی نے مار ڈالا
کاندھے پہ مشک لیکر جب قد کو خم کرے ہے	کافر کا نشۂ حسن ہو جائے ہے دوبالا
دریائے خوں میں کیونکر ہم ہیں تیرا قدر ڈوبیں	لنگی کے رنگ نے جب وہاں تاکر ہو لالا

________	ماچی ہر تری عالم لاہوت میں انگلی
________	جا ایک کی گرفتار ہو جوں سوت میں انگلی

اس کے در پہ میں گیا سو انگ بنا کر تو کہا	چل بے چل دور ہو کیا سینکے فقیر آیا
سرگرم سیر گلشن کیا خاک ہوں کہ ایسا	سر لے سے سو رہا ہے آپ ہی دماغ ٹھنڈا
جیسے عاشق نہ کیوں اسکے موئے	کر چشم شوخ اسکی سے ہے مولا
خدا کی اللہ بنایا تو نے صیاد	قفس میں اپنے بلبل ہنڈولا

انشا کی بیہودہ زوریاں اور ستم ظریفیاں حسب حد سے بڑھ گئیں تو انھوں نے یہ رجز کہہ کر انشا کو چڑایا انشا نے بھی سر کی سو واسو دادا تو رجواب دیا

دانش پہ گھمنڈ ہی جو کرتا ہے مقدرت ۔۔۔ وہ تخفہ سہم وانشا کہ مجنوں مرے آگے

میں گو نہ سمجھتا ہوں سدا اسکی سدا کو ۔۔۔ گر بول اٹھے ادہی کی جوں چوں مرے آگے

قدرت ہے خدا کی کہ اٹھے آج وہ شاعر ۔۔۔ طفلی میں جو کل کرتے تھے سال غوں مرے آگے

موسیٰ کا عصا مصحفی ہے خامہ مراکھی ۔۔۔ گو خصم ہے اسو وانیوں مرے آگے

مصحفی کا طریقانہ کلام اگر تمام دواون سے انتخاب کیا جائے تو کافی تعداد میں نکل سکتا ہے مگر مشتے نمونہ از خروارے لکھکر چھوڑتا ہوں - دوسرے یہ کہ ان کے کلیات کا ملنا بھی بہت دشوار ہے مصحفی نے ایک طویل عمر پاکر سنہ ۱۲۴۰ھ میں مقام لکھنو وفات پائی -

---

ھ - سن اودھ پنچ کے ایک نامہ نگار ہیں جب کانگڑہ میں زلزلہ سے نقصانات ہوئے تو آپ کے عجیب و غریب خیالات کو اس طرح جنبش ہوئی - ملاحظہ فرمائیے -

کیا نہیں اس فتنہ محشر کی ٹھوکر زلزلہ ۔۔۔ دیکھ لیا اس کے جو آسے بکر پر زلزلہ

اے ستمگر تو دکھا دے اک چلکر زلزلہ ۔۔۔ جو سمجھتے ہی نہیں آتا ہے کیونکر زلزلہ

اے کعبہ جاپان روس و مصر لندن چھوڑ کر ۔۔۔ ہند ہی میں کیوں رہا کرتا ہے اکثر زلزلہ

آمد آمد پھر کسی پر کالہ آفت کی ہے ۔۔۔ پھر جہاں میں آنے والا ہے مقرر زلزلہ

ایک میں کیا ساری دنیا کا مقولہ ہے یہی ۔۔۔ دو قدم رہتا ہے پیچھے آن کے ٹھوکر زلزلہ

اے بت کافر تری چال سے اکثر ہیں یہاں ۔۔۔ آتا جاتا ہے مرام زلزلہ پر زلزلہ

مضطرب دل تھم گئے دلدار لنگڑے ہوگئے ۔۔۔ اب جہاں میں آئیگا کیا خاک بجز زلزلہ

چھپکے چھپکے آ کے پیچھے ہائے ہولا شام کا — صبح کو آیا کہیں راتیں گنوا کر زلزلہ
ہاں نہ تقریب سیاحت ہوئی پنجاب میں — آج کل آیا ہے شملے سے اتر کر زلزلہ
کعبۂ دل ڈھ گیا اصنام ٹکڑے ہو گئے — اللہ اللہ اب کرے گوشہ میں چھپ کر زلزلہ
پاؤں پڑتے ڈالا ہے اک حشر رفیقہ کا — فتنۂ محشر سے ہے دو ہاتھ اوپر زلزلہ

معروف نواب الٰہی بخش خاں نام تھا فخر الدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر والی کے چھوٹے بھائی تھے دہلی میں رہتے تھے۔ چونکہ اوائل عمر سے درویشوں اور اولیاء اللہ سے ملنے کا زیادہ شوق رہا اس وجہ سے آخر میں دنیا کو ترک کر کے طاعت و عبادت میں زیادہ مشغول و مصروف رہتے تھے شعر و شاعری سے اوائل عمر سے شوق تھا۔ نہایت مشتاق قادر الکلام تھے۔ آزاد نے آبحیات میں انھیں ذوق کا شاگرد لکھا ہے مگر یہ اتہام ہے ذوق سے ان کی مشق ہرگز کم نہ تھی بلکہ قابلیت علمی میں وہ ان سے زیادہ تھے ابتدا میں شاہ نصیر سے اصلاح لیتے تھے آخر میں وہ بھی ترک ہو گئی تھی۔ ان کی تصنیف سے دو دیوان ہیں جو طبع نہیں ہوئے اور نہ امید ہے کہ آئندہ چھپ سکیں گے معروف نے سنہ ۱۲۴۲ھ میں دنیائے فانی کو خیرباد کہکر سفر آخرت اختیار کیا

معروف مرحوم کوئی ظریف شاعر نہ تھے بلکہ برعکس اس کے اپنے وقار خاندانی اور اپنی صوفیانہ روش کی وجہ سے وہ ایسی باتوں سے قریب قریب اجتناب کرتے تھے۔ مگر اس تذکرہ میں ان کا نام نامی صرف اس وجہ سے لایا گیا کہ انھوں نے دیوانوں کے علاوہ ایک چھوٹا سا دیوان ایک سو ایکیا اشعار کا تسبیح زمرد کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ جس میں التزام کیا ہے کہ تمام اشعار میں معشوق کی سبزہ رنگی کی تعریف کیجائے۔ اور اس صنعت خاص کو نباہتے

مرغوب سمجھا ہے کہ اپنی زندگی میں اپنے تمام احباب سے فرمایش کر دی تھی کہ اگر
کوئی محاورہ وغیرہ سبزی کا ملے تو ہمکو ضرور بتانا۔ اس میں اس قدر
انہماک تھا کہ شاہ محمدی پاس کے ایک شاگرد بھورے خاں متخلص بہ
آشفتہ نے کوئی شعر کہا جس میں ہری چگ (جو ایک جانور ہوتا ہے) کا
لفظ آیا۔ نواب صاحب نے بھی اتفاق سے وہ شعر سنا چونکہ اسوقت تک
ان کے یہاں یہ لفظ نہ آیا تھا لہذا سو روپیہ دیکر یہ لفظ خرید لیا اور مورد کیا
جو آگے چلکر لکھا جائے گا چونکہ ہم اس سے پہلے آبنوس کے اشعار لکھ چکے
ہیں جنھوں نے یہ التزام کیا ہے کہ کوئی شعر سیاہی سے خالی نہ ہو۔ اسواسطے
یہ بھی ضروری سمجھا کہ مسیح زمرد کے اشعار بھی نقل کئے جائیں۔ گو آبنوس
کے یہاں ظرافت بھی شامل ہے اور اُن کے یہاں یہ کچھ بھی نہیں مگر صرف
اس قسم کے اشعار بھی تفریح طبع کا ساماں ہو سکتے ہیں کیونکہ صنعت
حسن کا شاعری میں التزام کیا جائے اور تعمد کے ساتھ اس پر قائم رہا جائے
وہ خود بخود ایک قسم کی ندرت کے ساتھ ظرافت پیدا ہو جاتی ہے۔

کیسے تھا سبزہ رنگ اگر ہم بھرو لیے شیشے کا ۔۔۔ نشانی گر ترا ہوتا نہ چھلا سبز مینے کا
بس کہ سبزہ رنگ ہی قاتل مرا ۔۔۔ نت ہرا رہتا ہے زخم دل مرا
کیوں نہ لیکے ہاتھ میں سبز کماں آگیا ۔۔۔ ایسے سبزہ رنگ کا تیر مجھے یہاں آگیا
سبزہ رنگوں کی جو مجھ الفت ابر آ رہی ہوا ۔۔۔ خط صفرا یاں تک گیا آئینہ زنگاری ہوا
حرف سبز اب تیرے منہ سے ہی نکلتا میدے ہے ۔۔۔ سبزہ رنگ آج ہی تو زہر اگلتا میرے ہے
سبزہ رنگ آئے کہ شربا تو جوشے مانو پیستے ۔۔۔ کیا کہوں اڑ گئے طوطے مرے ہاتھوں کے اس
قتل کی کچھ مرے سبزہ رنگ کی تدبیر آج ۔۔۔ دل مرا چاہے ہے سر سبزہ شمشیر آج
سبزہ رنگوں کے فریبوں سے ہی آیا ہے طرح ۔۔۔ عشق نے پھر سبز باغ اسکو دکھایا کس طرح

جبکہ طفلی میں اماموں کا بنا یا تھا فقیر — تھا اسی دن سے بنا گو سبزہ رنگوں کا فقیر
دلالت وہ کرتے تو ان سبزہ رنگوں کی صفائی پر — پھسل جاتا ہی اکثر آدمی کا پاؤں کائی پر
سبزہ رنگوں کی صفائی پہ ہے یوں خط سبز — دل میں جوں صوفی صافی کے لپکا او راز
کائی ملدو تم مجھے آگے خدا شافی ہے بس — دل جلوں کو سبزہ رنگوں کے یہی کافی ہے بس
دہیان میں یوں ہوں سبزہ رنگ کے غرق — جوں نشے میں ہو کوئی بھنگ کے غرق
تری سبزہ رنگ ایسی صورت ہے صاف — زمرد کی گویا کہ مورت ہے صاف
سبزہ رنگو نہ اپنا ہو کہیں جی مائل — اس برس رنگ ہے نوروز کا سبزی مائل
کیوں عشق نہ سبزہ رنگ پہ دل سے مدام ہوں — میں حضرت امام حسن کا غلام ہوں
آج یہاں کل وہاں گردسے یوں ہی جگہ ہیں — کھوئے ہے ہر سبزہ رنگ اس سے ہری جگہ ہیں
اے سبزہ رنگ تحفہ ہے لے میرے پان تو — یہ برگ سبز تحفہ درویش جان تو
یہ حالت غم میں ہے ان سبزہ رنگوں کے مرے جی کی — چمن میں رہ کے لگتی ہے مجھے آواز طوطی کی
سبزہ رنگوں سے محبت ہے مجھے ورات کی — چاہتا ہوں ہر جگہ سرسبزی اپنی بات کی
اس بڑھاپے میں بھی کم ہو نہ سکے لہری ہمیں — سبزہ رنگوں سے بچھا کرتی ہے گہری ہمیں
یارو سبزہ رنگوں کے اب دل میں غم بھر آیا ہے — کیجیو جیرا اس بستی کی یہ سبز قدم پھر آیا ہے
در طراوت آنکھوں میں ہے دائم جیسی ٹھنڈی ہے — یاد میں سبزہ رنگوں کے دل کیا ہے سبزی منڈی ہے

مقصود — مقصود بیگ نام تھا لکھنؤ کے رہنے والے اور امام مزاح تخلص، ہے ہر رنگ کوئی میں مشاق تھے چنانچہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ تذکرہ گلشن بیخار میں لکھتے ہیں "از سوقیان لکھنؤ است۔ خرافاتش بسیار است کہ دریں اوراق مذکور گردد۔ ناچار دو سخنہ اند نوشتہ شد" ان کا صرف ایک شعر تذکروں میں ملتا ہے۔

بوسہ لیتے سے خفا ہوتے ہیں کیوں مشفق میاں — بوسہ دو ستے ہے کہ دولوں کو ہرا لگتا ہے

تاریخ داغ لکھی ہے جو بجنسہ درج کیجاتی ہے۔ افسوس ہے کہ ان کا نام و مقام کچھ
معلوم نہ ہو سکا داغ کی ہجو کا سلسلہ تاریخوں کی صورت میں مدت تک اودھ پنچ میں
قائم رہا تھا اسی میں سے ایک یہ ہے۔

کہتے ہیں لوگ داغ کی صورت ‏ — ‏ ایسی تھی جیسے زاغ کی صورت
نام گلزار داغ ہے جس کا ‏ — ‏ ہے وہ اک اجڑے باغ کی صورت
تم کہیں دیکھی منزلت دیار ‏ — ‏ ہوں سراپا ایاغ کی صورت
اے بعوض مار بیل کی طرح ‏ — ‏ سر بسر ہے دماغ کی صورت
اٹھ گئے اے داغ دنیا سے ‏ — ‏ تم سے کیا ہو فراغ کی صورت
داغ کے غم سے بزم ہستی میں ‏ — ‏ جل رہا ہوں چراغ کی صورت
چشم بد دور واہ کیا کہنا ‏ — ‏ میں نے دیکھی ہے داغ کی صورت

منیر۔ سعادت یار خاں رنگین کے شاگرد تھے آفتاب خاں نام تھا دہلی کے
رہنے والے تھے ایک شعر ان کا تذکروں میں ملتا ہے جو کہ بیاض
ساساتہ الظرفا میں لکھی ہی شعر درج ہے اسواسطے صرف اسی شعر پر اکتفا کرتا ہوں اسی
ایک شعر سے ایک ضعیف سا احتمال ہوتا ہے کہ یہ ظرافت کے شعر بھی کہتے تھے۔

جی چاہتا ہے زلف کا تیری بیاں کریں ‏ — ‏ شانے کے دانت توڑ کے اپنی زباں کریں

مخمور۔ منشی اسد اللہ نام تھا۔ سحیرہ جو ہگلی کے متصل ایک قصبہ ہے وہیں
رہتے تھے منشی علی خاں کے عرف سے معروف تھے۔ مولوی عبد الغفور نساخ کو
اپنا کلام دکھاتے تھے۔ ریختی گوئی میں نہایت مشاق تھے۔ اور اس میں دوگانا

تخلص کرتے تھے چونکہ اصل میں یہی تخلص تھا۔ لہذا حرف میم میں اس کا ذکر کیا گیا

سو بہانے تھے گر آتے تو ہزاروں ڈھب تھے   لاکھ صورت سے اچھی بات سنائی ہوتی
کل اُسے جو محفل میں کہا میں نے کہ عاقل   ۔ جیسے کے تیرے غصے سے مجھے پڑ گئے لالے
سنتے ہی لگے کہنے وہ مخمور سبھوں سے   لو اور سنو یہ بھی ہوئے چاہنے والے

رات کو اک گوٹے پٹ کھٹ لے   صحن میں پا کے بے حجاب مجھے
چھپاں لیں گلے سے لپٹا کے   پھر لیا تو دل پہ داب مجھے
منتیں کیں ہزاروں قسمیں دیں   کر کے چھوڑا مگر خراب مجھے

موج ۔ خدا بخش ایک مشہور گویا تھا جو اکبر آباد کا رہنے والا تھا۔ مگر بیشتر حصہ عمر دہلی میں گزارتا تھا آخر میں لکھنؤ چلا آیا تھا۔ اور یہیں انتقال کیا۔ اسکو ظریف لکھا ہے۔ مگر اس کا کوئی شعر جو رنگ ظرافت میں واقعی ہو مل نہ سکا لہذا ایک شعر جو تذکروں میں درج ہے اور اس میں ایک ہلکا سا ظرافت کا رنگ ہے درج کیا جاتا ہے۔

لاکھوں کٹوا دیئے سر آں میں ہنستے ہنستے   اے مری جاں کوئی تو تو تماشا نکلا

مولانائی ۔ ادیاق تکلو سے متعلق تھے اور کبھی رے اور کبھی ہمدان میں رہتے تھے۔ اپنے اشعار پر بڑا ناز تھا۔ مطائبات کہنے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ ایک قطعہ تذکرہ آتشکدہ سے نقل کرتا ہوں۔

دی بہ حمام ار پئے غسل جماع   گشت رہبر طالع میمون من
کیسہ مالے ماسری چوں بلور   مہر مالش گشت پیرامون من

چوں مرا بر رو فگند از اشتیاق　　جملہ شہوت گشت در تن خویشتن
طرفہ رسم نہاد کاتش لود ست او در من

مہتر۔ عبدالسمیع نام تھا۔ ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ نہایت خوش تقریر نیک مزاج۔ بلند حوصلہ آدمی تھے۔ جس زمانہ میں تحصیل علوم فارسی وغیرہ سے فراغت پائی اور انگریزی کی طرف توجہ کی تو شاعری کا بھی شوق دامنگیر ہوا چنانچہ خود بیان کیا کرتے تھے کہ متعدد غزلیں کہیں۔ مگر دیکھا کہ کہنے والوں نے اتنا کچھ کہدیا ہے۔ کہ اسی رنگ میں شعر کہنا صرف فضول ہے بلکہ متقدمین کا منہ چڑانا ہے اسی خیال کو پیش نظر رکھکر کچھ دنوں کے لئے شعر کہنا چھوڑ دیا ہے۔ مگر جذبات کا اظہار اور فطری ذوق دستگیر رہا۔ اس طرف سے توجہ کم ہوتے ہی ظرافت کی طرف نہ نکلی جس کیں کا رنگ پسند آیا۔ اور اسی میں کہنا شروع کردیا۔ مگر صرف تفنن طبع کے طریق پر اس مشغلہ کو جاری رکھا۔ نہ کبھی اپنے کلام کو جمع کیا اور نہ کہیں چھپوایا۔ چند روز کے بعد یہ بھی زمانہ پھر برسوں شعر کی نوبت نہ آئی تھی ۱۳۲۶ھ میں ایک روز مسجد سے نماز پڑھکر نکل رہے تھے کہ ایک شخص نے چاقو ماردیا اور اسی میں فوراً جان بحق ہوئے۔ ایک مرتبہ میں نے اصرار کیا تھا تو یہ شعر سنائے تھے۔ جو اب تک حافظہ میں محفوظ ہیں۔

مہتر تمہاری جھاڑو سے افسوس آجتک　　ستھرہ ہے رخ یہ یار کے اوصاف بھی ہیں
مہتر یہ چاہتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی　　بیت الخلا کے پاس ہمارا مزار ہو
ہمکو اسے مہتر پسند آتا ہے بس وہ چھوکرا　　جو لئے پھرتا ہے اپنے ساتھ بچہ ٹوکرا

مہری۔ ہروی الاصل تھی شاہرخ مرزا گورگاں کے زمانہ میں گوہر شاد بیگم کی خواصوں میں منسلک تھی۔ نہایت عقیل اور حسین و جمیل تھی۔ مطائبات

لکھنے کا بھی کافی شوق تھا - اور اپنے شوہر خواجہ عبدالعزیز کے ساتھ جو درباری اطباء
کے زمرے میں ملازم تھے نہایت مذاق اور تمسخر کیا کرتی تھی - چنانچہ ایک دن کا ذکر
ہے کہ خواجہ مذکور آ رہے تھے اور مہری اپنی بیگم کی مصاحبت میں بالاخانہ پر بیٹھی تھی بیگم نے
خواجہ صاحب کو آتے دیکھکر اور خواصوں سے کہا کہ خواجہ کو جلد بلا لاؤ - چنانچہ خواصوں
نے خواجہ سے جاکر کہا کہ جلد جلد چلئے بیگم صاحبہ یاد فرماتی ہیں - حکیم صاحب نے حالت
اضطراب میں جو جلد جلد چلنے کی کوشش کی - تو گر پڑے - بعض تذکرہ نویسوں نے
لکھا ہے کہ خواجہ نے بیگم کے انبساط طبع کی غرض سے دانستہ ضعف کا بہانہ کیا اور پیرانہ
سالی کی حرکتیں کرنا شروع کیں بیگم بہت ہنسی اور مہری سے فرمائش کی کہ اس حالت
کو نظم کرکے عرض کرے - مہری نے حسب الحکم یہ اشعار کہے -

مرا با تو سر یاری نماندہ است　　　دل مہر و وفاداری نماندہ است

ترا از ضعف پیری قوت شد دور　　　چنانکہ پاے رفتاری نماندہ است

بعض تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ مہری کو سلطان شاہرخ مرزا کے بھانجے
سے بڑی محبت تھی اور اس محبت پر لوگ ناجائز تعلق کا گمان رکھتے تھے - یہ قصہ
ایسا مشہور ہوا کہ خواجہ عبدالعزیز کو بھی خبر ہو گئی - اور رفتہ رفتہ یہ خبر بادشاہ کے
کانوں تک پہونچی چنانچہ شوہر کی استدعا پر بادشاہ نے مہری کو قید کر دیا - مہری نے
اسی حالت قید میں یہ رباعی کہی

شہ کندہ نہاد سرو سیمیں تن را　　　زیں واقعہ مشغول است مرد و زن را

افسوس کہ از کندہ نخواہد فرسود　　　پاے کہ دو شاخہ بود صد گردن را

ایک روز شوہر نے اپنے یہاں کی عیش و عشرت پر توجہ دلائی اور اس کے
ساتھ ہی مہری سے اسکی بیوفائیوں کی شکایت کی - مہری نے برجستہ یہ
رباعی کہکر خواجہ صاحب کو سنائی -

در خانهٔ تو آنچه مرا شاید نیست | نندے ز دل رسیدہ بکشاید نیست
گوئی ہمہ چیز دارم از مال و منال | آرے ہمہ ہست آنچہ میباید نیست

اسیطرح ایک مرتبہ میاں بیوی میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ بڑھے شوہر کی زبان میں زور آگیا تھا جو چاہتا تھا کہتا تھا۔ مہری پہلے تو سب باتیں خاموشی کے ساتھ سنتی رہی مگر جب غصہ ضبط کی حدوں سے باہر ہو گیا تو یہ رباعی کہکر سنائی۔

شوئے زن نوجواں اگر پیر بود | چوں پیر بود ہمیشہ دلگیر بود
آرے مثل ست آنکہ گویند زناں | در پہلوے زن تیر بہ از پیر بود

مہستی۔ گنجہ کی رہنے والی تھی نہایت شریف النسب تھی۔ بعض لوگوں نے اسکو نیشاپوری لکھا ہے۔ تذکرہ آتشکدہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ عورتوں میں ایسی شاعرہ کوئی نہیں ہوئی۔ سلطان سنجر کے مصاحبین میں منسلک تھی۔ نہایت زود گو حاضر جواب بذلہ سنج تھی۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ چلے کے جاڑے میں جب برف خوب گر رہی تھی۔ در و دیوار سفید ہو رہے تھے سرد ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ رات کے وقت کسی ضرورت سے بادشاہ نے مہستی کو تھوڑی دیر کے لئے باہر بھیجا۔ جب واپس آئی تو جاڑے کی وجہ سے سکڑ گئی تھی۔ بادشاہ نے مذاقاً کہا کہ اسوقت باہر کا کیا حال ہے۔ مہستی نے فی البدیہہ یہ رباعی نظم کر کے سنائی۔

شاہا فلکت اسپ سعادت زیں کرد | در حلہ سرداں ترا تحسیں کرد
تا در حرکت سمند زریں نعلت | بر گل ننہد پائے زمیں سیمیں کرد

اس کا کلام عبد اللہ اوزبک کے فتنہ کے زمانہ میں خصوصاً تسخیر ہرات کے وقت ضائع ہو گیا۔ اس کے مطائبات کا نمونہ یہ ہے۔

قصاب چنانکه عادت اوست مرا
بفگند و بکشت گفت کین سگ را
سر بار به عذر می‌نهد بر پایم
دم میدهم تا بکند پوست مرا

قاضی چو زنش حامله شد زار گریست
گفتا ز سر کینه که این واقعه چیست
من پیرم و . من نمی‌جنبد هیچ
وین قحبه مریم است این بچه ز کیست

آنی که سو بهیچ کس تو چیزے نه دهی
صد چوب مغل خوری و چیزے نه دهی
مشکی که ازو روغن بدرنگ گیرند
گر در شکمت نهند چیزے نه دهی



حرف نون

ناجی - محمد شاکر نام تھا - بڑے حریف و ظریف تھے نادرشاہی لڑائی میں زندہ تھے - سب تذکرہ نویس اسبات پر متفق ہیں کہ زمانہ کے دستور کے موافق یہ ظرافت اور ریختہ کے شعر زیادہ کہتے تھے - میر تقی میر اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں "جوانے بود آبرو - سپاہی پیشہ مزاحش بیشتر مائل بہ ہزل بود معاصر میاں آبرو - بندہ بار یک دو ملاقات کردہ بودم شعر ہزل خود میخواند - و مردمانرا بخنده می آورد و خود نمی خندید - مگر گاہے تبسمی میکرد - و طبق شاہجہان آباد جوان از جہاں رفت" اسیطرح میر حسن - اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں - " در اوائل سلطنت محمد شاہ مردے ظریف طبع بود اکثر از لطائف و ظرائف مردماں را بخنده می آورد و خود نمی خندید - مگر تبسمی میکرد" اسیطرح آزاد آبحیات میں لکھتے ہیں - " اہل سخن نے انھیں طبقہ اول کے ارکان میں شمار کیا ہے - امیر خاں جو محمد شاہی دربار کے رکن اعظم تھے یہ ان کے نعمت خانہ کے داروغہ تھے مگر تیز مزاج اور شوخ طبع بہت تھے - راہ چلتے سے الجھتے تھے اور جس کے گرد ہوتے تھے اُسے پیچھا چھڑانا مشکل ہوتا تھا - مندرجہ بالا بیانات سے اُن کی شوخ طبعی اور ظرافت مسلم ہوتی ہے - مگر کیسی مصیبت ہے ظرافت کے تذکرہ لکھنے والے واسطے کہ ایک شخص نے بھی ان میں سے ظرافت کا ایک شعر نقل نہیں کیا مجبوراً انھیں متین اور مہذب اشعار میں سے کچھ ایسے شعر انتخاب کر رہا ہے جس میں ان کی شوخ مزاجی

کی مہریں لگی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اگرچہ وہ سراپا رنگ ظرافت میں نہیں ہیں۔
پھر بھی سب کچھ ہیں۔ گو کم ہیں مگر نمونہ کے لئے بہت ہیں۔

بے لڑاؤں سے نہ ملے موکر مت پیچ کھا — مونڈ سر لڑکوں کو کرتے ہیں وہ ایسا بالکا
رکھے اس لالچی لڑکے کو کوئی کب تک بہلا — چلی جاتی ہے فرمائش کبھی یہ لا کبھی وہ لا
اگر ہو وہ ستیا کافر کبھی انسان کو ننگا — کھسور ہیں دیکھ کر جمنا اُسے غوطے میں جا لگا
تو لڑکو یار کو کہ خط رکھاتا یا سنڈاتا ہے — مرے نشہ کی خاطر لطف سے سبزی بناتا ہے
جو کوئی کچھ کہے پگھل جائے — شمع وہ ہے ہمارا موم کی ناک
ہمیں تو بوسہ نہ دینے کہا نہ کہہ کے دیا — جنھوں سے وعدہ کیا ہے انھیں جاتے ہیں
جان ہے جیوڑا ہے دلبر ہے — پر یہ مشکل کہ طالب زر ہے
لب جان بخش آگے تیرے سخن — جو مسیحا کا نام لے خر ہے
جہاں دل بند ہو بابی کا وہاں آکے حلق لے — رقیب الاولد ناصح گویا لڑکوں کا ماوا ہے

ناز سید حسن نام ہے۔ تکیہ ضلع رائے بریلی کے رہنے والے ہیں۔ دورِ موجودہ کے خوش گو ظریفوں میں ہیں۔ عاشقانہ اور ظریفانہ دونوں رنگوں میں شعر شعر کہتے ہیں۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ انگریزی۔ اور قدرے ہندی جانتے ہیں جس زمانہ میں لکھنؤ میں قیام تھا۔ راقم الحروف کو اپنا کلام دکھاتے تھے اب دو تین برس سے ملاقات ہوئی نہ کوئی کیفیت معلوم ہوئی۔ ناز ایک دوست آشنا نیک مزاج۔ نیک نفس آدمی ہیں۔ لکھنؤ کے اکثر مشاعروں میں ہزل اور غزل دونوں پڑھا کرتے تھے۔ اب نہ معلوم ظرافت کہتے ہیں یا نہیں۔ ان کا کلام میرے پاس موجود نہیں ہے مگر تذکرہ تبسم گل سے نقل کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور جو شعر یاد آئے گا وہ لکھ دیا جائے گا۔

ہزاروں اچھی اچھی چیزیں تھیں زمانے میں
مگر اس چوٹی والے کو میرا دل پسند آیا

رسی ٹٹی نے پیچھے کھیلتے ہیں یہ شکار اکثر
جناب شیخ کو انداز ریشائل پسند آیا

ہماری گردش قسمت لکھاتی ہے کہاں نالے
فلاورمل کو بھی انداز میرا دل پسند آیا

قیمہ کرنے کے لئے پاس جو قاتل آیا
پاؤ بھر ساتھ میں لیتا ہوا فلفل آیا

فعل یفعل کی جب کہ پڑھی صرف کبیر
ساتھ مفعول کے پکڑا ہوا فاعل آیا

اے ملیٹر ہے کہو دو مجھے لیڈر کا خطاب
اتنو لمدر کا انگرکھا بھی مراسل آیا

ایک دانہ کہاں ہے اس قحط میں ملنا دشوار
شکر کرتا کہ ہو مٹر نہ ترے تل آیا

مجنوں میاں نے ڈھیلا جو مارا گھسیٹ کر
لیلی اچک کے پردۂ محمل میں رہ گئی

اسے وہ قتل کر دیتا ہے جب یا واں سے ملتا ہے
نسب معشوق کا میرے ہلاکو خاں سے ملتا ہے

سوال وصل پر اں کو حیا آئی حجاب آیا
مگر میں بھی بڑا ہی مسخرا تھا ہو ہٹ داب آیا

حسینوں نے عجب گلچھپ مچائی بزم رنداں میں
لپک کر کھا گئے ورنہ اگر کوئی کباب آیا

سراکت کا ہر دور اچھا بہت ہوتا ہے سن لیجئے
پکڑ کر ٹھوکنا ہی دو رنگا اگر مجھکو عتاب آیا

حوالی میں سا ہر اک صورت سے معلوم ہوتی ہے
دلھن سجائیگی جس دن گدھی پر بھی شباب آیا

سوز دل سے میں چراغ بزم ساقی ہو گیا
رات بھر جلتا رہا اور صبح ٹھنڈی ہو گیا

ہلال رسالہ میں بھی اک دکیل رقابت کا
رات بھر مرغا رہا اور صبح مرغی ہو گیا

اس سر کس کے بیچ پڑی جو بوسہ کی حکت
وہ لگی کہنے کہ او دل کیا نوابی ہو گیا

کل جو گریباں کھلیں آسیے لطف حاصل ہو گیا
وہ مری بھاوج ہے میں انکی بھابی ہو گیا

اب یہ کھلیں یہ فکر ہے اسیر کریں کیونکر ستم
اتھاتا تو تہ کھانے کا میں عادی ہو گیا

اب اس ستِ کسی نے ڈالی ناک میں جس کی نکیل
اونٹ ہو وہ یا کہ عاشق ہو ملاقی ہو گیا

دیکھیں کیونکر کہیں آ مریتا ہے سیر سے
وہ ابھی سیکھ رہے ہیں اور میرا استادی ہو گیا

اس طرح کی بہار ہے اب سڑے یار میں
کمر کو لگی ہو جیسے کسی سرو زار میں

لیلیٰ کے قافلہ میں عجب اہتمام ہے
مجنوں میاں ہیں اونٹ کی اگلی قطار میں

مست جاؤ قافلہ کے لئے جبر عیسیٰ یہ
ٹانگیں مگر گھسیٹ ہی لیں گا مرا میں

لیلیٰ کے سارباں کی تشکر سے دیکھئے
مجنوں میاں کے کان ہیں رہتے ہیں مہار میں

معلوم ہو گیا سبب اضطراب بھی
وہ کودتے ہیں میرے دل بیقرار میں

دعوت کے ساتھ ہی مری السلام ہی ہوئی
سیگن کے چھلکے ڈالے ہیں آسے گنار میں

سیری پہ سر کھانے وہ ماہرو ہمارا
شاعر کی نسل سے ہے وہ خوش گلو ہمارا

ملنا تو صرف بچسے تناک بیٹھ مانگتا ہے
ہم سے ہے کھاکرانی کیا آبرو ہمارا

کس طرح سے عبادت اس ہو سکے گی واعظ
دیکھا اسے تو ٹوٹا فوراً وضو ہمارا

زاہد کا بھی بڑھاپا اچھا رہا کہیں ہیں
کچھ فرق ہی نہیں ہے داڑھی یا درمیں

شب چار بج گئے تو کھاگے وہ وصل کی شب
کیا سحر تھا الٰہی ٹن ٹن ٹناٹن میں

دشمنی کے لئے تیار ہے بلی والا
کیوں ہلا یا نہیں اللہ رے مرغی والا

کیسا ناداں ہے کہ حکمت سمجھتا ہی نہیں
تو ندکو کہتا ہے اک لوٹا ہے ٹونٹی والا

شبِ غم کی تیرگی میں یہ کہا کیا ہوں شب بھر
ڈبیا دیا سلائی کی دریا درس آگہی

راتدن احمق بنانے میں مرے مشغول ہے
آپ ہیں پوری ملیدڑی یعنی خاصے دل ہیں

کیا قلندر رہ گیا ہیں کیا مچھندر رہ گیا
ریچھ پہلے رکھتا تھا اب ایک بندر رہ گیا

لیکے منڈی سے دیا پورا مجھے اجور کا
عاشقوں سے کام وہ لینے لگا مزدور کا

وہ ہوا ہے مگر کتنا خاندانی ہے
کہ باپ بہشتی ہے ماں اسکی مہترانی ہے

اگرچہ اور بھی غم ہیں ہزار ہا مجھکو
شبِ فراق مگر سب کی نانی ہے

ہر اک کھچا سا ہے سصر آل جو تن تنا
کھچی ہوئی بت سماک کی کمائی ہے

یہ کس کے غم میں ہے سوگوار سم آخر
کہ سر کھلا ہوا ہے ساری آسمانی ہے

چڑھتے ہیں دو سے ہزاروں اسکے اوپر رات دن
وہ بت رخو مرار ستیج سدو ہو گیا

جب سے دشمن نے پڑھائیں پٹیاں اُس شوخ کو
سچ تو یہ ہے کہ تو بس آسدں سے اُلّو ہو گیا

تیرہ بختی میں ہماری داغ دل چمکے ہیں یوں
مار جیسے اک سیہ اطلس پہ اُلّو ہو گیا

یہ مصحف کا عالم ہے کہ ہوں کہہ نہیں سکتا
مرغا ہوں مگر کو کڑوں کوں کہہ نہیں سکتا

پیرزن سے جب سنائی مرگ شیریں کی خبر
کوہکن کی یہ خبر سنتے ہی نانی مر گئی

خیال اُن کا رہا ہے سر پر سوار
اسی سے وہ مجھکو گدھا جانتے ہیں

سحر اٹھتے ہی آہ کرتے ہیں رو رو
ترے غم کو ہم ناشتا جانتے ہیں

ہے معشوق میرا جو مجھسے بڑا
اُسے لوگ میری دوا جانتے ہیں

محبت اسکو کہتے ہیں محبت ایسی ہوتی ہے — جو دولت کو ٹھکرا دے یا جانے کی ہم ہمت سمجھتے ہیں

ملاتے بھی ہیں ، پھر سر سے مجھکو اٹھاتے ہیں — مجھے [illegible] کو بھی اپنے [illegible] عرش سمجھتے ہیں

اسی سے آگ لگتی ہے ہماری جان اور تن میں — تری گرمیِ الفت کو ہم اک آتش سمجھتے ہیں

غرض یہ ہے کہ ہم ہر طرح سے جان دیتے ہیں — نہ ہم دانش سمجھتے ہیں نہ ہم کاوش سمجھتے ہیں

ملاتے ہیں مجھکو بیدار کیا حسن کی دوستی نے — [illegible] کے میں نے بھی [illegible] ڈال دی

کی ال بال [illegible] ستمگر کے سامنے — [illegible] سر سامنے

[illegible] سے ہو [illegible] دل [illegible] — [illegible] ہاتھ [illegible] اٹھے [illegible]

[illegible] میں باندھ دیے آگے ہاتھ [illegible] — [illegible] کھڑے [illegible]

اس کے [illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible] آپ [illegible]

[illegible] — [illegible] ہو گیا ہوں

[illegible] اطلس [illegible] — [illegible] کے سامنے

[illegible] سب [illegible] کو حکم دیا — [illegible] مری [illegible] کے سامنے

[illegible] ایک مجھکو [illegible] — [illegible] کے سامنے

[illegible] — [illegible] طرح گیا کے سامنے

تعریف کیا کروں [illegible] کی — [illegible] کے سامنے

سب سے کچھ فارسی پڑھی ہے — اس رو سے تیل بیچتا ہوں
عاشق ہوں شباب پر کسی کے — اس واسطے بیل بیچتا ہوں
ہے مشغل یار جو نظر میں — ادھ مٹوں کی نکیل بیچتا ہوں

کل بلایا مجھکو اپنے محفل مولود میں — میں چرا لایا وہاں سے چند ہنڈیاں کھیر کی
کھائی سنے کبھی تو سیاہی ما کہو آخر مال کا ووٹ — کیوں نہیں کے واسطے ترکیب ہے ہمشیر کی
داغ نامعقول کہتے ہیں مجھے اپنا زوہ — جب سے سہل میں نصرت ہے نام ہی انجیر کی

کیا بتائیں کہ ہمیں آج ہیں کیا لینا ناز — یہی کیا کم ہے کہ کل رات کو ایسوں نہ ملی
مست میں رات کو سمجھا تھا کہ وہ آئے ہیں — میں نے ڈھونڈی بھی مگر مجھکو لنگوٹی نہ ملی

سر منڈا کر ہاتھ میں تسبیح لیکر رات ماز — جانب میخانہ ہم پہونچے تو ٹوٹا سے گئے

بدلتی ہی نہیں عادت مری محبوب بھٹیاری کی — وہی کدو کا سالن ہے وہی بینگن کی ترکاری

بہت سیاب بھی دلیں مرے طاقت جوانی کی — ملی بیت الخلا میں ایک لڑکی مہترانی کی
تری تمام شیوا ہیں تجھکو نظر دینے گرا لیے — ادائیں تجھ سے اچھی ہیں ابھی تک تری نانی کی

سر میدان الفت عاشقوں کے خون پی پی کر — ٹماٹر بن گیا ہے یا چقندر والا
یہاں جاڑوں کے موسم میں لنگوٹی بھی نہیں ملتی — وہاں پہنے ہوئے پھرتا ہے جیسٹر والا

جو ہم خوشی سے کبیر و سا سر منڈاتے ہیں	تو کس غضب کی وہ آ کر جیت لگاتے ہیں
اسے وہ قتل کر دیتا ہے جس نادان سے ملتا ہے	نسب معشوق کا ایسے ہلاکو خاں سے ملتا ہے

نازنین ۔ تذکرہ نساخ میں ان کا نام علی بیگ لکھا ہے ۔ مگر تذکرہ صابر میں ایک عورت کا تخلص سے بیان کیا ہے اور یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ علی بیگ کا تخلص نہیں ہے چنانچہ لکھتے ہیں "غلط فہمان ادا شناس کی نظر میں تخلص ہے مرزا علی بیگ نام جوان خوش اسلوب رستم تواں نزور و قوت سہراب طاقت کا ۔ نازنیناں کشور جمال اس کے حسن یوسفی پر اگر زلیخائی کا دم بھریں کچھ دور نہیں اور نازک نہالاں گلشن حسن اسکے گل رخسار کی نازکی سے اگر آپکو غنچہ رنگ پر بہ تصور کریں تو کیا عجب ہے ۔ اس کے تہمتن کے آگے رور آزمایان رزم خانہ طاقت کا سر جھکتا ہے ۔ اور اس کے نعرہ مردانہ کے سامنے شیر صولتان بیشہ شجاعت کا دم بند ہوتا ہے ۔ اور یاران اعلم اور حریفان ادا شناس جانتے ہیں کہ نازنین نام ہے اس حیلہ آفریں شعبدہ ایجاد کا ناز و انداز و غمزہ طراری وعشوہ سازی گاہ عشاق بے قرار سے لطف کے پردہ میں جان کا خواہاں ہوتا اور گاہ اغیار نامحرم کی بغل میں بے تکلف سوتا الخ" بہرحال یہ دہلی کے رہنے والے تھے اور استاد ذوق کے شاگرد تھے ۔ ریختی گوئی میں ایسا جواب نہ رکھتے تھے ۔ چنانچہ مولوی عبدالغفور نساخ نے ان کے کلام کو جان صاحب کے کلام پر ترجیح دی ہے ۔ یہ صاحب دیوان تھے ۔ مگر اب صرف تذکروں میں کلام ملتا ہے ۔ دیوان ناپید ہو گیا ۔ تذکرہ صابر کی ترتیب یعنی سنہ ۱۲۷۱ھ تک زندہ اور بکثرت دہلی میں موجود تھے ۔ ذوق سے ان کو خاص محبت تھی ۔ چنانچہ اُن کی وفات کا قطعہ تاریخ کہا ہے ۔ جسکے لفظ لفظ سے عقیدت اور محبت کا چشمہ جوش مار رہا ہے ۔

نہیں تا رنیں رنج کرتی کسی کا ۔۔۔ گیا جب سے یار اور جر دست بیٹھو کوئی
با ستھرکھوں شاد دل کو تو اپنے ۔۔۔ اگر میں نے کپے کی عزت ڈبوئی
خصم جب موا لونڈیوں کو رلایا ۔۔۔ کہ اس پہ وہ میرا نام رکھے نہ کوئی
ولیکن مجھے کالوں سے سب الفت ۔۔۔ غم ذوق میں رات بھر میں نہ سوئی
لکھی ان کی تاریخ اور یہ ہوا غم ۔۔۔ میاں ذوق کو میں اداآ کے روئی

اسی رنگ میں قطعات نہایت عمدہ عمدہ کہے ہیں تذکرہ قطعہ منتخب سے ایک قطعہ نقل کرتا ہوں۔

تا نہیں اسا کبھی ہر جائی پتا ۔۔۔ یہ تمھارے آ گیا کیا دھیان ہیں
روز اک جھگڑے کی ہیں مہمانیاں ۔۔۔ رو رہی ہوں اسی سامان میں

نمونہ کلام ریختی یہ ہے

ہوئی عشاق میں مشہور یوسف ساحوالیکا ۔۔۔ تو اہم عورتوں میں آنا بڑا دیدہ زلیخا کا
میں اپنے سر کو دھوتی ہوں لوا در سنتا ہوں ۔۔۔ موا میٹھا ہے کیا خوش ہوں کہ دل کا تقاضا کا

کوئی بیٹھا ہو تجھے ہے کام اپنے کام سے ۔۔۔ اے نگوڑے آدمی تو تو حیوان ہو گیا
سو نا کبھی شہر کو بیچ میں ہوتا ۔۔۔ عورتیں انھیں ماتو تیرا گھر سہیلی ہوتا
ایسا کسی قصے سے لکھایا تھا کہ ست گھر ۔۔۔ لیٹا تو یہاں پاس نہ کوسوں ہی بہن کتا
میری بیمار کھوئی اس مجھ سے نہ آ کر ۔۔۔ اٹھی تھی لے دوا میں بخت اٹھی بیٹھا کر
اے زناخی مردوا ہے بدگمان ۔۔۔ تو نہ کر باتیں ہمارے کان میں
رات بھر ہو رہی بات اور یہی جو ما جائی ۔۔۔ اے دوا لیتی نہ پلیپیر جا اکارہ گئی
فوارہ کس طرح سے ذرا بھی نہ تھم سکے ۔۔۔ تم ایک لوٹا پانی پہ کتنا اچھل رہے
بس گھر تو چھیٹ چلے ہو کیا ماتا کر دوں خصم ۔۔۔ کس جا چڑھا سے دیکھیے آپ یہاں آج

نازک - دور موجودہ کے ایک شاعر ہیں جنھیں ریختی گوئی کا بدرجۂ اتم شوق ہے پرائیوٹ ایک مشاعرہ کرتے ہیں اور اسمیں مخصوص مخصوص اپنے احباب کو بلاتے ہیں جن میں خوب خوب داد ظرافت دیجاتی ہے۔ لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ اسکا علم نہ اس رنگ کا کوئی کہنے والا کوئی آپ کو جانتا ہے اور نہ اُن لوگوں سے کوئی واقف ہے جو اس صحبت میں شریک ہوتے ہیں وہ اُس کو یہاں تک چھپاتے ہیں کہ میرے اصرار کے باوجود بھی مجھکو زیادہ کلام نہیں دیا گیا - اور نہ اجازت دی گئی کہ آپ کا وطن اصلی آپ کی لیاقت اور آپ کا نام درج کرسکیں لکھوں تخلص ہی تخلص ہے گو آپکا قیام فی زمانہ لکھنؤ میں ہے۔ مگر لکھنؤ آپ کا وطن اصلی نہیں ہے۔ آپ ایک بہترین شاعر ہیں۔ گو رنگ ریختی میں میرے نزدیک ابھی تک پختگی پیدا نہیں ہوئی ہے مگر اسیطرح مشق جاری رہی تو جلد آپ معراج ترقی پر پہونچیں گے -

جدا کیا ہے او مردوے کچھ دیر سے | کہ اک جھوا آکے لگتے ہیں پالیسے
کوسا بچی کو تو دیدے ہی نکلوا لوں گی | سا تالا لاس میں ہی ایک رہا ہے شو
چار میں بیٹھ کے کیا آنکھ اٹھائے کوئی | طاق بھرنے جو اکیلی چلی جائے کوئی
انگلیاں بھی نہ کٹے آنکھ میں چھپایا تھا پھر | نوج نرگس کو ذرا سا کر سلائے کوئی
ہے بہا تو لو لاٹے میں لہ اصاوے یہ کدری بلو | سنجر ہے کہ ہمسے ہیں بیسے دکھائے کوئی
میں نگوڑی کہیں آئی نہ گئی لے بہنو | کس لئے لاکھوں مجھے الزام دئے جاتے ہیں
اکیلے رات کو کیوں آئے تم یہاں مردا | جو سنا بیٹی کا بٹنا ہجانے لگی موئی لیج
تمہاری اسی کہیں اوج ہو کوئی سیدھا | اب اللہ دے کہیں کبھی دکھا میگی ہوئی لیج

بھوڑی والی یہ لونڈی والی | ہاتھوں پے پچھلے کو لا ہے بالی
دانتوں میں سی دانتوں پر ہا | ماتھے پہ افشاں ہونٹوں پہ لالی
میں نے سب کو سمجھا ہے | سب ہیں میری بھی بھالی

وطن اصلی گلاؤٹھی ضلع بلند شہر ہے۔ مگر اپنے کاروبار کے سلسلہ کی وجہ سے ناگپور سٹی میں مقیم رہتے ہیں۔ مولانا عربی فارسی انگریزی اردو ناگری کے منتہی فاضل ہیں اور لطف یہ کہ آپ کو تمام درسی کتابیں مستحضر ہیں شاعری میں آپ استاد داغ مرحوم کے ایک مایۂ ناز شاگرد ہیں اور اسی وجہ سے زبان پر اتنی زبردست قدرت ہے جسکا جواب نہیں۔ محاورہ بندی کا آپکو نہایت زبردست شوق ہے۔ اور اسمیں سوائے ذوق مرحوم کے شاید کسی شخص کو کبھی اتنی کامیابی نہیں ہوئی۔ آپ کی غزلیں زبان میں ایسی ایسی ہیں کہ دوسری جگہ اُن کی نظیر نہیں۔ زود گوئی کے ساتھ خوشگوئی اور سخن فہمی آپ کا خاصہ ہے۔ غزلیات کے علاوہ نیچرل نظموں میں بھی آپ کو قدرت حاصل ہے۔ نطق ناطق آپ کی نیچرل نظموں کا مجموعہ عرصہ ہوا کہ طبع ہو چکا ہے عرصہ سے چونکہ آپکو سیاسی امور سے ایک گہری دلچسپی ہو گئی ہے۔ اسواسطے اب اب مہینوں سے یہ نوبت بھی نہیں آتی کہ آپ کوئی غزل لکھیں۔ البتہ آپنے دیوان غالب کی جو ایک شرح لکھی ہے وہ مسلسل جلوۂ یار میں شائع ہو رہی ہے۔ راقم الحروف سے آپکی قرابت بھی ہے سنہ ۱۹۱ء میں آپ سے نیاز حاصل ہوا اسوقت سے آپ کی خاص عنایات اس نیازمند کے حال پر مبذول رہیں۔ گو اس عرصہ سے خط و کتابت بھی متروک ہے۔ مگر بعد معنوی نہیں ہے۔ آپ ظرافت گو مستقلاً نہیں کہتے۔ لیکن بعض مرتبہ اسکا بھی اتفاق ہوا ہے اسی وجہ سے اکثر غزلوں غزلوں میں ظریفانہ شعر نکل جاتے ہیں جنھیں مہذب ظرافت کے دائرہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں کچھ اشعار اسی انداز کے لکھتا ہوں۔ آپ کی عمر اب تقریباً ۵۴ سال ہوگی۔

آئے گا تو کیا گھول کے پی جائیگا دشمن — دیکھو تو ہمیں ہم بھی نہیں منہ کے نوالے
کچھ غیر کو سمجھائے گا انعام وفا کا — اس شوخ نے کچھ ہمکو اڑھائے ہیں دوشالے
گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے پلٹکر — دشمن نے تو کچھوے کی طرح پاؤں نکالے
پہلے تو اڑے مجھسے وہ آکر مرے بس میں — جب بس نہ چلا کچھ تو کہا صبر خدا سے

رنجش بے جا نکالی جائیگی — یہ مروت کس سے پالی جائیگی
دھر لیا جائیگا واعظ چھیڑ کر — دختر رز کوتوالی جائیگی

نکل دل سے جو تو عادی نہیں ہے کوتوالی کا — خدا کے گھر میں ہے کیا کام ایسے بے نمازی کا

ہمارے میکدے میں محتسب کا ڈر نہیں واعظ — کہ پہلے ہی یہاں حصہ نکل جاتا ہے قاضی کا

دھر میں پاؤں تو وہاں کبھی چٹے پاؤں ہیں — مارو دل ہاتھ اگر پاؤں کی آواز سنو

مذاق ہے یہ جفا کچھ جفا نہیں پیہم — یہی وہ دیکھ رہے ہیں ذرا ستا کے مجھے

ایک صاحب جو مولانا کو ہمیشہ دوستانہ نصائح کر کرکے پریشان کیا کرتے تھے آن کے لیے ایک شعر کہا۔

یہ مقولہ ناصح مشفق پہ چسپاں ہو گیا — موت آیا نہیں اور اونٹ لوٹ آگیا

ایک مرتبہ دوران جنگ عظیم میں ایک قطعہ لکھا تھا جسکا ایک شعر ہے۔

آئی مثل صادق ہے اسوقت فلسطین پر — ساری خدائی اک طرف جورو کا بھائی اک طرف

ناگپور میں ایک صاحب تھے جو بظاہر درویش تھے باطن کو خدا جانے کہ کیا تھا

اتفاق سے مولانا سے اور ان سے کچھ بحث باہمی ہو گئیں اور بڑھتے بڑھتے انجام دشمنی تک پہونچا ۔ اسپر مولانا نے یہ رباعیاں لکھیں ۔

دولت کا بہت اکٹھا کرنا منظور نہیں — جز خوبی بخت ہیچ منظور نہیں
گلتی رہیں روز ہاتھ اندیشہ کے تیر — ہر شخص جو لنگڑا ہے وہ تیمور نہیں

بدنسل کی اصل پر نظر ہے کہ نہیں — ناطق کو نسب کی خبر ہے کہ نہیں
دشمن کی کمینہ پن پہ جیسا تھا کہا — دادی ڈھڑنی تھی وہ اترے ہے کہ نہیں

غدار ہے حسب خم سے نہ لکھ پہ شعر — ایماں کی مردود نہیں انکھ میں لو
یا حب ابو الحسن کا دل کھول ہے — اولاد یزید ہے کہ ابن ملجم ہے تو

چند لوگ تھے کہ آپ ادب کی حمایت میں مولانا سے کاوش رکھنے لگے ۔ مگر ذوقی لوگ تھے مگر ... شروع ہوئی اور آن سب کو جنگ میں جانا پڑا ۔ مولانا کو ایک موقعہ ملا یہ رباعیاں کہیں ۔

دو کوڑی سے بات کرنے تا ہر جا — وہ تو سب کے دیں میں جا پڑے آخر کا
جن کے لئے اطلاق بہت دو ہو گیا — ہو جائینگے رفتہ رفتہ سادے الماکہ

سچ بولنے والا آپ دکھتا ہے — سچا ہو وہی روتا ہے
سچ ہے گر دیکھو تو سچ کہو سچ ہے — سارا جھگڑا دنیا کے مدر میں کہو تاہر

نسیم : مرزا محمد علی نام تسلیم تخلص فرماتے تھے ۔ لکھنؤ کے مشہور و معروف ریختی گو تھے ۔ حال ہی ماجرا سے کے ناصر تھے ۔ ملکہ جان ... مبارک اپنے

دیوان میں جا بجا اِن کے کمال کا اعتراف کیا ہے۔ میں نے بھی ان کا دیوان دیکھا ہے
اگرچہ لکھنویت اسمیں کافی موجود ہے۔ رعایات لفظی کا گورکھ دھندا اسمیں اسقدر
نظر آتا ہے کہ اُس سے طبیعت گھبرا اٹھتی ہے۔ مگر پھر بھی جان صاحب کے کلام سے
ان کا کلام نسبتاً اچھا ہے بعض جگہ حدود اعتدال سے بڑھ جاتے ہیں اور سُخن سے
گزر کر فواحش کی خبر لاتے ہیں۔ بعض جگہ کلام میں ضرورت سے زیادہ پھکڑ پن پیدا
ہو جاتا ہے۔ مگر مجموعی حیثیت سے ان کا کلام بہت اچھا ہے۔ افسوس ہے کہ
اسوقت میرے پاس دیوان موجود نہیں ہے۔ تھوڑا دو شعر تذکرہ اُساتذہ سے اور باقی
اپنی یاد سے لکھتا ہوں۔

اے دوگانا وہ اگلی آنکھ نہیں — مجھسے تیری یہ پھر گئی ہے آنکھ
بل ہر اک شخص سے جو کرتی ہے — کسی بانکے سے کیا لڑی ہے آنکھ
کیوں لال — والے کا تم لیتی نام ہو — تیری فجر نہ نام لو اچھی بڑی بلا
محل میں خواجہ بدا کی چھوٹے باتے — یہ حکم آیا ہے اجناب عالی کا
بیٹھے ہیں کسی کے پاؤں تم کیوں دیتی ہو جام — بھلا ہے شوق اسکی لی تہمت جھگڑا اٹکانے کا
کیوں لیے کیوں پڑے بکھرتی ہو کیا ماموں ہوا — دیکھو کیٹر آکے ڈہکو کیا تمہیں تیر کی رہوا
بس بٹے سے ٹا سا بلا پن تجھے بھاتا نہیں — ہو گیا تو اد را بھی سا ے انہیں
شمع جلوا دو لگی ہیں — ہم اتیری لونڈیا — تو بیلا چاہتی ہے کہ مر ا ر پڑ پیدا
کہی ہے انگلی سی گھر بارلسایا اُس نے — کرتی کیوں اپنے سے بہی تو ہتان بجی
بیہا تیاں کھولے جو دالی چلی آتی ہو — اجی بھوتی ہے بیٹا نہیں تیرا بی ہو
مالی ماموں کہیں ہوتے وہ دیکھو ہیں ابھی کھائی ہوئی — مجھے یاد کہ ابے ڈرکے کلیجہ دہڑک رہا ہے
سا تا ہے وہ اندھیرے میں آنکھ کے واسطے — ایسا نہ ہو میاں ہیں بادی ہے اپنے شمع
کیلے کو دیکھ کر مرا جی کلبلا اٹھا — اسے کا سکے نہ آتی ہوا نہ آل ساج میں

اوپر کے دل سے ہو یہ کہ لیں نہیں نہیں — جب مردوا سے لو یہ دیکھیں ہوں نہیں
مجھکو یہ فرصت نہیں باتیں ہیں تیری کہانیاں — جب نہ تب آکر جو تو مٹنے لگے ہو ...

نظر۔ جناب احسن لکھنوی کے بھائی ہیں غالباً مشاعروں میں بہت کم شرکت کرتے ہیں ایک غزل دستیاب ہوئی جو درج کرتا ہوں افسوس کہ زیادہ حالات معلوم نہیں ہوئے۔

لطف آجائے جو ٹوٹے کروں سر جدا — سر جدا پاؤں جدا ہاتھ جدا شانہ جدا
پانی کے شیشے کو رکھتا ہوں کہیں پیمانہ جدا — کھڑکی رکھتا ہوں ہیں تو وہ جھکا ہو شرابہ جدا
دیکھ لو جا کے ... سوتے کا پانی پیکر — روشنی رکھتا ہے ملبوس شرابہ نہ جدا
آتی ہے جنگلی کو مرگی عشرت نغمہ کی صدا — دور رہتی ہی ہے اس بیاباں سے ویرانہ جدا
عشق کہمت نے دو لوگوں کو بنایا پاگل — وہ پری ہو گئے میں ہو گیا دیوانہ جدا
بالش ہے کی پتھر دل ہم کو گلشن لکھنو — تاک ... تاک ہے پیمانہ کا پیمانہ جدا
خال کو چاہتے ... — دیکھ لو ... افسانہ جدا

نظیر۔ شیخ ولی محمد نام تھا۔ آگرہ میں ساری شہر و سلطان گنج کے قریب رہتے تھے اور معلمی سے بسر اوقات کیا کرتے تھے۔ نہایت حلیم وضعدار زندہ دل بزرگ تھے۔ جوانی میں نہایت خوش رو تھے اور شہر کے تمام میلوں ٹھیلوں اور جلسوں میں شرکت کرتے اور ان کے تجربات سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے۔ میلوں میں نظیر نظمیں لکھ لیتے تھے لوگ کہتے ہیں کہ ... تو تمام ہو جاتی تھی۔ ... شیعہ ... تھے ... کہ شیعہ سنی کی تفریق تو در کنار ہندو دل سے کبھی رہی ربط و ضبط اور خلوص تھا

جو مسلمانوں سے تھا۔ اصل یہ ہے کہ ان کا مذہب حکمائے یونان کے مقولہ کی مطابق
صرف درستی اخلاق اور تکمیل صفات انسانی تھا۔ ان کو شیعہ محض اسی خیال کی وجہ سے
کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے دوسرے سنی شعرا کی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین کی تعریف نہیں کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں غلو اور
مبالغہ کیا ہے۔ مگر بقول شہباز مرحوم مصنف زندگانی بے نظیر یعنی سوانح عمری
نظیر "میاں نظیر جب مرگئے تو ہندو شاگردوں نے چاہا کہ استاد مرحوم کی موت پر
اظہار تاسف کریں۔ نظیر کے جنازہ کے لوگوں نے کچھ مخالفت کرنی چاہی تو ان
ہندوؤں نے کہا کہ اگر مخالفت کروگے تو وہ نانک شاہ کا حال ہوگا۔ کہ نصف
چادر مسلمانوں نے دفن کی تھی نصف جلائی گئی تھی۔ اس تقریر پر وارثوں نے
قرعہ چھوڑ دیا۔ اور ان کو اپنے طور پر بطور مرحوم کی صلح کل کا خراج ادا کرنے دیا" نظیر کا
انتقال ہوا کئی ہزار آدمی ہندو مسلمان جمع تھے۔ چونکہ ان کا مذہب اثنا عشری تھا
شرعی وجوہ سے نماز جنازہ حسب مذہب اثنا عشری پڑھائی گئی گو وہ نماز پڑھی گئی
بیشتر اُن کے شاگرد اہل سنت تھے انھوں نے الگ اپنا گروہ کرکے نماز پڑھی اور
ادا کیا۔ ان کی یادگار چھ کہے اہل ہنود لے گئے نہیں معلوم ہندو شاگردوں نے
بارے میں کیا سلوک کیا گیا۔ روز دوشنبہ ۲ صفر ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۶ اگست
۱۸۳۰ء اور بقول بعض ۱۲۴۳ھ میں انتقال کیا۔

نظیر کے کلام میں تمام اصناف سخن یکساں طور پر پائی جاتی ہیں جن کو دیکھکر ماننا
پڑتا ہے کہ وہ قادر الکلام اور جملہ اصناف بلکہ تمام رنگوں پر یکساں قدرت رکھتے تھے
نہایت زودگو اور پرگو واقع ہوئے تھے بارہ بارہ شعر کی نظمیں کہہ ڈالنا ان کے نزدیک
ایک معمولی بات تھی۔ اور لطف یہ کہ ہر مذہب کے موافق اور ہر مسلک کے مطابق ہر کی
مشہور تہواروں - کھانوں - سکاروں - میلوں - بازیگروں، تماشوں - وغیرہ کا ذکر ما

کی بے حقیقتی - اور اہل جہاں کے طور و طریق کا تذکرہ - دولت - مفلسی - عیاشی - تماش بینی
بھنگ - چرس - افیون - وغیرہ وغیرہ کے متعلق بڑے زبردست نظمیں اُن کے یہاں
ملتی ہیں - ہندوؤں کے تہوار - دسہرے - ہولی - دیوالی - کنہیا جی کے جنم لینے کی
کیفیت بھی اسی جوش و خروش سے بیان کرتے ہیں جس طرح مسلمانوں کے عید
بقرعید - محرم - شبرات کا ذکر کرتے ہیں - دونوں سے یکساں محبت - دونوں سے ایک
سا برتاؤ - دونوں سے وہی خلوص - وہی دوستی - یا مسلمان اللہ اللہ یا برہمن
رام رام پر عامل - لفظوں کی وہ افراط کہ ایک دھاردار دریا موجیں مارتا دکھائی
دیتا ہے - معانی کی وہ بہتات کہ شہوار موتیوں کا انبار نظر آتا ہے - بیان کی
سلاست ایسی کہ کہیں رکاوٹ کا نام نہیں - بندش کی وہ چستی کہ کڑی سے کڑی ملی
چلی جاتی ہے - تصویر کشی اور محاکات کا یہ عالم کہ جب تاج گنج کے روضہ کی تعریف
ہم پڑھتے ہیں تو ہماری آنکھیں اس کے ایک ایک نقش و نگار ایک ایک جالی کو
دیکھ لیتی ہیں جب ریچھ والے کی تعریف نظر آتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک قلندر
کان چھیدوائے سر پر بڑا سا پگڑ باندھے ہاتھ میں موٹا سا سونٹا لئے - ریچھ کے بچے کی
کلیل کرتے اسکو نچا رہا ہے اور اپنے سونٹے سے اسکو سدھا رہا ہے - دنیا کی بے ثباتی
اور عالم کی بے ثباتی کے اشعار سامنے آتے ہیں تو دل کو یقین آجاتا ہے - کہ روپیہ پیسہ
دھن دولت مال و اسباب سب ہیچ ہے - اور ہماری خواہشات لایعنی - ہماری
بود و نبود ہماری ہستی عین فنا ہے - دیوالی کی تعریف پڑھتے ہیں تو ہماری آنکھیں
دیکھتی ہیں کہ در و دیوار پر چراغاں ہے - مٹھائی کی دوکانیں سجی ہوئی ہیں - مٹی کے
کھلونے بیچنے والوں کی دوکانوں کی دو طرفہ قطاریں لگی ہوئی ہیں - بھڑبھوجے
کھیلیں بیچ رہے ہیں - دنیا کی رسم و رواج کے پابند رومالوں میں کھیلیں باندھ
باندھ کر لیجا رہے ہیں - جواری اپنے اپنے اکھاڑوں میں اترے ہوئے ہیں - چھکو آٹھ

کے داؤں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ شوقین مزاج گھوم رہے بازار کی رونق کا لطف
اٹھا رہے ہیں۔ بعض بڈھے اپنے بچوں کی انگلی پکڑے دکاں دکان دکھاتے
پھر رہے ہیں۔ تماشائیوں کا ہجوم ہے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ غرضکہ
اسی طرح ہر ایک نظم میں جزئیات سے بحث کرنا نظیر کا خاص حصہ ہے۔

گو بعض نقادوں کی رائے سراسر نظیر کے خلاف ہے۔ مگر یہ ایک صریح ظلم
ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی سرزمین نے نظیر سے بہتر کوئی شاعر پیدا
نہیں کیا۔ وہی ایک شخص ہے جسے ایران کا سعدی اور انگلینڈ کا شیکسپیر کہہ
سکتے ہیں۔ وہ نظمیں جو آج نیچرل کے نام سے مشہور ہیں جن پر جدید طرز کا انحصار
ہے ان کا موجد نظیر ہی کو ماننا پڑے گا۔ نظیر کے انتقال کو سو برس سے زیادہ کا
زمانہ ہو گیا مگر اسکی زبان آج کی زبان ہے۔ اسکی بہدیق اتنی ہی حیست ہے
جتنی ہونا چاہیے۔ اسکی مثنوی غزل رباعی اردو فارسی کا ایک درجہ ہے۔

نظیر کی ظرافت اگرچہ ہزل اور بعض دفعہ فواحش تک پہونچ جاتی ہے مگر
اس کے الفاظ و خیالات اسکو بے مزہ اور پھیکا نہیں ہونے دیتے۔ اسکی ظرافت
میں تصنع اور آورد کا نام نہیں ہے جس طرح اسکی صوفیانہ نظمیں ایسی روانی
وغیرہ میں لاجواب اور عدیم المثال ہیں اسی طرح ظریفانہ اشعار جس طرح ایک
درجے اسیطرح ان میں اثر ہے وہ اور لوگوں کی طرح نہیں تھا جو طبیعت کو
ظرافت گوئی کی طرف آمادہ اور مجبور کرتے ہیں۔ بلکہ طبیعت خود اسکو اکساتی اور
ظرافت کے وادی کی طرف لے آتی ہے۔ جس کا نمونہ جستہ جستہ درج کیا جاتا
ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نظیر کی نظمیں جب پوری پوری لکھی جائیں تب خاص
لطف آتا ہے۔ یا اگر ان میں سے اسکی ظرافت کا انتخاب کم از کم پورا کر کے
پیش کرنا چاہیے۔ مگر دونوں صورتوں میں معمول سے زیادہ طوالت ہے لہذا

ست سے ہلکا اور کم انتخاب کر کے ہزلیات و فواحش کو نظر انداز کرتا ہوں۔

بڑھاپا

آگے تو پری زاد یہ کہتے تھے ہمیں گھیر — آتے تھے چلے آپ جو لگتی تھی کہیں دیر
لو اب کے بڑھاپے نے کیا اور یہ اندھیر — جو دوڑ کے ملتے تھے وہ اب لیتے ہیں منہ پھیر

سب چیز کو ہوتا ہے برا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

آگے تھے جہاں گلبدن و یوسف ثانی — دیتے تھے ہمیں پیار سے چھلوں کی نشانی
مر جائیں تو اب منہ میں نہ ڈالے کوئی پانی — کس دکھ میں ہمیں چھوڑ گئی ہائے جوانی

سب چیز کو ہوتا ہے برا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

ہم بھی تھے جوانی میں بہت عشق کے لوٹے — وہ کون سے گلرو ہیں جو ہم سے نہیں گھوٹے
اب آ کے بڑھاپے میں لگے ایسے ادھوڑے — پر جھڑ گئے دم اڑ گئی پھرتے ہیں لنڈورے

سب چیز کو ہوتا ہے برا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

کیا یار گیا ہم سے الٹ ہائے زمانا — جو کہتے تھے کہ ہے اپنی نگاہوں کا نشانا
چھیڑے ہے کوئی ڈال کے داڑھی کا بہانا — ہے فکر کوئی کہتا ہے کہاں جائے ہے بابا

سب چیز کو ہوتا ہے برا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

پوچھیں ہیں جسے کہتا ہے کیا پوچھتے ہیں بڈھے — دیکھیں ہیں جسے کہتا ہے کیا دیکھتے ہیں بڈھے
بیٹھیں ہیں تو ہو دھوم کہاں بیٹھے ہیں بڈھے — آویں ہیں تو یہ غل کہ کہاں آتے ہیں بڈھے

سب چیز کو ہوتا ہے بڑا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

نظم بلبلیں لڑاتے ہیں

کل بلبلیں جو دس تھا بیں اپنے آئیں — اس میں سے دو یکبار کر کشتی میں دھر لڑائیں
یہ شور سن کے حلقے وہ ٹالی دائیں بائیں — کوئی بولا واہ حضرت کوئی بولا واہ سائیں
سو سو طرح کی دھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہم نے یارو کل بلبلیں لڑائیں

دس میں تو دو لڑا کر جھٹ کٹ لڑی تھیں کے گڑا — جب تیسری کو چھوڑا پھر تو ہوا اکھاڑا
ملاحظہ سو آپ کہ ٹولی چھوٹا اپنا اڈا — سرکی کسی کی پسلی ٹوٹا کسی کا ہڈا
سو سو طرح کی دھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہم نے یارو کل بلبلیں لڑائیں

تھی تیسوں کی کشتی جو تھی کھوا اسمیں چھوڑا — اس نے تو جم کا کر تیتوں کو دھر پچھاڑا
دو تین جھپکا آ کر اُن کشتیوں کا کوڑا — چھوٹا کسی کا ہاتھی بھاگا کسی کا گھوڑا
سو سو طرح کی دھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اسطرح ہم نے یارو کل بلبلیں لڑائیں

اک کسکری جو ماری پڑھ کے پہر فسوں کی — کشتی میں گھمری سدھ گئی ان چاروں بلبلوں کی
سن سن کے سیٹیں اُن کی اُڑنے میں مرغوں کی — سب بولے واہ حضرت اچھی یہ پڑھ کے پھونکی
سو سو طرح کی دھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اسطرح ہم نے یارو کل بلبلیں لڑائیں

بھنگ کی تعریف

ہیں اس نشے میں عالم سو رنگ کے دھڑاکے   کونڈی کی ڈگڈگاہٹ سونٹے کے سو کھڑاکے
گر دیکھتی ہیں تجھ کو کچھ عیش کے جھڑاکے   دھماڑ اپنے نیچے اور سر کو جھڑ جھڑا کے

بی عاشقوں میں آکر دو بھنگ کے پیالے
جو ایک دم میں تیرا گھر گھوٹے چھیر پالے

کیوں بیت بیٹھا ہے ڈالے کان میں عیش کا تیل   حلق میں کیا کیا مچی ہے سرور کی ریل پیل
کھول زلف عیش کو اور ڈال بیلے کا کھیل   پھر چڑھا ہے آسماں عیش و عشرت کی بیل

کونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ناگ قدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو غافل بھنگ پی اور ڈنڈ پیل

مرشد مولا سے پوچھا میں نے اے پیر زمن   میری کچھ لگتی نہیں اس شے سے دل کی لگن
سن کے بولے وہ بتائیں ہم تجھے اس کا چلن   جا شتاب اور جا سری ایک کے آگے دھار من

کونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ناگ قدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو غافل بھنگ پی اور ڈنڈ پیل

اندھیری رات

جب یار چلا اوڑھ کے کالا سا دوشالا   کمل کو ادھر ہم نے بھی کالا ہی سنبھالا
جا مل گئے اور دل کا کئی ارمان نکالا   پھر آنکھیں دیکھیں ریل کا کیا چو سما کالا

کیا وصل کی رکھتی ہے کرامات اندھیری
کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری

بوسہ لیا منھ موڑ الگ ہو رہے چپکے ۔ چھاتی سے لگا چھوڑ الگ ہو رہے چپکے
سینے کا وہ پھل توڑ الگ ہو رہے چپکے ۔ اغیار کا سر پھوڑ الگ ہو رہے چپکے
کیا وصل کی رکھتی ہے کرامات اندھیری

کل یار سے اور ہم سے جو پی مل کے گلابی ۔ اور عیش لگے کرنے جو ہو ہو کے شرابی
اتنے میں رقیب آگیا وہ سوگھر شتابی ۔ گر چاندنی ہوتی تو بڑی ہوتی خرابی
ٹالے ہے سب آئی ہوئی آفات اندھیری

سوتے تھے جو ہم اس میں تھے غیر کے کھٹکے ۔ چھپ چھپ گئے اٹھ دولواں ہیں نیچے پلنگ کے
ہم بیٹھ رہے اتنے ڈھکے ہو کے جو مارے ۔ کتنا ہی ٹٹولا جو حالا ہو تو پاوے
چوری کی بھی رکھ لیتی ہے کیا بات اندھیری

بسنت

جب پھول کا سرسوں کے ہوا آکے کھلستا ۔ اور عیش کی نظروں سے نگاہوں کا لڑتا
ہم نے بھی دل اپنے کے تئیں کر کے بسنتا ۔ اور ہنس کے کہا یار سے اے لکڑ بہوتا
سب کی تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

تھے اپنے گلے میں تو کئی من کے پڑے ہار ۔ اور یار کے گجرے بھی تھے آگے ہوں کی مقدار
آنکھوں میں لیتے ہے کے اُبلے تھے دہرا ہا ۔ جو سامنے آتا تھا یہی کہتے تھے للکار
روں کی بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

برسات کی بہاریں

ہو کسبیاں جو انیچ حسن میں پڑتیاں ہیں ۔ سینوں میں لال انگیاں اور لال کرتیاں ہیں
رنڈیاں بھی بدلیاں ہیں دلمیں بھی سنرتیاں ہیں ۔ اک اک نگہ میں کا مر بجلی بھی بھرتیاں ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جو نوجواں ہیں انکی تیاریاں بڑی ہیں ۔ ہاتھوں میں لال چھڑیاں کوٹھوں اوپر کھڑی ہیں
اور وہ جو آشنا سے جھگڑی ہیں یا لڑی ہیں ۔ منھ کو چھپا پلنگ پر مچلی ہوئی پڑی ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کوئی اپنے آشنا سے کر ناز کا جھپیٹا ۔ کہتی ہے ہٹ سکے کا در چٹکی لے یا انیٹھا
تجسے تو دل ہمارا اب ہوگیا ہے کھٹا ۔ تم آج بھی نلائے رنگوا مرا دوپٹا

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کتنوں نے قول باندھا معمول دیکھے پیسے ۔ کہتی ہیں شاد ہوکے یوں اپنے آشنا سے
برسات بھر تو ہل کے سنتے ہو جان پیارے ۔ احمق ہو جو پلنگ سے اب موتنے کو اترے

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بھنگ

الفت کے زمرد کی یکھس کی لوٹی ہے ۔ پتوں کی چمک اسکی لکھواس کی لوٹی ہے
منھ جسکے لگی آئیے بھر کا ہسکو چھوٹی ہے ۔ یہ تال ٹکورے کی اس بات پہ ٹوٹی ہے

کونڈی کے نقارے پر ٹھنکے کا لگا ڈنکا
مت بھنگ پی اور عاشق دن رات بجا ڈنکا

سخاوت و عشرت

یہ نعمتیں ہیں جتنی جو کچھ ملیں سو کھا جا ۔ تاش اور بادلے میں اک بار جگمگا جا
بابا بخیل مت بن دانا سخی کہا جا ۔ اکدم تو اپنا ڈنکا مس ماشا بجا جا

دل کی خوشی کی خاطر چکھو ڈال مال دہی کو
گر مرد ہے تو عاشق کو بڑی رکھو کس کو

ریچھ کا بچا

کہتا تھا کوئی ہم سے میاں آؤ قلندر ۔۔۔ وہ کیا ہوئے اگلے جو تمہارے تھے وہ بندر
ہم اُن سے یہ کہتے تھے یہ پیشہ ہے قلندر ۔۔۔ ہاں چھوڑ دیا بابا انہیں جنگل کے اندر
جس دن سے خدا نے یہ دیا ریچھ کا بچا

روٹیاں

جب آدمی کے پیٹ میں آتی ہیں روٹیاں ۔۔۔ پھولے نہیں بدن میں سماتی ہیں روٹیاں
آنکھیں پری رخوں سے لڑاتی ہیں روٹیاں ۔۔۔ سینہ اُپر بھی ہاتھ چلاتی ہیں روٹیاں
جتنے مزے ہیں سب یہ دکھاتی ہیں روٹیاں

نوچی اور نائکا کی لڑائی

مرتی نہیں بہیا یہ گزرتی نہیں ڈھڈو ۔۔۔ اور قہر خدا سے بھی یہ ڈرتی نہیں ڈھڈو
لب اپنے ذرا بند یہ کرتی نہیں ڈھڈو ۔۔۔ کیا سخت خرابی ہے یہ مرتی نہیں ڈھڈو

ایسا جو مرے پاس لگے جائنگی چھایہ ۔۔۔ اک روز مجھے گھر سے نکلوائیگی چھایہ

سب کھا چکی اب مجھکو بھی کیا کھائیگی چھاپو — وہ کون سا دل ہوگا جو مرجائیگی چھاپو

شام گرگئی یارسہ آیا رات بھی آئی وہی آن ٹلی — آؤ پردس کھیلیں ٹھالی سے بیکار بھلی

نکیلا — محمد یوسف نام ہے۔ قدیم وطن شہر جونپور رہے۔ مگر آٹھ دس سال کی عمر تھی جب ۱۸۹۱ء میں اپنے نانا محمد خضر خاں مرحوم اور اپنے ماموں محمد اسمٰعیل خاں رنگیلے مرحوم کے پاس جونپور سے بمقام مین پوری چلے آئے۔ یہیں تعلیم و تربیت پائی اور بعدہٗ اپنے نانا کے پاس محرری کا کام کرتے رہے۔ چونکہ رنگیلے مرحوم کی صحبت تھی اس واسطے شعر و شاعری کا شوق ہوا۔ اور مدتوں تک چھپا چھپا کر شعر کہتے رہے۔ مگر ابھی تک رنگ قدیم عاشقانہ میں شعر کہتے تھے۔ جب رنگیلے مرحوم کو خبر ہوئی تو وہی اصلاح دیتے رہے۔ اسکے بعد سنہ ۱۹۲۳ء میں جب رنگیلے مرحوم کا انتقال ہوگیا تو اُن کے احباب نے نکیلا صاحب کو اُن کے ماموں کا رنگ ظرافت اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ چونکہ برابر رنگیلے کی صحبت رہی تھی اور وہ رنگ اچھی طرح ان پر اثر کر چکا تھا اس واسطے انھوں نے ظریفانہ رنگ اختیار کرلیا۔ مگر عوارض جسمانی اور افکار خانہ داری نے پورے طور سے ادھر متوجہ نہیں ہونے دیا۔ پھر بھی آپ کا رنگ ظریفانہ غنیمت ہے اور کم ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس رنگ کو تھوڑی بہت طبیعت سے مناسبت ضرور ہے۔

چنانچہ کلام کا نمونہ انتخاب یہ ہے۔

چلبلی طبیعت جب کیا دے پہ آئی — پھر کیا ہے پھر تو کچھ ہو جدت ہو یا ہو کھائی
اب راہ پر کسی کو تقدیر کھینچ لائی — قسمت پھری کسی کی شامت کسی کی آئی
جب ایک کا بھی تم سے مطلب نہیں نکلتا — لے لیتے ہو تو پھر کیوں سارے محلے بھر کی

نمک اک شئے چھپا کر برسات میں نہ رکھو — لگ جائیگی پھپھوندی کہتے ہیں کہ کائی
دشمن کی آگ اتنو دشمن کو پھونک دے گی — اب ہوگئی آسکی ڈبیہ دیا سلائی
اب تو مزاج دشمن کا ٹیلو نیہ چل رہا ہے — آنکے سگوں سے اسکی اچھی ہوئی سگائی
انکے وہ قدم کا اسپایہ میں شریر سا ہے — جنگی کے جیسے لگی ہیں مقصد بدھائی
ہے شدہ بس کیلئے تحقیق ہے سلف سے — جو ہیں بھلائی یہ تو کرے میر ترائی

پر مسیحا نصیحت اگر تو ہو جائے — سے بیٹے پھر تو عدو کا گلا کالو ہو جائے
بات تو سب یہ ہے کہ اک چھوڑیں یا عرو ہو جائے — میرے آگے سے عدو اد کدم آہر ہو جائے
دام تر دیر اگر لطف پہ پیرو ہو جائے — اس بھور حال میں پھر الو ہو جائے

سب او عدو بہت رو دیا انھیں غم پنہانی — دو رشوق سے ملوت تاب گھٹوں گیانی
چکیدل پہ محل ہکا ہے اسے ارسیانی — نہ ہو سلطن صدر یہ اور حسا عل سدانی
عیاں تھیں ہر مسلماں میں کبھی اسلام کی شانیں — گرا تو ہی ہے صرف کہنے کو مسلمانی
بہت مشکل تھا باز آ نا ئی سکا سمجھ لینا — مگر جیا اک ہمیں اور کبھی کیا دقت ادائی
کہیں تذکیر کی تعریف میں پھرتا ہوں مستانہ — کہیں تانیث کے رشتے ہیں سے آوارہ فانی
شب وعدہ ہوا بیدا اہتمام ... مہماں — کبھی ... کھی ہے کشتہ ... بانی
نکیلے دست ماں کی جو لگی ... — تو اب ہو بچا کپڑے ... کافی ہو دسانی

ہے والا اسق مرا ہوا نے مسکن ... — ہوا ح مرت گردش ایام سے کترن ...
پٹ کی داطر سپاہی سرکوب پلٹن میں ہے — تال لطف کے بدولت ... وا من ... ہے
... سواری کا پھر چابک سواری کا کمال — صرف اک بار ... ہو جاتا اس ... ہے

اپنی آنکھوں کا اسے بھیں لیوں تو — سو جتن پالوں پاسے یار کا انجن میں ہے

شیر بابا ری کی کھرچن میں مزا تو ہے مگر — ذائقہ کچھ اور ہے گھر کے دودھ کی کھرچن میں ہے

ہے مری فرد خطا اللہ کی رحمت کے ساتھ — عفو کا فرماں بھی رشتہ سوزن میں ہے

چلنے پھرنے میں ہمیں محسوس ہوتا کچھ نکاں — عکس ہستی کا ذخیرہ گو مرے دامن میں ہے

ان میں شگفتی جہاں میں اس مٹھائی کی مثال — جو نکیلے یار کے سنبوسہ بیسن میں ہے

یہ بدر کھیکیاں چلم پہ میاد رہنے دے — سیام طبیعت میں شمشیر باد زاد رہنے دے

چمن میں جاز نکوں سے بہا ہی آشیاں میرا — بچا کر اپنی جھاڑو سے انہیں صیاد رہنے دے

رہے تو دیکھ لی آپے میں اپنے ہوش میں اپنے — ہٹا دے دور جب ساقی قفس آباد رہنے دے

زمیں اپنی اگر گو ہاں کریا چاہتا ہے تو — تو اپنے کھیت میں کچھ روز میرا کھاد رہنے دے

مجھے تاڑی مقطر شے اگر دینا ہے اے ساقی — مرے دشمن کے پیٹ کو تلی میں لگا در رہنے دے

اگر جاتا رہا تو پھر کھجانے کا مزہ جستا — بار اسکا تدارک اے مسیحا در رہنے دے

مو ہمیں کا رسا کمر میں ٹاٹ کی دستار ہے — اس ادا کے بھیس میں کھڑکے میرا یار ہے

ہو نہ کچھ آپ ہستی تاڑ کی سب سے کا ہے — یہ تو تاڑی خانہ کا اک مرحلہ بیمار ہے

چار ہیں سگا اسے ہو جا یہ ہیں کب عار ہے — بے حیا کبھی کیسی بکی بے حیا تلوار ہے

یہ اگر سچ ہے کہ جملہ علم کی منبار ہے — تو ستارہ علم کی تقدیر کا مدار ہے

نوجواں اب کبھی بڑھاپے میں ہمارا یار ہے — یہ پرانی چال کا ٹھیلہ کبھی موٹر کار ہے

پیار کرتے وقت تم کیوں کاٹ کھاتے ہو میاں — دوستی میں دشمنی کا کون سا دیدار ہے

یہ لبادہ ہے پرانی چال کا اچھا لباس — کرتے کا کرتا ہے اور تلوار کی شلوار ہے

فرق اتنا ہے مرا کرتہ ہوا کرتی تری — ایک ہے محروم دامن ایک دامن دار ہے

بانس کا ڈنڈا پرانا یا نیا جیسا بھی ہو — یہ پرانا اور بے لیسنس کا ہتھیار ہے

کاں پہ دھرتے تھے تم تو ہاتھ ذکرِ غیر پر — نہ پرواس اب یہ کس کا تحفۂ کردار ہے

آباد ہے اُلّو سے ہر قصبۂ ویرانہ — ہر کھٹو کھٹ لستیمس ہے ہر تار ہے کا تتا

حرکت کا تری صدقہ اے لغزشِ مستانہ — ٹھلیا کا ہر اک ٹکڑا ہے عبرتِ پیمانہ

ساقی کی عنایت سے ہر مست خراباتی — ہے رقصِ مسرت میں سر پہ لئے پیمانہ

دنیا میں زمانے کی مردانے کی ہستی ہے — آئینہ زمانہ ہے تصویر ہے مردانہ

بوتل مئے گلگوں کی ہے شیشۂ قارورہ — ہے اب تو چڑیل اہمیں گھر تھا پریخانہ

کوئی بھی تمنا وعدہ حسرت رہی باقی — لٹیا ہی ڈبو دیا اے ہمتِ مردانہ

جس طرح مکینوں سے رونق ہے مکانوں کی — آباد کیلے سے ہے یا خانہ سے پاخانہ

دیکھو رہتے ہو کھلے سا دل بہت تم دیکھو — گر دکھا دے کوئی دیکھ لے لٹو ہو جائے

اب طویلے میں نہیں آپ کے ٹانگن کوئی — آپ کے کھاں کا ابتو مرا ٹٹو ہو جائے

آپ کے کھیت میں پڑتا ہے جو گھوڑا کوڑا — اسکی گرمی سے شکر قند سہ آلو ہو جائے

بے تلا پھر نہ رہے کوئی جگر کا ٹکڑا — ناوکِ ناز اگر دل میں ترازو ہو جائے

بیٹھا ہے بزمِ یار میں دشمن حیا کے ساتھ — بے شرم ہے جلیس ڑہے بے حیا کے ساتھ

دشمن کو کہہ مشقِ سواری یہ ناز ہے — منگنی ہوئی ہے جب سے کسی ٹانگہ کے ساتھ

صحبت سے ہماری پانوں ہوا ہے جو آپ کا — شاید رہے ہیں آپ کسی فیل پا کے ساتھ

اک داغ دے کے چھوڑ دیا اسے غیر کو — اب اور کیا سلوک کرے بے حیا کے ساتھ

ہے یہ بھی اک ہوا کہ زمانہ ہے آپ کا — دنیا بھی آپ کی ہے مگر ہے ہوا کے ساتھ

ملتے ہیں جسکا نام کوچہ تو بھی ہے اپنی نظم کی تقریب میں کچھ عبارت بھی درج کی
ہے "ہائی ڈو ڈو مسٹر ادھر ریچ - گڈ مارننگ قرآن شریف جیسے آج کل کی نئی
روشنی کے محاورہ میں الکران کہتے ہیں اسمیں یا کم سے کم سیل کے ترجمہ میں آپنے
ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ شعراء کی شان میں خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ یہ تو ہر میدان
میں بھٹکتے اور سرمارتے پھرتے ہیں (الم ترانھم فی کل واد یھیمون) اتفاق سے
مجھے ایک شاعری یا مل گئی جسکی نقل ان سطروں کے ساتھ ہے اس سے
ظاہر ہوگا کہ یہ کلام نیچر نظام کسقدر سچا ہے - میرے خیال میں ان خیالات پریشان
سے زیادہ کوئی شے اس کی تصدیق نہیں کر سکتی -

جو ریشہ میں اور سب حسن جانتے تھا — جو کام نہ کرنا تھا سکے جاتے ہیں
لازم تھا کہ دیکھا دو پڑتے بیٹھے — افسوس وہ آنسو ہی بہے جاتے ہیں

سر سے مری گھڑی چل رہی ہے — زماں وقت کی ہے بڑی چل رہی ہے
جب کھٹ کھٹ پر اسکی کوئی ذکر بھی — یہ تسبیح کوئی بڑی چل رہی ہے
لگاتی ہوئی جاگ جماعت میں ٹانگے — اگرچہ ہے سوئی چڑی چل رہی ہے
سہم جا سکل سے ریت کی خوف اسکو — ہے کیا ڈر اگر ہے چھڑی چل رہی ہے

کر رہا ہے سنتا سے پکا پلاؤ — جو پکتے نہ پڑے تو ہمکو بلاؤ
کر رہا ہے سنتا سے پکے ہیں آم — جو ہو پاس پیسا تو لو مجھ سے دام
کر رہا ہے جتنا سے پکے ہیں بیر — کھلانے میں ان کے کرو تم نہ دیر
کر رہا ہے جتنا سے پکی کھجور — بلاتے ہیں کھانے میں تمکو ضرور

کریما بخشا سے سیکے کباب — بلاتے ہیں کھانے کو تمکو واب
کریما بخشا سے سیکے کٹھل — اسے کھاکے ہو جاوگے تم امل
کریما بخشا سے پکی ہے دال — اسے کھاکے ہو جاوگے کنبہ یال
کریما بخشا سے پکی ہے مالن — گئی واسطے جسکے مرغی کی جان
کریما بخشا سے ٹوٹی ہے ٹانگ — گزر کرتے ہیں در بدر بھیک مانگ
کریما بخشا سے ٹوٹے ہیں ہاتھ — نہ ہے سنگ بیوی نہ لڑکے ہیں ساتھ
کریما بخشا سے پھولی ہے آنکھ — سلے رکھ کے سوتی ہے آلو کی پھانک
کریما بخشا سے ٹوٹا ہے سر — کوئی اسے لے بلد میری حسر
کریما بخشا سے دھوتی پھٹی — مری عمر دنیا میں یونہی کٹی

بدایم عیدا تو فریادرس — مرا آسے ٹیکے ہو گئے کارس
نگہدار ما را ز راہ خطا — کوئی مجھکو کھانے کا رستہ بتا
زمانہ تا بود در دہاں جاے گیر — کھلا ماکرو مجھکو روٹی بھسر
حسب سدا اشرف اسیا — بڑا مجھکو چسکا ترا آم کا
سوا جہاں گیر یکراں براق — کھلا دو مجھے ایک رستہ ملائی
چہل سال عمر عزیزت گذشت — نئی سہے تری اتنا کے سر گذشت
ہمہ با ہوا و ہوس ساختی — ہمیشہ نظر تاکتی تھا کبھی
مکن تکیہ بر عمر ناپائدار — یہیں کوٹ پتلون پیاک ارے
دلا ہر کہ بنیاد خوان کرم — نہیں اسکی پاکٹ میں دام و درم

لو مکہ بخشا سر پہ جو ابا آیا — سر پہ احسان بڑا مہربانی کا

پیچھا جب چھوڑتی نہیں ستری — چھوڑ دیجیا نہ تم سترائی کا
تو ستروئی نہیں ترے منہ پہ — ہے پیالہ بھرا کھٹائی کا

خدا کی مہربانی قبر میں سیری سہیلی ہے — گھٹا چھائی ہے رحمت کی لوا اللہ بیلی ہے
شعر لکھتا ہوں اگر ملتی نہیں کوڑی کوئی — لے روپیہ کی تھیلیاں آتی نہیں دھڑی کوئی
پالی تھی ایک میں نے جو کتیا چلی گئی — مشہور یہ غلط ہے کہ قضا چپلی گئی

نوائی — بابا سلطان قلندر کے نام سے مشہور تھا۔ شاہ عباس ماضی کے نام کا ایک ظریف نکتہ سنج شاعر ہے حیدری خانہ چار باغ کا تکیہ اس کی سپرد تھا اور اسی میں بسر اوقات کرتا تھا ایک قطعہ بطریق مثنوی میخانہ رباب میں دیکھا گیا جو اس کے نام سے مشہور ہے۔

عربی در میان کرد ستام — کسب اسبابی نمود مدام
بہر تحصیل مال و کسب ہنر — از حضر چست بست سوی سفر
مدتی سیر کرد و ہیچ نیافت — از سوی مکان خویش شتافت
چندگہ راہ بادیہ بسپرید — تا یکی روز در وطن رسید
از کنار گرد انبانے — کہ درو بود یخنی و نانے
چون بخوردن نشست آن سرمرد — عربی در رسید بادیہ گرد
مدتی چون شنید بوی طعام — پیش رفت و ستادہ کرد سلام
داد اوا جواب و گفت کہ — پیش من ایستادہ بہر چہ
گفت من چاکر سرای توام — دستیار کار برای توام

گفت از جمل من خبر داری | بدوی در جواب گفت آری
گفت چون ست احمد آن پسرم | که ز هجرش کباب شد جگرم
گفت از فضل و رحمت یزدان | باغ حسن ست خرم و خندان
گفت چون ست مادر احمد | گفت صد چون برابر احمد
گفت چون ست قصر و ایوانم | کز غمش بر فلک شد افغانم
گفت آن قصر دلکش و ایوان | داغ رشکیست بر دل کیوان
گفت چون است آن سگ درما | که بود پاسبان خیمه ما
گفت او خاک آستانه تست | روز و شب پاسبان خانه تست
گفت آن مادگی شتر چون است | کز غمش دامنم چو جیحون است
گفت ماده که در پی استیمال | که مساوی است طیبت اکوال
چون عرب قصه را شنید تمام | با دل جمع کرد میل طعام
خورد چندان که سیر گشت از آن | بدوی را نداد و لست نان
بدوی چون خساست او دید | بر جوارش ز جوع می پیچید
ناگهان دید کز کناره دشت | آهوی در رسید و تیز گذشت
بدوی چون بدید آهو را | از دل خسته جست آه او را
چون عرب آه دردناک شنود | گفت با وی که آه بهر چه بود
گفت این بود کان سگ در تو | گر بمیکشت صدقه سر تو
آهوک را همی گرفتی کیش | که ازین دشت جان نبردی بیش
گفت لیکن آن سگک چون مرد | گفت از آنکه چون اشتر خورد
گفت چون شترک بحث بگو | خاک بر فرق من که بحث مگو
گفت کشتند اشتر ماه است | که دهد آتش آتش همشیره است
گفت لیکن وای روح ام چون مرد | رحمت حق حسیان بخاک سپرد

گفت از بسکہ کوفت سر بزمیں   از غم فوت احمد مسکیں
گفت اے وائے چوں گذشت احمد   گفت قصرش بسر فرود آمد
چوں عرب قصہ فراق شنید   خاک برسر فشاند جامہ درید
بعد ازاں راہ خیل خویش گرفت   مدوی نان و گوشت پیش گرفت

نوح حافظ محمد نوح نام ہے۔ مارہرہ ضلع ایٹہ آباد مولد و مسکن ہے۔ آپ زمانہ موجودہ کے نہایت مشہور و معروف شعراء میں سے ہیں۔ داغ مرحوم کے شاگردوں میں نہایت معزز مانے جاتے ہیں۔ زبان نہایت عمدہ کہتے ہیں۔ محاورہ بندی میں اتنی کاوش کرتے ہیں کہ مشکل سے آپ کے یہاں کوئی شعر اس سے بغیر ملیگا۔ ملک کے مشہور مشہور مشاعروں میں آپ شرکت فرماتے رہتے ہیں۔ نہایت خلیق اور زندہ دل ہیں۔ آپکے شاگردوں کی تعداد بھی بہت کافی ہے۔ آپ کے نام کے ساتھ ناخدائے سخن بھی شامل کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہیں سے یہ خطاب ملا ہو۔ حضرت داغ مرحوم کی جانشینی کے بھی آپ مدعی ہیں اور اگر زبان و سلاست کے اعتبار سے آپ کو داغ کا جانشین کہا جائے بجز اس کے کہ بعض دوسرے زباندان اور کہنہ مشق شاگردان داغ کی حق تلفی ہو اور کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ کے دو دیوان شائع ہو چکے ہیں اور اطراف و اکناف میں پھیل چکے ہیں۔ آپ تفنن طبع کے طور پر اکثر ظریفانہ اشعار بھی فرماتے رہتے ہیں۔ چنانچہ سفینہ نوح کے آخر میں کچھ ظریفانہ کلام دیا گیا ہے جس کا انتخاب لکھتا ہوں۔ راقم الحروف کو بھی ایک دو مرتبہ آپ سے ملنے کا اتفاق ہوا اور آپ کی خوش خوئی و خوش مزاجی کا معترف ہو گیا۔ آپ کا ظریفانہ کلام اکبر کے اتباع میں زیادہ ہے۔ اکبر کے انداز اتباع کو نہایت حسن و خوبی سے نباہا ہے۔ نمونہ کلام

بہ سبب —

یہ خواہش ہے کہ ہم صاحب بنیں | بولنا ہر شخص سے کم چاہیے
میز کرسی لیمپ سگرٹ کیک ورم | گھر میں تصویروں کا البم چاہیے
رنگ گورا اور قامت کی مانند | جسم بھی کچھ بھاری بھرکم چاہیے
کیسی غفلت اور کیسی کاہلی | وطن کا تھوڑا سا دم خم چاہیے
اور اگر دوڑ سے ہو کچھ واسطا | ایک گھوڑا ایک ٹمٹم چاہیے

آج ساقی تجھ کیا یہ حسرت پرداں ہوئی | پہلے جو لڑکی تھی پیا، وہ لڑکیوں کی ماں ہوگی
مسجدوں کو دائیوں کی وضع داری چاہیے | بادہ خواری کی جگہ اب شیر خواری چاہیے
مے کدے میں سو بچھو گرد کا پھر طرفہ سامان ہے | دودھ دائی بن گئے ساغر خدا کی شان ہے

خم کی صورت جام کی چھلنی سے گاڑی ہو گیا | پیٹ اسکا اور اس کا پاپود کھار رچ گیا

لوگ کہتے ہیں فلاں صاحب کی لڑکی ہوگئی | ہم یہ کہتے ہیں فلاں صاحب اٹھ کر ہوگئے

اسی تو ہم کہتے ہیں بی بی کہئے | اس کو ہم کہتے ہیں ٹیکی کہئے
کم بھی ہو کوئی حرف تو کچھ ہرج نہیں | کمشانی کہتے ہیں ٹکٹی کہئے

حضرت شیخ ہیں بہت شاد | خوش ہے پیر مغاں بہت گوری
غرض اعلیٰ سے لگ گیا ادنیٰ | عطر ملتا گیا لونڈر سے

بڑی اچھی رہے حکیم انجام دیتا ہے　　اگر کوئی نہیں ہوتا تو کتا کام دیتا ہے

کہتا ہے کون ذکرِ رقیبِ حبیب کر　　جوروں کی مار کھا کے سعادت نصیب کر

جو دیکھتا اس کو وہ دیتے دوا کی ہے　　ستو ہر میں آ رہا سکۂ طلا کی ہے
مائل مزاج کیا ہو کسی اور چیز پر　　مرغی اٹک ہی گئی ہے اکی ہی کرینہ پر

اے مری طبع رسا وقت مبارکباد ہے　　عمر میں اپنی حسرت کبھی سو اداد ہے
عہد پورے کا ہر اک چھوکری ترا نام کو　　مل گئی اچھی بلوری مرغی ہے ہنگام کو

آج دستارِ فضیلت سر ہو گئی　　سر پر اپنے طور سے ڈھاٹا کا گیا

کیونکر بچے گی تیغ سے لیڈری کی رسم و راہ　　موٹا ملا ہے وہ بانس پہ چھوٹی سی کیا ہے

آلہ آباد کے ضلع میں دو پرگنے ہیں ایک کا نام کڑا ہے ایک کا نام کراری ان دونوں پرگنے والوں میں لڑائی ہوئی حضرت اکبر نے یہ شعر لکھ کر بھیجے

ہر آن دوستی ہے ہر وقت دو جاری　　پھر ہونا ہو لڑائی جنگ بے کھاری
کیا دوستی لڑائیں آپس کی ایسا میں　　ان کا بہت کڑا ہے اکی بھی کراری

کیا لطف میل جول میں کیا آل میل میں　　سدوق کی صحبت نہیں ہوتی علیل میں
کرتے ہیں غیر جنس میں جو پی شادیاں　　وہ عطر کو ملاتے ہیں مٹی کے تیل میں

سنا ہے اب اکثر یہ مشورہ احباب دیتے ہیں   برائی بدنگاہی کے لئے کھدوا دو ناک ابھی

بڑے دل میں یہ کہکر لیڈی پوپ کے ساتھ سوتے ہیں   جو تم ہو آگی پوتی ہو تو ہم آدم کے پوتے ہیں
تصور جن مسلمانوں کو ہے لندن کی مسجد کا   عرب کے تخم کو یورپ کے بنگلے میں وہ بوتے ہیں

اس میں تغیر یا دہن کی گفتگو   مجھکو اگر بیری کی مٹھائی ہو گئی
یہ ہے نئی تعلیم کا یہ انقلاب   اپنی بی بی تک پرائی ہو گئی

تھی جوانی میں جو میڈم نان پاؤ   وہ ضعیفی میں ملائی ہو گئی

نوری - ملا حسین شاہ نام تھا - مشہد کے رہنے والے تھے - غزالی مشہدی کے ہمعصر اور ہم بزم تھے - اکثر شاعروں اور مطارحوں کی صحبت گرم رہتی تھی - نوری نہایت ظریف الطبع اور بذلہ سنج واقع ہوئے تھے - مگر اتفاق سے نہایت بدصورت تھے اسکی وجہ یہ ہوئی تھی کہ ان کے دانت اسقدر بڑے تھے کہ دونوں ہونٹوں سے گزر کر ٹھوڑی کے قریب آگئے تھے اور اُن کی صورت کو عجیب و غریب بنادیا تھا - اسی وجہ سے نوری دندانی کے نام سے مشہور تھے - صادق علی خاں اختر نے اپنے تذکرہ عالمتاب میں دندانی کی یہ توجیہ کی ہے کہ دندان توابع خراسان میں ایک قصبہ ہے - مگر یہ صرف توجیہ ہے نوری کا کلام ضائع ہوگیا صرف یہ دو شعر تذکروں میں ملتے ہیں -

وصیتے است کہ ابعد از وفات من یاراں   کنند لوح مزارم بمہر دو دندانم
سخن چگونہ لستم بپیش خلق کہ ایں دو نیم   بیکدگر نرسد گر بلب رسد جانم

حرف واو

واحی۔ مولوی عبدالاحد نام تھا یوسف پور تحصیل محمد آباد ضلع
غازی پور کے رہنے والے تھے۔ آخر عمر میں اپنی اہلیہ کے تعلقات و رشتہ
داری کی وجہ سے خود بھی دہرقر پور تحصیل رسڑہ میں جا رہے تھے علمی قابلیت
بہت کافی تھی اور اچھی استعداد رکھتے تھے۔ شعر و شاعری کا حداثت
سن ہی سے شوق تھا۔ مگر اتفاق سے طبیعت کو ظرافت سے لگاؤ تھا۔ واہی
تخلص کرتے تھے اور اسی رنگ میں شعر کہتے تھے کچھ عرصہ تک یہ شغلہ اسی
تخلص کے ساتھ جاری رہا۔ اتفاق وقت سے کسی ضرورت خاص کی وجہ سے
اسی ابتدائی شاعری کے زمانہ میں آپ کو دہلی جانے کی ضرورت پیش آئی اور طویل
سفر کے بعد وہاں گئے دلی کی رونق اور آب و تاب اس زمانہ میں جو کچھ تھی اسکا
بیان کرنا ایک امر تحصیل حاصل ہے۔ مگر یہ کہنا ضروری ہے کہ اس زمانہ میں
دلی کے مشہور و معروف شعرا غالب مومن ذوق شیفتہ صہبائی وغیرہ زندہ
تھے دنیائے ادب میں ان کے فضل و کمال کا ڈنکا بج رہا تھا۔ یہ ممکن ہی
نہ تھا کہ کوئی ادبی ذوق رکھنے والا آدمی وہاں جائے جامع مسجد ہمایوں
کا مقبرہ۔ قطب صاحب کی لاٹ دیکھے اور ان بزرگوں کی زیارت کو نہ جائے
بلکہ اکثر شوقین پہلے انھیں لوگوں سے ملنے کے لئے جایا کرتے تھے چنانچہ واہی
جب دلی گئے تو سب سے پہلے اپنے ضروری کاموں سے فراغت کی اور اس کے بعد

پتہ پوچھتے پوچھتے مرزا غالب کے مکان پر پہونچے مرزا غالب نہایت خلوص اور محبت سے ملے - اور اپنا کلام سنایا - اور کہا کہ جب تمکو اس مرحبات کا اشتیاق اتنی دور سے یہاں تک کھینچ لایا - تو میں یہ کیونکر مان سکتا ہوں کہ تم خود کچھ نہ کہتے ہوگے شاید ضرور شاعر - انھوں نے بھی انکار مناسب نہ سمجھا - اور وہی کلام سنایا - مرزا نے تخلص سنا - تو پہلے کچھ بڑبڑا گئے - اور انسے ہنسے پھر کہا کہ کیا تخلص رکھا ہے دواہی - تباہی - بدلو - اس تخلص کو بدلو - مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت میری عقل کی رسائی تو یہیں تک تھی اب آپ ہی کچھ تجویز کیجئے - مرزا تو ایک ظرافت مجسم اور ذکاوت کا پتلا تھے - ادائے تکلم اور انداز گفتگو سے تاڑ گئے کہ بدلنے کے لئے تو یہ میری خاطر سے بدل ہی دیں گے - مگر شاید دل سے نہ بدلیں - دوسرے یہ سوچا کہ ان کا کلام بھی اسی واہی تخلص سے مشہور ہو چکا ہوگا - لہذا اسکو اسطرح بدلنا چاہئے کہ ہماری بات بھی رہ جائے ان کو زحمت بھی نہ ہو ناگوار بھی نہ گزرے - چنانچہ کہنے لگے کہ اب داحی تخلص رکھو - حقیقت یہ ہے کہ اس تخلص کا مرتبہ زمیں سے آسمان پر پہونچ گیا اتفاق سے کچھ عرصہ تک مولوی صاحب دہلی میں مقیم رہے اور مرزا کے یہاں برابر روزانہ آیا جایا کرتے تھے - انھیں دنوں میں مرزا صاحب نے یہ غزل کہی تھی ؎

آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے　　ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

مرزا صاحب نے یہ غزل ان کو بھی سنائی - سنا چکے تو ان سے کہا کہ اپنے رنگ میں تم بھی اس زمین میں غزل لکھو - انھوں نے پہلے تو انکار کیا - کہ استاد کی غزل پر غزل کہنا سوء ادب میں داخل ہے - مگر مرزا بھلا ایسے عذروں کے ماننے والے کب تھے وہاں تو ہنسی سے غرض تھی کسی طرح سے ہو - گھڑی بھر کے لئے دل بہل جائے سے مطلب تھا - کچھ ہو کہو ضرور کہو - مولانا نے بھی الامر فوق الادب کو ملحوظ رکھا اور امتثال امر کے لئے پانچ سات شعر کی غزل کہی جس میں ظرافت کے ساتھ [illegible] حال لکھا

اس کے بعد معافی مانگ کر سنانے کی اجازت چاہی - مرزا نے اجازت دی - انھوں نے غزل سنائی مرزا نے داد دی اور فوراً ایک شعر خود کہہ کر کہا کہ میاں واحی یہ شعر بھی تو تمھارا ہی ہے - واحی بھی نکتہ سنج اور ادا فہم تھے سمجھ گئے کہ مرزا صاحب نے یہ عطیہ [illegible] سلام کیا اور شعر اپنی غزل میں شامل کر لیا شعر یہ تھا -

عیاشی سیکھے کے اپنے مجھ کو چاہئے
رہا کی وہ مجھ پہ سیر کہ دنیا کبھی [illegible]

واحی مرحوم نہایت شریف طبع ظریف قابل اور قادر الکلام شخص تھے آخر عمر میں مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب آسی غازی پوری سے [illegible] اسی وجہ سے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شاہ صاحب سے اصلاح بھی لیتے تھے - مگر یہ غلط ہے انھوں نے [illegible] اپنے [illegible] کو اپنا استاد ورنہ کہا اور کسی [illegible] نہیں کہا - [illegible] البتہ ہوا کہ [illegible] کی [illegible] کہا وہ انکی غزل میں شامل ہو گیا - واحی نے [illegible] کر [illegible] میں [illegible] دہر میں پورا انتقال کیا - آخر [illegible] کے ساتھ [illegible] کی [illegible] حداقی [illegible] تھی - نمونہ کلام مولانا [illegible] جو [illegible] وہ [illegible] کرتا ہوں

[illegible]
[illegible]

آ کے طوفاں [illegible]
ساری [illegible] اگر کل [illegible]

واحی [illegible]
[illegible]

ہیں [illegible]
[illegible]

[illegible] قطروں کا سلسلہ کیسا
[illegible]

ہو [illegible] ہے قریع اتیق سے [illegible]
[illegible]

[illegible] واحی کو [illegible]
[illegible]

گو ناگوار ہی ہے چاری جو ناک میں | تحریر ہو رہی ہے یہ تقدیر ناک میں
مجھکو ہوا گماں کہ جو یاں کلوت سے | ملاں رہنے کی شروع جو تکبیر ناک میں
واعظ کی طرح ملی تھی مجھے آج بے طرح | دم آگیا مرا دم تسطیر ناک میں

واقف آپ کا نام سلطان احمد ہے بسواں ضلع سیتاپور میں مکان ہے [illegible] سے شعر گوئی کا شوق ہے۔ بہت عمدہ شعر کہتے ہیں اور بہت دور [illegible] کے اشعار کی [illegible] سے داد دیتے ہیں۔ جناب ریاض سے مشورہ سخن کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی اقتضائے طبیعت سے ظریفانہ شعر بھی فرما لیتے ہیں۔ مگر [illegible] طبیعت کو نفرت اور تجارت کا شوق ہے۔ اسی وجہ سے آپ عرصہ سے بیکار رہتے ہیں۔ ایک ڈیڑھ سال سے [illegible] کے ساتھ [illegible] تیار کر رکھا ہے۔ اگر [illegible] کامیابی [illegible] آپ بہت کچھ [illegible] سال سے [illegible] تعلقات [illegible] طرح [illegible] تذکرہ کا [illegible] عمدہ [illegible] کلام [illegible] کچھ [illegible] اور یہ وقت پر یاد آگیا۔
واقف صاحب کی عمر اب [illegible] سال کی ہوگی۔ نمونہ کلام یہ ہے
[illegible]

[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]

علم کی ہوگئی ہے وہ بھرمار ہیں برابر شریف اور چمار
بی اے کرتے ہیں گھر گھر کے لڑکے ایم اے ہیں چار ولایت پار

صحبت میں اپنی ایسے بزرگ آ پا گئے ہیں بنو اس بیٹھ کے خود سے ہیں کیسے بنا گئے ہیں

واہ ایک مجہول الاسم تخلص ہے جن کے یہ دو تین شعر میرے پیش نظر ہیں

ہمارا خط لئے جاتا تھا وہ سید کے گھر پہنچا کبوتر کیا تھا میرا نامہ بر الو کا پٹھا تھا
ذرا میں بھی تو سن لوں کیوں مجھے محفل سے اٹھوایا نہ لچا تھا نہ گنجا تھا نہ کانا تھا نہ نکٹا تھا
ہمارے یاں سے میخانہ میں آیا کل اک واعظ بغل میں بوریا تھا کان میں مسواک تھی ہاتھ میں بدھنا تھا
نہیں معلوم کیوں بدنام کر رکھا ہے دنیا نے نہ لیلیٰ اُن کی نانی تھی نہ مجنوں میرا دادا تھا

واہ - وحید الحسن نام ہے - ایک زمانہ میں کیننگ کالج لکھنؤ میں تعلیم پاتے تھے زیادہ حالات معلوم نہیں ایک غزل کے چند اشعار مل سکے۔

کبھی دیکھی جو صورت شیخ کو اس آفت جاں کی ملا کھانا نہ پانی ہم سے دل بھر خاک ہی پھانکی
ہمارے یار کی دھاک اک مستانی ہے صفائی دور کر جاتی ہے آگر کو سامان کی
دکھائی دور سے ارماں کی گٹھری ٹوٹ کے مجنوں کے کبھی لیلیٰ سفر میں پردہ محمل سے گر جھانکی
تماشا ہے تجھے بی آنکھوں سے تیری دلبری ہائی ہے ہوئی ہے گرم بازاری باعث ٹیاں کی
حدارا کھینچ سے سمجھا کے بلا کر میں تو آ سکے بری حالت ہوئی تھی پھر مجنوں کی اماں کی
منڈا کر داڑھی جو دیکھیں یا سارے تر ہیں اکا ادھر تصویر ہوتا ہے کالج کو سے حالاں کی
وہ تلا کر کبھی کچھ بولتے ہیں بات کہ مجھ سے حارث کے زباں اسکول ہی ہے میں ٹیاں کی
ادا بھرتا ہے وا بھر داہ کی ہو جان آئی ہے کریں کیا یار کو جیسٹ پن کی عادت ہے گھرانیوں کی

وجود — سید محمد علی نام تھا۔ بنارس کے رہنے والے تھے۔ ہزل گوئی کے مشتاق تھے۔ شاگردی کا سلسلہ صاحبقران تک پہونچتا ہے۔ صرف ایک شعر اس کا گلستان سخن میں ملتا ہے۔

زکرنے حرف میں جب جھکایا　　بتوں کی بندگی گویا ادا کی

وجاہت — آپ کا نام وجاہت حسین ہے۔ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے اور ملک کے مشہور ادیبوں میں آپ کا شمار کیا جاتا ہے ۱۹۰۲ء سے شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ اور ابتداءً وہی قدیم روش اختیار کی۔ مگر امتداد زمانہ کے ساتھ جیسے جیسے زمانہ کا رنگ بدلتا گیا۔ آپ کی طبیعت قدیم طرز غزل سے متنفر ہو کر جدید رنگ کی طرف کھنچتی آئی اور سمجھ لیا کہ طرز قدیم کی شاعری لغویات سے کم نہیں ہے۔ اگرچہ یہ بات نفس الامر اور واقعہ کے سراسر خلاف ہے۔ مگر پھر بھی آپ کا عقیدہ وہی رہا۔ سنہ ۱۹ کے بعد قومی اخلاقی اور فطریانہ رنگ کی طرف توجہ فرمائی۔ اور اسمیں ایک حد تک کامیابی حاصل کر لی۔ چنانچہ ۱۹۱۳ء میں آپ کا مجموعۂ کلام شائع ہو گیا۔ وجاہت صاحب ایک قابل ذہین اور طباع شخص ہیں زبان اردو سے آپ کو خاص محبت اور خلوص ہے چنانچہ آپ نے زبان کے بارہ میں ایک نہایت مبارک اور مستحسن کوشش کی اور ایک رسالہ لکھا جسمیں لکھنؤ اور دہلی کی زبانوں کا فرق دکھایا تھا۔ گو مقتضائے بشریت اسمیں بعض بعض اغلاط باقی تھے۔ مگر پھر بھی مستقلاً اور مجموعی حیثیت سے وہ ایک بہترین تصنیف ہے آپ نے مختلف اخباروں میں ایڈیٹری بھی کی چنانچہ مدت تک آپ زمیندار اخبار کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں بحیثیت اسسٹنٹ ایڈیٹر کے کام کرتے رہے اسوقت معلوم کہاں ہیں مشاغل علمی سے آپکو نہایت

اس [illegible] میں آپ کی [illegible] شعر [illegible]
اور ان اشعار کا [illegible] دکھاتا ہوں جو آپ [illegible]
میں لکھے ہیں نمونہ کلام

واعظ اور [illegible]

نتیجۂ [illegible] اکبر [illegible] (الٰہ آبادی)

[illegible]

دکھاتی ہیں نئے رنگ ہر شام و پگاہ کا

[illegible] آپ کو منظور — رہ دکھانا آپ وعدے کا ہوا [illegible]
سب حال [illegible] — پر ربّ کا بس آسرا اگر اب کر [illegible]

[illegible] حال رعایا دستگاہ کا

[illegible] — [illegible] تھا پپا کی
[illegible] جائیں پر کریں کہاں تاب کی — دعوت کسی امیر کے گھر میں ہوا پپا کی

[illegible] ذکر ہے الفت کی چاہ کا

[illegible] غلام ہوں ادار [illegible] — میں اپنی [illegible] کیا دل میں [illegible]
دلدار و دلستان و دلارام [illegible] — [illegible]

[illegible] دامن نگاہ کا

[illegible] تو سایہ [illegible] کا واسطہ — [illegible]
[illegible] مرد پارسا — [illegible] اگر تو [illegible]

دل [illegible] گناہ کا

[illegible] کا کام — [illegible]
[illegible] کا [illegible] — وہ وقت تھا آپ کو [illegible] کر دوں سلام

[illegible] فیصلہ گواہ کا

ہم کیا ہیں

[illegible] — پیرو دین مسلمانی ہوئیں
[illegible] کوئی — [illegible] کی [illegible]

معتکف حجرے میں رہتا ہوں مدام / معتکف یا قطب ربانی ہوں میں

آگیا ناموس کے پھیر میں / حافظ اسمائے یزدانی ہوں میں

نفس امارہ کا دشمن بن گیا / یہ جو روسی ہے تو جاپانی ہوں میں

کیوں نہ درد قوم کا دورہ اٹھے / غمگسار نوع انسانی ہوں میں

ہوشیار اے اہل دنیا ہوشیار / افتراد مکر کا مالی ہوں میں

یہ مری ریش مقدس واہ واہ / خضر ہوں الیاس کا ثانی ہوں میں

کام آجاتی ہے اس ٹٹی کی آڑ / اک مجسم شکل شیطانی ہوں میں

اے وجاہت یہ ہے میرا اصل حال / سچ یہ ہے ننگ مسلمانی ہوں میں

ہندوستانی اور یورپین مس کی نوک جھوک

کہا جو لیلا نے یہ بدر النساء سے / کہ رہ جو وہ تہذیب کی تم ہو عاری

نیا کوئی انداز تم میں نہیں ہے / پرانی ہیں ساری ادائیں تمہاری

سمجھتی ہو زیور کو زینت کا ساماں / خوشی سے اٹھاتی ہو یہ بوجھ بھاری

بناوٹ سے تم چاہتی ہو چمکنا / لگاتی ہو کپڑوں پہ گوٹا کناری

وہی کرتی انگیا وہی بند محرم / چلی جاتی ہے حسن کی پردہ داری

لڑائی میں بڑھ کر ہو ہتھیار یوں سے / چلاتی ہو سیدھے چھری یا کٹاری

نہیں تم میں مغرب کا کوئی قرینہ / نئی روشنی میں چلیں ہیں گنوار کیا

ہو پردہ کے زنداں میں تم مقید / تمہارا نہیں کوئی فعل اختیاری

مصیبت کے دن کاٹتی ہو جہاں میں / یہ جینا ہے یا نزع کی دم شماری

تمہیں جیتے جی مار رکھا ہے اس نے / پڑے بھاڑ چولہے میں یہ پردہ داری

کہا سن کے بی بی نے اے میم صاحبہ / بس اب اے حسینہ ہو کافی اسیری ہماری

نئی روشنی کے یہ گیت گائے — بھارت تم نے بڑے دوڑ دوڑہ کے پیچ گجاری
تماشا تو دیکھو کہ پردہ اٹھا کر — سنی پھرتی ہے میم میری بچاری
نظر پڑتی ہے غیر لوگوں کی ہر دم — تمہارا یہ چہرہ ہے یا حیا داری
کیا کرتی ہو غیر مردوں سے باتیں — جھلکتی نہیں پاس تک شرمساری
ہوئی ڈولی اور بند گاڑی سے نفرت — پسند آئی بائیسکل کی سواری
نہ اتراؤ میموں کا سایہ پہن کر — کہ صورت ہے کالی کلوٹی تمہاری
چلا ہنس کی چال ایسی بھی کھولا — یہ کام آئی کوے کی کچھ ہوشیاری
خطابوں کی شیدا ہر اک عورتیں تھی — میاں ہی مسٹر اور مس ہے کنواری
ترقی کرو علم شائستگی میں — نہ چھوڑو مگر اپنی تم وضعداری
اسے کہتے ہیں لوگ تقلید بیجا — بناوٹ ہے یہ سادگی بھی تمہاری
کوئی آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا — حکومت کا میموں کی سکہ ہے جاری
ہے زیبا انہیں کے لیے بے حجابی — ہے شایاں ہمارے لیے پردہ داری
نہیں ملک میں رعب اپنا کچھ بھی — حکومت سے بھیجی ہیں باتیں ساری
مبارک انہیں مغربی پورٹ منٹو — ہمیں ایشیا کی پرانی پٹاری

خمیدہ ضعیفی میں قد سیج کا — کبھی تیر تھا اب کماں ہو گیا
گرے اسمیں عشاق کے دل بہت — ذقن ایک خونی کنواں ہو گیا
مہر ساماں ہیں میکدے کے بیچ — اُن کے گھر کی دکاں ہے گویا
خوبرو میرے دل میں رہتے ہیں — یہ حسینوں کی کاں ہے گویا

وا کب کیوں زمیں کا سہارا لیے — یہ بڈھا بہت ناتواں ہو گیا

زال دنیا بھی ہے بڑی چنچل ہے نیا ڈھنگ اس پرانی کا
آسماں بھی ہے پیر نابالغ وقت دیکھا نہیں جوانی کا
ناز سے ڈال لو بل ابرو میں تیغ کس دو ذرا کمانی کا
قیس دیوانگی کی حالت میں راجہ تھا اس کی راجدھانی کا
موت کرتی ہے چاروں شانے چت ہے رواں داؤ پہلوانی کا

مقتل میں غیر آ نہ سکا ڈر کے ہٹ گیا بزدل نہیں تھا [illegible] یوں صاف کٹ گیا
حاضر ہوا سو بستر میں اچھا نبٹ گیا اس غیر حاضری میں مرا نام کٹ گیا
نام رقیب میں نے لفافہ پہ لکھدیا کچھ غم نہیں ہے خط جو انھیں سے پلٹ گیا
واعظ کی گت بنائی تھی رندوں نے کسطرح ق یہ جانتے تھے اسکا ثواب پاپ کٹ گیا
لیکن وہ دم حرام سے پڑا تھا [illegible] رندوں نے پیٹھ پھیری تو اٹھکر جھپٹ گیا

دل ہے برسات اس کی پژمردہ سوکھ کر یہ شجر ہرا نہ ہوا
ہم نے کتنی ہی التجائیں کیں وہ مگر ٹس سے مس ذرا نہ ہوا

اے گدا کاسہ ہے ہمیں عشق کے دکھیار دلکا کوچۂ یار شفا خانہ ہے بیمار دل کا
اس تیشہ میں تھا جو فرہاد نے کاٹا کہسار ورنہ یہ کام ہے مردوں کا ہمارے دل کا

قتل کر ڈالیں جو وہ مجھکو تو سر پہ خون ہے تو تب محشر [illegible] دلدل کا جواب
ہے خم محراب ابرو سے صنم کیا خوشنما بحر عالم میں کہیں دیکھا نہ اس اک کا جواب
[illegible] انکی ناہم لاگ ڈانٹا [illegible] پھول ہوں سے تیغ کے قاتل کا جواب

جنت سے آئے حضرت آدم زمیں پہ — نکلی ہوئی تھی پہلے ہی انکی وطن کی قطاع
دیکھتے ہی پھولوں کی چھڑیوں سے کھیلا — وہ لعل کے منہ پہ لگتی ہے آکر دلاس کی شاخ

رند چلو کہ شیخ کی پگڑی بکے گی آج — نیلام ہوگا پیر مغاں کی دکان پر

مرے دل کی پریشانی ابھی کچھ نامکمل ہے — ذرا تو گیسوؤں میں اور ابھی لمعان پیدا کر
حمائل ڈال رکھی ہے گلے میں اس نے کیا حائل — اٹھا لے ہاتھ میں جسکو تو وہ قرآں پیدا کر
ترے گھر آتو دشمن بھی چلے آتے ہیں بے کھٹکے — جو روکے دور سے غیر دل کو وہ درباں پیدا کر

مر گیا میں تو ہنس کے وہ بولے — دم چرانے کے ہیں ہزار طریق

سنا میخانے بے تکلف ہے آشناؤں کی صحبت بھی — ادھر دو چار لیٹے ہیں اُدھر دو چار بیٹھے ہیں
ذرا میخانے میں دیکھو جناب شیخ کی سج دھج — کہ بدھنے پہ کلف لٹی ہی دستار بیٹھے ہیں
عدو کی موت نے محفوظ کر دیا بالکل — وہ اُسکی قبر پر دھونی رمائے بیٹھے ہیں
کہا یہ شیخ نے زاہد سے ہنس کے ہمکو تاڑ کر — اسی پہ ہم بھی سر اپنا منڈائے بیٹھے ہیں

وہ میرے پاس آتے ہیں ہو کر کبھی — میں اُن کے پاس جاؤں تو کہتے ہیں دور رہو
کر ڈالو آج عشق کے مقدمہ کا فیصلہ — تم حسن کی کچہری کے صدر الصدور ہو
سنتے ہیں جو واسطے سے کچہری کی مدت — سرکار یہ کہتے ہیں کہ بھیجیں گے خدا کو

صبح کے ہمراہ دیتا ہے دن بھی رات — آدمی کوئی اگر ہو جا اور آسا تو ہے

باوا آدم خلد سے نکلے تھے ہم گھر سے تے — قصہ کوتہ باپ کا پیرو ہیں سرتا تو ہو

لقد جاں تک لوٹ لیتے ہیں حسیں — عشق میں چنگیز خانی اور ہے

ملک عدم آباد میں ہے سخت جگہ مت — پوچھ کوئی نکلے تو وہاں سے خبر آئے

جاں ہر بس دم کی پچی جاں نثار — ساتھ راجہ کے یہ رانی جائیگی

ضرور اس کے رخ صاف پر نقاب ہے — جو لیتی ہے وہ جزدان میں کتاب ہے

جنت میں بسر ہوگی نہ حوروں سے ہماری — سنتے ہیں وہاں کا تو رواج اور ہی کچھ ہے

نظام ملک جفا میں جو ابتری ہوگی — رقیب کو وہ مدار المہام کر لیں گے

سوڈا واٹر ہو کہ انگور وغیرہ کا نچوڑ — پیاس لگتی ہے تو پی لیتے ہیں ہم ہر پانی

سانپ زلفوں کے پال رکھے ہیں — وہ جسے کیا ہے اک سپیرا ہے
مل گیا نامہ بر نہیں سستا — ایک کوڑی کا ایک پھیرا ہے
پھاڑ کھائیگا قیس کو اک دن — سگ لیلیٰ کا نام شیرا ہے
دیکھی رفتار ملک ایام — چاق چوبند یہ چکھیرا ہے

حواس اُن کے جاتے رہے صبح وصل — مرے گھر نئی پھلجڑی رہ گئی
جلے دل جگر جاں جلنے کو ہے — یہ اب آخری پھلجھڑی رہ گئی
یہ ٹھہرا کوئی عشق کے دشت میں — وجاہت ہی کی جھوپڑی رہ گئی

دل ربا یہ کر نگاہ مار سے — لے گیا ماڑی کبوتر باز سے

جاں دی ہے ہم نے کوئے دلربا کے سامنے — تعزیہ ٹھنڈا ہوا ہے کربلا کے سامنے

وحید کوئی صاحب بدایوں کے رہنے والے اور موجودہ شعرا میں سے ہیں۔ صرف ظرافت کی طرف میلان طبع ہے۔ یہ دو شعر جناب قمر بدایونی نے سنائے تھے۔ جو درج کرتا ہوں۔

ہوئی تکرار مجھ سے اور اُن سے رات میلے میں — میں کہتا تھا نہیں مل لو وہ کہتے تھے اکیلے میں
کہا میں نے کہ اک بوسہ کف پا کا مجھے دیدو — لگا کر لات وہ کہنے لگا سالا کف پا کا

وصل۔ مرزا محمد اسحاق نام تھا حاجی ابراہیم خلف آغا قدیر اصفہانی کے بیٹے اور شرف الدین مائل لکھنوی کے شاگرد تھے۔ شعرائے متقدمین کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں تاریخ وفات باوجود تلاش دستیاب نہیں ہوئی۔ بیشتر و اکثر حصۂ عمر مرثیہ کہنے میں گزارتے تھے۔ مگر کبھی کبھی اقتضائے طبیعت اور تفنن کے طور پر شعر مذاقیہ بھی کہتے تھے۔ دو تین شعر مل سکے۔

لیا ٹک جو آغوش میں میں نے تو بولا — ارے چھوڑ کب تک ستاتا رہے گا
ہاتھ میں ہاتھ لئے غیروں کا پھرتے ہو — ہم جو دامن چھوئیں تو آپ جھٹکتے جاویں

دمں کی سب میرا اٹھا ہے اگر ہو دوسرا | نہیں یہ ہوں اگلی سوسے کی پٹیا ہو دیا

وفا تخلص ہے نواب محمد عمر خاں صاحب بہادر خلف شرف الدولہ بہادر رئیس اعظم حیدرآباد کا - آپ نہایت قابل اور مشہور نثر نویس ہیں چنانچہ عاشق ناشاد - ناصر حمید - گلزار وفا - وغیرہ ناول آپ کی تصنیف سے ہیں ایک نظم بعنوان - نئے تعلیم یافتوں کا فوٹو - آپ کی تصنیف سے نظر سے گزری - اگرچہ اس نظم کو کوئی ظریفانہ نظم کہنا غلطی ہے - مگر چونکہ اکثر جگہ بیان میں شوخی اور شگفتگی ہے اسی لئے اس کے بعض اشعار درج کرتا ہوں -

عجب انداز سے کچھ آج ہم فریاد کرتے ہیں | نئی تعلیم والوں کی بیاں روداد کرتے ہیں
نئی تعلیم پا کر کالجوں سے جو نکلتے ہیں | صلاح قوم کی وہ ہر جگہ فریاد کرتے ہیں
بدل کر ٹھاٹ اپنا اسطرح گھر سے نکلتے ہیں | زمیں تک کانپتے ہیں بوٹ بھی فریاد کرتے ہیں
چرٹ منہ میں تو سر پر ترکی ٹوپی ہاتھ میں ہنٹر | چڑھا کر آنکھوں پہ عینک نظر برباد کرتے ہیں
اگر رستہ میں ملجاتا ہے اگلی وضع کا کوئی | تو ہنسکر اولڈ فیشن کہہ کے اسکو یاد کرتے ہیں
کمر پر ہاتھ رکھکر جس گلی میں کھڑے ہوں گے | پکاریں گے کہ آؤ قوم کو ہم یاد کرتے ہیں
ترقی کر گئی اس عہد میں ہم بھی اب جاگے | فصاحت بلاغت بھی ارشاد کرتے ہیں
یہ سب کچھ کہہ کے جب تقریر ہی ختم کرتے ہیں | تو پھر جاتے ہیں بیچاروں کو وہ آزاد کرتے ہیں
پسند آتی نہیں ہے قوم کی صنعت انہیں کوئی | ولائتی اور جرمن سے اپنے دل کو شاد کرتے ہیں
ڈرامے شکسپیئر کے اٹھا کر دیکھ لیں سارے | کہ شاعر ہی بس شعر کو آباد کرتے ہیں
حضور ادب ملحوظ کیسے پر تو یہ جوش ہیں | اگر بابو کہے کوئی تو بس فریاد کرتے ہیں
بظاہر ماموں کی تحقیر میں صرف زبانیں | بھلا کیوں باپ دادوں سے اپنے دل کو شاد کرتے ہیں
ہم ہنس کا ابھی کاشانہ کھا جاتا ہے سگنل | اگر کچھ نہ ہو تو ہر گھڑی فریاد کرتے ہیں

پلاؤ اور مطنجن قورمے سے انکو نفرت ہے — ڈبل روٹی اور آلو ہو تو دل کو شاد کرتے ہیں
انھیں نفرت یہ کیوں ہو باپ دادا کے مذہب سے — کہ ان کو تو یہ ہر دم فول کہکر یاد کرتے ہیں
یہی تہذیب ہے، تو ہمکو کچھ مطلب نہیں ایسے — ہم اُن کی وضع پر بھی دور ہی سے صاد کرتے ہیں

حرف ہائے ہوز

ہاشمی گیارہویں صدی ہجری کا شاعر نصرتی کا معاصر ہے۔ مادرزاد نابینا تھا۔ مگر عقل و ذہانت اور طباعی میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا چنانچہ سنہ ۹۹ھ میں ایک مثنوی یوسف زلیخا کے نام سے لکھی جس سے اسکی ذہانت پر روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ زبان اردو کے شروع زمانے میں بھی یہ اسی طرح زبان پر قدرت رکھتے تھے جیسے کہ لوگ آج اسپر ناز کرتے ہیں۔ بہ لحاظ قدامت ریختی کا موجد انہیں کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ نمونے کے طور پر ان کے اشعار جو دستیاب ہو گئے ہیں وہ میں نیچے ذیل میں لکھتا ہوں ہاشمی نے سنہ ۱۱۰۹ھ میں انتقال کیا اور آخر تک برابر یہ رنگ کہتے رہے۔

اگر کوئی آکے دیکھے گا تو دل میں کیا کہیگا — مجھے بدنام کیا کرنے کہیں میں جاؤنگی چھوڑ

صبا اگر مجھکو دیتے ہی کردیگی گھر میں جا وارد — اگر مجھ ہو رہیگی فرصت صبح پھر آؤنگی چھوڑ

ہاے واے — تخلص تو خیر یہ کیا ہوگا۔ مگر اسی تخلص سے ایک منچلے شاعر نے اپنی طباعی اور ذہانت کے جوہر دکھائے ہیں۔ اودھ پنچ کے سابق ایک نامہ نگار ہیں جس زمانہ میں داغ مرحوم کا انتقال ہوا ہے۔ اس وقت خدا معلوم اوڈیٹر مرحوم کی ذاتی اغراض سے یا اور کسی سبب سے اودھ پنچ میں ظریفانہ تاریخوں کا وہ طومار بندھا تھا کہ سننے والوں نے کانوں میں انگلیاں

دے لی تھیں۔ جذبات ظرافت میں ایک حشر و نشر کا عالم برپا تھا۔ جس کسی کو خبر ہوئی۔ سو ضروری کام چھوڑ چھاڑ داغ کے لئے ایک ظریفانہ تاریخ ضرور لکھ دی۔ اونمیں اکثر تہذیب کے درجہ سے بھی گر گئیں۔ مدتوں تک یہ سلسلہ جاری رہا چونکہ داغ مرحوم ایک مسلم الثبوت۔ استاد اور ملک کے نامور شعراء میں سے تھے۔ اس لئے اکثر حضرات کو اپنا صحیح نام و تخلص تو لکھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی سمجھتے تھے کہ داغ کے ایک دو نہ شاگرد تو ہیں نہیں سینکڑوں ہزاروں بے شمار ہیں۔ اگر ذرا بھی کسی کو معلوم ہو گیا تو آفت آ جائے گی۔ اسی لئے عجب و غریب تخلصوں کے ساتھ سب چیزیں لکھی جاتی تھیں چنانچہ اِن صاحب نے اپنے لئے اسے واسے تخلص پسند کیا ہے۔ تاریخ میں امیر داغ دونوں کو لیا ہے اور اودھ پنچ سابق مطبوعہ ۱۲۔ مارچ ۱۹۰۵ء میں تھوڑی سی سطر کے ساتھ یہ تاریخ شائع کرائی ہے۔ ممکن ہے کہ اور بھی کچھ ظریفانہ کلام ہو۔ مگر مجھکو صرف یہی ملا۔ جو من و عن نقل کرتا ہوں۔

حضرت سنیئے یوں تو لوگ رو ہی روتے ہیں لیکن سدہ درگاہ کا رونا کوئی ایسا ویسا معمولی محرم وحرم کی مناسبت سے نہیں۔ کیا معنی لوگ صرف دس دن محرم ہی میں سینہ کوبیاں کرکے روتے رلاتے سعادت دارین حاصل کرتے ہیں لیکن آپ جانئے ہمارے شہر میں سدا سہاگنوں میں بھی سال بھر تک محرم ہی محرم رہتا ہے اجنبی آدمی تو یہ جانتا ہے محرم ہے غم حسین میں لوگ بلک رہے ہوں گے مگر حقیقت حال معلوم ہونے پر اپنی حماقت ہی پر رونا آتا ہے یعنی جس کو لوگ تابوت خیال کرتے ہیں وہ ہمارے شہر کا طاعونی مردہ ہوتا ہے۔ اور گھر والیوں کا رونا جو سوز و نوحہ سمجھا جاتا ہے صرف خدا واسطے کا رونا ہوتا ہے۔ علی ہذا القیاس یہاں کی حالت دیکھئے میرے نزدیک رونا ایک معمولی مشغلہ ہے۔ اسی وجہ سے بہالا اور مرثیہ کا کیا ذکر اللہ بخشے مرنے والی کے نام پر بھی میں نے دو آنسو نہیں بہائے۔ ہاں خوب

ہیں کہ جب میں سنا تھا۔ پہلے سے یہ خیال فرمائیے گا سنا سنا تھا۔ بلکہ اور لوگوں
نے سنایا تھا۔ الحمدللہ وہ بگڑ گئیں ہیں آدمی بن گیا۔ یا اس مرتبہ حضرت داغ
کے مرنے کا قلق ہوا۔ لوگوں کی تیرا شری دیکھا دیکھی میں بھی روتا ہوں۔ ہاں
اور سنئے اگرچہ میں خاندانی شاعر نہیں اور نہ خدانخواستہ ملک کے مشہور شاعروں میں
میرا شمار ہے لیکن موزوں طبع ضرور ہوں اسوجہ سے در النظم کہتے نوحہ پڑھتے
ہوئے جھکتا ہوں۔ اور پھر ایسے شہر میں جہاں کے تعیش اور حلقت کا یہ حال ہے
دس دن محرم میں بھی سوا ہد پرستی سے باز نہیں رہتی بجائے غزل ٹھمری ٹپہ خیال کے
غم حسین کے پردے مرثیوں کی اوٹ میں کھلم کھلا گانا سنتے سور و ساز کے لطف
چھیڑ چھاڑ کے مزے لوٹتی ہے۔ پس نہ وہ کبھی قید شاعری کو سلام کر کے نوحہ
یا حضرت داغ کی وفات کا قطعہ تاریخ لکھتا اور جوش جی کھول کے روتا ہے۔ اور
اگر روتے سے تو بقول شخصے ع لو گرفتار ہوں آتی نہیں فریاد مجھے۔

روتا ہوں کبھی روتا ہوں

دیکھئے داغ امیر و داغ ہائے امیر و داغ — دل کو ہو غم سے کیا فراغ ہائے امیر ہائے داغ
کس سے غزل بنائیے داد کہاں سے پائیے — روئیے اور رولائیے ہائے امیر ہائے داغ
[illegible] سودا — [illegible] ہائے امیر ہائے داغ
کام ہے اپنے کام سے ورنہ غرض سلام سے — [illegible] ہائے امیر ہائے داغ
وہ جو ہیں سایہ [illegible] — مر گئے تو نام [illegible] ہائے امیر ہائے داغ
ہائے تجھے ملال ہے [illegible] کمال ہے — غم سے برا حال ہے ہائے امیر ہائے داغ
[illegible] ہوا تھا جو وہی ہوا — دانا اجل نے [illegible] ہائے امیر ہائے داغ

غم سے جو آپ میں آئے سال وفات کیا سنا ۔۔۔ کہتا ہے دل کہ ہائے ہائے ہائے مرزا ہے داغ

داغ صاحب مر گئے شرم و حضوری رہ گئی ۔۔۔ کیا کہوں اک حسرت عرض ضروری رہ گئی
میرے دل سے پوچھیے صدمے ہیں کیا کیا حال پر ۔۔۔ ہائے غم کے زندگی ابھی ادھوری رہ گئی
یہ خبر سن کر کوئی گھر سے ہمارے چل دیا ۔۔۔ میرے دم اُن کی باقی کچھ مزدوری رہ گئی
مجھ سے گھبرا کے کہی ہاتف نے جلدی سے یہ بات ۔۔۔ سال تاریخ مسیحی سے جو دوری رہ گئی
پر کتر کے لے گئے داغ اور اردو سے قلق ۔۔۔ شاعری ہندوستان میں اب ادھوری رہ گئی

ہجر آپ کا نام پنڈت تربھون ناتھ والد کا نام پنڈت سدرشن ناتھ صاحب ہجر تخلص صابر تھا حضرت ہجر سنہ ۱۸۵۳ء میں تحصیل چھبرامئو میں پیدا ہوئے۔ مگر زیادہ تر سکونت فیض آباد میں رہی۔ علوم مشرقی زمانہ کے دستور کے مطابق مکتب میں پڑھے۔ پھر بعد جگہ انگریزی علم کی تحصیل کر کے کیننگ کالج لکھنؤ میں ایف۔ اے تک تعلیم پائی مگر چونکہ امتحان میں پاس نہ ہوئے اس لئے دل ٹوٹ گیا۔ اور تعلیم کے سلسلہ کو ختم کر دیا۔ بعدہ تلاش معاش اودھ کے مختلف اضلاع میں گھوم کر گونڈہ میں مستقل سکونت کا قصد کیا تھا اور دو برس تک وہاں مسلسل رہے بھی۔ مگر گردش تقدیر سے نزلہ کا درد پیدا ہوا جس نے مدتوں پریشانی کا سلسلہ اور علالت کا تسلسل قائم رکھا تا اینکہ اسی کے علاج کے لئے فیض آباد آئے۔ آخر کار یہیں چھ ماہ بیمار رہ کر بعمر ۳۹ سال سنہ ۱۸۹۲ء میں انتقال کیا۔

بقول منشی سجاد حسین مرحوم سابق اڈیٹر اودھ پنچ اس اخبار کے سب سے پہلے قدردان اور خریدار ہجر تھے۔ ایک سال تک مختلف بحثوں پر آپ کے مضامین اودھ پنچ

آپ کے نہایت معرکۃ الآرا مضامین شائع ہوئے اور پبلک نے مخصوص قدردانی
کے ساتھ ان کو پڑھا۔

جیسے کہ آپ ایک کامل نثار تھے اسی صورت سے آپ کو شعر گوئی کا
شوق تھا۔ حضرت قدر بلگرامی کے شاگرد تھے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں
میں فکر شعر کرتے تھے اور دونوں میں نہایت اچھے شعر نکالتے تھے۔ مگر زیادہ تر
میلان طبع ظرافت کی طرف تھا۔ اسی سبب سے اکثر متین اشعار میں بھی یہ
رنگ ظاہر ہو جاتا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ آپ نے اپنے کلام کو کبھی جمع نہیں کیا
یہی سبب ہے کہ اب مشکل سے چند شعر دستیاب ہو سکے جو درج ذیل ہیں۔

مرے ساقی پلا تو کا چھوٹا پیالا — کہ ہم تم اسیر کمند ہوا
مرا کر کرا ہو گیا ہے جرس — ندارم ہم [illegible] تو فریاد رس
خوش آن جا [illegible] داری دگر کجاست — درون گرم تر [illegible] بازار نیست
ترک چون [illegible] قلب را اکسیر ساخت — کرا امیدوں [illegible] دارد
جو تو پائدداری کرے احیا — شود خلق دنیا ترا دوستدار

یہ امیدوں کی کمر خم ہو گئی — [illegible] ساخ [illegible] سر [illegible]
کمر خم ہوئی ہو گیا [illegible] — ز اشع [illegible] گردون [illegible] کرست
[illegible] لگالے اگر [illegible] — [illegible] سوز [illegible] شعلہ [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]

[illegible]

کی شان میں حالی کے مسدس کے طریق پر جو ایک نظم لکھی تھی اُسنے خصوصیت کے ساتھ
شرف قبول حاصل کیا ۔ جسکے چند بند تفنن طبع کے طور پر ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں

سنبھل قومی اعزاز کے کھونے والے | زمانے میں تخم حسد بونے والے
جہالت کے چشمے سے منہ دھونے والے | خبردار او بے خبر سونے والے

گھٹا کی طرح چھا رہی ہے تباہی
بری قوم پر آ رہی ہے تباہی

عداوت کی آگ بھڑکانے والے | جہالت کی زنجیر کھڑکانے والے
دلوں کو حسد سے دھڑکانے والے | بیاروں کی جوڑ بھڑکانے والے

یہ کیا نت نئی شعبدہ بازیاں ہیں
یہ کیا قوم میں رخنہ اندازیاں ہیں

اگر لکھنؤ میں تھیں باصفا تھے | بڑے نیک طینت تھے پارسا تھے
اگر قوم پر تم ہی دھرم آتما تھے | بڑے پاک باطن تھے پارسا تھے

تو بہتر تھا گھر بار سب تیاگ دیتے
چلے جاتے کاشی میں سنیاس لیتے

یہ ذاتی تعصب یہ نخوت کہاں تک | یہ پیدا یہ عجب و نخوت کہاں تک
یگانوں سے اپنے یہ نفرت کہاں تک | یہ بیٹھے سے لڑنے کی عادت کہاں تک

ذرا کھول کر کان سُن اس سخن کو
ہے در پیش حد آخرت جادہ کس کو

[illegible] خواجہ ہدایت اللہ کی عرف سے مشہور تھے ممکن ہے کہ یہی نام
کبھی [illegible] شاہ [illegible] اور شاہ عباس ماضی کے اصطبل خاصہ کے داروغہ تھے

شعر و شاعری میں شہر بھر میں مشہور تھے۔ شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ کے کانوں
تک پہونچی۔ پوچھا کہ کیوں ہدایت تم شعر کہتے ہو۔ انہوں نے اقرار کیا۔ جہاں پناہ
نے کہا کہ اگر شاعر ہو تو سکندر نامہ نظامی کے وزن پر کم سے کم پانچ سات شعر بے معنی
کہکر ہمکو سناؤ۔ انہوں نے کہا کہ حضور پانچ سات شعر کیا معنی اگر حکم دیجئے تو خمسہ
نظامی کے جواب میں ایک بے معنی خمسہ کہدوں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کام بہت
مشکل ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ مشکل ہے مگر حضور کے اقبال سے غلام آسانی
کے ساتھ اس فرض کو ادا کر سکتا ہے حضور انعام مقرر فرمائیں۔ بادشاہ نے ہر بیت
کے صلہ میں ایک عباسی دینے کا وعدہ فرمایا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی شرط کر لی کہ
اگر کوئی شعر با معنی خمسہ بھر میں نکل آئیگا۔ تو ہر شعر کے عوض آپکا ایک دانت
توڑ دیا جائے گا۔ ہدایت نے اقرار کر لیا اسکے بعد قلیل عرصہ میں ایک خمسہ مہملہ
کہکر گزرانا۔ تمام خمسہ میں تین شعر بامعنی نکلے اُسکے بدلہ میں وعید کے موافق
تین دانت اکھڑوا دیئے گئے۔ اور بقیہ اشعار کے صلہ میں وعدہ عطائے یک
عباسی فی شعر پورا کر دیا۔ چنانچہ اُس کے سکندر نامۂ مہمل کے تین شعر یہ ہیں۔

اگر عاقلی سحبہ برمومرل — بحز پیمہ پرلیسل آہومرل
برعم ملک ترکتاری مکن — آہنگ باہیچ ماری مکن
کر نعل ار تبسم مراشود — صبر آسیا کہنہ حلواشود

نمونہ ہفت پیکر مہمل

شناس مرد عاسے گور بکس — رحمہ در بہر حوال دوز مکن
دم بحر طوطم ندہ سبیل مرل — سائباں بر سہر خلیل مرل

نمونہ شیریں خسرو مہمل

منہ چوں میل سر در پئے خشخاش — مکن بیوں سر مرداں حاقیقاش

بیاماں وقت گل دروازہ وارد — کلید بوریا آوارہ دارد

نہ تنہا دوستی درکا ہداں است — کہ ایں باداں جائے عاشقاں است

ہُدہُد ان کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ اور پورب وطن۔ مگر جس زمانہ میں دلّی کی شاعری عروج پر تھی اور باکمالوں کا مجمع اس کے وقار و عزت کا ضامن ہو گیا تھا اسی زمانہ میں کسی خاص وجہ سے یہ اپنا اصلی وطن ترک کر کے دلی چلے آئے تھے اور کہیں حکیم آغا جان عیش کے مکان کے قریب آ کر رہے۔ اس زمانہ میں معلمی بڑا حیلہ ذریعہ تھا۔ کچھ لڑکے لئے اور پڑھانے بیٹھ گئے۔ پڑھاتے رہے۔ مگر اسی طرح جیسے پہلے لوگ پڑھایا کرتے تھے۔ اتفاق وقت سمجھئے یا شامت اعمال کہئے ایک روز کسی لڑکے کو مولانا نظامی کی مشہور تصنیف سکندر نامہ کا سبق پڑھا رہے تھے۔ اُدھر سے حکیم آغا جان عیش گزرے چلتے چلتے کان میں ان معانی اور مطالب کی بھنک پڑ گئی جو میاں جی اپنے ہونہار شاگرد کو بتا رہے تھے۔ حکیم صاحب تو خود زعفران زار تھے سنتے ہی ٹھہر گئے۔ پھر تو کھڑے ہو کر پورا سبق سنا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ داستان کے عجائب خانہ کا منظر سامنے آ گیا۔ جو مطالب عجیب و غریب جونہی کان تک پہونچے اچھلے اب کیا تھا۔ سامان تفریح یا روحانی غذا ہاتھ آ گئی چپکے سے ہاتھ کا اشارہ کر کے ایک لڑکے کو الگ بلایا اور تاکید کر کے کہہ دیا کہ آج اپنے مولوی صاحب سے ہمارا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ آپ سے کچھ ضروری کام ہے ملنا ہے۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ اُدھر لڑکے نے حکیم صاحب کے الفاظ آموختہ کی طرح مولوی صاحب

کو ساد سے دوسرے روز حکیم صاحب تاک کے لئے گئے۔ حکیم صاحب نے باتوں باتوں میں لیاقت علمی کا حال معلوم کیا تو ڈھول میں پول نکلے۔ بس پھر کیا تھا۔ ان کو ایک چسکا سا لگ گیا۔ حکیم صاحب نے پھر پوچھا کہ کیوں بھلا جناب کو کچھ شعر و شاعری کا بھی ذوق ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کیا مشکل ہے نہیں ہے تو اب ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا آپ غزل کہئے تو آپ کو مشاعرے لے چلیں۔ انھوں نے مشاعرہ کی صورت پوچھی۔ حکیم صاحب نے وہ صورت بھی کھینچ کر دکھائی۔ دوسرے ہی دن یہ حکیم صاحب کے تبدیل ارشاد کے لئے ایک کھوسٹ کا کھڑا غزل کہلا سکے۔ مولوی صاحب کی کہی ہوئی غزل حکیم صاحب کے لئے کسی شاعر کی اس میں کچھ اپنا تصرف کر کے بالکل دیوار قہقہہ بنا دی۔ آج دل مشاعرے ہونا ہی کرتے تھے کہ مشاعرے میں اپنے ساتھ لے گئے مولوی صاحب کا یہ پہلا تخلص قرار دیا گیا۔ مگر مشاعرے کے دوران کی وضع قطع کی انوکھی داڑھی۔ گھٹا ہوا سر۔ آستین چھاتہ۔ بالکل کھٹک ٹڈھیا معلوم ہوتے تھے۔ حکیم صاحب تو ظرافت کے ناصح تھے کہنے لگے کہ مولوی صاحب کوئی ظریفانہ تخلص رکھئے انھوں نے جواب دیا کہ تجویز کر دیجئے۔ انھوں نے وضع قطع کے موافق تہدیہ تجویز کر دیا۔ انھوں نے منظور فرما لیا۔ آخوں نے مشاعرے میں ان کی پوری پوری تعریف کر کے موزوں تخلص کا اظہار کر دیا۔ ظریفوں کی خصوصاً اور سامعین کی نظریں عموماً ادھر متوجہ ہو گئیں۔ جب غزل پڑھی تو وہ دل بیں مچی کہ حکیم صاحب کیا۔ مولوی صاحب تک حوش ہو گئے اور مشاعرہ کی واہ واہ سبحان اللہ نے وہ منظر دکھایا کہ عمر بھر نہ دیکھا تھا چند روز کے بعد حکیم صاحب کو ایک اور مذاق سوجھا۔ بادشاہ کی تعریف میں ایک قصیدہ کہلایا اور انہیں دربار میں لے پہنچے اور جہاں پناہ کے سامنے وہ قصیدہ پڑھوایا۔ جس میں کے چند شعر یہ ہیں

جو تیری مدح میں میں چوچ اپنی وا کر دوں | تو رشک باغ ارم اپنا گھونسلا کر دوں
جو آسکے زیر کرے میرے آگے ہو سیقار | تو ایسے کان مروڑوں کہ بے سرا کر دوں
جو سرکشی کرے آگے مرے ہما آ کر | تو اُسکے نوچ کے پر شکل بولا کر دوں
میں کھانے والا ہوں نعمت کا اور تیرے لئے | فلک کے ہے مقدر میں با جرا کر دوں

بادشاہ سلامت نے قصیدہ بڑے غور سے سنا مشکل سے اس سے پہلے کوئی ایسی مدح سنی ہو گی - باغ باغ ہو گئے - اور فوراً طائر الاراکین - شہپر الملک - ہدہد الشعرا منقار جنگ بہادر خطاب دیا اور سات روپیہ ماہوار چگے کے لئے مقرر کر دیئے - پھر تو ہدہد کے چند روز میں اور ہی ٹھاٹ ہو گئے -

ایک دفعہ برسات زیادہ ہوئی - مکانات گرے - حویلیاں تباہ ہوئیں انھیں میں میاں ہدہد کا بھی مکان نذر سیلاب ہو گیا - انھوں نے حکیم صاحب سے کہا - حکیم صاحب نے کہا کہ شہر میں سیکڑوں مکان گرے ہیں کیا ان میں سے ہدہد کے گھونسلے کو کوئی جگہ نہ ملے گی دیکھو کوئی بند و بست کئے دیتے ہیں جھٹ پٹ ایک عرضی نظم کر دی - پوری درخواست اب کہاں ملتی ہے بعض شعر یہ ہیں -

حزن تیرے تا ہمت کہہ کسکے آگے روئیے | کس سے جا کے کہئے یہ غم کو ہمارے کھوئیے
سچ کہا ہے موسے کیا ملک سخن کا شہسوار | ہیں بجا کرنے سمند طبع کے پیاں لو لیئے
عیب آتا ہے کہ فن شعر میں کیوں کھوئے عمر | کاش کے ہم سیکھتے اس سے بہانے لو لیئے
سنگلاخ ایسی زمیں ہے دیکھ اے دل تا کجا | فکر کیجئے صرف آئیں اور پتھر ڈھوئیے
رشتۂ عمر تہہ ساد جہاں ہو دے دراز | یا جدا کھلتے رہیں جنتک جہاں میں روئیے
دیجئے اسکو بھی رہن تھوڑی کہ جا کر گھونسلے | مار اکھیڑ یا تڑا ہدہد نے ٹاک لوٹیے

ایک دفعہ تنخواہ کے لئے دیر ہو گئی - انھوں نے ایک درخواست نظم کر کے نذر گزرانی

اب درخواست کا پتہ نہیں۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ تنخواہ مل ضرور گئی۔

راجہ دیبی سنگھ خانساماں کی خدمت پر مامور ہوئے تو مبارکباد کے طریق پر یہ شعر لکھے۔

جہاں میں آج دیبی سنگھ تو راجوں کا راجہ ہے — خدا کا فضل ہے جو قلعہ میں تو آپ راجا ہے
سلیماں نے ہی تیرے ہاتھ میں دی رزق کی کنجی — تو سرداروں کا سردار اور مہاراجوں کا راجا ہے
تنعم اہل جہاں کے سب ہیں شکرانے بجا لاتے — دعا میں تیرا جا کر گنبد گردوں پہ باجا ہے
کسی کو دے نہ دے تنخواہ تو مختار ہے اسکا — مگر ہدہد کو دیدے کیوں یہی ہدہد کا حاجا ہے

حکیم صاحب ہمیشہ ہدہد کے لئے ظرافت کا سرچشمہ کھود کھود کر مضامین کے دریا بہاتے رہتے تھے اور ہدہد کے مذاق سخن کو سیراب کر دیتے تھے۔ بعض شعر یہ ہیں۔

ہدہد کا مذاق ہے نرالا سب سے — انداز ہے اک نیا نکالا سب سے
سردفتر لشکر سلیماں ہے یہ — اڑتا ہے سخن میں بالا بالا سب سے

راست آئینوں کو الٹا ہے کج آئینوں سے — تیر نکلا جو کماں سے تو گریزاں نکلا
آشیاں سے جو غزل پڑھنے کو ہدہد آیا — غل پڑا پڑھتی ہوئی ملک سلیماں نکلا

حکیم صاحب نے ساتھ ہی ساتھ ایک اور دل لگی کی۔ غزل میں دو ایک شعر ایسے بھی رکھ دیتے تھے جن میں معاصروں پر چوٹیں ہوا کرتی تھیں۔ مثلاً جب غالب پر چوٹیں کی جاتیں تو ہدہد سر مشاعرہ کہتے کہ یہ غزل مرزا غالب کے رنگ میں ہے پوری غزل پڑھ جاتے نہایت چست بندش اور رنگین الفاظ ہوتے مگر معنی ندارد۔ بعض شعر یہ تھے۔

مرکز محور گردوں بہ لب آب نہیں
ناخن قوس قزح شبہ مضراب نہیں

غالب مرحوم خود ایک ظریف اور شگفتہ دل آدمی تھے اُن ایران باتوں کا کیا اثر ہوتا۔ ہنستے اور ٹال دیتے۔ مگر اور لوگوں نے ہُد ہُد کے جواب کے لئے ایک شخص کا تخلص باز رکھا۔ اور مشاعرے میں لائے۔ باز نے اپنی بازی دکھائی اور مشاعرہ کو بازی گاہ بنا دیا۔ مگر قبول خاطر و لطف سخن خدا داد است۔ بیچارے باز کے شعروں میں سے ایک شعر بھی مشہور نہ ہوا۔ اور میاں ہُد ہُد نے جو اُسکے جواب میں غزل کہی اس کے کئی شعر اب بھی لوگوں کے نوک زبان ہیں۔

جیسے کہتے ہیں ہُد ہُد وہ تو بر شیر نکالا ہے ۔ مقابل تیرے کیا ہو تو تو اک پدی کی مادہ ہے

گر آب کے بار بڑی میدان میں آئی سامنے تیرے ۔ تو دم میں پر نہ چھوڑوں گا یہی میرا ارادہ ہے

مقرر باز جو اپنا تخلص ہے کیا تو نے ۔ ہوا معلوم یہ اس سے کہ گھر تیرا کشادہ ہے

اوسلے بے ادب اب تک نہیں تجھکو خبر اسکی ۔ کہ ہُد ہُد سب جہاں کے طائروں کا پیر زادہ ہے

جب دو وہ چونچیں ہو گئیں تو حیدرآباد میں بازار ٹھنڈا ہو گیا۔ اور ہُد ہُد نے پالا جیت لیا۔ مگر یار لوگ فکر میں لگے ہوئے تھے انھوں نے ہُد ہُد کے مقابلہ کو ایک کالا کلوٹا تیار کیا اور زاغ تخلص رکھا ہُد ہُد نے اسکی بھی خبر لی حیدرآباد میں وہ بھی مشہور ہو گیا اُسی زاغ کے لئے انھوں نے یہ شعر لکھے تھے۔

جو ن آیا ہے سودا اسکے بدل کرنے کی ۔ اسکی ہے پاؤں سے تا سر یہی خو کوے کی

وہی کاں کاں وہی کھیں کیں وہی ہٹ پٹ اسکی ۔ بات چھوڑی ہی نہیں ہاں اک سر مو کوے کی

پہلے جانا تھا یہی سب نے کہ کوا ہوگا ۔ پھر جو معلوم کیا ہے یہ بہو کوے کی

بن کے کوا جو یہ آیا ہے تو اسے ہُد ہُد شاہ

دم کترنے کو کچھ کم نہیں لو کوے کی

غرض کہ باری باری سے جو جو جانور ہدہد کے مقابل ہوتے گئے اس نے سارے چوچوں کے سب کا بھرکس نکال دیا۔ اور آخر وقت تک بادشاہ کے یہاں سے دہی انڈہ وغیرہ جاری رہا۔ جو ایک دفعہ جاری ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ ادھر ادھر سے بھی کچھ نہ کچھ مل رہتا تھا۔

حسرتؔ۔ عبدالکریم نام ہے مارہرہ ضلع ایٹہ کے رہنے والے ہیں۔ زمانۂ حال کے خوش فکر ظریف شعرا میں سے ہیں مگر افسوس کہ کلام زیادہ نہ مل سکا صرف ایک شعر ہدیۂ ناظرین کر سکتا ہوں

ہم جو کم سنتے ہیں عیبا تو یہی تنگدستی کا ہے   ورنہ واسطے بہری کوئی ہنسی ہے

خواجہ محمد شریف نام تھا۔ مرزا غیاث بیگ کے باپ اور نور جہاں بیگم زوجۂ جہانگیر بادشاہ کے دادا تھے نہایت ظریف طبع خوش بیان بذلہ سنج لطیفہ گو تھے۔ شاہ طہماسپ ماضی کے زمانہ میں زندہ و سلامت موجود تھے ایک ضخیم دیوان ان سے یادگار رہا مگر نایاب ہے اسی لئے ان کی ظرافت کے پورے پورے نمونے نہیں دئے جا سکتے صرف ایک قطعہ نمونتاً درج کیا جاتا ہے۔ جو اس وجہ سے کہا گیا تھا کہ ایک مرتبہ سلامی اور کلامی نے جو دونوں کمال کے اور مشہور شاعر دربار میں گئے واسطے تھے خواجہ مذکور کی تعریف میں امید انعام ایک قصیدہ کہا۔ خواجہ نے انعام دیا اور یہ قطعہ نظم کرکے ان کو سنا دیا۔

دو چیز است در شہر ہراتی   سلام سلامی کلام کلامی

باوجود تلاش کے مجھے ان کا نام و مقام معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ ایک شوخ ریاست میں ایک غزل ظرافت رنگ کی دستیاب ہوئی مگر افسوس ہے کہ

واحسن سے سرتاپا لبریز ہے ۔ اس لئے صرف دو تین شعر صاف لکھتا ہوں۔

جتنے ہیں اسرار ہو جائیں گے تجھ پر منکشف — اے منجم حسب فنا ہی تو ہو جائیگا

خوش گپی میں دل لگی یوں ہی اگر ہوتی رہی — اے ہنر کامل غزل گوئی میں تو ہو جائیگا

میم صاحب نے بنا کر جو سنوارے گیسو

حرم سکیں تھاما دستے گئے زنجیر میں ہاتھ



حرف یا

یارؔ - محمد رفیق تخلص ہے اصلی وطن ضلع پرتاب گڈھ میں ہے - مگر چونکہ
بسلسلۂ ملازمت ان کے والد کا قیام لکھنؤ ہی میں رہا - اسی وجہ سے اوائل
عمر سے یہیں رہتے رہے - اب دو تین برس ہوئے کہ ان کے والد کا انتقال بھی
ہوگیا مگر اس شہر کی دامنگیر خاک نے وطن جانے کی تب بھی اجازت نہ دی
اب بھی یہیں محلہ حسین گنج میں رہتے ہیں اور مری کمپنی میں ملازم ہیں
شعر و شاعری کا مدتوں سے شوق ہے - ہنیارؔ تخلص ہے اور راقم تذکرہ
کو اپنی غزلیں دکھاتے ہیں - کبھی کبھی ظرافت بھی کہتے ہیں اسوقت یارؔ تخلص
کرتے ہیں - نہایت نیک طبیعت سلیم المزاج پابند صوم و صلوٰۃ متشرع ہیں
اب تقریباً ۲۸ برس کی عمر ہوگی - چند شعر رنگ ظریفانہ درج کرتا ہوں -

جوان کو چکھتا ہے کہتا ہے انکو وہ شیریں — لبوں میں آپکے شکر کا کارخانہ ہے
نکل کے چھوڑینگے مجھکو وہ ایک دن اے یار — میں وہ بلا پتلا ہوں اُن کا ازاربند ہے

ادا ان کی دو بالی سے وہ سب کو قتل کرتے ہیں — نہ چوکیدار کا غم ہے نہ تھانیدار کا ڈر ہے
نتیجہ کیا ہے آخر محتسب اس لاٹھی ٹھینگے سے — مرے حصہ میں بھٹی ہے ترے حصہ میں کچہری ہے
ملا ہے جان دیکر بوسہ اُن کے لال گالوں کا — بہت میٹھا ہی لیکن بڑا مہنگا شکرقند ہے
اٹھا کر لنگر آئینہ اُن کے قصر عالی سے — پڑا ہو سد راہ نہیں اپنے جینے کا سکندر ہے

ہم نے الفت کا حسینوں کی نتیجا دیکھا — موت کی دھار میں بہتا ہوا پیسا دیکھا
ناز دیکھا ترا نخرا ترا اٹھا دیکھا — کیا کہیں ہم کہ شبِ وصل میں کیا کیا دیکھا

بس یہی طائرِ دل کی ہے نشانی اے یار — ہجر کی تسبیح رہے مٹھو مٹھو یہ الو ہو کر

حاسدِ روشن آ کے کہتے ہیں اے زلف دوتا — اپنے کندھے پہ اٹھاتا ہے جو چھپر اپنا
بڑی آوارہ ہے یہ دخترِ رز بھی اے یار — ڈھونڈھ کر چھوڑتی ہے آپ یہ شوہر اپنا

لیلیٰ کی اماں نے یہ مجنوں کے ابا سے کہا — آپ سمجھا لیجئے گا اپنے برخوردار کو
یہ حسینانِ جہاں ہیں مالکانِ نقدِ دل — انسے بیشک ٹیکس لینا چاہیے سرکار کو

یاسمن - ایک شاعرہ تھی جسکا نام جمیلی تھا یاسمن نام کی مناسبت سے تخلص اختیار کیا تھا - سید انشا کی کنیز تھی - حوال العمر تھی - مگر مرد کی صحبت سے اس قدر متنفر تھی کہ اس کی طرف کبھی رخ بھی نہ کرتی تھی مگر سید انشا نے بوجہ اتباع شریعت اسکا نکاح کر دیا تھا - حالانکہ جس شخص سے نکاح ہوا تھا وہ شخص نہایت معقول اور معقولیت پسند تھا - مگر چونکہ جمیلی بالطبع مرد کی صحبت سے متنفر تھی اس لئے اس کی صحبت راس نہ آئی اور نکاح کے تیسرے روز بغیر کسی عارضہ کے فوت ہو گئی - اس عورت کی طبیعت نہایت موزوں تھی اور عاشقانہ شاعری کے علاوہ کبھی کبھی ظرافت بھی کہتی تھی - چنانچہ اس کا ایک شعر یاد رہ سکا -

دخترِ رز سے رات صحبت تھی — شیخ جی کا مگر وضو نہ گیا

پیل ـ عبدالقادر نام تھا ـ دہلی کا رہنے والا ـ اور وہاں کے نہایت مشہور و معروف پہلوانوں میں تھا ایک مرتبہ اپنی پہلوانی کے غرور میں کسی شخص سے لڑا ـ اگرچہ وہ شخص زور میں اس سے زیادہ نہ تھا مگر چونکہ فن کشتی سے اچھی طرح واقف تھا اسی لئے اس پر غالب آیا ـ اس معرکہ میں پچھڑنے کے بعد اسیر ایسی غیرت کا غلبہ ہوا کہ شہر چھوڑ کر نکل گیا اور پھر کبھی عمر بھر دلی میں نہ آیا شعر و شاعری سے بھی شوق تھا اور بہ سبب کم علمی کے اکثر ظریفانہ شعر کہتا تھا ـ چند شعر یہ ہیں ـ

کہہ دو رقیب سے کہ وہ بار آئے جنگ سے ... ہرگز نہیں ہیں یار کبھی کم اس دبنگ سے
پھرتے ہو بل بنے ہوئے تم کچھ ڈھنگ سے ... مطلب نہ نام سے نہ غرض ہے نہ ننگ سے
لب کا بڑھا دیا ہے مرا خط سبز نے ... ساقی نے پشت دی ہے صفائی کو ننگ سے
دو چار صورتیں کہیں آتی ہیں گر نظر ... واں ہم بھی جا دھمکتے ہیں دل کی امنگ سے
آ جا ہیو نہ پیچ میں ظالم کے دیکھنا ... یاری تو تم نے کی ہے پر اس شوخ و شنگ سے

